وذكرهم بأيام الله إن في ذلك لآيات لكل صبار شكور

تاریخ ابن خلدون

سلاطین ممالیک بحریۂ مصر

کی مفصل تفصیل

تصنیف:

رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدونؒ

(۷۳۲ھ = ۸۰۸ھ)

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ ابن خلدون

نہم دہم

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

تاریخ ابن خلدون





سلاطین ممالیک بحریہ کی مفصل تاریخ

۶۴۸ھ تا ۷۷۸ھ

اس میں ممالیک بحریہ کی مصر و شام پر متحدہ سلطنت کے حالات مذکور ہیں نیز مصر میں اسلامی خلافت کے دوبارہ قیام، تاتاری فوجوں کی شکست فاش، صلیبی جنگوں کا خاتمہ اور سقوط بغداد کے بعد مسلمانوں کے دوبارہ عروج و ترقی کے حالات شامل ہیں

ترجمہ و ترتیب و تبویب مع تکملہ

از

حافظ سید رشید احمد ارشد ایم۔اے

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر
من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من
ملوك الستر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ

کے

نام کتاب: ـــــــ تاریخ ابن خلدون
مصنف: ـــــــ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون
ناشر: ـــــــ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ـــــــ جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء
ایڈیشن: ـــــــ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی

فہرست

حصّہ نہم

ممالیک سلاطینِ مصر

کا

دورِ حکومت

از: چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

تاریخ ابن خلدون حصہ نہم و دہم دونوں کا سلیس ترجمہ بھی جناب حافظ سید رشید احمد ارشد سابق صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی نے کیا ہے۔ جلد نہم میں مصر و شام کی متحدہ اسلامی سلطنت کے سلاطین ممالیک بحریہ کے حالات پہلی بار اردو زبان میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس سے پیشتر اردو زبان میں اس دور کی کوئی تاریخ موجود نہ تھی۔

تاہم ممالیک سلاطین مصر کا دور اسلامی تاریخ میں اس لئے اہم سمجھا جاتا ہے کہ یہ ممالیک سلاطین مصر ہی تھے جنہوں نے سقوطِ بغداد کے بعد ہلاکو خان اور تاتاریوں کے لشکر کو شکست فاش دی اور نہ صرف اسلامی دنیا اور مصر و شام کو ان کی تباہ کاریوں سے بچایا بلکہ یورپ اور پوری دنیا کو ان کی تباہ کن یلغار اور پیش قدمی سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ اس زمانے میں ان سلاطین مصر کے علاوہ یورپ یا ایشیاء کی کوئی سلطنت فوجی حیثیت سے تاتاریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

ممالیک سلاطینِ مصر نے نہ صرف تاتاریوں کی پیش قدمی کو روکا بلکہ انہوں نے ان صلیبی جنگوں کا قلع قمع بھی کیا جو دو سو سال سے مسلمانوں کی تباہی اور انتشار کا ذریعہ بنی ہوئی تھیں۔

ان سلاطینِ مصر نے اس زمانے میں مصر میں اسلامی خلافت کا احیاء کیا جب کہ سقوطِ بغداد کے بعد اسلامی خلافت کا خاتمہ ہو گیا تھا گو یہ خلافت برائے نام تھی تاہم اس کی بدولت سلطنتِ مصر کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور اس کی وجہ سے دنیائے اسلام کے مشہور اہلِ علم و فضل ہجرت کر کے مصر و شام میں پناہ گزین ہوئے اور انہوں نے اسلامی علوم و فنون کی شمعوں کو دوبارہ روشن کیا۔

تاریخ ابن خلدون کے حصہ دہم میں اسی زمانے کے ان مغل سلاطین کی سلطنتوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے ایران، ترکستان، عراق اور بلاد الروم میں جداگانہ سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔

فاضل مترجم نے اصل کتاب کا ترجمہ کرنے کے علاوہ کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر ایک تکملہ بھی شامل کیا ہے جو اپنی معلومات کے لحاظ سے ایک بلند پایہ تحقیقی مقالہ ہے جن میں ممالیک سلاطین کے قائم کردہ تعلیمی مدارس اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور فنِ تعمیر میں ان کے یادگار کارنامے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

فاضل مترجم نے نہ صرف اس کتاب کا بامحاورہ سلیس اور رشستہ ترجمہ ہی کیا ہے بلکہ اصل عربی تاریخ کی اغلاط اور فروگزاشتوں کی کافی حد تک تصحیح بھی کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بولاق اور بیروت کے دونوں ایڈیشنوں سے مدد لی ہے۔

اصل کتاب میں نہ پیراگراف تھے اور نہ ذیلی عنوانات تھے اور نہ ابواب مقرر کیے گئے تھے۔ مگر مترجم موصوف نے ترجمہ کتاب میں ہر سلطنت کے حالات ایک جداگانہ باب کے تحت ترتیب دیے ہیں اور ہر نئے مضمون کے لیے جدا پیراگراف متعین کر کے ان کے لئے مناسب ذیلی عنوانات قائم کیے۔ نیز بڑے بڑے عنوانات کے تحت چھوٹے عنوانات قائم کیے تا کہ عام قارئین کرام بالخصوص تاریخ اسلام کے طلبہ کو تاریخی مواد تلاش کرنے اور واقعات کا خلاصہ معلوم کرنے میں سہولت میسر ہو۔

کتاب کے ابتدائی صفحات میں ان سب چھوٹے بڑے عنوانات کی ایک مکمل اور جامع فہرست اس طرح مرتب کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں بیک نظر تاریخی واقعات کا تسلسل قائم رہے۔

ہم مولانا رشید احمد ارشد صاحب کے دلی ممنون ہیں کہ انہوں نے غیر معمولی دلچسپی اور تحقیق سے کام لے کر تمام اغلاط سے حصہ ششم و ہفتم کو پاک وصاف کر دیا ہے۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

مقدمۂ مترجم

(از حافظ سید رشید احمد ارشد سابق صدر شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی)

ہماری اس جلد نہم کا آغاز ممالیک بحریہ مصر کے سلاطین سے ہو رہا ہے جن کے ماتحت شام و مصر کا متحدہ علاقہ تھا۔ یہ سلطنت ایوبی خاندان کے زوال کے بعد قاہرہ (مصر) میں قائم ہوئی۔

اس متحدہ سلطنت کے سلاطین ابتداء میں غلام (ممالیک) تھے۔ وہ معمولی منصب سے ترقی کر کے اپنے زور بازو اور غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے بادشاہت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے تھے۔ اس لئے وہ شجاعت سیاسی اور فوجی صلاحیت کا اعلیٰ نمونہ ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ''غلام'' بادشاہوں نے ایوبی سلاطین کے زوال کے بعد جب کہ تاتاری قوم کا سیلاب اسلامی ممالک کو تباہ و برباد کر رہا تھا شام و مصر کی متحدہ سلطنت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ تقریباً ڈھائی سو سال تک مصر و شام پر اس وقت تک حکومت کرتے رہے جب کہ بغداد کی عباسی خلافت اور مشرق کی اسلامی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا تھا اور تاتاریوں نے اسلامی تہذیب و تمدن کے مشہور مرکزی شہروں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یوں نہ صرف مشرق میں مسلمان تباہ ہوئے بلکہ تھوڑے عرصے کے بعد مغرب میں اندلس کی اسلامی سلطنت بھی صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئی۔

سقوط بغداد اور عباسی خلافت کا خاتمہ اسلامی تاریخ کا سب سے المناک واقعہ ہے مگر یہ مسلمانوں کی تباہی کا آخری باب تھا' کیونکہ اس سے پیشتر چنگیز خان اور اس کی اولاد ایران' خراسان اور ترکستان کی اسلامی سلطنتوں اور ان کے بارونق شہروں کو فنا کر چکی تھی۔ ان المناک حادثات کی بدولت مسلم قوم نہ صرف مادی اور سیاسی حیثیت سے تباہ ہوئی' بلکہ وہ اخلاقی' علمی اور روحانی حیثیت سے بھی مفلوج ہو گئی تھی۔ ان ممالک میں ہر طرف مایوسی اور محرومی کا دور دورہ تھا اور ان تباہ شدہ اسلامی ممالک میں دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ باقی نہ رہا تھا۔

ایسے موقع پر ان ''ترک غلام'' بادشاہوں اور ان کی فوج نے ''فتنۂ تاتار'' کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور نہ صرف مصر و شام کو ان کی یلغار اور تباہ کاریوں سے بچایا بلکہ یورپ اور باقی ماندہ دنیا کو ان کے وحشیانہ حملوں سے محفوظ رکھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے:

سقوط بغداد کے بعد ہلاکو خاں کی فوجیں برق رفتاری کے ساتھ آگے کے اسلامی علاقوں کو تباہ و برباد کرتی ہوئی شام کی سرحد تک پہنچ گئیں' یہاں تک کہ یہ ٹڈی دل لشکر مصر کے سرحدی شہر غزہ تک پہنچ گیا تھا۔

اس وقت اہل شام پر خوف و ہراس طاری تھا' کیونکہ مشرقی ممالک کا انجام ان کے پیش نظر تھا۔ تاتاریوں کی تباہ کاریوں کے تصور سے ان کے دل لرز رہے تھے تاہم شام و مصر کے مرد مومن بالکل مایوس نہ تھے۔ وہ صلاح الدین جیسے ''مرد میدان'' کے منتظر تھے۔ آخر کار ''مردے از غیب بیروں آید و کارے بکند'' کے مصداق مصر کے مملوک سلطان معز الملک المظفر

قطز نے مسلمانوں کی منتشر فوجوں کو جمع کر کے عین جالوت کے مقام پر تاتاریوں کے ٹڈی دل لشکر کا مقابلہ کیا۔

فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ یہاں تک کہ سلطان معز الملک قطز نے بنفس نفیس معرکہ جنگ میں شریک ہو کر مسلمان سپاہیوں کا حوصلہ بڑھایا اور شوقِ شہادت کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ سلطان کی حوصلہ افزائی اور دعوتِ جہاد سے متاثر ہو کر مسلمان مجاہدین نشۂ شہادت سے سرشار ہو گئے اور دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے دادِ شجاعت دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان تاتاریوں کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ وہ دوبارہ کسی جنگ میں مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے بلکہ اپنے وطن کی طرف لوٹ گئے۔

یہ وہ تاتاری فوج تھی جو ناقابل شکست سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ اس نے ایران و خراسان اور ترکستان کی عظیم الشان سلطنتوں کو نہایت آسانی کے ساتھ فنا کر دیا تھا۔ مگر قادر مطلق کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ یہی ناقابلِ تسخیر ٹڈی دل لشکر مصر کے ترک غلاموں کے سامنے بے دست و پا ثابت ہوا۔ ان کا سپہ سالار اعظم کتبغا میدانِ جنگ میں مارا گیا اور اس کا لشکر جرار (بری) طرح بھاگنے لگا۔ یہاں تک کہ مسلمان فوج نے اس کا تعاقب کر کے ان کا قتل عام کیا۔

اس فتح عظیم نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان قوم زندہ ہے اور وہ ہر دور میں نہ صرف اپنے ملک کی حفاظت کر سکتی ہے بلکہ تمام دنیا کو تباہی اور بربادی سے بچا سکتی ہے چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مؤرخ تحریر کرتا ہے:

"عین جالوت کی فتح نے تمام دنیا کو تاتاریوں کے حملوں سے اس وقت محفوظ رکھا جب کہ یورپ کے کسی ملک کے لیے ان کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا"۔

بہر حال مصر و شام کے مسلمان اس فتح عظیم پر بہت خوش ہوئے اور جب سلطان معز الملک المظفر قطز دمشق میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوا تو اس کے چاروں طرف اسلامی علم لہلہا رہے تھے اور اس فتح کے بعد شام و مصر کے ممالک دوبارہ متحد سلطنت میں تبدیل ہو گئے اور شام میں ترک ممالیک سلاطین کی طرف سے نائب حاکم مقرر ہو کر آنے لگا۔

<u>عہدِ ممالیک کا آغاز</u>: مصر کا پہلا ترک غلام (مملوک) بادشاہ المعز عزالدین ایبک تھا۔ وہ ماہ ربیع الآخر کے اختتام پر ۶۴۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ یوں اس خاندان کی سلطنت کا آغاز سقوطِ بغداد سے پہلے ہو گیا تھا۔

سلطان قطز ۶۵۷ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے صرف ایک سال تک حکومت کی' تاہم عین جالوت کی فتح عظیم کے واقعہ نے اسے زندۂ جاوید بنا دیا۔ کیونکہ اس نے تاتاریوں کی پیش قدمی کو روک کر دنیا کو ان کی تباہ کاریوں سے بچا لیا تھا۔

<u>اسلامی خلافت کا احیاء</u>: سلطان قطز کے بعد سلطان ظاہر بیبرس بندقداری مصر و شام کا بادشاہ ہوا۔ وہ ممالیک خاندان کا عظیم بادشاہ تھا اور اس نے طویل عرصے تک حکومت کی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے بغداد کی عباسی خلافت کو مصر میں منتقل کیا۔ مصر کی یہ خلافت برائے نام تھی اور اسے مستقل اقتدار حاصل نہ تھا' تاہم ان کے ذریعے مصر کے ممالیک کی سلطنت کو مذہبی اور سیاسی طور پر استحکام حاصل ہوا اور خلیفہ کے وجود سے اس سلطنت کو عالم اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہوئی اور وہ مصیبت زدہ مسلمانوں کی پناہ گاہ بن گئی۔ نیز حجاز کے مقاماتِ مقدسہ کی خدمت اور نگرانی کا کام بھی اسی سلطنت کے ذمے رہا۔ مصر کے ممالیک سلاطین اپنے غیر محدود اختیارات انہی خلفاء کے ذریعے حاصل کرتے تھے اور دشمنوں کے خلاف جنگوں میں ان خلفاء کو لے جا کر انہی کے ذریعے مسلمان فوجوں میں شوقِ جہاد و شہادت کے جذبات پیدا کرتے تھے۔

اس قسم کے خلفاء ممالیک بحریہ و چراکسہ دونوں زمانوں میں برقرار رہے اور جب ترکی کے عثمان سلطان سلیم نے مصر پر قبضہ کر کے ان کی متحدہ سلطنت کا خاتمہ کر دیا تو اسلامی خلافت ترک سلاطین کی طرف منتقل کر دی گئی۔

دو مشہور سلاطین: علامہ ابن خلدون نے صرف ۷۹۶ھ تک کے حالات تحریر کئے ہیں کیونکہ اس کے بعد وہ سیاسی ہنگاموں میں مصروف رہا اور پھر ۸۰۸ھ میں فوت ہو گیا تھا' اس لئے وہ چرکسی ممالیک مصر میں سے صرف سلطان برقوق الظاہر کے نامکمل حالات اس وقت تک کے تحریر کر سکا جب کہ سلطان برقوق تاتاریوں کے متوقع حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دمشق میں مقیم تھا۔

ابن خلدون نے ممالیک بحریہ سلاطین کے سیاسی حالات مکمل تحریر کئے ہیں تاہم وہ ان کے دور کے علمی اور سماجی کارناموں کا حال نہیں تحریر کر سکا اور قدیم تاریخوں کی طرح وہ جنگوں اور درباری جوڑ توڑ' سازشوں اور خانہ جنگیوں کے حالات ہی بیان کر سکا ہے۔ لہٰذا ہم اس دور کی دیگر تواریخ اور تذکروں کی مدد سے ممالیک بحریہ کے دو مشہور سلاطین کا وہ پہلو نمایاں کر رہے ہیں جو ابن خلدون کے تحریر کردہ حالات میں پوشیدہ رہ گیا ہے۔

یہ دو مشہور سلاطین سلطان ظاہر بیبرس اور سلطان ناصر محمد بن قلاون ہیں۔ ان دونوں سلاطین کا دور حکومت نسبتاً طویل رہا اور یہ دونوں سلاطین عوام پسند تھے اور وہ رائے عامہ کے مطابق حکومت کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے رفاہ عام کے لئے بے شمار کام انجام دیئے اور ان کے دور میں تعلیمی اداروں میں بھی اضافہ ہوا اور فن تعمیر نے بھی ترقی کی۔

سلطان ظاہر بیبرس: سلطان ظاہر بیبرس بہت بہادر' فیاض اور عوام دوست بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی بہادری' شجاعت اور فیاضی کی بدولت تخت شاہی حاصل کیا۔ بادشاہ بننے کے بعد بھی وہ بنفس نفیس تاتاریوں کے خلاف جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔ چنانچہ اس عہد کے مشہور مورخ ابوالمحاسن ابن تغری بردی نے اپنی کتاب ''النجوم الظاہرہ'' میں اس کی بہادری اور شجاعت کے ایک واقعہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے:

> ''پھر سلطان ظاہر بیبرس نے بذات خود حملہ کیا۔ جب سپاہیوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے بھی متحدہ طور پر اسی طرح جاں فروشی کے ساتھ حملے شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاری فوج اپنے گھوڑوں سے اتر آئی اور پیادہ لڑنے لگی۔ وہ نہایت بہادری کے ساتھ موت کے خلاف جنگ کر رہی تھی۔ مگر تاتاری فوجوں کی کوششیں بے سود رہیں کیونکہ سلطان ظاہر بیبرس اور اس کا لشکر بھی بے مثل شجاعت اور صبر و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ سلطان ظاہر بیبرس بذات خود حملہ آور شیر کی طرح دشمن پر بھرپور حملے کر رہا تھا اور خطرناک مقامات کے اندر خود گھس جاتا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کر کے ان کے سامنے جہاد اور شہادت کی اہمیت کو واضح کرتا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس پر فتح و نصرت نازل کی''۔[1]

رفاہِ عام کی خدمات: سلطان ظاہر بیبرس جو بعض تاریخی واقعات سے بے رحم اور سنگدل بادشاہ ظاہر ہوتا ہے۔ درحقیقت عوامی مفادات کا بہت خیال رکھتا تھا اور غریب عوام پر بے حد بخشش اور سخاوت کرتا تھا۔ اس سلسلے میں ''النجوم

---

[1] النجوم الزاہرہ ج ۷ ص ۱۶۸۔

الظاہرہ'' کا مؤلف یوں رقم طراز ہے:

''وہ ہر سال دس ہزار من (اردب) گیہوں غریبوں' مسکینوں اور خانقاہ نشینوں پر صرف کرتا تھا (جنگوں میں شہید ہونے کی وجہ سے) فوجیوں کے یتیم بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی' تاہم سلطان بیبرس نے معقول گزارہ کے لئے ان کے وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ (اس کے علاوہ) اس نے ایک مخصوص وقف اس کام کے لئے مقرر کیا تھا کہ اس کے ذریعے ان مسافروں کی تجہیز و تکفین کی جائے جو قاہرہ اور مصر کے دیگر حصوں میں (لاوارث ہو کر) فوت ہو جاتے ہیں۔

سلطان موصوف نے ایک دوسرا وقف اس کام کے لئے مخصوص کر دیا تھا کہ اس کی آمدنی سے روٹیاں خرید کر (فاقہ کش) غریب مسلمانوں میں تقسیم کی جائیں''۔[1]

علماء کی حق گوئی: سلطان بیبرس مذہبی علماء کا جو رائے عامہ کے ترجمان ہوتے تھے' بہت احترام کرتا تھا اور ان کے فتووں کے بغیر کوئی اہم کام انجام نہیں دیتا تھا۔ اس زمانہ کے علماء بھی بلا خوف و خطر فتوے دیتے تھے اور شرعی معاملات کو حق و صداقت کے ساتھ بیان کرنے میں حکومت سے نہیں ڈرتے تھے:

اس سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ علماء کی ایک جماعت نے سلطان ظاہر بیبرس کی مرضی کے مطابق فتویٰ دیا تو امام محی الدین نووی (شارح صحیح مسلم) اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے: ''انہوں نے تمہارے لئے جھوٹا فتویٰ دیا ہے''۔[2]

امام نووی کی صداقت اور حق گوئی کا دوسرا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''جب سلطان ظاہر بیبرس' تاتاریوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے شام روانہ ہوا تو اس نے علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا کہ ''دشمن سے جنگ کرنے کے لئے رعایا کا مال زبردستی حاصل کرنا جائز ہے''۔ یہ فتویٰ شام کے علماء اور فقہاء نے دیا تھا۔ آخر میں سلطان بیبرس نے پوچھا:

''کیا اور کوئی مفتی باقی رہ گیا ہے جس نے اس فتوے پر دستخط نہ کئے ہوں؟''

لوگوں نے کہا ''امام محی الدین نووی باقی رہ گئے ہیں''۔

لہٰذا سلطان نے ان کو بلوا کر کہا:

''آپ بھی علمائے کرام کے اس فتویٰ پر دستخط کر دیں!''

مگر امام نووی نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ جب سلطان نے انکار کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا:

کلمۂ حق: ''مجھے معلوم ہے کہ تم امیر بندقدار کی غلامی میں رہے تھے اور تمہارے پاس مال و دولت نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اور تمہیں بادشاہ بنا دیا۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک ہزار غلام ہیں اور ہر غلام کے سنہری پٹکے ہیں۔ نیز تمہاری ملکیت میں دو سو لونڈیاں ہیں اور ہر لونڈی کے پاس زیورات کے صندوقچے ہیں۔ اگر تم یہ مال و دولت صرف کرلو اور

---

[1] ایضاً کتاب مذکور ج ۲ صفحہ ۱۶۲۔

[2] حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ از جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۶۶۔

تمہارے غلام سنہری پٹکوں کے بجائے اونی پٹکے باندھیں اور لونڈیوں کے پاس صرف کپڑے رہ جائیں اور زیورات باقی نہ رہیں تو اُس وقت میں رعایا کا مال حاصل کرنے کا فتویٰ دوں گا''۔

سلطان ظاہر' امام نووی کی اس گفتگو سے ناراض ہوا اور کہنے لگا:

''میرے شہر سے نکل جاؤ''۔ شہر سے اس کی مراد دمشق کا شہر تھا۔ امام نووی نے جواب دیا: ''بہت بہتر'' یہ کہہ کر وہ نووی (اپنے دیہاتی وطن) چلے گئے۔ بعد میں علمائے کرام نے بادشاہ سے درخواست کی:

''یہ ہمارے بڑے عالم اور بزرگ شخصیت کے مالک ہیں بلکہ یہ ہمارے رہنما اور پیشوا ہیں۔ اس لئے آپ انہیں دمشق بلوالیں''۔

چنانچہ بادشاہ نے اُن کے واپس آنے کی اجازت دے دی مگر وہ دمشق واپس نہیں آئے اور کہنے لگے:

''جب تک ظاہر بیبرس اس ملک کے بادشاہ ہیں میں دمشق نہیں آؤں گا''۔ اس واقعہ کے ایک مہینہ کے بعد سلطان ظاہر بیبرس کا انتقال ہو گیا۔[1]

شیخ عزالدین بن عبدالسلام: مصر کے شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام بھی حق گوئی میں بڑی جرأت سے کام لیتے تھے' ان کی حق گوئی کا ایک مشہور واقعہ ہے جو اس طرح مذکور ہے:

''سلطان قطز کے قتل کے بعد جب سلطان ظاہر بیبرس نے اپنی بادشاہت کے لئے بیعت لینی چاہی اور اس کی بیعت کے تمام انتظامات تقریباً مکمل ہو گئے تھے کہ اتنے میں یہ پتہ چلا کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے (جو مصر کے شیخ الاسلام تھے) اس کی بیعت سے اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ سلطان بیبرس کے پاس اپنی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کا کوئی شرعی ثبوت نہ تھا۔ انہوں نے سلطان سے مخاطب ہو کر یہ کہا:

''اے رکن الدین! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم بندقدار کے غلام ہو''۔

اس پر سلطان بیبرس نے کئی معتبر گواہ حاضر کئے جنہوں نے یہ شہادت دی کہ ''بیبرس بندقدار کی غلامی سے آزاد ہو گیا تھا''۔ لہٰذا ان گواہوں کی شہادت کے بعد شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی۔[2]

شیخ عزالدین بن عبدالسلام احکام شریعت نافذ کرانے میں کسی بڑے سے بڑے جابر حکمران کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب انہیں معلوم ہوا کہ بعض امرائے مصر ابھی تک غلام ہیں تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر کے بعض امراء ابھی تک غلام ہیں لہٰذا ان کے تمام تصرفات اور کاروبار ناجائز ہیں جب تک انہیں فروخت کر کے انہیں آزاد نہ کرایا جائے اور انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں داخل کی جائے''۔

اس قسم کے اُمراء میں مصر کے نائب السلطنت کا نام بھی شامل تھا۔ وہ (اس فتوے سے) بہت مشتعل ہوا اور ہنگامہ

---

[1] ایضاً ج ۲ ص ۱۷۔

[2] ''ممالیک سلاطین کا عہد اور ان کی علمی اور ادبی پیداوار'' (عربی) از محمود رزق سلیم ج ۳ ص ۱۸۲۔

برپا کرنے لگا' مگر اس کی کوششیں (مخالفت) بے سود رہیں (مصری عوام نے شریعت کے مقابلہ میں اس کی کوئی بات نہیں مانی) آخر کار شیخ عزالدین کی تجویز مان لی گئی' اور عوام کھلم کھلا نیلام میں فروخت کی بولی لگانے لگے چنانچہ نائب السلطنت کی قیمتِ فروخت بہت زیادہ لگائی گئی۔ پھر وہ قیمت بیت المال میں داخل کی گئی۔[1]

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کے مقابلے میں مسلمان عوام بڑے سے بڑے بادشاہ یا حاکم سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ انہیں شرعی احکام پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرتے تھے۔ مصری حکام بھی عوام اور مذہبی علماء کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان ظاہر بیبرس کا یہ حال تھا کہ اگر شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کسی معاملے میں اس کی مخالفت کرتے تھے تو اسے ان کا حکم ماننا پڑتا تھا ....

....

.... یہی وجہ ہے کہ جب شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی وفات کی خبر اس کو موصول ہوئی تو اس نے فوراً یہ کہا:

"میری حکومت اب قائم ہوئی ہے۔ پہلے (ان کے زمانے) میں میری اپنی حکومت نہ تھی"۔

یہ چند واقعات ہم نے اس لئے بیان کیے ہیں کہ سلطان ظاہر بیبرس کا روشن پہلو بھی سامنے آ جائے اور اس کے رفاہ عام اور علمی ترقی کے کاموں کو مختصر طور پر بیان کر دیا جائے۔

سلطان موصوف نے صلیب پرست فرنگیوں کے مقابلے میں قیساریہ کے مقام پر فیصلہ کن فتح حاصل کی تھی۔ اس نے صلیب پرستوں کے مستحکم مرکز انطاکیہ پر بھی حملہ کیا جو تباہ و برباد ہو گیا۔

سلطان ناصر محمد بن قلادن: ممالیک بحریہ کے اہم سلاطین میں سے جنہوں نے طویل عرصے تک حکومت کی۔ سلطان ناصر محمد بن قلادن کا نام نمایاں ہے وہ بھی عوام پسند بادشاہ تھا۔ اس کا دور ہنگامہ خیز تھا۔ وہ دو مرتبہ معزول ہوا اور تین مرتبہ بادشاہ بنا۔ تاہم اس نے رفاہ عام کے ایسے کام انجام دیئے کہ وہ عوام میں مقبول ہو گیا تھا' اسی لئے مصری عوام نے اسے دوبارہ تختِ سلطنت پر بٹھایا اور جب وہ دوبارہ بادشاہ بن کر ۶۹۸ھ میں مصر آیا تو مصری عوام نے نعرہ تکبیر کے ساتھ اس کا زبردست استقبال کیا۔ اس موقع کا حال مشہور مؤرخ ابوالمحاسن ابن تغری بردی یوں بیان کرتا ہے:

"جب امراء اور عوام اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے تو اس وقت ہر شخص بے حد مسرور تھا اور قاہرہ کا کوئی شخص (سلطان کے) استقبال کرنے میں پیچھے نہیں رہا۔ عوام نے بادشاہ کے دوبارہ آنے پر جس قدر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا وہ ناقابل بیان ہے اس کی آمد پر شہر قاہرہ کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ آراستہ کیا گیا۔ اس موقع پر لوگوں نے اپنے کاروبار بند کر دیئے اور بادشاہ کے دوبارہ آنے کی خوشی میں بید شکر ادا کیا اور دعائیں مانگیں"۔[2]

سلطان ناصر اپنی قوم میں اس قدر مقبول تھا کہ قوم مختلف تقریبوں پر اسے مبارک باد پیش کر کے اپنی محبت کا اظہار کرتی تھی۔ ایسا ایک موقع اس وقت آیا جب کہ سلطان ناصر ایک جنگی معرکہ سے فتح یاب ہو کر مصر واپس آیا تو مصری عوام

---

[1] طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۴۔۱۸۵۔ المطبع الحسینیہ مصر۔

[2] النجوم الزاہرہ ج ۸ ص ۱۱۶۔

کثرت کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے اسے شاندار فتح و نصرت پر مبارکباد پیش کی اور اس کے بخیر و عافیت واپس آنے پر اظہار مسرت کیا۔[1]

ایک دوسرے موقع پر جب عوام کو پتہ چلا کہ چند مصری امراء سلطان کے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں تو سب لوگ سلطان کے آستانے پر جمع ہو گئے اس وقت انہوں نے ان امراء کے خلاف ناراضگی کا اظہار کیا۔ وہ چلا کر کہہ رہے تھے:

''اے ناصر! اے منصور! اللہ غداروں کو تباہ کرے گا۔ اللہ اُس کو غارت کرے گا جو ناصر بن قلاون کے ساتھ غداری کرے گا''۔

جب ان امرا کو معلوم ہوا کہ عوام سلطان کے زبردست حامی ہیں تو انہوں نے عوام کی رضامندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اسی وقت وہ سلطان ناصر کے پاس گئے اور زمین بوسی کے بعد (اظہار اطاعت اور وفاداری کے لئے) اس کی دست بوسی کی۔[2]

سلطان ناصر نے بھی رفاہ عام کے بے شمار کام انجام دیے اور مساجد' مدارس' خانقاہوں اور مقابر کی تعمیر کرا کے فن تعمیر کے نادر نمونے پیش کئے' جو اُس کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔ اس کے عہد میں سیاسی کشمکشوں' جوڑ توڑ اور سیاسی سازشوں اور رقابتوں کے باوجود علوم و فنون کی بہت ترقی ہوئی اور مشہور علماء و فضلاء کا چشمۂ فیض تعلیمی درگاہوں کی صورت میں مصر و شام میں جاری رہا۔

<u>مصر کی سیاسی تاریخ</u>: ممالیک سلاطین کے اس روشن پہلو کے باوجود جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے' ان سلاطین کی سیاسی تاریخ' اندرونی خانہ جنگیوں' امراء کے جوڑ توڑ اور ان کی سازشوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہمیں ان واقعات کا ترجمہ کرتے وقت دلی کوفت اور ذہنی پریشانی ہوتی تھی۔ نیز ہم بار بار افسوس کرتے تھے کہ مؤرخ اعظم ابن خلدون نے اپنے مقدمۂ تاریخ میں جو اصول وضع کئے تھے' اس پر خود عمل نہیں کیا۔ کیونکہ بالعموم اس نے مسلمان سلاطین کی تاریخ تحریر کرتے وقت ان کی خانہ جنگیوں اور ان کے امراء کی سازشوں کا تاریک پہلو ہی ظاہر کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کا طالب علم ان حالات کو پڑھ کر اپنے سلاطین اور اسلاف سے بدظن ہو جاتا ہے' حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ غیر مسلم سلاطین روم و یونان اور یورپ کی تاریخوں میں بھی جہاں شخصی حکومتیں قائم تھیں' اسی قسم کے واقعات ملتے ہیں ان کے ہاں بھی درباری سازشوں اور خانہ جنگیوں کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔

قدیم زمانے میں تاریخ کا مفہوم صرف یہی ہوتا تھا کہ سلاطین کے سیاسی حالات اور ان کی جنگوں کے واقعات بیان کئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم تاریخیں جن میں اسلامی تاریخیں بھی شامل ہیں' سلاطین کے تعمیری اور رفاہ عام کے کاموں سے خالی ہوتی ہیں نیز ان میں عوام کے سماجی' تعلیمی اور اقتصادی حالات کا تذکرہ بھی نہیں ہوتا ہے۔

<u>تاریخ ابن خلدون</u>: ابن خلدون غالباً اپنے دور کا پہلا مؤرخ ہے جس نے تمام تاریخوں کے ان نقائص کو محسوس کیا اور

[1] النجوم الزاہرہ ج ۸ ص ۱۲۸

[2] النجوم الزاہرہ ج ۸ ص ۱۷۱ ـ ۱۷۲

ان کا ذکر اپنے مقدمہ تاریخ میں کیا ہے' مگر اپنے دور کے ہنگامہ خیز حالات' سیاسی مصروفیات اور سرکاری مشاغل کی وجہ سے وہ خود اپنی تاریخ میں ان اصولوں پر عمل نہیں کر سکا جو خود اس نے اپنے مقدمہ تاریخ میں وضع کئے تھے بلکہ اس کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنی تاریخ نہایت عجلت اور بے سروسامانی کی حالت میں تحریر کی ہے جس کی طرف وہ کہیں کہیں اشارے بھی کرتا ہے۔ مثلاً اس جلد میں وہ یہ تحریر کرتا ہے کہ جب وہ مصر منتقل ہوا تو اس نے اپنے اہل وعیال کو افریقہ سے بلوایا' وہ بحری راستے سے سوار ہوئے تھے اور بدقسمتی سے وہ شاہی جہاز جس میں شاہ مصر کے لئے تحائف بھی تھے غرق ہو گیا اور اس کے اہل وعیال بھی ہلاک ہو گئے۔

ابن خلدون کی مجبوریاں: یہ ایسا المناک واقعہ تھا جس نے اس کے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا۔ اس کے علاوہ افریقہ اور مصر میں درباری امراء کی سازشوں کی وجہ سے اسے مختلف ممالک میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگنا پڑا اور آخر میں امیر تیمور جس کا تذکرہ اس نے اسی جلد میں کیا ہے' اسے گرفتار کر کے اپنے ملک لے گیا۔ جہاں وہ کافی عرصے تک حبس بے جا میں رہا۔

ترجمہ کی مشکلات: بس یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ میں متعلقہ سلاطین کے حالات مختصر ہیں اور مختلف شاہی خاندانوں کی ترتیب کی وجہ سے تاریخی حالات بالعموم مکرر تحریر ہو گئے ہیں۔ اس تکرار کو دور کرنے کے لئے وہ جا بجا اختصار سے کام لیتا ہے اور اس اختصار کی وجہ سے عبارت مبہم اور غیر واضح ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے مترجم کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عجلت نگاری کی وجہ سے کہیں کہیں سنین اور نام بھی غلط لکھے گئے ہیں اور جا بجا خالی جگہ (بیاض) ہے اس وجہ سے آگے پیچھے کی عبارتوں کا مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ ہم اس معاملے میں اسے اپنی پُر آشوب زندگی کے حالات کی وجہ سے معذور سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ بعد کے علماء کا فرض تھا کہ وہ اس کی تاریخ کے نسخوں کی نقل کراتے وقت اس کی مناسب تصحیح کراتے یا موجودہ دور میں جب کہ یورپ اور عرب ممالک میں نسخوں کی تحقیق و تصحیح کا کام مغربی اصولوں کے مطابق ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس تاریخ کی تصحیح محقق علماء سے کراتے مگر ایسا نہیں ہوا جیسا کہ ہم بولاق اور بیروت کے ایڈیشنوں کا حال بیان کر چکے ہیں۔ ان مطابع کے محققین نے نام اور سنین کی وہ معمولی اغلاط بھی درست نہیں کی ہیں جو سیاق و اسباق کے مطالعہ سے بآسانی درست ہو سکتی تھیں جیسا کہ ہم نے ترجمہ کرتے وقت درست کی ہیں۔

علمی دور: ممالیک مصر کا عہد افسوسناک خانہ جنگیوں' بغاوتوں' جوڑ توڑ اور سیاسی سازشوں کے باوجود مسلمانوں کا شاندار علمی دور ہے۔ کیونکہ یہی متحدہ سلطنت مصر و شام مسلمان اہل علم وفضل کی پناہ گاہ تھی۔ کیونکہ ایران' خراسان اور ترکستان کے مشرقی ممالک' تاتاری حملوں اور یلغار کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے اور وہاں کے دارالعلوم' علمی مدارس' کتب خانے مساجد اور خانقاہیں بھی نیست و نابود ہو گئی تھیں۔ نیز بغداد' عراق عرب اور الجزیرہ و دیار بکر کے علاقے بھی تباہ ہو گئے تھے اور اب صرف شام اور مصر کے علاقے ہی ایسے تھے جہاں ان مذکورہ ممالک کے علماء کو پناہ ملی اور وہ فراغت کے ساتھ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ یہاں بے شمار تعلیمی مدارس' مساجد' خانقاہیں اور کتب خانے قائم ہو گئے تھے۔ چونکہ مصر و شام کی اس متحدہ سلطنت نے صلیب پرستوں کا خاتمہ کر دیا تھا اور تاتاریوں کے حملے کا مقابلہ نہایت

جرأت و ہمت کے ساتھ کر رہی تھی۔ اس لئے اس سلطنت میں بڑی حد تک امن و امان رہا اور اہل علم و فضل ان سلاطین کی قدر دانی اور سہولتوں کی بدولت تعلیم و تدریس میں مشغول رہے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی انہوں نے مختلف علوم و فنون کی معیاری کتب تحریر کیں جو نہ صرف مدارس میں نصابی کتب کا کام دیتی تھیں بلکہ علمی طبقے میں بھی بہت مقبول ہوئیں۔ اس وقت فتنہ تاتار کے بعد مسلمانوں کا جو علمی خزانہ باقی رہ گیا تھا' انہیں اس دور کے علماء و فضلاء نے سمیٹا اور مختلف علوم و معارف پر جامع کتب' موجودہ انسائیکلو پیڈیا قسم کی کتابوں کی طرز پر لکھتے رہے۔ چنانچہ آج کل جو مشہور و مستند ضخیم عربی کتب نظر آتی ہیں وہ سب اسی دور کی پیداوار ہیں۔ ہم نے اس دور کے تعلیمی مدارس' خانقاہوں' محدثین اور دیگر علماء و فضلاء کے بارے میں مختصر حالات ایک الگ مستقل مضمون میں تحریر کئے ہیں' جو اس تاریخ کے لئے ضمیمہ اور تکملہ کا کام دے سکتا ہے۔

ہمارا ترجمہ: ہمارا یہ ترجمہ بھی جلد ہشتم کے ترجمہ کی طرح ہے۔ اس حصہ کا ترجمہ کرتے وقت بھی اصل کتاب کے بولاق اور بیروت ایڈیشن سے مدد لی گئی ہے اور ہمیں وہی دقتیں درپیش آئیں جو جلد ہشتم کا ترجمہ کرتے وقت پیش آئی تھیں۔ اس دور کے تاریخی حالات میں بھی جا بجا خالی جگہ (بیاض) موجود ہے اور بیروت کے بہتر ایڈیشن کے منتظمین نے بھی اصل کی تصحیح کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ یہاں تک کہ ستین کی ان واضح اغلاط کو بھی درست نہیں کیا ہے جو اصل کتاب کے سیاق و سباق کے مطالعہ سے بہ آسانی درست کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ہم نے سیاق و سباق کا مطالعہ کرنے کے بعد یا دیگر مقامات میں ان کے تذکرہ سے مقابلہ کر کے ان اغلاط کو درست کیا ہے نیز ہم نے مقدور بھر یہ کوشش کی ہے کہ دیگر کتب تاریخ کی مدد سے خالی جگہ (بیاض) اور دیگر اغلاط کو درست کیا جائے۔

تبویب و ترتیب: اصل کتاب میں صرف چند طویل عنوانات تھے' نہ اس میں پیراگراف تھے اور نہ ذیلی عنوانات اور نہ جداگانہ ابواب مقرر کئے گئے تھے۔ اس لئے ہم نے افادۂ عوام کے لئے ہر نئے مضمون کے لئے جداگانہ پیراگراف متعین کئے ہیں اور پھر ان کے لئے ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں اور انہیں تاریخ کے اہم واقعات کے بڑے عنوانات کے ماتحت رکھا ہے تاکہ عام قارئین کرام اور بالخصوص تاریخ اسلام کے طلبہ کو تاریخی مواد تلاش کرنے اور واقعات کا خلاصہ معلوم کرنے میں سہولت ہو۔

ہم نے کتاب کی ابتداء میں سب چھوٹے بڑے عنوانات کی ایک مکمل اور جامع فہرست اس طرح مرتب کی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں بیک نظر تاریخی واقعات کا تسلسل قائم رہے۔

کراچی۔ ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء

رشید احمد ارشد

باب: اوّل

مصر و شام میں ترکی ممالیک کی سلطنت

کتاب کے آغاز میں ہم ترکوں کا نسب نامہ بیان کر چکے ہیں۔ پھر ہم نے سلجوقی اقوام کا حال بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ تمام دنیا کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں القصہ عرب ماہرین انساب یہ کہتے ہیں کہ وہ عامور بن مسویل بن یافث کی اولاد سے ہیں (ان کے برخلاف) رومی ماہرین انساب کی رائے یہ ہے کہ وہ طیراش بن یافث کی اولاد سے ہیں اور تورات میں بھی یہی مذکور ہے۔ بظاہر عرب ماہرین انساب کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے' کیونکہ عامور' کومر کا معرب ہے۔ کیونکہ اس کا کاف کا حرف معرب بناتے وقت غین میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اکثر اسے بھی عین مہملہ (بلا نقطہ) میں بدل دیا جاتا ہے یا وہ حرف اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتا ہے۔ مسویل کا اضافہ بھی غلط ہے۔

رومی عالموں نے ترکوں کو طیراش کی طرف جو منسوب کیا ہے تو یہ اسرائیلی روایت کے مطابق ہے۔ البتہ تورات کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ رائے ضعیف ہے۔

ترک قبائل و اقوام: ترکوں کے قبائل اور قومیں بہت سے ہیں ہم نے کتاب کے شروع میں ان کا شمار کیا ہے (ان سے قبائل ذکر) تغزغر ہے جو تاتار اور خطا کی قومیں ہیں۔ وہ طغماج کی سرزمین میں آباد تھے۔ یہ ترکستان اور کاشغر کا علاقہ کہلایا جبکہ ان ترکوں کے بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے۔

ترکوں کی ایک شاخ خزلخیہ اور غز بھی ہے۔ سلجوقیہ بھی اسی قوم سے تھے۔ ایک شاخ ہیاطلہ کی ہے' غلجی قوم انہی کی شاخ ہے اور سمرقند کے قریب صغد کے علاقے میں یہ لوگ رہتے تھے اور یہ لوگ صغدی بھی کہلاتے تھے۔

انہی ترک اقوام میں غوری' خزر اور قفچاق کی قومیں ہیں' انہیں خفشاخ ذیمک ذالمعلان بھی کہا جاتا ہے۔ اعلان' شرکس اور ارکش بھی انہیں کہا جاتا ہے۔

کتاب رجار کے مؤلف نے ان کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ ترکوں کی تمام اقوام (ترکستان) کے ماوراء النہر کے علاقے سے لے کر بحر ظلمات تک پھیلی ہوئی تھیں (ان کے مختلف قبائل کے نام یہ ہیں) عسیہ' تغزغریہ' خرخیریہ' کیماکیہ' خزلخیہ' خزر' طلسان' ترکش' ارکش' خفشاخ' خلخ' غزیہ' بلغار' تخاکت' یمناک' برطاس' سنجرت' خرجان' انکر۔

دوسرے مقام پر یہ مذکور ہے کہ انکر ترک قوم ہے اور وہ رومی علاقے وینس میں رہتی تھی۔

ترکوں کا وطن: ترک دنیا کے شمالی حصہ کے نصف شرقی حصے کے مالک تھے وہ ہند و عراق کے اگلے علاقوں میں تین اقالیم

میں آباد تھے یعنی وہ اقلیم پنجم، ششم اور ہفتم میں رہتے تھے (ان کے برخلاف) عرب اقوام کرۂ ارض کے جنوبی حصے میں آباد تھے اور وہ جزیرہ عرب اور اس کے متعلق علاقوں یعنی شام وعراق میں آباد تھے۔

عربوں کی طرح ترک قوم بھی خانہ بدوش، جنگ جو اور لوٹ مار کرنے والی قوم تھی۔ ان کا ذریعہ معاش لوٹ مار تھا۔ البتہ ان کی قلیل تعداد کا یہ پیشہ نہ تھا۔

اسلامی دور میں ترک: جب مسلمانوں نے مختلف ممالک فتح کیے تو اموی سلطنت کے عہد میں وہ بہت زیادہ فوجی حملوں کے بعد مغلوب اور مطیع ہوئے تھے اور عباسی دور کے ابتدائی زمانے میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ (ترکوں کے ساتھ ان جنگوں میں) عربوں کو ایسے (ترک) جنگی قید بہت ملے اور انہوں نے ان جنگی قیدیوں کو مختلف صنعت وحرفت کے پیشوں میں مشغول رکھا۔ مسلمانوں نے مذہبی جنگوں میں ایران، روم اور دیگر اقوام کی عورتوں کو لونڈی بنا کر نسل کشی کا کام لیا تھا۔ یہی طریقہ انہوں نے ترک خواتین کو لونڈی بنا کر جاری رکھا۔

(آغاز اسلام میں) عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے فوجی کاموں اور فتوحات میں ان غلاموں سے مدد نہیں لیتے تھے۔ ان میں سے جو مسلمان ہو جاتے تھے انہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی مرضی اور رجحان کے مطابق جو چاہے ذریعۂ معاش اختیار کرے۔ کیونکہ اس زمانے میں عربوں میں قومیت کا جذبہ مستحکم تھا اور وہ اپنے سلطنت کے کاموں میں متحد تھے اور وہ اپنا اقتدار اور برتری قائم رکھنے کے لئے متحد ومتفق ہو جاتے تھے۔

ترک غلاموں کا عروج: تاہم جوں جوں شخصی اور شاہی اقتدار کا جذبہ بڑھتا گیا اور استبداد اور مطلق العنانی کے رجحانات قوی ہوتے گئے اسی قدر بادشاہوں کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اپنے حریفوں اور مخالفوں کے مقابلے میں اپنا شان وشوکت اور شاہی رعب ودبدبہ قائم کریں تا کہ مخالفوں کو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہو لہٰذا اس مقصد کے لئے مہدی اور ہارون الرشید کے عہد میں ترک، روم اور بربر اقوام کے موالی پر مشتمل ایک معتبر فوج تیار کی گئی جنہیں عیدین، شاہی تقریبات اور اہم جنگوں میں شان وشوکت بڑھانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور ان سے بادشاہ کی حفاظت کے لئے باڈی گارڈ کے دستے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ زمانۂ امن میں ان سے زیب وزینت بڑھانے اور بادشاہ کے مخصوص وفاداروں کی تعداد بڑھانے کا کام بھی لیا جاتا تھا (ان کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ) خلیفہ معتصم نے سامرا کا شہر تعمیر کرایا۔ کیونکہ ان کی سواریوں کے تصادم سے (بغداد کی) رعایا کو بہت تکلیف پہنچی تھی۔ اس لئے انہیں تکلیف سے بچانے کے لئے ان کے لئے الگ یہ شہر بسایا گیا (بغداد میں) ان کی آمد ورفت سے لڑائی جھگڑا برپا ہوتا تھا اور ان کی بھیڑ سے راہ گیروں کے لئے گلیاں اور سڑکیں تنگ ہو جاتی تھیں۔

ترک غلاموں کی تعلیم وتربیت: (موالی کے ان خاص دستوں پر) ترکوں کا نام غالب تھا کیونکہ (دیگر اقوام کے موالی) ان کے تابع ہوتے تھے اور انہی میں شامل سمجھے جاتے تھے اس زمانے میں مسلمانوں کی جنگیں دور دراز کے علاقوں میں ہو رہی تھیں اور ترکوں سے بھی ان کی جنگیں لگاتار ہو رہی تھیں اور بالعموم انہیں فتح حاصل ہوتی تھی اس لئے ہر طرف سے ان کے جنگی قیدیوں کی بے شمار تعداد موصول ہونے لگی۔ لہٰذا ایسی صورت میں مسلمان خلفاء اپنا مقصد پورا کرنے کے بعد

ان غلاموں کی فوج میں مخصوص جانثاروں کی فوج کا انتخاب کرتے تھے اور منتخب افراد کو سپہ سالار اور افسروں کے عہدے پر ترقی دی جاتی تھی۔ وہ اس انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے اور جنگی قیدیوں میں سے خوبصورت غلام اور لونڈی کا انتخاب کرتے تھے۔ ایسے چیدہ چیدہ غلاموں کو شاہی محلوں کا دروغہ یا اپنے دفاتر کا افسر مقرر کرتے تھے۔ انہیں شریعت اسلامی کے احکام وقوانین اور ملک وسیاست کے آداب سکھائے جاتے تھے۔ انہیں تیراندازی‘ شمشیرزنی‘ نیزہ بازی‘ شہسواری اور دیگر فنونِ حرب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ نیز انہیں ہتھیاروں کے استعمال اور سیاسی چالوں سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا۔

اعلیٰ مناصب پر ترقی: جب ان کی تعلیم وتربیت مکمل ہو جاتی تھی اور یہ غلام مہذب اور شائستہ بن جاتے تھے تو انہیں خواص افراد میں شامل کیا جاتا تھا اور شاہی دربار میں انہیں مناسب مناصب ومراتب پر سرفراز کیا جاتا تھا‘ انہیں نہ صرف شاہی تقریبات اور شاہی جلوسوں کے موقع پر اعلیٰ مراتب پر سرفراز کیا جاتا تھا بلکہ اہم حادثات اور بغاوتوں کے موقع پر بھی انہیں ان کے انسداد کے لئے بھیجا جاتا تھا اور سابقہ عنایات ونوازش کے ساتھ ساتھ انہیں سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھی مقرر کیا جاتا تھا اور جنگ کے موقع پر فوجوں کی قیادت بھی انہیں تفویض کی جاتی تھی۔

ترکوں کی خودمختاری: یوں خلفاء (ترک) غلاموں کے ساتھ اس قسم کی عنایت ونوازش کرتے رہے۔ کیونکہ ان کا شاہی تخت ان کے ستونوں سے مستحکم ہو رہا تھا اور ان کی خلافت ان کے تعاون سے قائم ہو رہی تھی لہٰذا یہ سلطنت وخلافت کا لازمی حصہ بن گئے۔ پھر جنگوں میں حصہ لینے کی وجہ سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ (ترک غلام) بھی خودمختار ہو کر سلطنت پر چھا گئے تا آنکہ (ایک وقت ایسا آیا کہ) انہوں نے خلفاء کو سلطنت سے اتار کر خود سلطنت پر قبضہ کر لیا اور ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے۔ اب سلطنت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ ”سلطان“ کے لقب کا اضافہ کر لیا۔

ترک سلطنتیں: (ترک غلاموں کی خودمختاری کا) آغاز متوکل کے واقعہ (قتل) سے ہوا‘ اس کے بعد موالی سلطنت اور سلاطین وخلفاء پر غالب آتے رہے چنانچہ ان کے سلف نے خلف (بعد میں آنے والوں) کو (خودمختاری کا) راستہ دکھا دیا اور انہوں نے اپنے پیشرووں کی پیروی کی۔ یوں مسلمانوں کی متعدد (چھوٹی) سلطنتیں قائم ہونے لگیں‘ جن کی بنیاد قومیت اور اعلیٰ نسب پر تھی۔ جیسے ماوراء النہر (ترکستان) کی سامانی حکومت قائم ہوئی اور ان کے بعد سبکتگین کے خاندان کی حکومت آئی اسی طرح مصر میں خاندانِ طولون اور خاندانِ طغج کی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ اور سلجوقی سلطنت قائم ہونے کے بعد ماوراء النہر میں خوارزم شاہی سلطنت قائم ہوئی اور دمشق میں طغرتگین کی سلطنت اور ماردین میں بنوارتق کی سلطنت۔ موصل وشام میں زنگی سلطنت قائم ہوئی۔ ان کے علاوہ دیگر سلطنتیں بھی قائم ہوئیں جن کا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔

اسلامی سلطنتوں کا زوال: یہ سلطنتیں عیش وعشرت سے مستغرق ہو گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کمزور ہوتی گئیں اور آخر کار ملحد تاتاریوں کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہو گیا جنہوں نے خلافت کا خاتمہ کر دیا اور ملک کی شان وشوکت ختم کر دی چونکہ ان ممالک کے باشندے عیش وعشرت میں غرق ہو گئے تھے اس لئے ان کی ہمتیں پست ہوتی گئیں اور وہ اپنے وطن کی حفاظت

کرنے کے قابل نہیں رہے۔ ان میں بہادری اور مردانگی کے جوہر باقی نہیں رہے تھے اس لئے مسلمانوں کی بجائے کفار (تاتاری) ان پر مسلط ہو گئے تھے۔

خاندانِ غلاماں کا آغاز: ان ہولناک حادثات کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ مہربانی کی کہ اس نے ایمان کی اس رمق (مسلمانوں کی بکھری ہوئی طاقت کو) اس صورت میں باقی رکھا کہ اس نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی' ان کے نظام کی حمایت اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کی یہ صورت نکالی کہ اس نے ترک قوم اور ترکی قبائل میں سے ایسے بہادر حکمران مصر میں پیدا کر دیے جو دارالحرب سے دارالاسلام میں غلاموں کی صورت میں لائے جاتے تھے' جن کے اندر اللہ تعالیٰ کی لطف و عنایت پوشیدہ ہوتی تھی اور ایمانی قوت برقرار تھی۔ ان غلاموں کے بدویانہ اخلاق کمینگی سے خالی ہوتے تھے اور وہ تہذیب و تمدن کی عیاشی اور کدورتوں سے پاک و صاف ہوتے تھے۔

غلاموں کی تربیت: بردہ فروش سوداگر ان غلاموں کو مصر لا کر مصری حکام کو پیش کرتے تھے وہ انہیں گراں قیمت پر اس لئے نہیں خریدتے تھے کہ انہیں محض غلام بنا کر رکھا جائے' بلکہ وہ انہیں اپنی طاقت اور شان و شوکت بڑھانے کے لئے خریدتے تھے۔ وہ قومی غیرت سے متاثر ہو کر ایسے غلاموں کا انتخاب کرتے تھے۔ جن میں ان کی قومی جرأت اور بہادری کے آثار نظر آتے تھے۔ پھر وہ ان غلاموں کی شاہی محلوں میں اس طرح پرورش کرتے تھے کہ وہ مخلص افراد بن کر نکلیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے انتہائی کوشش صرف ہوتی تھی' انہیں قرآنی تعلیم سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ جب وہ جوان ہوتے تھے تو انہیں تیر اندازی' شہسواری' نیزہ بازی' شمشیر زنی اور دیگر فنون سپہ گری سکھائے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ مضبوط اور طاقتور انسان بن جاتے تھے' اور وہ اپنے آقاؤں کی مدافعت کرنے اور اپنی جاں نثاری کے جوہر دکھانے کے قابل ہو جاتے تھے۔

مناصب پر ترقی: جب (یہ غلام) اس مقام پر پہنچ جاتے تھے تو سلاطین ان کی تنخواہیں دگنی کر دیتے تھے اور انہیں بکثرت جاگیریں دیتے تھے اور ان کے لئے لازمی قرار دیتے تھے کہ وہ ہتھیاروں کا اچھی طرح سے استعمال کریں (جنگی مقاصد کے لئے) گھوڑوں کے اصطبل قائم کریں اور اس مقصد کے لئے انہیں اپنے ہم جنسوں کو بکثرت اپنے ساتھ رکھیں۔ چنانچہ اکثر شاہی علاقے ان سے آباد رہتے تھے اور انہیں سلطنت کے اعلیٰ مناصب پر ترقی دی جاتی تھی۔ چنانچہ آگے چل کر وہ تخت نشینی کے امیدوار بنتے تھے اور اللہ کی مہربانی سے مسلمانوں کے امورِ سلطنت کو (خوش اسلوبی کے ساتھ) سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ ان غلاموں کے ایک خاندان کے بعد دوسرا خاندان اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی رہی اور ان کی بدولت مسلمانوں کو عروج اور خوش حالی حاصل ہوتی رہی۔

تقرر کا آغاز: اس قسم کے غلاموں کی پرورش اور ترقی کا آغاز سلطان صلاح الدین یوسف سلطان مصر و شام اور اس کے بھائی ملک عادل ابوبکر کے دور میں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کے زمانے میں اس سلسلہ میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے آخری بادشاہ ملک صالح نجم الدین ایوب کے عہد میں (غلاموں کی پرورش و ترقی کا) یہ سلسلہ اپنی انتہائی درجے تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اس کی اکثر فوج انہیں غلاموں پر مشتمل تھی۔

غلاموں کی کثرت: جب اس کا (صالح ایوب) کا خاندان منتشر ہو گیا اور اس کے مددگاروں نے اس کے ساتھ غداری

کی اور اس کے ساتھیوں اور فوج نے اس کا ساتھ نہیں دیا تو اس نے انہیں غلاموں کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس نے (بردہ فروش) تاجروں سے دوگنی قیمت پر انہیں خریدا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں ترکی غلاموں کی کثرت ہوگئی تھی' کیونکہ تاتاریوں نے شمالی حصے کے مغربی علاقوں کو (جو ترکوں کا وطن تھا) روند ڈالا تھا اور یہاں کے ترک قبائل یعنی قفچاق' روس' علان' مولات اور چرکسی قبائل کو تباہ کر رکھا تھا اس زمانے میں شمال میں تاتاریوں کا بادشاہ دوشی خان بن چنگیز خان تھا۔ اس نے ان ترک قبائل کو یا تو قتل کر دیا تھا یا جنگی اسیر بنالیا تھا۔ اس لئے مصر کے علاقے میں (خریداری کے لئے) بہت سے غلام پہنچ گئے تھے اور غلام سوداگروں کے لئے سب سے زیادہ نفیس اور قیمتی سامان بن گئے تھے۔

قفچاق کے قبائل: (ان ترک ممالیک سلاطین مصر کا بانی بیبرس بندقداری ہے' وہ قبائل قفچاق پر تاتاریوں کے حملے کی وجوہات اس طرح بیان کرتا ہے:)

"قفچاق کے گیارہ مندرجہ ذیل قبائل ہیں: (۱) طغصبا (۲) ستا (۳) برج اغلا (۴) البولی (۵) قصر اغلی (۶) اوغلی (۷) دورت (۸) قلابا اغلی (۹) اجرشان (۱۰) قندر کا برکلی (۱۱) کنن"۔

(مؤرخ ابن خلدون کہتا ہے کہ)

"ان گیارہ قبائل میں ان دس قدیم قبائل کا تذکرہ نہیں ہے جن کا ماہرین انساب شمار کرتے ہیں اور جن کا پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ غالباً یہ صرف قفچاق کی شاخیں ہیں جو شمالی علاقے کی مغربی سمت میں مقیم تھے کیونکہ بیبرس کے انداز کلام سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسی علاقے کے ترکوں کا ذکر کر رہا ہے۔ خوارزم اور ماوراء النہر کے علاقے کا تذکرہ نہیں کر رہا ہے"۔

دو قبیلوں کی لڑائی: آگے چل کر بیبرس کہتا ہے "جب تاتاری ۶۲۶ھ میں ان کے ملک پر غالب آگئے تو اس وقت چنگیز خان کا لڑکا دوشی خان بادشاہ تھا۔ اسی زمانے میں اتفاق سے یہ واقعہ ہوا کہ قبیلہ دورت کا ایک شخص منقوش بن کتمر شکار کے لئے نکلا۔ اس وقت اس کی مڈبھیڑ طغصبا کے ایک شخص سے ہوئی جس کا نام آقا کبک تھا۔ ان دونوں اشخاص کے قبیلوں میں سخت دشمنی تھی اس لئے منقوش بن کتمر کو آقا کبک نے قتل کر دیا۔

قتل کا انکشاف: جب مقتول کے اہل و عیال کو دیر تک اس کی خبر نہیں ملی تو انہوں نے اس کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو جس کا نام جلنقر تھا' بھیجا جب وہ اس کا حال معلوم کر کے آیا تو اس نے بتایا کہ وہ قتل ہو گیا ہے۔ اس نے اس کے قاتل کا نام بھی بتایا۔ چنانچہ اس کا قبیلہ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور دونوں قبیلوں میں جنگ ہونے لگی۔ آخر کار طغصبا کے قبیلہ کو شکست ہوئی اور قاتل آقا کبک بھاگ نکلا اور اس کی جماعت منتشر ہوگئی۔

شاہ تاتار سے فریاد: اس نے اپنے بھائی انصر کو تاتاریوں کے بادشاہ دوشی کے پاس بھیجا' اس نے جا کر قفچاق کے قبیلہ دورت کی شکایت کی اور کتمر اور اس کی قوم نے اس کے بھائی (مقتول) کے ساتھ جو مظالم کئے تھے اس کا حال بیان کیا اور ان پر حملہ کرنے کا آسان طریقہ بھی بتایا۔ دوشی خان نے (اس کی شکایت سن کر) اپنا جاسوس بھیجا تاکہ وہ ان کا حال معلوم کرے اور ان کی طاقت کا اندازہ لگائے۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا تو اس نے یہ خبر دی کہ ان پر آسانی سے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ

وہ کتوں کی طرح اپنے شکار کو پکڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب وہ انہیں بھگادے گا تو وہ ان پر غالب آ جائے گا۔

اس خبر سے شاہ تاتار کو قفچاق کے علاقے پر حملہ کرنے کی جرأت ہوئی۔ اقصر نے جو فریاد کرنے کے لئے آیا تھا اُسے مزید جرأت دلائی۔ اس نے جو بات کہی تھی اس کا مفہوم یہ ہے

''ہمارے ایک ہزار سر ہیں جو صرف ایک دم کو کھینچ رہے ہیں اور آپ کا ایک سر ایک ہزار دموں کو گھسیٹ رہا ہے''۔

اس گفتگو سے بادشاہ کو مزید تقویت پہنچی اور وہ تاتاری فوجوں کو لے کر علاقہ قفچاق پر حملہ آور ہوا اور ان کا صفایا کر دیا۔ بہت سے افراد مارے گئے اور ایک بہت بڑی تعداد جنگی قیدی بنالی گئی جو مختلف ممالک میں فروخت ہونے لگے (ان کی خرید و فروخت سے) بردہ فروش مالا مال ہو گئے اور وہ ان (ترک غلاموں) کو مصر لے گئے (ان میں بیبرس بندقداری بھی شامل تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس غلامی) کے بدلے میں اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور (اس ملک کی) بادشاہت اور تخت و تاج عطا کیا''۔

یہاں پر بیبرس کی گفتگو کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ کے سیاق و سباق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دورت کا قبیلہ قفچاق سے تعلق رکھتا تھا اور طقصبا کا قبیلہ تاتاری تھا۔ (کیونکہ ہم قوم ہونے کی وجہ سے اس قبیلہ کی شکایت پر تاتاری بادشاہ حملہ آور ہوا تھا۔ اس سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ مذکورہ بالا قبائل کی جنگ شاخوں کا شمار کیا گیا تھا وہ ایک قوم سے نہیں ہیں۔ نیز اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ ترک ممالیک (سلاطین) جو مصر میں آ کر حکمران ہوئے' ان میں سے اکثر علاقہ قفچاق سے آئے تھے۔

<u>اقتدار کا آغاز</u>: یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک صالح نجم الدین ایوب بن کامل نے ترک ترکمان' ارمن اور چرکسی غلاموں کو (اپنی فوج) میں بکثرت شامل کر رکھا تھا' مگر چونکہ ان غلاموں میں ترک غلاموں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ (اپنے کارناموں کی وجہ سے بھی) نمایاں تھے۔ اس لئے ان سب گروہوں پر ترک کا لفظ بالعموم غالب تھا۔ ان غلاموں کے بھی مختلف بادشاہوں سے منسوب ہونے کی وجہ سے کئی گروہ تھے' چنانچہ ایک گروہ کا نام عزیزیہ تھا یہ ملک عزیز عثمان بن صلاح الدین کی طرف منسوب تھے۔ دوسرا گروہ صالحیہ کے نام سے منسوب تھا' ان کا تعلق ملک صالح ایوب سے تھا۔ تیسرا گروہ بحریہ سے تھا' ان کا تعلق اس قلعہ (بحر) سے تھا جو ملک صالح نے مقیاس کے بالمقابل دریائے نیل کی دونوں شاخوں کے درمیان تعمیر کرایا تھا۔ یہ لوگ اس قلعہ کی محافظ فوج میں شامل تھے اور سلطان کے محل کی خاص فوج میں شمار کیے جاتے تھے اور اس کی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ تھے۔ ان کے سرداروں میں عزالدین ایبک جاشنگیر ترکمانی' فارس الدین اقطائی' جامدار اور رکن الدین بیبرس بندقداری تھے۔

<u>سلطنت میں دخیل</u>: جب (صلیبی) فرنگی ۶۴۷ھ میں دمیاط کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ملک صالح نے منصورہ میں وفات پائی تو (ان ترک سرداروں نے) اس کی موت کی خبر کو پوشیدہ رکھا اور سلطنت کے امور ملک صالح کی بیوی اور ان کے فرزند خلیل کی والدہ شجرۃ الدر کے سپرد کر دیئے۔ اس عرصے میں انہوں نے اس کے فرزند معظم توران شاہ کو بھی بلوا بھیجا اور اس کا انتظار کرنے لگے۔

ترک جرنیلوں کی فتح: فرنگیوں نے ملک صالح کی موت کا اندازہ کرلیا تھا۔ اس لئے وہ پوشیدہ طور پر بتدریج مسلمانوں کے خیموں میں گھستے گئے اور ہراول دستے کا مقابلہ کرکے انہوں نے فخر الدین اتابک کو قتل کر دیا۔ (اس عارضی شکست کے بعد) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صبر و استقامت عطا کی اور وہ ثابت قدم رہے۔ اس دن ترک جرنیلوں نے زبروست بہادرانہ کارنامے انجام دیئے اور وہ سلطان کی بیگم شجرۃ الدر کے ساتھ (مصری) علم کے نیچے کھڑے رہے اور یہ آگاہ کرتے رہے کہ (ملکہ) بنفس نفیس وہاں موجود ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (مسلمانوں) نے پلٹ کر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

اس کے بعد معظم توران شاہ کیفا سے وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور قیادت اس کے سپرد کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حالات درست ہوگئے اور مسلمانوں نے بحری اور بری دونوں راستوں سے حملے کئے۔ آخرکار فرنگیوں کو کامل شکست ہوئی اور ان کا بادشاہ فرنسیس گرفتار ہوگیا۔

معظم کا قتل: معظم توران شاہ کو وہاں آئے ہوئے دو مہینے ہوئے تھے اور اس نے اس فتح کے بعد مصر کی طرف کوچ کیا۔ اس عرصے میں اس کے خواص ساتھیوں نے اس کے باپ کے موالی پر بہت ظلم وستم کیا اور ان کی گروہ بندی کرکے انہیں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اس لئے جب وہ مصر جانے کے لئے فارس کور میں مقیم تھا تو بحریہ جماعت کے افسروں نے اسے متفقہ طور پر قتل کر دیا۔

شجر الدر کی حکومت: ان کے سرکردہ یہ حضرات تھے ایبک' اقطائی' بیبرس انہوں نے (شاہی تخت پر) اُم خلیل ملکہ شجرۃ الدر کو بٹھایا اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا' بلکہ سکہ پر بھی اس کا نام کندہ ہوا اور شاہی احکام پر اس کا طغرا ام خلیل نصب ہوتا تھا۔ اس وقت ایبک ترکمانی اس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔

بعد ازاں (فرنگیوں کے بادشاہ) فرنسیس نے دمیاط کا علاقہ زرفدیہ کے طور پر حوالے کرکے رہائی حاصل کی اور ۶۴۸ھ میں مسلمانوں نے اس پر (دوبارہ) قبضہ کرلیا۔ جب فرنسیس (فرنگی بادشاہ) نے حلف اٹھا کر یہ وعدہ کیا کہ وہ زندگی بھر مسلمانوں کے علاقے پر حملہ نہیں کرے گا تو مسلمانوں نے اسے بحری راستے سے اس کے ملک روانہ کر دیا۔

ایوبی خاندان کا زوال: اب مصر میں ترک (ممالیک) کی مصر پر مستقل حکومت قائم ہوگئی اور ایوبی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ جب ایوبی خاندان کے افراد کو معظم کے قتل اور ایک عورت کی تخت نشینی کی خبر ملی تو انہیں بہت رنج ہوا۔ فتح الدین عمر بن العادل کو اس کے چچا صالح ایوب نے قلعہ الکرک میں قید کر دیا تھا اور اس کا خادم بدر الدین صوابی جسے اس نے قلعہ الکرک اور شوبک کی فتح کے بعد ان دونوں علاقوں کا حاکم بنا دیا تھا اس کا نگران تھا (جب اسے یہ خبر ملی) تو بدر الدین نے اسے قید خانے سے رہا کر دیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ اس نے اپنا لقب مغیث رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔

جب مصر میں یہ خبر پہنچی اور (ارکان سلطنت) کو معلوم ہوا کہ وہاں کے لوگ عورت کو حاکم بنانے پر ناراض ہیں تو انہوں نے اُم خلیل کو معزول کر دیا اور چونکہ ان کا سپہ سالار ایبک ملک صالح اور ملک عادل کا پسندیدہ شخص تھا۔ اس لئے انہوں نے متفقہ طور پر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اسے المعز کا لقب عطا کیا۔ اب وہ تن تنہا مصر کا خود مختار بادشاہ ہوگیا اس نے اپنے مولی سیف الدین قطز کو اپنا نائب مقرر کیا اور ترک افسروں کو مختلف مناصب و مراتب پر مقرر کیا۔

ایوبی امراء کا اجتماع: ملک صالح ایوب نے اپنی وفات سے پہلے ابن مطروح کے بجائے جمال الدین ابن یغمور کو دمشق میں اپنا نائب حاکم مقرر کیا تھا۔ وہاں ایوبی خاندان کے شہزادے (امراء) بہت موجود تھے۔ جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ مصر میں ترک امراء خود مختار ہو گئے ہیں اور ایک مصر کا حاکم ہو گیا ہے اور (دوسری طرف) الکرک میں مغیث کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ ایسی حالت میں ان ایوبی امراء نے گزشتہ واقعات کی تلافی کرنے کی تدابیر پر غور و خوض کیا۔ اس زمانے میں شام میں ایوبی خاندان کے اکابر مندرجہ ذیل تھے:

(۱) ناصر یوسف بن عزیز (۲) محمد بن ظاہر غازی بن صلاح الدین حاکم حلب و حمص لہٰذا انہوں نے ناصر کو بلوا کر دمشق میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے آمادہ کیا کہ وہ مصر کی حکومت بھی حاصل کر لے۔

اشرف موسیٰ کی حکومت: ادھر مصر کے امراء کو بھی یہ اطلاع ملی تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ایوبی خاندان کے کسی شخص کو بادشاہ مقرر کریں تاکہ عوام ان کی مذمت نہ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا والد یوسف اطسز بن کامل، یمن کا حاکم تھا۔ وہ اس زمانے میں چھ سال کا بچہ تھا تاہم اس کا لقب اشرف رکھا گیا (اور اسے بادشاہ بنا دیا گیا) اور ایبک نے اس کے حق میں بادشاہت کی کرسی چھوڑ دی اور اتابک نے (نائب سلطان) کے منصب کو قبول کر لیا۔

مصر کی طرف فوج کشی: (اس تدبیر کے باوجود) ناصر نے مصر کے حملہ کے ارادہ کو برقرار رکھا۔ اس نے ایوبی خاندان کے بادشاہوں کو بلوایا چنانچہ اس کے پاس مندرجہ ذیل ایوبی حکام آئے:

(۱) موسیٰ اشرف حاکم حمص (۲) اسماعیل صالح بن عادل حاکم بعلبک (۳) معظم توران شاہ بن صلاح الدین (۴) اس کا بھائی ناصر الدین (۵) داؤد ناصر حاکم الکرک کا فرزند امجد حسن (۶) اس کا دوسرا فرزند ظاہر شادی۔

ناصر دمشق سے ۶۴۸ھ میں (مصر کی طرف) روانہ ہوا۔ اس کی اگلی فوج کا سردار اس کا نائب لولو ارمنی تھا۔

مصر و شام کا مقابلہ: جب یہ خبر مصر پہنچی تو وہاں ہلچل مچ گئی۔ اس موقع پر انہوں نے عباسی خلافت اور خلیفہ مستعصم کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا اور اشرف موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کی اور اپنی فوجیں تیار کر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کی اگلی فوجوں کا سپہ سالار اقطائی جامدار تھا۔ اس فوج میں تمام بحریہ جماعت شامل تھی۔ ان کے پیچھے ایبک (باقی ماندہ) فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ عباسیہ کے مقام پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ابتداء میں مصری فوجوں کو شکست ہوئی اور اہل شام نے ان کا تعاقب کیا مگر المعز ثابت قدم رہا اور جنگ کی چکی اس کے گرد گھومنے لگی۔

امرائے شام کا فرار: اسی عرصے میں ناصر کے بہت سے جنگی افسر (محاذ سے) بھاگ گئے۔ ان میں عزیزیہ فوج کے امراء شامل تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) جمال الدین لایدعون (۲) شمس الدین اقسنر البری (۳) شمس الدین اقسنر حسامی۔

ناصر کو شکست: یہ لوگ لولو ارمنی کی قیادت سے ناراض ہو کر بھاگ گئے تھے۔ اب معز کے مقابل لولو تن تنہا رہ گیا۔ لہٰذا معز نے ناصر اور اس کے ساتھیوں کے خلاف زبردست حملہ کیا جس میں انہیں شکست ہوئی اور ان کا لشکر منتشر ہو گیا۔ جب لولو کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے اسے قتل کر دیا اور ایوبی خاندان کے امراء کو قید کر دیا۔

جب ایبک جنگ سے فارغ ہو کر جا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ناصر کی فوجیں عباسیہ میں موجود ہیں اور وہ یہ سمجھ رہی

تھیں کہ وہ غالب ہو رہے ہیں (تاہم وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا ایبک) وہ بلبیس کی طرف مڑ گیا اور پھر وہ قلعہ چلا گیا۔

جب شام کے لشکر کو معلوم ہوا کہ انہیں شکست ہوگئی ہے تو وہ لوٹ گئے اور ناصر کے پاس دمشق آ گئے۔

گرفتاری اور قتل: جب ایبک قاہرہ پہنچا تو اس نے ایوبی خاندان کے افراد کو قلعہ میں مقید رکھا۔ پھر اس نے ان میں سے اسماعیل صالح اور اس کے وزیر ابن یغمور کو قتل کرا دیا جو اس سے پہلے وہاں مقید تھے۔

دوبارہ حملہ اور صلح: جب ناصر دمشق پہنچا تو اس نے اپنی فوجوں کی خامیوں کو دور کیا اور جلدی سے پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ ۶۵۰ھ میں غزہ کے مقام پر پہنچا' اور مصر کی فوجیں بھی اس کا مقابلہ کرنے کیلئے نکلیں۔ فریقین نے کچھ عرصے تک توقف کیا پھر خلیفہ مستعصم باللہ کا قاصد نجم الدین بادرانی پہنچ گیا اور اس نے فریقین کے درمیان اس طرح صلح کرا دی کہ بیت المقدس اور ساحل شام نابلس تک المعز کے قبضے میں رہے گا اور دریائے اردن ان دونوں سلطنتوں کے درمیان سرحد کا کام دے گا۔

جب ان شرائط پر مصالحت ہوگئی تو ہر ایک اپنے وطن چلا گیا اور المعز نے ان امرائے بنو ایوب کو چھوڑ دیا جو اس نے جنگ میں قید کر دیے تھے۔

بالائی مصر میں بغاوت: جب ملک صالح فرنگیوں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا تو مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں عربوں نے بہت فساد برپا کیا۔ وہ شریف خضر الدین جعفری کی قیادت میں اکٹھے ہو گئے' جو جعفر بن ابو طالب کی اُن اولاد میں سے تھا جو مدینہ میں ان کے چچازاد بھائیوں کے غلبہ کے بعد حجاز سے گزر کر وہاں پہنچ گئے تھے۔

بالائی مصر کے تمام عرب بدوؤں نے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی اور کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکا تھا اس لئے ان کی بغاوت برقرار رہی۔

جب ملک صالح فوت ہو گیا اور مصر میں ترک خود مختار ہو گئے تو وہ بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے' کیونکہ وہ بنو ایوب کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔

بغاوت کی سرکوبی: جب المعز ایبک ناصر کے ساتھ جنگ سے فارغ ہو گیا اور اس کے ساتھ مصالحت ہوگئی تو اس نے ان (عربوں) کے مقابلہ کے لئے فارس الدین اقطائی اور عز الدین ایبک اقرم کو جو بحریہ جماعت کا سردار تھا' روانہ کیا لہٰذا وہ (فوج لے کر) وہاں پہنچے اور انسیم کے علاقے میں ان سے جنگ کر کے انہیں شکست دی۔ (ان کا سپہ سالار) شریف بچ نکلا۔ اس کے بعد گرفتار ہو کر مارا گیا۔ لہٰذا (اس بغاوت کو دور کرنے کے بعد) یہ فوجیں قاہرہ واپس آ گئیں۔

اقطائی جامدار کا قتل: اقطائی جامدار بحریہ جماعت کا امیر اور ان کی عظیم شخصیت تھا۔ اس کا لقب فارس الدین تھا اور وہ سلطنت مصر میں معز ایبک کا ہم پلہ اور اس کا نائب تھا۔ وہ بحریہ جماعت کے ساتھ بہت لطف و عنایت سے پیش آتا تھا تاکہ وہ اس سے مانوس ہو جائیں۔ چنانچہ وہ ایبک سے زیادہ اس سے محبت کرتے تھے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہت مقبول اور طاقتور ہو گیا۔ اس نے معز ایبک سے اسکندریہ کا علاقہ حاصل کر لیا اور اس کے بیت المال میں حسب منشاء تصرف کرنے لگا۔ اس نے فخر الدین محمد بن ناصر کو حماۃ کے حاکم مظفر کے پاس بھیجا تاکہ اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کر دے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح

اس سے کر دیا۔

اقطائی جامدار نے ان کے بعد داد و دہش کے لئے اپنا ہاتھ کھول دیا۔ یوں اس کے طرفداروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔ جس سے معز ایبک کو بہت خطرہ لاحق ہوا۔

آخر کار ایبک نے اقطائی جامدار کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ اس نے ۶۵۲ھ میں اسے اپنے محل میں مشورہ کے لئے بلوایا۔ اس سے پیشتر اس نے اس کی گزرگاہ پر ستونوں والے ہال میں اپنے تین موالی کو چھپا دیا تھا۔ ان کے نام یہ تھے 'قطز' بہادر' سنجر۔ جب وہ ان کے پاس سے ہو کر گزرا تو انہوں نے اس پر حملہ کیا اور لپک کر تلواروں کے وار سے اسی وقت اس کو قتل کر دیا۔

بحریہ جماعت کو جب اس کی خبر ملی تو وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے اور قلعہ کا چکر لگایا۔ اس نے اس کا سر (قلعہ کے باہر) ان کی طرف پھینک دیا تو وہ منتشر ہو گئے۔

بحریہ کا فرار: بحریہ کی جماعت کے امراء کو خطرہ لاحق ہوا تو مندرجہ ذیل امراء اکٹھے ہوئے (۱) رکن الدین بیبرس بند قداری (۲) سیف الدین قلاون صالحی (۳) سیف الدین سنقر الاشقر (۴) بدرالدین بیسر شمسی (۵) سیف الدین بلبان رشیدی (۶) سیف الدین تنکر (۷) اس کا بھائی سیف الدین موافق۔ یہ لوگ بحریہ جماعت کے ساتھ شام چلے گئے اور جو لوگ نہیں جا سکے تھے وہ چھپ گئے تاہم ان کا مال و دولت اور ذخیرے سب ضبط کر لئے گئے اور اقطائی نے (اسکندریہ کے بیت المال سے جو لیا تھا' وہ لوٹ لیا گیا اور اسکندریہ کی سرحد کا علاقہ (جو اقطائی کو دیا گیا تھا) سلطان کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

اب سلطان المعز ایبک مصر کے انتظام سلطنت کے لئے تنہا خود مختار حکمران ہو گیا۔ اس نے موسیٰ اشرف کو بھی معزول کیا اور اس کے نام کا خطبہ (مساجد میں) بند کرا دیا بلکہ اب اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس نے ملک صالح کی بیوی شجرۃ الدر سے بھی نکاح کر لیا جو اس سے پہلے ملکہ مصر مقرر کی گئی تھی۔ اس نے علاؤ الدین ایدغدی عزیزی اور جماعت عزیزیہ کو اپنا مددگار کیا اور علاء الدین کو دمیاط کا علاقہ جاگیر کے طور پر دیا۔

بحریہ کی جماعت دمشق میں: جب بحریہ اور اس کے امراء غزہ پہنچے تو انہوں نے ناصر سے خط و کتابت کر کے اس سے وہاں آنے کی اجازت طلب کی اور پھر اس کے پاس پہنچ گئے۔ ناصر نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ انہوں نے اس کو مصر پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا چنانچہ ناصر نے ان کی تجویز منظور کر لی اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطان معز ایبک نے ناصر کو ان کے بارے میں تحریر کیا مگر ناصر نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔

فریقین میں مصالحت: انہوں نے اس سے بیت المقدس اور ساحلی شہروں کا مطالبہ کیا تو ناصر نے یہ علاقے انہیں دے دیئے۔ پھر ناصر غور کی طرف روانہ ہوا اور عباسیہ کے مقام پر قیام کیا۔ وہاں پہنچ کر فریقین نے کچھ عرصے تک توقف کیا پھر انہوں نے مصالحت کر لی اور ۶۵۳ھ میں ہر ایک اپنے وطن لوٹ گیا۔

علاء الدین کی گرفتاری: اب سلطان ایبک نے خلیفہ عباسی مستعصم کے پاس اپنا قاصد بھیج کر اظہار اطاعت کیا اور

(خلیفہ سے) علم اور تقرر نامہ طلب کیا جب وہ قاصد مصر واپس آیا تو اس نے علاء الدین ایدغدی کو گرفتار کر لیا۔ کیونکہ اس کا معاملہ مشتبہ تھا۔ پھر اس نے دمیاط (جو اس نے اسے دے دیا تھا) سرکاری عملداری میں شامل کیا علاء الدین اسی حالت میں رہا' یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

عزالدین افرم کی خودمختاری: عزالدین ایبک افرم صالحی قوص واخمیم اور ان سے متعلقہ علاقوں کا حاکم تھا۔ اس کی طاقت بڑھ گئی تھی اور اس نے خودمختار ہونے کا ارادہ کیا۔ سلطان معز اسے معزول کرنا چاہتا تھا مگر ایسا نہ کر سکا۔ پھر اس نے ایک خوارزمی شخص کو اس کی امداد کے لئے بھیجا۔

اس کے بعد عزالدین صیمری نے اسے اس کے عہدے سے معزول کر دیا اور اسے مصر بلوا لیا۔ کچھ عرصے تک وہ اس کے پاس رہا پھر اس کو اقطائی کے ساتھ مصر کے بالائی حصے کی طرف (عربوں کی بغاوت دور کرنے کے لئے) بھیجا گیا۔ چنانچہ وہ شریف ابوثعلب اور عرب (کے باغیوں) کو لے کر آیا۔ اقطائی نے آ کر اپنا عہدہ سنبھال لیا مگر سلطان معز ایبک افرم کو کہا کہ وہ مصر کے بالائی حصہ کا انتظام کرنے کے لئے وہاں مقیم رہے۔ صیمری اس کی خدمت میں رہے گا۔

علانیہ بغاوت: جب افرم وہاں تھا تو اُسے یہ خبر ملی کہ معز نے اقطائی پر ظلم کر کے اسے قتل کر دیا ہے اور اس کی بحریہ جماعت کے ساتھی شام کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ تو (یہ خبر سن کر) وہ بہت پریشان ہوا اور کھلم کھلا باغی ہو گیا۔ اس نے شریف ابوثعلب کو بلوا کر اسے اپنے ساتھ ملا لیا اور ہر سمت سے عرب بدوؤں کو اکٹھا کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔

شکست اور فرار: سلطان معز ایبک نے ۶۵۳ھ میں شمس الدین برلی کو فوج دے کر بھیجا جس نے ان باغیوں کو شکست دی۔ شریف کو قید کر لیا گیا اور وہ قید خانے میں بند رہا یہاں تک کہ سلطان ظاہر نے اسے قتل کرا دیا۔ مگر افرم اپنی موالی کی جماعت کے ساتھ بچ نکلا اور وہ نخلستان کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے شام جانے کا ارادہ کیا مگر وہ مصر کے بالائی حصے کی طرف قبیلہ جزام کے بدوؤں کے ساتھ جو سویس اور کوہ طور کے علاقے سے گزر رہے تھے' مصر کے بالائی حصے کی طرف لوٹ گیا وہاں سے اس کے موالی مصر کی طرف لوٹ گئے۔

افرم کی گرفتاری: جب افرم غزہ پہنچا تو اس کی ملاقات ناصر سے ہو گئی۔ اس نے اسے دمشق آنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ دمشق پہنچ گیا۔ ناصر نے اسے خلعت عطا کیا اور پانچ ہزار دینار دیئے۔ وہ دمشق ہی میں مقیم رہا مگر جب بحریہ کی جماعت ذلکرک سے مصر بھاگ گئی تو اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں ناصر اسے گرفتار نہ کر لے۔ اس لئے اس نے مصر میں اتابک قطز کو خط لکھ کر اجازت طلب کی اور اس کے پاس پہنچ گیا' شروع میں اس نے اس کا استقبال کیا مگر بعد ازاں اسے گرفتار کر کے اسکندریہ میں مقید کر دیا۔

صیمری کا فرار: افرم کے بعد صیمری مصر کے بالائی حصہ میں مقیم رہا۔ جہاں اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا' آخر کار اس نے بھی خودمختار ہونا چاہا' مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکا' اس لئے وہ بھی ۶۵۴ھ میں بھاگ کر ناصر کے پاس چلا گیا۔

سلطان معز ایبک کا قتل: جب سلطان معز ایبک کی سلطنت میں توسیع و ترقی ہوئی اور اس کا نظم و نسق درست ہوا اور اس

نے دشمنوں کو اپنے علاقے سے نکال دیا تو اس نے ارادہ کیا کہ حاکم حماۃ منصور اور حاکم موصل لولو سے تعلقات استوار کرے تا کہ ان دونوں علاقوں پر بھی وہ غالب آ سکے۔ لہٰذا اس نے اس مقصد کے لئے ان دونوں بادشاہوں کی بیٹیوں کا رشتہ طلب کیا۔ اس خبر سے اس کی بیوی شجرۃ الدر کے دل میں حسد اور غیرت کے جذبات پیدا ہوئے اور اس نے خواجہ سراؤں (خصیوں) کی ایک جماعت کو اس کے خلاف بھڑکا دیا' جن میں محسن الخرزی اور خصی العزیزی' جسے سنجر خادمان بھی کہتے تھے (شامل) تھے۔ چنانچہ انہوں نے محل کے ایک حمام میں رات کے وقت اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۵۵ھ کا میں رونما ہوا' جب کہ اس کی مدت حکومت تین سال تھی۔

علی جوجری کا قتل: اس کے موالی کو آدھی رات کے وقت اس کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو وہ سیف الدین قطز' سنجر غتمی اور بہادر کے ساتھ شاہی محل پہنچے۔ محل میں داخل ہوتے ہی انہوں نے علی الجوجری کو گرفتار کر کے قتل کر دیا مگر سنجر عزیزی شام کی طرف بھاگ گیا۔ انہوں نے ملکہ شجرۃ الدر کو بھی قتل کرنا چاہا تھا مگر موالی صالحیہ نے اسے بچا لیا اور اسے قید کر دیا۔

علی منصور کی تخت نشینی: انہوں نے معز ایبک کے فرزند علی کو تخت نشین کیا اور اس کا لقب منصور رکھا۔ اس کا نائب (اتابک) علم الدین سنجر علی تھا' مگر سلطان معز کے موالی نے مل کر علم الدین کو معزول کر کے اسے مقید کر دیا اور اس کے بجائے اقطائی المعزی الصالحی کو جو عزیزیہ کا موالی تھا' سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ یہ (تقرر) ۶۵۶ھ میں ہوا۔

شرف الدین کا قتل: منصور کی والدہ نے اسے صاحب شرف الدین غازی کے خلاف بھڑکایا کیونکہ وہ معز کا بہت راز دان تھا۔ لہٰذا اس نے اس کو قتل کرا دیا۔

زہیر بن علی کی وفات: اسی سال زہیر بن علی المہلبی فوت ہوا جو ملک صالح کا مراسلہ نگار تھا اور الکرک کے قید خانے میں بھی اسی کے ساتھ رہا تھا اور پھر وہ اس کے ساتھ مصر چلا گیا تھا۔

بحریہ کا ناصر سے مقابلہ: یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بحریہ جماعت بھاگ کر ناصر کے پاس چلی گئی تھی اور پھر اسے لے کر مصر گئے تھے۔ اس کے بعد سلطان ایبک عباسیہ کے مقام پر پہنچا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔ جب صلح ہو گئی تو ناصر دمشق چلا گیا اور بحریہ جماعت اپنے قلعہ کی طرف واپس چلی گئی' مگر وہ اس مصالحت سے خوش نہ تھی۔ اس لئے ناصر کا ان پر سے اعتماد جاتا رہا اور اس نے انہیں الگ کر دیا' اس لئے وہ غزہ اور نابلس چلے گئے اور حاکم الکرک کے پاس اپنی اطاعت اور وفاداری کا پیغام بھیجا (یہ خبر سن کر) ناصر نے اپنی فوجیں بھیجیں تا کہ وہ ان پر حملہ کریں۔ جب (وہ وہاں پہنچیں تو) انہوں نے ان فوجوں کو شکست دے دی ....

....

اس کے بعد ناصر بذات خود فوج لے کر پہنچا تو انہوں نے اس کی فوج کو شکست دے کر بلقاء تک اس کا تعاقب کیا اور پھر وہ الکرک پہنچ گئے۔ (یہاں آ کر) انہوں نے مغیث کو مصر پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا اور اس سے امداد طلب کی۔ اس نے اپنا لشکر ان کے ساتھ روانہ کیا۔

بحریہ کی شکست: بحریہ کے مندرجہ ذیل سردار فوج لے کر مصر پہنچے (۱) بیبرس بندقداری (۲) قلاون صالحی (۳) بلبان رشیدی۔ (ان کے مقابلہ کے لئے) امیر سیف الدین قطز مصری فوجوں کو لے کر صالحیہ کے مقام پر پہنچا اور انہیں شکست دی۔ اس میں بلغاز اشرف مارا گیا اور قلاون صالحی گرفتار ہوا۔ اس کے ساتھ بلبان رشیدی بھی گرفتار ہوا۔

چند دنوں کے بعد قلاون رہا ہوا اور اسے استاذ الدار کی نگرانی میں چھوڑ دیا گیا مگر وہ پوشیدہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے مغیث کو دوبارہ (جنگ کے لئے) آمادہ کیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر ۶۵۶ھ میں مصر پہنچا اور صالحیہ میں مقیم ہوا۔ اس کے پاس عز الدین رومی، کافوری اور ہواشر آئے۔ یہ وہ امرائے مصر تھے جن سے وہ خط و کتابت کرتا تھا۔ اب امیر سیف الدین قطز مصری فوجوں کو لے کر مقابلہ کے لئے آیا اور فریقین میں جنگ ہوئی۔ مغیث کو شکست ہوئی اور وہ شکست خوردہ فوج کو لے کر الکرک بھاگ آیا۔

کُردوں کے ساتھ اتحاد: بحریہ جماعت غور بھاگ گئی' وہاں انہیں کردوں کے قبیلے ملے جو تاتاریوں سے ڈر کر شہر زور کے پہاڑوں سے بھاگ کر وہاں پہنچے تھے۔ یہ جماعت ان کے ساتھ مل گئی اور ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر کے ان سے گھل مل گئے۔ ان کے اس اختلاط سے ناصر کو خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے اس نے دمشق سے ان پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔

ناصر کی شکست: غور کے مقام پر ان کا مقابلہ ہوا تو اس کی فوجیں ہار گئیں۔ دوبارہ وہ خود جنگی تیاری کر کے وہاں پہنچا تو بحریہ جماعت نے مقابلہ سے گریز کیا اور یہ لوگ منتشر ہو گئے (یہ حالت دیکھ کر) کرد قبائل مصر روانہ ہو گئے۔ راستے میں عریش کے مقام پر ترکمان قوم نے ان کی مزاحمت کی تو وہ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔

بیبرس اور قلاون کا فرار: بحریہ جماعت مغیث کی فوجوں کے ساتھ الکرک پہنچ گئیں۔ اس نے ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر ناصر نے دمشق سے اس کو پیغام بھیجا کہ وہ بحریہ جماعت کو اس کے سپرد کر دے۔ اس نے یہ دھمکی بھی دی کہ وہ انہیں قتل کر دے گا۔ اس لئے وہ (بحریہ کے سردار) گھبرا گئے۔ چنانچہ بیبرس اور قلاون جنگل اور صحرا میں گھس گئے اور وہاں رہنے لگے۔ پھر وہ مصر پہنچ گئے جہاں اتابک قطز نے ان کا استقبال کیا اور انہیں جاگیریں دیں اور وہ اس کے پاس رہنے لگے۔

بحریہ کے امراء کی گرفتاری: جب بیبرس اور قلاون مغیث کے پاس سے بھاگ گئے تو مغیث نے باقی ماندہ بحریہ کے امراء کو گرفتار کر لیا' ان میں سنقر اشقر' سنکر دور براتی شامل تھے۔ اس نے انہیں ناصر کے پاس بھیج دیا۔ ناصر نے انہیں قلعہ حلب میں قید کر دیا۔ جب تاتاری اس قلعہ پر قابض ہوئے تھے ہلاکو خاں انہیں اپنے ملک لے گیا۔

ہلاکو کی یلغار: (مذکورہ بالا واقعات کے بعد) ہلاکو خاں نے بغداد پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا' اس کے بعد وہ فرات تک پہنچا اور اس نے میا فارقین اور اربل کو بھی فتح کر لیا۔ حاکم موصل لولو اس کے پاس گیا اور اس نے اس کی اطاعت قبول کی۔ ناصر کے فرزند نے اپنے والد کی طرف سے تحائف دے کر ایک قاصد بھیجا تا کہ دوستانہ تعلقات کا اظہار ہو' اس نے ناصر کی طرف سے یہ معذرت بھی پیش کی کہ وہ بذاتِ خود اس کی خدمت میں اس لئے حاضر نہیں ہو سکا کہ اسے سواحل شام پر

(صلیبی) فرنگیوں کے حملے کا خطرہ ہے۔

سلطان قطز کی حکومت:۔(یہ حالات دیکھ کر) امرائے مصر کو بھی اپنے بارے میں پریشانی لاحق ہوئی۔ان کے خیال میں ان کا بادشاہ منصور علی بن المعز ایک اس قدر نوعمر تھا کہ وہ دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے جنگوں میں حصہ نہیں لیا تھا اور اسے فوجی قیادت کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔اس لئے انہوں نے اتفاق رائے کے ساتھ سیف الدین قطز المعزی کے ہاتھ پر بیعت کر لی' کیونکہ وہ اپنی دلیری اور پیش قدمی کے لئے بہت مشہور تھا۔لہٰذا انہوں نے اسے مصر کے تخت پر ۶۵۷ھ میں بٹھایا اور اس کا لقب مظفر رکھا۔انہوں نے منصور کو معزول کر دیا جس نے صرف دو سال تک حکومت کی۔امرائے مصر نے اسے اور اس کے دونوں بھائیوں کو دمیاط کے مقام پر قید کر دیا۔اس کے بعد سلطان ظاہر نے ان دونوں کو قسطنطنیہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔

(سلطان قطز کو بادشاہ بنانے کے) یہ سب انتظامات صالحیہ' عزیزیہ اور سلطان قطز سے متعلقہ معزیہ گروہ نے انجام دیئے۔اس موقع پر (دو سردار) بہادر اور سنجر غتمی غائب تھے جب وہ دونوں آئے تو سلطان قطز کو ان دونوں کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہوا اور اس نے ان کی مخالفت اور مزاحمت کا اندیشہ پیدا ہوا' اس لئے اس نے ان دونوں کو گرفتار کر کے انہیں مقید کر دیا پھر اس نے سلطنت کا انتظام درست اور مستحکم کر لیا۔

سلطان قطز شاہان خوارزمیہ سے تعلق رکھتا تھا۔کہا جاتا ہے کہ وہ خوارزم شاہ کا بھانجا تھا اور اس کا نام محمود بن مودود تھا۔ان پر جب تاتاریوں نے حملہ کیا تو انہوں نے اسے گرفتار کر لیا تھا' ان کے بعد اسے فروخت کر دیا گیا تھا اور ابن الزعیم نے اسے خرید لیا تھا۔یہ واقعہ نودی نے مؤرخین کی ایک جماعت کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

ہلاکو خاں کی پیش قدمی: ہلاکو خاں نے ۶۵۷ھ میں دریائے فرات کو عبور کیا (اس کی آمد کی خبر سن کر) ناصر اور اس کے بھائی الظاہر بھاگ کر جنگل اور بیابانوں میں گھس گئے حاکم حماۃ منصور اور بحریہ کی وہ جماعت جو عرب قبائل کے ساتھ بیابانوں میں مقیم تھی مصر چلی گئی۔

شام کی فتوحات: ہلاکو خان نے وہاں پہنچ کر ایک ایک کر کے شام کے شہروں کو فتح کر لیا اور ان شہروں کی فصیلیں گرا کر وہاں اپنے حکام مقرر کئے اس نے حلب میں بحریہ جماعت کے قیدیوں کو رہا کر دیا جن میں سنقر الاشقر اور بدانق شامل تھے اس نے ان سے کام لیا اور پھر وہ عراق کی طرف لوٹ گیا۔کیونکہ اس کے بھائیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔اس لئے اس نے اپنے ایک بڑے حاکم کتبغا کو علاقہ شام کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فوج چھوڑی۔حمص کے حاکم اشرف ابراہیم بن شیرکوہ نے بھی اس سے ملاقات کی۔

غلط مشورہ: ہلاکو خان نے (جب ناصر اس کے پاس آیا) تو اس سے اہل مصر کے مقابلے میں شام کی فوجی تیاریوں کے بارے میں مشورہ کیا تو ناصر نے اہل مصر کی اہمیت گھٹا کر بیان کی اور انہیں حقیر ظاہر کیا۔لہٰذا اس نے اس (مشورہ) کے مطابق کتبغا اور اس کے ساتھیوں کو جنگی تیاریاں کرنے کا حکم دیا۔

قلعہ دمشق کی تسخیر: جب ہلاکو خان وہاں سے رخصت ہوا تو کتبغا نے قلعہ دمشق کی طرف فوج کشی کی وہ ابھی تک فتح

نہیں ہو سکا تھا لہٰذا اس نے اس کا محاصرہ کر کے اسے بزور شمشیر فتح کر لیا اور اس کے نائب حاکم بدرالدین بربدک کو قتل کرا دیا۔

شامی حکام کی اطاعت: اس کے بعد وہ دمشق کی چراگاہ میں خیمہ زن ہوا۔ اس کے پاس حاکم ضرخد ناصر کا بھائی الظاہر آیا (اور اطاعت قبول کی تو) اس نے اسے اپنی عملداری کی طرف لوٹا دیا۔ حاکم الکرک مغیث نے اپنے فرزند عزیز کی قیادت میں ایک وفد اظہار اطاعت کے لئے بھیجا۔ اس نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اسے بھی اپنے والد کے پاس لوٹا دیا۔

اہل مصر کی تیاری: ادھر مصر میں وہاں کی فوجیں اکٹھی ہونے لگیں اور سلطان مظفر قطز نے عربوں اور ترکمانوں کو فوج میں بھرتی کیا اور انہیں بخشش سے مالا مال کیا اور ان کی خامیاں اور کمزوریاں دور کیں۔

سلطان مصر کی فوج کشی: اب کتبغا (حاکم شام) نے سلطان مظفر قطز کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اہل مصر کو سلطان ہلاکو خان کا مطیع اور فرمانبردار بنائے سلطان مصر نے قاصدوں کی گردنیں اڑا دیں اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج لے کر شام روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی تھے۔

غداروں کی شرکت: ادھر (نائب حاکم شام) کتبغا تاتاری فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اشرف حاکم حمص اور سعید بن عزیز بن عادل حاکم ضبینہ بھی (مسلمانوں کے خلاف شریک جنگ) تھے۔ سلطان قطز نے ان دونوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں اس کی حمایت کریں۔ اشرف (حاکم حمص) نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ جنگ کے روز بھاگ کر اس کے پاس چلا آئے گا۔ مگر سعید ابن العزیز نے اس کے قاصد کو برا جواب دیا بلکہ اس پر حملہ بھی کیا۔

عین جالوت کا معرکہ

تاتاریوں کی شکست: فریقین میں غور کے قریب عین جالوت کے مقام پر جنگ ہوئی اشرف گھمسان کی جنگ کے موقع پر (مسلمانوں کے پاس) چلا گیا۔ اس کے بعد تاتاریوں کو شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار کتبغا عین میدان جنگ میں مارا گیا۔

قتل اور تعاقب: (جنگ کے بعد) سعید بن عزیز حاکم ضبینہ کو جب گرفتار کر کے (سلطان کے پاس) لایا گیا تو سلطان نے اسے زجر و توبیخ کرنے کے بعد قتل کر دیا۔ عزیز بن مغیث (حاکم الکرک) کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔ اس جنگ میں وہ شخص (ظاہر بیبرس؟) بھی گرفتار ہوا جو بعد میں مصر کا بادشاہ ہوا۔ عادل بیبرس نے ترک فوج کے ساتھ شکست خوردہ فوجوں کا تعاقب کیا اور انہیں چن چن کر قتل کیا۔ وہ (تعاقب کرتے ہوئے) حمص تک پہنچ گیا تھا جہاں کتبغا کے لئے تاتاریوں کی امدادی فوج آئی ہوئی تھی۔ اس نے ان سب کی بیخ کنی کی۔

قدیم حکام کی بحالی: حاکم حمص اشرف تاتاری لشکر سے اس کے پاس واپس آیا (اور اظہار اطاعت کیا تو) اسے اس کے شہر کا حاکم برقرار رکھا گیا۔ منصور کو بھی اس کے شہر حماۃ کا حاکم بحال کر کے بھیجا گیا۔ اس نے معرۃ کا علاقہ بھی اسے لوٹا دیا۔

البتہ اس سے سلمیہ کا علاقہ لے کر عربون کے ایک حاکم محمد بن مانع بن جدیلہ کو دے دیا۔

نئے حکام کا تقرر: بعد ازاں (سلطان) دمشق پہنچا' وہاں جو تاتاری تھے' وہ سب بھاگ گئے۔ ان میں سے جو وہاں رہ گئے تھے وہ مارے گئے۔ اب سلطان نے مختلف شہروں میں فوجیں متعین کیں۔ پھر دمشق پر علم الدین سنجر علی صالحی کو مقرر کیا۔ یہ وہ شخص تھا جو علی بن ایبک اور نجم الدین ابوالہیجاء ابن خشتر بن کردی کا اتابک تھا۔

حاکم حلب: سلطان نے حلب پر سعید کو حاکم مقرر کیا' اسے مظفر علاء الدین بن لولو (حاکم موصل) بھی کہا جاتا ہے وہ ناصر کے پاس پہنچا تھا' جب کہ وہ تاتاریوں کے ڈر سے بھاگ گیا تھا۔ جب ناصر (دوبارہ شام) آیا تو وہ مصر چلا گیا تھا' جہاں سلطان قطز نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ پھر ناصر نے اسے حلب کا حاکم بنا دیا تھا تا کہ وہ اس کے بھائی صالح سے جو موصل میں تھا تاتاریوں کے حالات معلوم کرتا رہے۔

برلی کا تقرر: سلطان نے نابلس' غزہ اور سواحل شام پر شمس الدین دانشیر برلی کو حاکم مقرر کیا۔ یہ عزیز محمد کے امراء میں سے تھا جو ناصر کا باپ تھا یہ شخص ناصر کے پاس سے بھاگ گیا تھا۔ جب اس نے عزیزیہ کی جماعت کے ساتھ مصر پر فوج کشی کی تھی۔ اور یہ اتابک کے پاس پہنچ گیا تھا۔ پھر اسے ان پر شک وشبہ ہوا تھا اور اس نے بعض لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ برلی باقی لوگوں کے ساتھ ناصر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے اس کو قلعہ حلب میں مقید کر دیا تھا' یہاں تک کہ اسے تاتاریوں نے فتح کیا۔ برلی اس کے بعد فوجوں کے ساتھ مصر چلا گیا جہاں سلطان مظفر نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس موقع پر اس نے اسے سواحل شام اور غزہ کا حاکم مقرر کیا۔

سلطان مظفر قطز دمشق میں بیس دن رہا اس کے بعد مصر چلا گیا۔

ہلاکو خاں کو جب شام میں اس کی شکست کا حال معلوم ہوا اور یہ پتہ چلا کہ ترک (سلاطین) شام پر قابض ہو گئے ہیں تو اس نے (سابق) حاکم دمشق (ناصر) پر یہ الزام لگایا کہ اس نے مشورہ دینے میں اسے دھوکا دیا ہے بعد ازاں اس نے اسے (ناصر کو) قتل کر دیا۔

اس کے بعد شام کے تمام علاقے سے ایوبی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور اس علاقہ پر مصر کے ترکی سلاطین کا قبضہ ہو گیا۔

سلطان مظفر قطز کا قتل: جب بحریہ جماعت کا سردار اقطائی جامدار مارا گیا تھا اس وقت سے بحریہ جماعت اس کا انتقام لینے کے در پے تھی۔ چونکہ سلطان قطز نے اسے قتل کرایا تھا' اس لئے وہ اس جماعت کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مگر جب وہ تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو ہر ایک نے اپنے ذاتی اختلافات بھلا دیئے تھے چنانچہ بحریہ جماعت کے ممتاز سردار جو حاکم الکرک سے بھاگ کر بیابانوں میں چلے گئے تھے' وہ بھی سلطان کے پاس چلے آئے۔ اس نے ان کی جان بخشی کی۔ کیونکہ اسے اس وقت مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ان جیسے افراد کی زیادہ ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے انہیں اپنے لشکر اسلام میں شامل کر لیا اور بحریہ جماعت تاتاریوں کے خلاف عین جالوت کے معرکے میں شریک ہوئی اور اس (فیصلہ کن) جنگ میں زبردست کارنامے انجام دیئے اور مندرجہ ذیل (بحریہ جماعت کے) سرداروں نے آگے بڑھ کر جنگ میں حصہ لیا (۱) بیبرس بندقداری (۲) انز اصفہانی (۳) بلبان رشیدی (۴) بکتون جوکنداری (۵) بندو نماز ترکی۔

جذبہ انتقام: جب شام میں تاتاریوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے شام کو فتح کر لیا اور (فتنہ وفساد کا) یہ سیلاب دور ہوا تو خوف زدہ (مسلمانوں) کو چین نصیب ہوا اور اس وقت بحریہ جماعت کا جذبہ انتقام بھی زندہ ہو گیا۔

جب سلطان قطز ۶۵۸ھ میں دمشق سے (مصر کی طرف) روانہ ہوا تو بحریہ کے سرداروں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ راستے میں اس پر حملہ کریں گے۔ جب وہ مصر کے قریب پہنچا تو وہ ایک دن شکار کے لئے (جنگ کی طرف) گیا۔ سواریوں کا باقی قافلہ (مقررہ) راستے پر چلتا رہا (اس موقع پر) بحریہ کے سرداروں نے اس کا تعاقب کیا اور انز نے آگے بڑھ کر اپنے کسی ساتھی کی سفارش کی۔ اس نے اس کی سفارش قبول کی۔ جب وہ دست بوسی کے لئے جھکا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فوراً بیبرس نے تلوار سے حملہ کیا اور وہ ہاتھوں اور منہ کے بل گر پڑا۔ اسی وقت دوسرے لوگوں نے تیروں سے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ پھر وہ جلدی سے خیموں کی طرف پہنچ گئے۔ وہاں علی ابن المعز ایبک کھڑا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا:

''تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''بیبرس نے''۔ لہٰذا اس نے فوراً اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد باقی فوجیوں نے اس کی پیروی کی اور انہوں نے اس کا لقب الظاہر رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایدمر علی کو یہ خبر پہنچانے کے لئے مصر کے قلعہ کی طرف بھیجا۔ چنانچہ اس نے وہاں جا کر کے وہاں لوگوں سے (بیبرس کی بادشاہت کی) بیعت حاصل کی۔

باب : دوم

ظاہر بیبرس کی تخت نشینی

سلطان الظاہر اسی سال کی پندرہویں ذوالقعدہ کو (قاہرہ) پہنچا اور بادشاہت کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مختلف طبقات کے لحاظ سے ان پر نائب مقرر کیے اور تمام مملکت میں (اس قسم کی ہدایات) لکھ بھیجیں۔ اس نے لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں اور حکام کا تقرر کیا۔ سلطان تاج الدین عبدالوہاب ابن بنت الاعز کو قاضی کے عہدہ کے ساتھ ساتھ وزیر بھی مقرر کیا۔ اور اپنے استاد صالح نجم الدین کی ہدایت پر عمل کیا۔

ترقی کا آغاز: سلطان ظاہر بیبرس کی ترقی کا آغاز اس طرح ہوا کہ وہ ملک صالح کے موالی علاء الدین ایدکین کا مولیٰ (غلام) تھا۔ جب ملک صالح علاء الدین پر ناراض ہوا تھا تو اس نے اسے قید کر دیا تھا اور اس نے اس کی تمام مال و دولت اور موالی و غلام سب چھین لئے تھے انہی میں بیبرس بھی تھا۔ اس نے اسے جاندار یہ میں مقرر کر دیا' جہاں اس کا مرتبہ بڑھتا گیا' یہاں تک کہ اسے جنگی محکمہ میں مقرر کیا گیا اور سواروں کا افسر بنا دیا گیا۔ ملک صالح کے بعد بیبرس نے ترقی کی۔ اس کے حالات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حاکم دمشق کی بغاوت: جب علم الدین سنجر کو (جو دمشق کا حاکم تھا) سلطان قطز کے قتل کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ ظاہر بیبرس حاکم ہو گیا ہے تو اس نے علم بغاوت بلند کیا وہ خود بادشاہ بن بیٹھا اور دمشق میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا لقب مجاہد رکھا اور اپنے نام کا خطبہ مساجد میں پڑھوایا بلکہ اپنے نام کا سکہ بھی تیار کرایا۔

حماۃ کے حاکم منصور نے سلطان ظاہر کی حمایت کی۔ اس کے بعد جب تاتاری فوجیں شام کی طرف روانہ ہوئیں اور البیرہ کے قریب پہنچیں تو سعید بن لولو نے حلب کا لشکر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ تاتاریوں نے اس لشکر کو شکست دی اور ان کا کام تمام کر دیا۔

امراء عزیزیہ اور ناصریہ نے اس کا الزام ابن لولو پر لگا کر اسے مقید کر دیا۔ انہوں نے اپنا حاکم حسام الدین جوکنداری کو مقرر کیا' جس کی تائید سلطان ظاہر نے بھی کی۔

تاتاریوں کے حملے: پھر تاتاریوں نے حلب پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔ حسام الدین حماۃ کی طرف بھاگ گیا۔ پھر تاتاریوں نے حماۃ پر بھی حملہ کیا جس کے نتیجہ میں اس کا حاکم منصور اور اس کا بھائی علی افضل حمص چلے گئے۔ وہاں اشرف بن شیرکوہ حاکم تھا' اس کے پاس عزیزیہ اور ناصریہ کے گروہ اکٹھے ہو گئے تھے انہوں نے ۶۵۹ھ میں تاتاریوں کا مقابلہ کیا اور پہلے شکست کھانے کے بعد انہیں شکست دی اور حماۃ کی مدافعت کی۔

منصور اور حمص کے حاکم اشرف سنجر علی کے پاس دمشق گئے مگر انہوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی' کیونکہ وہ کمزور تھا۔ تاتاری فوج حماۃ سے افامیہ پہنچیں۔ انہوں نے ایک دن اس کا محاصرہ کیا اور پھر دریائے فرات کو عبور کر کے اپنے وطن واپس چلے گئے۔

بغاوت کا انسداد: سلطان بیبرس ظاہر حاکم مصر نے اپنے استاذ علاء الدین بندقداری کو فوج دے کر حاکم دمشق سنجر علی سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تو جنگ میں اسے شکست ہوئی اور اس نے قلعہ دمشق میں جا کر پناہ لی' پھر وہاں سے رات کے وقت نکل کر وہ بعلبک کی طرف روانہ ہوا۔ مگر اس کا تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا گیا۔ پھر اسے سلطان ظاہر کے پاس بھیج دیا گیا' اس نے اسے قید کر دیا اور ایدکن کو دمشق میں برقرار رکھا۔ اس کے بعد حمص اور حماۃ کے دونوں حکام اپنے اپنے شہر لوٹ گئے۔

برلی کی بغاوت: سلطان ظاہر نے ایدکن کو پیغام بھیجا کہ وہ عزیزیہ گروہ کے بہاء الدین بقری اور شمس الدین اقوس البرلی وغیرہ کو گرفتار کر لے چنانچہ اس نے بقری کو گرفتار کر لیا' مگر عزیزیہ اور ناصریہ کے افراد اقوس البرلی کے ساتھ بھاگ گئے انہوں نے حمص اور حماۃ کے دونوں حکام کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ مگر ان دونوں نے ان کی حمایت نہیں کی (پھر وہ حلب پہنچا جہاں فخر الدین حمصی موجود تھا) برلی نے فخر الدین سے کہا'' ہم سلطان ظاہر کے مطیع ہونا چاہتے ہیں''۔ چنانچہ وہ اسے سلطان کے پاس لے جا رہا تھا کہ اچانک برلی حلب کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں اس نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس نے عربوں اور ترکمانوں کو اکٹھا کر کے انہیں جنگ کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ مصری فوجیں جنگ کرنے کے لئے آئیں اور اسے شکست دی لہٰذا وہ البیرہ پہنچ گیا اور اس مقام پر قابض ہو گیا اور وہاں رہنے لگا۔

جب سلطان ظاہر نے اپنی فوجیں ۶۶۰ھ میں سنقر رومی کی قیادت میں حلب کی طرف روانہ کیں تو اس کے ساتھ حمص اور حماۃ کے دونوں حکام انطاکیہ پر حملہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ روانہ ہوئے اس عرصے میں برلی نے ان سے ملاقات کر کے ان سے اطاعت کا اقرار کیا۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے اسے البیرہ کی حکومت پر برقرار رکھا۔ پھر جب وہ اس سے بدگمان ہو گیا تو اسے قید کر دیا۔

سلطان نے علاء الدین ایدکن کو بھی مقید کر دیا اور بیبرس وزیر کو دمشق کا حاکم بنا کر مصر واپس آ گیا۔

مصر میں تجدید خلافت: جب بغداد میں خلیفہ عبداللہ مستعصم شہید ہوئے تو تمام اسلامی ممالک میں خلافت کا عہدہ خالی رہا۔ سلطان ظاہر اسلامی خلافت کو بحال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ۶۵۹ھ میں اتفاق سے خلیفہ مستعصم کا چچا مصر پہنچا اس کا پورا نام ابو العباس احمد بن الظاہر تھا۔ وہ بغداد کے شاہی محلوں میں رہتا تھا اور بیعت کے دن وہ بغداد سے بھاگ گیا تھا اور اس وقت کے مختلف قبائل میں قیام کرتا ہوا وہ مصر پہنچا تھا۔ سلطان الظاہر اس کی آمد سے بہت خوش ہوا اور وہ خود سوار ہو کر (شہر کے باہر) اس سے ملاقات کے لئے پہنچا اور مسلمانوں کے مختلف طبقوں کو قلعہ کے شاہی دروازوں پر (اس کا استقبال کرنے کے لئے) بلوایا۔ پھر ادب و احترام کے طور پر تنہا محفل میں اس سے ملاقات کی اور قاضی تاج الدین ابن بنت الاعز بھی حاضر ہوئے اور انہوں نے عباسی خاندان سے ان کے صحیح النسب ہونے کے سلسلے میں ان عربوں سے شہادتیں طلب کیں جو وہاں موجود تھے

اور کل خلافت کے سابق خادموں سے بھی اس کی تصدیق حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے (ان کے صحیح النسب ہونے اور جائز وارث ہونے کا) فیصلہ دیا۔

مستنصر کی خلافت: اس کے بعد سلطان الظاہر اور عام مسلمانوں نے حسب مراتب ان کے ہاتھ پر بیعت (خلافت) کی۔ پھر سلطان نے سلطنت کے مختلف حصوں میں (لوگوں کو) لکھا کہ (نئے خلیفہ کے لئے) بیعت حاصل کی جائے اور (مساجد کے) منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور سکوں پر بھی ان کا نام نقش کیا جائے۔ ان کا لقب مستنصر رکھا گیا۔ خلیفہ نے مجمع عام میں حکومت کا انتظام سلطان ظاہر کو سپرد کر دینے کا اعلان کیا اور اس مقصد کے لئے ایک تحریری فرمان بھی تحریر کیا گیا جسے فخر الدین بن لقمان نے تحریر کیا جو خط و کتابت کے میر منشی تھے۔

فتح بغداد کا ارادہ: اس کے بعد سلطان اور تمام مسلمان سوار ہو کر ایک ایسے خیمے کی طرف گئے جو شہر کے باہر نصب کیا گیا تھا۔ (وہاں پہنچ کر) سلطان نے اپنے خواص اور منصب داروں کو خلعت عطا کئے اور اعلان کیا کہ وہ خلیفہ کو اپنے دار الخلافہ میں واپس پہنچانے میں ان کی مکمل امداد کرے گا۔

رقت انگیز خطبہ: پھر اس (نئے) خلیفہ نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور منبر پر نہایت ہی رقت انگیز تقریر کی جس سے مسلمانوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر اس نے نماز پڑھائی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

بنو لولو کا حال: اس کے بعد صالح اسماعیل بن لولو حاکم موصل اور اس کا بھائی اسحاق حاکم الجزیرہ بھی (مصر) پہنچے۔ ان کے والد لولو ہلاکو کے ماتحت ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہلاکو نے انہیں موصل اور اس کے متصل علاقوں کی حکومت پر برقرار رکھا۔ لولو ۶۵۷ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کا فرزند اسماعیل موصل کا حاکم مقرر ہو گیا تھا اور اسماعیل مجاہد جزیرۃ ابن عمر کا حاکم ہو گیا تھا اور دوسرا فرزند سعید سنجار کا حاکم تھا۔ سلطان ہلاکو نے انہیں اپنے علاقوں پر برقرار رکھا تھا مگر سعید حاکم دمشق ناصر کے ساتھ مل گیا تھا اور اس کے ساتھ مصر چلا گیا تھا۔ پھر وہ سلطان قطز کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس نے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا تھا اور پھر اسے مقید کر دیا تھا۔

اقتدار کی بحالی: ان کے بعد ہلاکو کو ان دونوں بھائیوں پر شک و شبہ ہوا تو وہ دونوں بھائی بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔ سلطان ظاہر نے ان کی تعظیم و تکریم کی پھر انہوں نے اپنے قیدی بھائی کو چھوڑنے کی درخواست کی تو سلطان نے اسے قید سے رہا کر دیا اور ان کے علاقوں پر ان کی حکومت کے بارے میں تحریری حکم لکھا اور انہیں (حکومت کے) جھنڈے عطا کئے۔

اب سلطان نے خلیفہ کو اپنے دار الخلافہ پہنچانے کے انتظامات شروع کر دیئے۔ اس نے اس مقصد کے لئے فوجیں تیار کیں اور خیمے اور شامیانے نصب کرائے اور ان سب کے لئے وظائف مقرر کئے ان کی کمزوریوں اور خامیوں کو دور کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان نے اس مقصد کے لئے دس لاکھ دینار صرف کئے۔

پھر سلطان اسی سال مصر سے ماہ شوال میں دمشق سے روانہ ہوا تا کہ وہاں سے خلیفہ کو اپنے دار الخلافہ بھجوائے اور لولو کے دونوں فرزندوں کو ان کے علاقوں کی طرف روانہ کرے جب سلطان دمشق پہنچا تو اس نے قلعہ میں قیام کیا اور بلبان رشیدی اور شمس الدین سنقر کو دریائے فرات کی طرف بھیجا۔ چنانچہ خلیفہ نے (بغداد پہنچنے) کا پختہ ارادہ کر لیا اور وہاں سے

رخصت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ صالح اسماعیل اور اس کے دونوں بھائی بھی موصل کی طرف روانہ ہو گئے۔

خلیفہ کی شہادت: جب ہلاکو کو یہ اطلاع ملی تو اس نے خلیفہ کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں اور تمارز و خندیقہ کے مقام پر اسے شکست دی خلیفہ نے تھوڑی دیر صبر و استقلال سے کام لیا اور پھر جام شہادت نوش کر لیا۔

فتح موصل: ہلاکو نے موصل کی طرف بھی فوجیں بھیجیں جنہوں نے موصل کا نو مہینے تک محاصرہ کیا۔ آخر کار اہل موصل محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ تاتاریوں نے موصل کو فتح کر کے صالح اسماعیل کو قتل کر دیا۔ اس عرصے میں سلطان ظاہر دمشق میں مقیم تھا۔

ایوبی حکام کی اطاعت: (جب سلطان دمشق میں مقیم تھا تو) اس کے پاس شام کے مختلف علاقوں سے بنو ایوب کے افراد آئے اور انہوں نے اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا۔ ان میں منصور حاکم حماۃ اور اشرف حاکم حمص بھی شامل تھے۔ سلطان نے ان دونوں کا استقبال کیا اور انہیں ان کے علاقوں پر دوبارہ حاکم مقرر کیا اور ان دونوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی حکومت کا دائرہ بلادِ اسماعیلیہ تک وسیع کر سکتے ہیں اور منصور تل باشر کا قلعہ بھی حاصل کر سکتا ہے جو اسے حمص کے بدلے میں ملا تھا جب کہ یہ علاقہ حاکم حلب ناصر نے اس سے چھین لیا تھا۔

ایوبی خاندان کی تعظیم و تکریم: سلطان ظاہر کے پاس مندرجہ ذیل (ایوبی) امراء بھی آئے (۱) الزاہد اسد الدین شیر کوہ (سابق) حاکم حمص (۲) حاکم بعلبک (۳) صالح اسماعیل بن عادل کے فرزند منصور (۴) ان کے بھائی سعید (۵) امجد بن ناصر داؤد (۶) ظاہر بن معظم۔

سلطان ظاہر نے دمشق میں ان کے وفد کی تعظیم و تکریم کی اور ان کی اطاعت کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے اچھا سلوک کیا اور ان کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کئے۔

سلطان جب مصر جانے لگا تو اس نے مغیث کے فرزند عزیز کو رہا کر دیا۔ جسے سلطان قطز نے الکرک کی جنگ میں قید کر دیا تھا۔

عرب قبائل پر بخشش: سلطان نے شام کے عرب قبائل پر عیسیٰ بن مہنا کو سردار مقرر کیا جو ان کا خاص آدمی تھا۔ اس نے ان (عربوں) کو بکثرت جاگیریں عطا کیں تا کہ وہ عراق کی سرحد تک راستوں کی حفاظت کریں۔

احمد کی خلافت: جب سلطان مصر واپس آیا تو بغداد کے خلیفہ مسترشد کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام احمد تھا اس کے پاس آیا۔ پہلے خلیفہ کی طرح قاضی تاج الدین ابن بنت الاعز نے اس کے صحیح النسب ہونے کی تصدیق کی۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے لوگوں کو حسب مراتب بلوایا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی نئے خلیفہ نے بھی سلطنت کے تمام اختیارات سلطان کے سپرد کر دیے اور اپنے اختیارات سے دستبردار ہو گیا۔ یہ بیعت (خلافت) ۶۶۰ھ میں ہوئی۔ اس خلیفہ کا نسب نامہ عباسیوں کے شجرۂ نسب میں یوں ہے:

"احمد بن ابی بکر علی بن ابی بکر بن احمد بن امام المسترشد"۔

مصر کے ماہرین انساب کے نزدیک اس طرح ہے:

''احمد بن حسین بن ابی بکر بن الامیر ابی علی القبیّ بن الامیر حسن بن الامام الراشد بن الامام المسترشد''۔ چنانچہ حاکم حماۃ (ابوالفداء) نے اپنی تاریخ میں شجرہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

فرنگیوں کی مصالحت: جب تاتاری شام میں گھس آئے تو تمام ترکمانی قبائل ساحل شام کی طرف بھاگ گئے تھے اور ان کے قبیلے صفد کے قریب جوکان کے مقام پر اکٹھے ہو گئے تھے۔

جب سلطان ظاہر نے شام کی طرف فوج کشی کی تو یافا بیروت اور صفد سے فرنگیوں کے ایلچی آئے وہ سلطان صلاح الدین کے زمانے کی طرح صلح کے خواہاں تھے لہٰذا ان سے صلح کر لی گئی اور مملکت فرانس کے بادشاہ کے نام یہ صلح نامہ لکھا گیا جو سمندر پار تھا۔ یوں معاہدہ کی رو سے یہ فرنگی سلطان ظاہر کی حفاظت میں آگئے تھے۔

ترکمانوں کا فرار: اس اثناء میں صفد کے فرنگیوں اور ترکمانی قبائل کی درمیان جھڑپ ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ اہل صفد نے پہلے ان ترکمانی قبائل پر حملہ کیا تھا۔ پھر ان ترکمانوں نے ان پر حملہ کر کے ان کے متعدد افسروں کو گرفتار کر لیا اور زر فدیہ وصول کر کے انہیں چھوڑا تھا پھر وہ سلطان ظاہر کے ڈر سے بلاد روم کی طرف کوچ کر گئے اور شام کا علاقہ ان سے خالی ہو گیا۔

عزیزیہ اور اشرفیہ کی اہمیت: عزیزیہ اور اشرفیہ کے گروہ ترک غلاموں کے سب سے بڑی طاقتور جماعت تھی۔ اشرفیہ گروہ کا سردار بہاء الدین بقری تھا اور عزیزیہ گروہ کا سردار شمس الدین اقوش تھا۔ سلطان مظفر قطز نے اسے نابلس غزہ اور سواحل شام کی حکومت عطا کی تھی۔ جب سلطان ظاہر بادشاہ ہوا تو دمشق کے حاکم سنجر اعلیٰ نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ لہٰذا اس نے اپنے استاد علاء الدین بندقداری کو فوج دے کر اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔

ان گروہوں کی بغاوت: اشرفیہ اور عزیزیہ کے گروہ حلب میں تھے۔ انہوں نے بھی وہاں کے نائب سعید بن لؤلؤ کے خلاف بغاوت کر دی تھی' اس لئے بندقداری ان کی درخواست پر ان کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ پھر سلطان ظاہر نے برلی کے مقبوضات میں بیسان کا اضافہ کیا۔ وہ گیا اور اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔

البیرہ پر قبضہ: پھر سلطان ظاہر نے بندقداری کو ہدایت کی کہ وہ عزیزیہ اور اشرفیہ کے گروہوں کو گرفتار کر لے۔ مگر وہ صرف اشرفیہ کے سردار بقری کو گرفتار کر سکا' باقی لوگ بھاگ گئے اور انہوں نے بغاوت کا اعلان کیا بلکہ شرف الدین برلی نے البیرہ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں اس نے محاذ بنا کر ان تاتاریوں پر حملے کرنے شروع کیے جو فرات کے مشرقی کنارے پر تھے۔ اس نے انہیں کافی نقصان پہنچایا۔

بغاوت اور اطاعت: سلطان ظاہر نے اس کے خلاف فوجیں جمال الدین یا موحوی کی سرکردگی میں بھیجیں۔ اس نے انہیں شکست دی۔ اس کے بعد سلطان ظاہر سختی اور نرمی دونوں طریقوں سے برلی کو اپنا حامی بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر کار وہ اطاعت کرنے پر آمادہ ہو گیا اور اس نے آنے کی اجازت مانگی۔ لہٰذا ایک شخص فخری اس سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا اور وہ ۶۶۱ھ میں دمشق میں اس سے ملا۔ پھر اس نے سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان نے اسے بخشش سے مالا مال کر دیا

اور اس کے ساتھیوں کو بھی حسب مراتب عطیات دیئے اور اسے اپنا مشیر اور مصاحب بنایا۔ اس کے بعد اسے ہدایت کی کہ وہ البیرہ کے علاقہ سے دست بردار ہو جائے چنانچہ اس نے یہ علاقہ سلطان ظاہر کے حوالے کر دیا اور سلطان نے اس کے معاوضہ میں دوسرا علاقہ دیا۔

مغیث پر فوج کشی: سلطان ظاہر جب ۶۶۰ھ میں شام سے واپس جا رہا تھا تو اس نے بدر الدین ایدمری کی قیادت میں ایک لشکر شوبک کی طرف بھیجا' جس نے شوبک کو فتح کر لیا۔ سلطان نے اس کا حاکم بدر الدین بلبان خصی کو مقرر کیا اور پھر وہ مصر کی طرف واپس چلا گیا۔

اس وقت الکرک میں اس کے حاکم مغیث کے پاس کردوں کا ایک گروہ تاتاریوں کے حملوں سے شہر زور سے بھاگ کر آ گیا تھا۔ اس نے ان کردوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا اور انہیں شوبک اور اس کے گرد و نواح کے مقامات پر حملہ کرنے کے لئے بھیج رکھا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے مغیث کی سرکوبی کے لئے الکرک فوجیں بھیجیں۔ اس نے اظہار اطاعت کیا اور کردوں کے لئے پناہ طلب کی۔ لہٰذا سلطان نے ان کی اطاعت قبول کر کے کردوں کو پناہ دے دی اور وہ اس کے پاس پہنچ گئے۔

مغیث کا قتل: پھر سلطان نے ۶۶۱ھ میں الکرک کی طرف فوج کشی کی۔ اس نے مصر پر اپنا نائب سنجر علی کو بنایا اور غزہ پر بھی اپنا نائب مقرر کیا وہاں سلطان سے مغیث کی والدہ نے ملاقات کی اور اس سے اپنے فرزند کے لئے رحم اور جاں بخشی کی درخواست کی اور اس کی ملاقات کے لئے اجازت طلب کی۔ سلطان نے اس کی باتیں مان لیں اور بیسان کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد مغیث ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور اسی وقت اقسنقر فارقانی کے ساتھ اسے قاہرہ روانہ کر دیا جہاں کچھ عرصے کے بعد اسے قتل کر دیا۔

الکرک پر قبضہ: سلطان نے الکرک پر عز الدین ایدمر کو حاکم مقرر کیا (اس سے پہلے) اس نے نور الدین بیسری کو وہاں بھیجا تاکہ وہ الکرک کے باشندوں کے لئے امن و امان کا اعلان کرے اور وہاں کا نظم و نسق درست کرے۔ سلطان خود طور کے علاقے میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب بیسری نے وہاں کا انتظام درست کر لیا تو وہ اس کے پاس لوٹ آیا۔ سلطان وہاں سے بیت المقدس پہنچا اور مسجد کی تعمیر کا حکم دے کر مصر روانہ ہو گیا۔

سلطنت حمص کا خاتمہ: (یہاں آ کر) سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ حمص کا حاکم موسیٰ الاشرف بن ابراہیم فوت ہو گیا ہے۔ جو اسد الدین شیرکوہ اعظم کی اولاد میں سے تھا۔ یہ سلطنت اسے اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی تھی۔ یہ علاقہ نور الدین عادل زنگی نے اس کے جد امجد اسد الدین شیرکوہ کو عطا کیا تھا' اور اس وقت سے اس کی اولاد اس پر حکومت کرتی رہی۔ البتہ ۶۴۶ھ میں ناصر یوسف حاکم حلب نے یہ علاقہ اس سے چھین کر اس کے بدلے میں تل باشر کا علاقہ دے دیا تھا مگر ہلاکو نے (فتح کرنے کے بعد) یہ علاقہ حمص اسے لوٹا دیا تھا۔ سلطان ظاہر نے بھی اس کی حکومت بحال رکھی' اور جب وہ ۶۶۱ھ میں فوت ہو گیا تو یہ علاقہ سلطان ظاہر کی عملداری میں شامل ہو گیا اور اس علاقے سے بھی ایوبی خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

تاتاریوں کی شکست: ۶۶۳ھ میں تاتاریوں کی فوجیں ایک مغل سپہ سالار کی قیادت میں البیرہ پر حملہ آور ہوئیں اور اس

کا محاصرہ کرلیا۔ انہوں نے مجانیق (قلعہ شکن آلات) بھی نصب کردیے تھے (یہ حالت دیکھ کر) سلطان ظاہر نے ایک ترک جرنیل کی سرکردگی میں جس کا نام اوغان تھا (ان کے مقابلے کے لئے) فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ وہ اسی سال کے موسم بہار میں روانہ ہوئیں۔ ان کے پیچھے سلطان بھی (فوجیں لے کر) روانہ ہوا اور غزہ پہنچ گیا۔ جب وہ فوجیں البیرہ پہنچیں اس وقت دشمن اس کا محاصرہ کررہا تھا۔ سلطانی فوجوں کے مقابلے میں تاتاریوں کا لشکر بھاگ گیا اور اُسے شکست ہوئی۔ یہ اپنا سب ساز وسامان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ جسے (سلطانی) لشکر نے لوٹ لیا تھا۔

فتح قیساریہ وحیفا: اس وقت سلطان نے غزہ سے کوچ کیا اور قیساریہ کا قصد کیا۔ جو فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔ سلطان وہاں اسی سال کے دس جمادی الاوّل کو پہنچا اور وہاں کے باشندوں کو جنگ کی دعوت دے کر شہر پر مجانیق نصب کرادیں' پھر وہ شہر کے اندر گھس گیا تو وہاں کے لوگ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے اس نے قلعہ کا پانچ دن تک محاصرہ کیا' پھر قلعہ کو بھی بزور شمشیر فتح کرلیا اور فرنگی وہاں سے بھاگ گئے۔ پھر سلطان ایک معمولی لشکر لے کر گردونواح کے علاقے پر غارت گری کرنے لگا اور ایک لشکر حیفا کی طرف بھیجا۔ اس لشکر نے اسے بھی فتح کرلیا اور شہر حیفا اور اس کے قلعے کو ایک دن کے اندر تباہ وبرباد کردیا گیا۔

فتح ارسوف: سلطان نے پھر ارسوف پر فوج کشی کی اور یکم جمادی الآخر کو اس پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اسے بھی فتح کرلیا۔ وہاں جو فرنگی فوجیں مقیم تھیں' انہیں گرفتار کر کے الکرک کی طرف بھیج دیا۔ اس کی فصیلوں کا کام (مرمت کرنے کے لئے) اس نے اپنے امراء میں بانٹ دیا اور انہوں نے ان کی مرمت اور درستی کی۔

مفتوحہ علاقوں کی تقسیم: سلطان نے ان جنگوں میں جو دیہات' جاگیریں اور اراضی حاصل کی تھیں وہ سب اپنے ان امراء میں تقسیم کردیں جو اس کے ساتھ تھے۔ ایسے امراء کی تعداد باون تھی۔ اس بارے میں سلطان نے ایک تحریری حکم بھی صادر کیا تھا۔ اس کے بعد وہ مصر لوٹ گیا۔

ہلاکو کی موت: اسی سال کے موسم بہار میں سلطان کو تاتاریوں کے بادشاہ ہلاکو کی موت کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا فرزند ابغا اس کے بجائے بادشاہ ہوا ہے اور اس کے شمالی علاقہ کے حاکم سلطان برکہ کے درمیان خانہ جنگی ہورہی ہے۔

انسداد فتنہ وفساد: سلطان نے مصر پہنچتے ہی شمس الدین سنقر رومی کو گرفتار کر کے اسے مقید کرلیا۔ اس کی فوج کشی سے پہلے عیسیٰ بن مہنا کے درمیان فتنہ وفساد ہورہا تھا اور اس کے بعد زامل ہلاکو کے پاس پہنچ گیا بعد ازاں اس نے سلطان ظاہر سے پناہ کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان نے اسے پناہ دے دی اور وہ اپنے قبائل کے پاس لوٹ آیا۔

جنگ طرابلس وصفد: طرابلس (شام) فرنگیوں کے قبضے میں تھا وہاں کا حاکم سمند بن البرنس اشتر تھا۔ انطاکیہ پر بھی اس کی حکومت تھی سلطان ظاہر کو یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ جنگ کرنے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ سلطان کے نائب علم الدین سنجر باشقر نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ اس لئے سلطان نے خود جہاد کرنے کی تیاری کی اور مصر سے ماہ شعبان ۶۶۴ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ (اس لئے سلطان نے خود جہاد

کرنے) کی تیاری کی اور مصر سے ماہ شعبان ۶۶۶ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس نے اپنے فرزند سعید علی کو قلعہ میں عز الدین اید مرحلی کی نگرانی میں چھوڑا۔ سلطان نے اپنے فرزند سعید کو ۶۶۲ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔

جب سلطان غزہ پہنچا تو اس نے سیف الدین قلادن کی قیادت میں وہاں سے فوجیں بھیجیں اس نے طرابلس کے قلعوں اور قلعہ حلب وعراق پر حملہ کیا۔ آخر کار وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور فوجوں نے کوچ کیا۔

فتح صغد سلطان نے خود صغد کی طرف فوج کشی کی اور اس کا دس دن تک محاصرہ کیا۔ پھر اسی سال کی ۲۰ رمضان المبارک کو اس کے اندر گھس کر حملہ کیا اور وہاں جو فرنگی موجود تھے انہیں جمع کیا اور پھر ان سب کا صفایا کر دیا اور وہاں محافظ فوجیں مقرر کیں اور ان کے لئے سرکاری رجسٹر میں باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔ پھر وہ دمشق لوٹ آیا۔

ارمینیہ کے حالات

اس قوم کا نسب نامہ یہ ارمنی باشندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کی نسل سے ہیں۔ وہ قومیل بن ناحور کی اولاد سے ہیں اور ناحور تارح کا فرزند ہے جنہیں قرآن کریم میں آزر کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ ناحور حضرت ابراہیم کے بھائی تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرج قوم ارمینیوں کے بھائی ہیں۔ ارمینیہ کا علاقہ انہی ارمن قوم کی طرف منسوب ہے۔ ان کا آخری علاقہ وہ درے اور راستے ہیں جو حلب کے علاقہ کے قریب ہیں۔ اس کا مرکزی مقام سیس ہے اور ان کے بادشاہ کا لقب نکفور ہے۔

شاہ ارمن سے تعلقات: ملک کامل اور صلاح الدین کے زمانے میں ان دروں اور راستوں کا حاکم انہی کا بادشاہ تھا جس کا نام قلیج بن الیون تھا۔ سلطان عادل نے اس سے امداد طلب کی تھی اور اس کے لئے جاگیر مقرر کی تھی اور وہ اس کے ساتھ فوج کشی میں شامل ہوتا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اس کے ساتھ مصالحت کر رکھی تھی۔

شاہ ارمن کی شکست: ہلاکو اور تاتاریوں کے زمانے میں ان کا بادشاہ ہیثوم بن قسطنطین تھا۔ غالباً وہ قلیج کی اولاد میں سے تھا یا اس کا رشتہ دار تھا۔ جب ہلاکو نے عراق اور شام کو فتح کر لیا تو ہیثوم نے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی' اس لئے اس نے اس کی سلطنت برقرار رکھی۔ پھر اس نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ شام کے شہروں پر حملہ کرے۔ بلاد روم کے حاکم نے بھی اسے امداد دی اور وہ ۶۶۲ھ میں عرب کے قبیلہ بنو کلاب کو لے کر فوج کشی کے لئے روانہ ہوا اور یہ سب لوگ سیس پہنچ گئے۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے حماۃ و حمص کی فوجوں کو تیار کر کے ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ یہ لشکر انہیں شکست دے کر اپنے وطن واپس آ گیا۔

سیس پر حملہ: جب سلطان ۶۶۴ھ میں طرابلس کی جنگ سے فارغ ہو کر لوٹا تو اس نے سیس اور ارمن شہروں پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ اس کے سپہ سالار سیف الدین قلادون اور حاکم حماۃ منصور تھے۔ چنانچہ وہ فوج لے کر روانہ ہو گئے۔

ارمنوں کی تباہی: ارمنوں کا بادشاہ ہیثوم بہت خوفزدہ ہو گیا تھا اس لئے اس نے اپنے فرزند کیقومس کو تخت پر بٹھا دیا تھا اور خود راہب بن گیا تھا' چنانچہ کیقومس نے ارمنوں کو اکٹھا کیا اور ان سب کو لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا

بھائی اور چچا بھی تھے۔ مسلمانوں نے ان پر سخت حملہ کیا اور ان کے بہت سے افراد قتل کر دیئے گئے اور باقی لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ کا بھائی اور چچا بھی مارے گئے۔ مسلمانوں کی فوج نے ان کے شہروں کا صفایا کر دیا اور سیس کے شہر میں گھس کر اسے تباہ کر دیا۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت اور جنگی قیدی حاصل کر لیے تھے۔ اس لئے جب وہ لوٹ کر پہنچے تو سلطان ظاہر نے قارا کے مقام پر ان کا استقبال کیا اور ان کے پاس بے شمار مال غنیمت دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔

خانہ بدوش قبائل کا صفایا: وہاں کی رعایا نے سلطان سے یہ شکایت کی کہ خانہ بدوش گزرنے والے قبائل ان پر بہت مظالم کرتے ہیں اور وہ عکا کے فرنگیوں سے جو چیزیں حاصل کرتے ہیں اسے وہ فروخت کر دیتے ہیں۔ اس پر سلطان نے حکم دیا کہ ان قبائل کا صفایا کیا جائے۔ چنانچہ مسلمان فوجیوں نے انہیں قتل کر دیا اور باقی جو بچے انہیں گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لیا۔

شاہ ارمن کی گرفتاری: پھر سلطان ظاہر مصر آیا اور اس نے کیقومن شاہ ارمن کو رہا کر دیا اور اس سے اس کے شہر کے بارے میں مصالحت کر لی مگر وہ سلطان کے پاس ہی رہا۔ آخر کار اس کا زر فدیہ بھیجا گیا اور اس کے بدلے میں بہت مال و دولت اور قلعے دینے کی پیش کش کی تھی۔ مگر سلطان ظاہر نے انہیں لینے سے انکار کیا اور یہ شرط رکھی کہ ان مسلم امراء کو رہا کیا جائے جنہیں ہلاکو حلب کے قید خانے سے نکال کر لے گیا تھا۔ ان میں سنقر اشقر اور اس کے ساتھی شامل تھے۔ لہٰذا انکفور نے ہلاکو کو ان کی (رہائی) کے بارے میں پیغام بھیجا تو ہلاکو نے انہیں بھیج دیا۔

ارمینیہ کے قلعوں کی تسخیر: اس کے بعد سلطان ظاہر نے اپنے فرزند کو بھیجا کہ وہ شوال کی پندرہویں تاریخ کو ان قلعوں پر قبضہ کر لے جو زر فدیہ کے طور پر دیئے گئے تھے۔ ان میں سب سے بڑے اور مستحکم قلعے مرزبان اور رعبان کے قلعے تھے۔

اشقر کی آمد: (اتنے میں) سنقر اشقر (اچانک) سلطان ظاہر کی خدمت میں دمشق پہنچ گیا اور اس کے جلوس میں شریک ہو گیا (اس سے پیشتر) اس کی آمد کا کسی کو علم نہیں ہو سکا تھا۔ سلطان نے اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس کے منصب کو بلند کر کے ترقی دی اور اس کی گزشتہ خدمات کا لحاظ رکھا۔

ہیثوم کی موت: ہیثوم (شاہ ارمن) ۶۶۰ھ میں فوت ہو گیا تھا۔

تجدید جامع ازہر: جب سلطان طرابلس کی جنگ سے (فارغ ہو کر) مصر لوٹا تو اس نے جامع ازہر کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ یہاں خطبہ جمعہ پڑھا جائے۔ یہ جامع ازہر ایک سو سال سے ویران پڑی ہوئی تھی۔ جب (فاطمی) شیعوں نے قاہرہ کا شہر بسایا تو ان کی یہ پہلی مسجد تھی جو انہوں نے تعمیر کرائی تھی۔

فرنگیوں کے خلاف جہاد: (اتنے میں) سلطان کو تاتاریوں (کے حملے) کی خبر ملی تو وہ دمشق روانہ ہوا مگر یہ خبر صحیح نہیں نکلی۔ اس لئے وہاں سے وہ صفد کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے روانہ ہوتے وقت اس نے ازہر کی تعمیر کا حکم دے دیا تھا۔ اسی زمانے میں اسے اطلاع ملی کہ اہل شقیف نے سرحدوں پر یلغار کر دی ہے۔ اس لئے وہ وہاں پہنچا اور عکا پر حملے کئے اور وہاں کے میدانوں کو روند ڈالا۔ آخر کار فرنگیوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ جس طرح چاہے صلح کر لے۔ سلطان نے یہ شرط

رکھی کہ صیدا کی تقسیم کی جائے یا شقیف کا قلعہ تباہ کر دیا جائے اور جن مسلمان تاجروں کو انہوں نے گرفتار کر لیا ہے انہیں رہا کیا جائے اور جن مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے ان کی دیت (خون بہا) ادا کی جائے۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی مگر انہوں نے (مذکورہ) شرائط پر عمل نہیں کیا' اس لئے وہ ان کے خلاف جہاد کے لئے روانہ ہوا اور ماہ جمادی الاولیٰ ۶۶۶ھ میں فلسطین پہنچا اور وہاں سے شقیف کا محاصرہ کرنے کے لئے اس نے فوجیں روانہ کیں۔

اس کے بعد یہ خبر ملی کہ یافا کا فرنگی حاکم مر گیا ہے اور اس کے بجائے اس کا فرزند حاکم ہوا ہے چنانچہ اس کے قاصد سلطان کے پاس اس مقصد کے لئے آئے کہ وہ اس کے ساتھ صلح کر لے۔ مگر سلطان نے انہیں قید کر کے صبح سویرے یافا پر حملہ کر دیا اور اس میں گھس گیا۔ شہر والے قلعہ میں جا کر پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار سلطان نے ان کو پناہ دی (اور قلعہ کو فتح کر کے) اسے تباہ و برباد کر دیا۔

یافا کی تعمیر: جب فرنگیوں نے ۴۹۳ھ میں سواحل شام اور اس کے شہروں کو فتح کیا تھا تو اس وقت ایک فرنگی بادشاہ صنکل نے یافا کا شہر تعمیر کرایا۔ اس کی عمارتوں کی تکمیل ریدافرنس نے کی جو دمیاط کی جنگ میں گرفتار ہو گیا تھا اور پھر اس نے مصر میں دار ابن لقمان کے قید خانے سے رہائی حاصل کی تھی۔

سلطان: پھر قلعہ شقیف کی طرف واپس آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر پناہ دے کر اس کو فتح کر لیا۔ بعد ازاں سلطان نے طرابلس کے گرد و نواح میں فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے ان علاقوں کا صفایا کر دیا اور ان کی بستیوں اور گرجوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

طرطوس کے حاکم نے نہایت عجلت کے ساتھ سلطان کی اطاعت قبول کی اور اس کی فوجوں کے لئے خوراک کا ذخیرہ بھیجا اور اس کے پاس جو تین سو یا اس سے زیادہ (مسلمان) قیدی تھے انہیں رہا کر دیا۔

اس کے بعد سلطان انطاکیہ پر حملہ کرنے کے لئے حمص اور حماۃ آیا اور اس نے سیف الدین قلاوون کو فوجیں دے کر بھیجا۔ چنانچہ اس نے ماہ شعبان میں انطاکیہ پر حملہ کیا حماۃ کا حاکم منصور اور بحریہ کی وہ جماعت بھی اس حملہ میں شریک ہوئی جو جنگل بیابانوں میں عرب قبائل کے ساتھ رہتی تھی۔

انطاکیہ کی تاریخ: اس وقت انطاکیہ کا حاکم سمند بن تیمرہ تھا۔ اسلام سے پہلے یہ شاہ روم کا مرکزی مقام تھا' اس کی بنیاد یونان کے ایک بادشاہ انطیخس نے ڈالی تھی۔ اس کی نسبت سے یہ "انطاکیہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بعد یہ شہر رومیوں کے قبضے میں آ گیا (اسلامی فتوحات کے آغاز میں) مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا تھا۔ جب فرنگی فوجیں ۴۹۱ھ میں ساحل شام پر پہنچیں تو یہ ان کے قبضے میں آ گیا تھا۔ پھر سلطان صلاح الدین نے پرنس ارناط سے یہ شہر چھین لیا تھا جب کہ سلطان (مذکور) نے اسے جنگ حطین میں قتل کر دیا تھا۔ جیسا کہ اس کا حال بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد فرنگیوں نے پرنس اشتری کی قیادت میں جو میرے خیال میں صنکل ہے اس شہر کو دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔

جب سلطان ظاہر طرابلس کے مقام کا محاصرہ کر رہا تھا تو شاہ ارمن ہیثوم کا چچا کند اصطبل وہاں تھا' وہ اس واقعہ کے بعد وہاں سے بھاگ گیا تھا اور اب انطاکیہ میں (اس کے حاکم) سمند کے پاس مقیم تھا۔ وہ اپنی فوجیں لے کر سلطان ظاہر سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ کند اصطبل کو اس مقصد کے لئے گرفتار کیا گیا کہ وہ اہل انطاکیہ کو

اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ مگر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی۔ پھر وہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو مسلمان زبردستی شہر میں گھس آئے اور وہاں خوب قتل و غارت کی۔ وہاں کے بچے کچھے لوگوں نے قلعہ میں پناہ لی اور آخرکار پناہ حاصل کر کے وہاں سے نکل گئے۔

سلطان ظاہر نے انطاکیہ کے حاکم کو جو طرابلس میں تھا' اس کی اطلاع دی' کندا اصطبل اور اس کے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا گیا اور انہیں شاہ ارمن ہیثوم کے پاس سیس بھیج دیا گیا۔

اب سلطان نے مالِ غنیمت کو اکٹھا کر کے اسے تقسیم کرا دیا۔ پھر قلعہ انطاکیہ میں آگ لگوا کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔ بغراس کے حاکم نے پناہ طلب کی تو اس کے پاس سلطان نے اپنے (استاد الدار) سنقر فارقی کو بھیجا۔ جس نے بغراس پر قبضہ کر لیا۔

عکا کے حاکم نے جو حاکم قبرص کا بھانجا تھا' سلطان ظاہر کو صلح کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا سلطان نے اس سے دس سال کی مدت کے لئے صلح کر لی۔ پھر سلطان مصر چلا گیا۔ وہاں وہ بقر عید کے دوسرے دن پہنچا۔

تاتاریوں سے صلح: ۶۶۷ھ میں سلطان نے سواحل شام پر صلیبی فرنگیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مصر سے فوج کشی کی۔ اس نے مصر میں عزالدین ایدمر حلی کو اپنے فرزند اور ولی عہد سعید کا نگران مقرر کیا۔ وہ ارسوف کے مقام تک پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ابغا بن ہلاکو کی طرف سے قاصد بھیجے گئے ہیں کہ وہ شاہِ روم نقفور کے پاس پہنچے تھے اس نے انہیں ان کی طرف بھیج دیا۔ سلطان نے حلب کے ایک امیر کو بھیجا تا کہ وہ ان قاصدوں کو اس کے سامنے پیش کرے (جب وہ قاصد خط لے کر آئے تو) سلطان نے ابغا (بن ہلاکو) کا خط پڑھا۔ جس میں نقفور کی مفاہمانہ کوشش کا ذکر تھا۔ سلطان نے خط کا جواب دے کر قاصدوں کو لوٹا دیا اور اپنے امراء کو مصر جانے کی اجازت دے دی اور خود دمشق لوٹ گیا۔ پھر وہ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ قلعوں پر حملہ کرنے کے لئے گیا۔

پوشیدہ سفر: اس عرصے میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ ایدمر حلی مصر میں فوت ہو گیا ہے لہٰذا وہ خربتہ اللصوص میں خیمہ زن ہوا' اور پوشیدہ طور پر بھیس بدل کر وہ ترکمانوں کی تھوڑی سی فوج کے ساتھ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو سرعت کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے (مصر جانے) کی یہ خبر اپنے محاذ کی فوج سے پوشیدہ رکھی تھی۔ وہاں اس نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ بیماری کی وجہ سے وہ خیمہ کے اندر آرام کرے گا۔ سلطان بدھ کی رات کو مصر کے قلعہ پہنچ گیا۔ قلعہ کے محافظ اسے نہیں پہچان سکے۔ آخرکار (کسی تدبیر سے) وہ داخل ہوا تو اس وقت انہوں نے شناخت کر لیا۔ جمعرات کے دن سلطان میدان میں پہنچا تو لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ پھر سلطان نے وہاں جو ضروری کام کرنا تھا وہ پورا کیا اور دوشنبہ کی رات شام کو روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ جمعہ کی شب کو ۱۹ شعبان کو اپنے خیمے میں (پوشیدہ طور پر) پہنچ گیا۔ اس کی آمد پر امراء بہت خوش ہوئے۔

بعد ازاں سلطان نے مختلف سمتوں کی طرف فوجیں بھیجیں' انہوں نے صوبہ پر حملہ کیا اور ایک مقام پر قبضہ کر لیا۔ وہ کرکو کے میدانوں میں پہنچے۔ اور اس کا صفایا کر دیا۔ یہ فوجیں بہت زیادہ مالِ غنیمت حاصل کر کے لوٹ آئیں۔

صہیون کے حکام: سلطان صلاح الدین نے جب صہیون کو فتح کیا تھا تو اس وقت ۵۸۴ھ میں ناصر الدین منکبرس کو یہ

مقام دے دیا تھا اور اس کی وفات تک یہ اس کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مظفر الدین عثمان اس کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند سیف الدین عثمان صہیون کا حاکم رہا۔ اس عرصے میں مصر میں ترک خود مختار حاکم بن گئے تو سیف الدین نے اپنے بھائی عماد الدین کو ۶۶۰ھ میں تحفے دے کر سلطان ظاہر بیبرس کی خدمت میں بھیجا سلطان نے اس کے تحائف قبول کر لئے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

صہیون پر قبضہ: سیف الدین ۶۶۹ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے (مرنے سے پہلے) اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ صہیون سلطان ظاہر کے حوالے کر دیں چنانچہ اس کے دو فرزند سابق الدین اور فخر الدین سلطان کے پاس مصر آئے۔ سلطان نے ان دونوں کی تعظیم و تکریم کی اور انہیں انعام دیا۔ پھر سلطان نے ایک فرزند سابق الدین کو اپنی طرف سے صہیون کا حاکم مقرر کیا۔ وہ بدستور وہاں حکومت کرتا رہا' تا آنکہ جب سنقر اشقر نے سلطان منصور کے زمانے میں دمشق میں بغاوت اختیار کی تو اس نے اس وقت صہیون پر بھی قبضہ کر لیا۔

حاکم مکہ معظمہ کا تقرر: سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ ابونمی بن ابوسعید بن قتادہ اپنے چچا ادریس بن قتادہ پر غالب آ گیا ہے اور وہ مکہ معظمہ کا خود مختار حاکم بن گیا ہے' مگر اس نے سلطان ظاہر کے نام کا خطبہ (مساجد میں پڑھوانے) کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا سلطان نے اپنی طرف سے اسے مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

سلطان کا حج: سلطان نے ۶۶۷ھ میں حج کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی خامیوں کو دور کیا' اور ان کی ضرورتیں پوری کیں اور اپنے استاد الدار اقسنقر فارقانی کی قیادت میں فوجیں دمشق کی طرف روانہ کیں' پھر سلطان نے سیر و شکار کا بہانہ کر کے الکرک کا قصد کیا اور شوبک پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے بتاریخ ۱۱ ذوالقعدہ (حج کا) سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں سے درود و سلام پیش کرنے کے بعد احرام باندھا۔ سلطان بتاریخ ۵ ذوالحجہ مکہ معظمہ پہنچا۔ اس نے خانہ کعبہ کا غسل اپنے ہاتھ سے کرایا اور اس کے لئے پانی اپنے کندھے پر لے کر گیا۔ پھر اس نے تمام مسلمانوں کو اس کے اندر آنے کی اجازت دی۔ سلطان نے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے حج کے باقی مراسم ادا کئے۔

اہل حجاز سے حسن سلوک: سلطان نے شمس الدین مروان کو مکہ معظمہ کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس نے امیر ابونمی اور حاکم ینبع و خلیص و دیگر شرفائے حجاز کے ساتھ اچھا سلوک کیا' اس نے حاکم یمن کو لکھا کہ " میں مکہ معظمہ میں ہوں اور میں وہاں سترہ قدم میں پہنچ گیا ہوں"۔

مصر کی طرف واپسی: سلطان ماہ ذوالحجہ کی ۱۳ تاریخ کو مکہ معظمہ سے رخصت ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ پھر وہ سال کے آخری دنوں الکرک پہنچ گیا۔ وہ دمشق ۶۶۸ھ میں نئے سال کی پہلی تاریخ کو پہنچا (وہاں سے) جب وہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے روانہ ہوا تو اس نے امیر اقسنقر کی قیادت میں فوجوں کو مصر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ جب وہ زیارت سے فارغ ہوا تو وہ تل العجول کے مقام پر اپنی فوجوں کے ساتھ شامل ہو گیا اور اسی سال کی تاریخ ۳ صفر کو (قاہرہ کے) قلعہ میں پہنچ گیا۔

فرنگیوں اور تاتاریوں کا متحدہ حملہ: تاتاریوں کا ایک حاکم صمغان' بلاد الروم میں مقیم تھا اور وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے فرنگیوں کے ساتھ خط وکتابت کر کے شامی شہروں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ صمغان (اس باہمی سازش کے مطابق) اپنی فوجیں لے کر پہنچ گیا اور اس نے حلب کے گردونواح میں عرب قبائل کی بستیوں پر حملہ کیا۔

حملہ کا مقابلہ: ۶۶۸ھ میں جب سلطان ظاہر اسکندریہ کے قریب شکار کر رہا تھا' تو اسے یہ اطلاع پہنچی وہ اسی وقت روانہ ہو کر غزہ پہنچا۔ پھر وہاں سے دمشق آیا۔ تاتاری فوجیں (اس کی آمد کی خبر سنتے ہی) بھاگ گئیں۔ وہ پھر عکا روانہ ہوا اور اس کے گردونواح کا صفایا کر دیا اور قتل عام کیا۔ یہی طریقہ اس نے حصن الاکراد میں اختیار کیا۔ پھر وہ ماہ رجب کے آخر میں دمشق لوٹ آیا۔ وہاں سے مصر جاتے ہوئے وہ عسقلان کے پاس سے گزرا تو اس نے اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کا نام ونشان مٹا دیا۔

فرنگی بادشاہوں کا اجتماع: مصر پہنچ کر سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ فرنیس لوئس بن لوئس شاہ انگلستان شاہ سکاٹ لینڈ بادشاہ نودل' شاہ برشلونہ' ہور بدراکون اور فرنگی بادشاہوں کی ایک بڑی جماعت بحری بیڑوں میں صقلیہ (سسلی) پہنچے ہیں اور انہوں نے جنگی کشتیاں اور سامانِ جنگ کثرت کے ساتھ تیار کرنا شروع کیا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ (حملہ کرنے کے لئے) کہاں جا رہے ہیں۔

سرحدوں کی حفاظت: (یہ سن کر) سلطان ظاہر نے ملک کی سرحدوں اور ساحلوں کی حفاظت کا خاص انتظام کیا اور اس نے بھی بحری بیڑے اور جنگی کشتیاں بکثرت تیار کرنی شروع کیں۔ پھر صحیح خبر یہ آئی کہ وہ تونس کی طرف جا رہے ہیں چنانچہ ان کا یہ حال ہم تونس کی حنفیہ سلطنت کے حالات میں بیان کریں گے۔

فتح حصن الاکراد: ۶۶۹ھ میں سلطان فرنگیوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے امیر قلادون کی نگرانی میں اپنے فرزند سعید کو فوجیں دے کر مرقد کی طرف بھیجا اور بعلبک میں (فوجیں دے کر) خزندار کو روانہ کیا اور خود وہ طرابلس کی طرف (فوج کے ساتھ) روانہ ہوا۔ ان سب فوجیوں نے ان علاقوں کو روند ڈالا اور وہ اسی سال بتاریخ ۱۰ شعبان حصن الاکراد پہنچے۔ سلطان نے اس کا دس دن تک محاصرہ کیا۔ اس کے بیرونی علاقے تباہ کر دیئے گئے اور فرنگی طرف اس کے قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار وہ ہتھیار ڈال کر اپنے شہروں کی طرف چلے گئے اور سلطان نے ان قلعوں کو فتح کر لیا۔ اس نے صاحب الاسبتار کو فتح کی اطلاع دی تو اس نے مصالحت کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ طرطوس اور مرقب کے لئے صلح نامہ منظور ہو گیا۔ سلطان نے حصن الاکراد میں کثیر محافظ فوجوں کے لئے خوراک کا ذخیرہ جمع کرا دیا۔

دیگر فتوحات: حصن الاکراد سے روانہ ہو کر سلطان عکا کے قلعہ پر حملہ کیا اور اس کا سخت محاصرہ کیا۔ آخر کار وہاں کے باشندوں نے پناہ حاصل کی اور سلطان نے اسے فتح کر لیا۔

عیدالفطر کے بعد سلطان طرابلس پہنچا اور وہاں گھمسان کی جنگ کی۔ آخر کار اس کے فرنگی حاکم پرنس نے صلح کی درخواست کی تو سلطان نے اس کے ساتھ دس سال کے لئے صلح کر لی اور دمشق لوٹ آیا۔

بعدازاں سلطان نے شوال کے آخر میں علیقہ کی طرف فوج کشی کی۔ اس نے اس شرط پر پناہ دے کر قلعہ فتح کیا کہ وہاں کے باشندے مال و دولت اور ہتھیار چھوڑ کر چلے جائیں۔ قبضہ کرنے کے بعد اس نے قلعہ کو گرا دیا اور لجون کی طرف روانہ ہو گیا۔

صور کے حاکم نے بھی اس شرط کے ساتھ مصالحت کی کہ وہ پانچ قلعے سلطان کے حوالے کر دے گا۔ چنانچہ سلطان نے دس سال کے لئے اس سے مصالحت کی اور ان قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے اپنے نائب مصر کو لکھا کہ وہ دس جنگی کشتیاں تیار کر کے قبرص (کے جزیرہ) کی طرف بھیجے۔ چنانچہ اس نے ایسی کشتیاں تیار کیں اور وہ ایک رات میں قبرص پہنچ گئیں۔

فرقۂ اسماعیلیہ کے حالات: فرقہ اسماعیلیہ شام کے چند قلعوں میں رہتا تھا جو انہوں نے فتح کر رکھے تھے۔ وہ قلعے یہ تھے۔ مصیاف، علیقہ، الکہف، صیقہ، قدموس۔

سلطان ظاہر کے زمانے میں ان کا سردار نجم الدین شعرانی تھا۔ سلطان ظاہر نے اسے اپنی طرف سے حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ مگر ایک دفعہ اس نے سلطان سے ملاقات کرنے میں تاخیر کی تو اسے معزول کر دیا گیا تھا اور اس کے بجائے خادم الدین بن الرضا کو اس شرط پر حاکم کیا گیا کہ وہ قلعہ مصیاف سلطان کے حوالے کر دے۔ چنانچہ اس کے ساتھ فوجیں بھیجی گئیں (تاکہ وہ اس سے قلعہ حاصل کر لیں) چنانچہ قلعہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔

جب سلطان ۶۶۸ھ میں حصن الاکراد پر حملہ کر رہا تھا تو اس موقع پر نجم الدین شعرانی اس کے پاس آیا۔ وہ اس وقت بہت بوڑھا ہو چکا تھا (اس نے گزشتہ غلطیوں کی) معذرت پیش کی جسے سلطان نے قبول کر لیا اور اس پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے (اسماعیلیوں کے قلعوں کی) حکومت اس کے اور ابن الرضا کے درمیان تقسیم کر دی اور ان دونوں پر ایک لاکھ بیس ہزار درہم سالانہ ٹیکس مقرر کیا جو انہیں ادا کرنا ہوگا۔

اسماعیلی قلعوں کی تسخیر: ۶۶۹ھ میں جب سلطان حصن الاکراد کو فتح کرنے کے بعد وہاں سے گزرا تو اس نے اسی سال شوال کی پندرہویں تاریخ کو خادم الدین ابن الرضا کے قبضے سے علیقہ کا قلعہ چھین لیا اور وہاں اپنی محافظ فوجیں مقرر کر دیں۔ وہاں سے وہ البیرہ کے مقام پر تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اسماعیلیوں نے اپنے مقبوضہ قلعے بھی اس کے نائب کے حوالے کر دیئے ہیں اور انہوں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ یوں اسماعیلیوں کے تمام قلعے سلطان ظاہر کے زیر نگیں آ گئے اور وہاں سے ان کی اسماعیلی تحریک کا خاتمہ ہو گیا۔

تاتاریوں کو مزید شکست: ۶۷۱ھ میں ابغا بن ہلاکو نے اپنے بڑے حاکم اور جرنیل درباری کی قیادت میں البیرہ کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ اس نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا اور اس پر مجانیق نصب کرا دیں۔ اس وقت سلطان دمشق میں موجود تھا۔ اس نے مصر و شام سے فوجیں جمع کیں اور دریائے فرات کی طرف فوج کشی کی۔ اس نے آخری حد تک فوجوں کو تیار کر رکھا تھا۔ اب امیر قلادن فوج لے کر آگے بڑھا اور تاتاریوں کے خیموں تک پہنچ کر ان سے جنگ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاری شکست کھا گئے اور ان کا سپہ سالار مارا گیا۔ سلطان نے اپنی فوجوں سمیت دریائے فرات کو عبور کیا اور ان کے پاس پہنچ گیا۔ چنانچہ وہ خیموں اور ان کے اندر کے تمام ساز و سامان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ البیرہ کے لوگوں نے نکل کر ان کا تمام ساز و

ساماں لوٹ لیا اور انکے محاصرہ کے تمام آلات کو جلا ڈالا۔ سلطان نے اس علاقے میں تھوڑی دیر قیام کیا اور وہاں کے نائب حاکم کو خلعت عطا کیا۔[1]

(تاتاری فوج کا سپہ سالار) درباری شکست کھا کر اپنے بادشاہ البغا کے پاس پہنچا تو بادشاہ اس پر بہت ناراض ہوا اور اس نے اس کی کوئی معذرت قبول نہیں کی۔

ارمینیہ پر فوج کشی: سلطان ظاہر نے ۶۷۳ھ میں ماہ شعبان میں (ارمینیہ کے پائے تخت) سیس پر حملہ کرنے کے لئے مصر سے فوج کشی کی اور وہ ماہ رمضان میں دمشق پہنچ گیا وہاں سے وہ (سیس پر حملہ کرنے کے لئے) روانہ ہوا۔ اس کی اگلی فوجوں کی قیادت امیر قلاؤن اور بدر الدین بیلیک خازندار کے سپرد تھی۔ جب وہ مصیصہ پہنچے تو انہوں نے اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ ان کے پیچھے سلطان بھی (اپنی فوجوں کے ساتھ) پہنچ گیا۔ سلطان نے البیرہ پر تاتاریوں کے حملوں کے ڈر سے وہاں زبردست محافظ فوج متعین کی اور اس کے بعد وہ تمام فوجوں کو لے کر سیس کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے حسام الدین عنتابی اور شام میں عربوں کے حاکم مہنا بن عیسیٰ کو اپنے اپنے علاقوں کی طرف سے تاتاریوں کے شہروں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جب وہ سیس پہنچا تو اس نے اس شہر کو تباہ اور ویران کر دیا۔

سلطان نے فوجی دستے وہاں کے مختلف علاقوں میں بھیجے۔ چنانچہ وہ بانیاس اور اذنہ تک پہنچے اور انہوں نے وہاں کی مختلف سمتوں کو روند ڈالا۔ سلطان بھی ورہ بندر الروم تک پہنچا۔ پھر وہ مصیصہ لوٹ آیا اور اسے جلا ڈالا۔

متبرک مقام کی تسخیر: اس کے بعد سلطان انطاکیہ گیا اور وہاں قیام کیا یہاں تک کہ اس نے مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ پھر اس نے القصر کی طرف کوچ کیا جو فرنگیوں کا مخصوص متبرک مقام تھا۔ کیونکہ اس کی تعمیر کا ان کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا نے حکم دیا تھا جو روم (اٹلی) میں رہتا تھا اور جو پوپ کے نام سے موسوم تھا۔ سلطان نے اس (متبرک مقام) کو بھی فتح کیا۔ وہاں اس کی ملاقات حسام الدین عنتابی اور مہنا بن عیسیٰ سے ہوئی جو دریائے فرات کے پیچھے حملہ کر کے واپس آ رہے تھے۔

حاکم طرابلس سے معاہدہ: اسی زمانے میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ پرنس سند بن بیمند حاکم طرابلس فوت ہو گیا ہے۔ لہٰذا سلطان نے بلیان دوادار کو بھیجا تاکہ وہ اس کے بیٹوں کے ساتھ مصالحت طے کرائے (اس نے جا کر) یہ معاملہ طے کرایا کہ اس کے فرزند سالانہ بیس ہزار دینار اور بیس قیدی بھیجا کریں۔ اس معاہدہ کے موقع پر حاکم قبرص بھی موجود تھا۔ جو پرنس کے فرزندوں کے پاس تعزیت کے لئے آیا ہوا تھا۔ جب دوادار (مصالحت کرا کے) سلطان ظاہر کے پاس آیا تو وہ ماہ ذوالحجہ کی پندرہویں تاریخ کو دمشق لوٹ گیا۔

بلاد الروم پر تاتاری اقتدار: علاء الدین پروانات قلیج ارسلان کے فرزندوں میں سے غیاث الدین کیخسرو پر (اقتدار میں) غالب تھا جو بلاد الروم کا حاکم تھا۔ اس وقت تاتاری بلاد الروم (ایشیائے کوچک) کے تمام علاقوں پر غالب آ گئے تھے انہوں نے پروانات کی نگرانی میں کیخسرو کو برائے نام بادشاہ برقرار رکھا تھا اور اپنی طرف سے ان کا ایک حاکم رہتا تھا جس

[1] یہاں پر کتاب میں بیاض ہے۔ تاریخ ابو الفدا اخبار البشر جلد ۴ صفحہ ۷ میں یوں مذکور ہے: "پھر سلطان وہاں سے لوٹ گیا اور اسی سال بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر مصر پہنچا"۔ (مترجم)

کے پاس تا تاری فوج ہوتی تھی جو ملک کی حفاظت کرتی تھی۔ یہ شحنہ (کوتوال) کے نام سے موسوم تھی۔ بلاد الروم میں تا تاریوں کا پہلا حاکم بیلو تھا جس نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد صغان یہاں کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے بعد تو قو اور تدوان مقرر ہوئے وہ دونوں سلطان ظاہر کے زمانے میں وہاں کی حکومت میں شریک تھے۔ بروانات[1] تا تاریوں سے بیزار تھا۔ کیونکہ وہ اس پر دست درازی کرتے تھے اور ان کا انتظام بہت خراب تھا۔

پوشیدہ خط و کتابت: جب سلطان ظاہر کی حکومت کو مصر و شام میں تقویت حاصل ہوئی تو بروانات کو تا تاریوں پر غالب آنے کی امید نظر آئی اور سلطان کی امداد سے قلیج ارسلان کے خاندان کی دوبارہ سلطنت قائم ہونے کی توقع ہوئی۔ لہٰذا اس نے سلطان سے پوشیدہ طور پر خط و کتابت کی (یہ کام اس وقت شروع ہوا جب کہ) تا تاریوں کے بادشاہ ابغا نے ۶۷۲ھ میں البیرہ کی طرف فوجیں بھیجیں اور سلطان ظاہر (ان کے مقابلہ کے لئے) فوجیں لے کر دمشق سے نکلا تھا۔ اس وقت بروانات نے خط و کتابت کر کے اسے بلوایا تھا۔ جب سلطان حمص میں مقیم تھا تو اس وقت بروانات نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ تا تاریوں کے ساتھ جنگ کرے۔ اس وقت ابغا (تا تاری بادشاہ) نے اسے اپنے پاس طلب کیا تھا۔ مگر اس نے معذرت پیش کی اور پھر بادل ناخواستہ اس نے کوچ کیا تھا۔

امراء نے اس کے بعد یہ لکھا کہ سلطان ظاہر نے بلاد الروم کی طرف اس کی ہدایت کے مطابق فوج کشی کی ہے۔ اس نے پیغام بھیج کر ابغا سے امداد طلب کی۔ چنانچہ اس نے امداد کے لئے مغل فوجیں بھیج دیں اور اسے حکم دیا کہ وہ سلطان ظاہر کا مقابلہ کرنے کے لئے لوٹ آئے' چنانچہ وہ واپس آ گیا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ امراء کی ایک جماعت نے سلطان سے خط و کتاب کی تھی اور اسے آنے کے لئے آمادہ کیا تھا اس پر وہ سب حیران اور پریشان ہوئے اور ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکا۔

تا تاریوں سے مقابلہ: سلطان اسی سال ماہ رجب کو مصر لوٹ گیا اور وہاں ایک سال تک رہا۔ اس عرصے میں تا تاریوں کے بلاد الروم میں حکام شام کی سرحدوں پر پہنچ گئے۔ جب بادشاہ کو ان کی خبریں ملیں تو وہ مصر سے ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں روانہ ہوا اور براہ راست بلاد الروم کا قصد کیا اور دریائے ارزق تک پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے شمس الدین سنقر اشقر کو (فوج دے کر بھیجا' اس کا مقابلہ تا تاریوں کی اگلی فوج سے ہوا اور اس نے انہیں شکست دے دی۔ پھر وہ سلطان کے پاس لوٹ آیا۔

تا تاریوں کا قتل اور گرفتاری: اب (سلطان کی سب فوجیں) روانہ ہوئیں اور بلنشین کے مقام پر ان کا تا تاریوں سے مقابلہ ہوا۔ علاؤ الدین بروانات بھی اپنا لشکر لے کر ان کے ساتھ شامل ہوا۔ اس میں مغل فوجوں کو شکست ہوئی اور امیر تو قو اور تدوان دونوں مارے گئے۔ بروانات اور اس کا بادشاہ کیخسرو دونوں بھاگ گئے' کیونکہ وہ ان سے الگ تھے۔ مغلوں کے بہت سے سردار گرفتار ہوئے ان (گرفتار ہونے والوں) میں سلار بن طغرل' قفچاق اور جاورجی بھی شامل تھے۔ بعد میں

---

[1] بروانات کا اصلی نام سلیمان ہے اور بروانات لقب ہے۔ ان کی زبان میں بروانات حاجب (دربان) کو کہتے ہیں۔ (تاریخ ابو الفداء اخبار البشر ج ۴ صفحہ ۱۰) مترجم۔

علاء الدین بن معین برواناٹ بھی گرفتار ہوا اور ان میں بہت سے لوگ مارے گئے۔

فتح قیساریہ: پھر سلطان نے قیساریہ کی طرف کوچ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ وہاں مقیم ہو کر وہ سلطان برواناٹ کا انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان وہاں ملاقات کا وقت مقرر تھا اور اس نے تاخیر کی تھی۔ پھر وہاں سے سلطان (اپنے ملک) لوٹ گیا۔

سازش کا علم: تاتاریوں کی شکست کی خبر ان کے بادشاہ ابغا کے پاس بھی پہنچ گئی۔ اسے اپنے جاسوسوں کے ذریعے یہ بھی پتہ چلا کہ برواناٹ اور سلطان ظاہر کے درمیان ساز باز تھی۔ اسے برواناٹ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ وہ اسی وقت محاذ جنگ کا معائنہ کرنے کے لئے پہنچا۔

قتل عام: اسے اس بات پر شک و شبہ ہوا کہ مغل مقتولوں کی لاشیں بکثرت ہیں۔ ان کے برخلاف روم کی فوجوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا (اس بات سے متاثر ہو کر) اس نے ان کے شہروں میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ مگر ان کے بہت سے قلعے ناقابل تسخیر ثابت ہوئے۔ لہٰذا اس نے ان کو پناہ دے دی اور پھر وہ واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ برواناٹ بھی تھا۔

برواناٹ کا قتل: سب سے پہلے اس نے اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا پھر اسے چھوڑ دیا تاکہ وہ ملک کی حفاظت کرے مگر (تاتاری) مقتولوں کی بیویوں نے اسی کے دروازے پر چیخنا چلانا شروع کر دیا (انہوں نے برواناٹ کو قتل کرنے کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ وہی ان کے شوہروں کے قتل کا سبب بنا) آخر کار بادشاہ نے ان پر ترس کھایا اور ایک مغل امیر کو بھیجا اس نے برواناٹ کو راستے ہی میں قتل کر دیا۔

سلطان ظاہر کی وفات: جب سلطان بلستین اور قیساریہ میں تاتاریوں سے جنگ کر کے واپس آ رہا تھا تو ماہ محرم ۶۷۶ھ میں وہ بیمار ہو گیا اور اسی مہینے کے آخر میں فوت ہو گیا۔ اسی وقت بیلبک خزندار سلطنت کا نگران تھا۔ اس نے اس کی موت کی خبر کو چھپا کر دفن کر دیا اور فوج لے کر مصر واپس آ گیا۔

برکۃ سعید کی بادشاہت

جب وہ قلعہ میں پہنچا تو اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور برکۃ بن الظاہر کی (بادشاہت کے لئے) ان سے بیعت کرائی اور اس کا لقب سعید رکھا۔ اس کے تھوڑے عرصے کے بعد بیلبک خود بھی فوت ہو گیا تو سلطنت کا انتظام شمس الدین فارقانی کے سپرد ہوا۔ کیونکہ جب سلطان ظاہر شام میں تھا تو وہ مصر کا نائب حاکم رہ چکا تھا۔ اس لئے انتظام سلطنت درست رہا۔

امراء کی گرفتاری: پھر اس نے شمس الدین سنقر الاشقر اور بدر الدین بیسری کو گرفتار کر لیا جو سلطان ظاہر کے مخصوص امراء میں سے تھے۔ ان کے بارے میں اس کے ان گہرے دوستوں نے چغل خوری کی تھی جو اس کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں اس کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہ رذیل قسم کے موالی تھے۔ تاہم وہ اپنے ارادوں کی تکمیل میں ان سے مدد لیتا تھا۔

گرفتاری اور رہائی: جب اس نے ان دونوں امراء کو گرفتار کیا تو اس کے ماموں محمد بن برکہ خان نے اس بات کو ناپسند

کیا۔ اس نے اس کو بھی ان دونوں کے ساتھ قید کر دیا۔ اس بات پر اس کی والدہ ناراض ہوگئی تو اس نے ان سب کو رہا کر دیا۔
اس پر تمام امراء کو بدگمانی ہوئی اور انہوں نے اس کو ملامت کیا۔ اس نے معذرت پیش کر کے حلف اٹھایا۔

چغل خوروں کا تسلط: پھر اس کے ان گہرے دوستوں نے اسے شمس الدین فارقانی کے خلاف بھی بھڑکایا جو اس کی سلطنت کا نگران تھا۔ چنانچہ اس نے اسے گرفتار کر کے مقید کر دیا اور وہ مقید ہونے کے چند دنوں بعد فوت ہوگیا۔ اس کے بجائے اس نے شمس الدین سنقر الفی کو (نگران) مقرر کیا۔ اس کے دوستوں نے اس کے بارے میں بھی چغلخوری کی تو اسے بھی معزول کر کے اس کی بجائے سیف الدولہ کوتک الساقی کو (نگرانی) مقرر کیا جو امیر سیف الدین قلاودن کا ہم زلف تھا۔ اور اس کی سالی کا شوہر تھا جو کرمون کی بیٹی تھی۔

اس کا والد تاتاری امیر تھا جو سلطان ظاہر کے پاس چلا آیا تھا اور اس کے پاس رہنے لگا تھا۔ اس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح امیر قلاودن سے کیا تھا اور دوسری بیٹی کا نکاح کوزبک سے کیا تھا۔

لاشین ربعی کی آمد: کچھ عرصے کے بعد سلطان سعید کے پاس اس کا ایک خاص ملازم لاشین الربعی بھی آیا اور وہ اس کا منظور نظر ہوگیا۔ اس نے امراء کی ضرورتیں پوری کر کے انہیں اپنا طرفدار بنا لیا اور وہ ان پر احسان کرتا رہا جس سے اس کا اقتدار قائم ہوگیا۔

جب سلطان سعید کی سلطنت مصر میں قائم ہوگئی تو اس نے شام جانے کا ارادہ کیا تا کہ وہاں کے نظم و نسق کی دیکھ بھال کر سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ ۶۷۷ھ میں دمشق روانہ ہوا اور وہاں مقیم ہوگیا اور مختلف سمتوں میں اپنی فوجیں بھیجیں۔ قلاودن صالحی اور بدر الدین بیسری سیس (ارمینیہ خورد کے پائے تخت) کی طرف (فوجیں لے کر) روانہ ہوئے۔ یہ مشورہ لاشین ربعی اور بادشاہ کے مخصوص گہرے دوستوں نے دیا تھا اور اسے آمادہ کیا تھا کہ جب وہ واپس آئے تو انہیں گرفتار کر لیا جائے۔

اتفاق سے بادشاہ کے مخصوص گہرے دوستوں اور اس کے نائب حاکم سیف الدین کوتک کے درمیان ناچاقی ہوگئی بادشاہ کی حمایت کی وجہ سے وہ ان پر بہت ناراض ہوا۔

امراء کی بغاوت: ادھر یہ فوجیں روانہ ہوگئیں اور انہوں نے سیس پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ جب وہ واپس آئے تو نائب حاکم کوتک ان سے ملا اور اس نے انہیں خفیہ طور پر بادشاہ کے پوشیدہ ارادوں سے مطلع کر دیا لہٰذا یہ فوجیں شہر سے باہر خیمہ زن ہوگئیں اور انہوں نے بادشاہ سے ملنے سے انکار کر دیا انہوں نے مطالبہ کیا کہ بادشاہ اپنے نائب کے ساتھ عدل و انصاف کرے اور اپنے مخصوص گہرے دوستوں کی (بے جا) طرف داری بند کرے۔ سلطان نے (ان کے مطالبہ کو) نظر انداز کر دیا اور اپنے والد کے موالی کو پوشیدہ طور پر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ (کسی طریقہ سے) انہیں اس کے پاس لے آئیں۔ انہوں نے جا کر انہیں سلطان کی (سازش اور) اس کے خط سے مطلع کر دیا۔ جس سے وہ مزید برافروختہ ہوئے اور علانیہ طور پر باغی ہوگئے۔ اس کے بعد سلطان نے ان کے پاس سنقر اشقر اور سنقر قرکیتی کو بھیجا۔ تا کہ وہ انہیں سمجھائیں مگر انہوں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی۔ پھر اس نے اپنی والدہ دختر برکت خان کو بھیجا مگر ان (امراء) نے کوئی بات نہیں مانی اور وہ

سب قاہرہ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں ماہ محرم ۶۷۸ھ میں پہنچ گئے۔ قاہرہ کے قلعہ میں اس وقت عزالدین ایک افرم صالحی امیر جندار' علاء الدین اقطوان ساقی اور استاد خانہ سیف الدین بلبان موجود تھے۔ انہوں نے قاہرہ کے پھاٹک بند کر دیئے اور ان (باغی امراء) کوشہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

قلعہ کا محاصرہ: ان (باغی) امراء کی (قلعہ کے امراء سے) خط و کتابت ہوتی رہی' اس کے بعد ایک افرم اقطوان لاشین ترکمانی گفت وشنید کے لئے پہنچے' مگر وہ ان پر برافروختہ ہوئے اور وہ گھروں میں گھس گئے اور دوسرے دن صبح سویرے انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور ان پر پانی بند کر دیا۔

شاہی فوج کی کمی: ادھر سلطان سعید اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ دمشق سے واپس روانہ ہوا تھا تو اس نے عرب بدوؤں کو عطیات دے کر انہیں اپنے لشکر میں شامل کیا مگر جب وہ غزہ پہنچا تو عرب بدو فوج بھاگ نکلی اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ جب سلطان بلبیس کے مقام پر پہنچا تو اسے فوجوں کی کمی کا احساس ہوا' اس لئے اس نے عزالدین ایدمر ظاہری کے ساتھ فوج کو دمشق لوٹا دیا۔ اس وقت وہاں کا نائب حاکم اقوش تھا۔ اس نے اسے گرفتار کر کے مصر کے امراء کے پاس بھیج دیا۔ جب سلطان سعید نے بلبیس کے قلعہ کی طرف کوچ کیا تو سنقر اشقر اس سے الگ ہو گیا۔ امراء فوج لے کر روانہ ہوئے تا کہ اسے قلعہ میں داخل ہونے سے روکیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے گھنے بادلوں کا پردہ اس پر ڈال دیا۔ اس لئے وہ اس کی طرف جانے کا راستہ نہیں معلوم کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور اس نے علم الدین سنجر حنفی کو قید خانے سے رہا کیا تا کہ اس کی مدد حاصل کر سکے۔

سلطان سعید کی برطرفی: اس کے بعد سلطان کے مخصوص گہرے دوستوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ ان میں سے کچھ دوست اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس لئے وہ مجبور ہوا کہ وہ امرائے مصر کے ساتھ نرمی اختیار کرے' اس نے ان امراء کے لئے شام کے تمام علاقے سے دست برداری کا اعلان کیا' مگر وہ اس قید کرنے پر مصر رہے آخر کار اس نے ان سے صرف قلعہ الکرک کی حکومت طلب کی۔ اس کے لئے وہ تیار ہو گئے۔

الکرک کا حاکم: اس نے ان (امراء) سے اسے پناہ دینے کا حلف اٹھوایا اور خود بھی یہ حلف اٹھایا کہ وہ ان کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا اور نہ وہ فوج سے مل کر کسی کے خلاف سازش کرے گا اور اپنی حمایت کر لئے کسی کو آمادہ نہیں کرے گا (اس یقین دہانی کے بعد) (ان امراء نے) اسی وقت الکرک بھیج دیا اور وہاں کے نائب حاکم علاء الدین ایدکز الفخری کو لکھا کہ وہ قلعہ (سعید کے) حوالے کر دے۔ چنانچہ اس نے وہ قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور سعید الکرک میں رہنے لگا' اور اس کی حکومت کا انتظام ایدکز الفخری (سابق حاکم) کے سپرد رہا۔

شلامش کی حکومت: (سعید کی برطرفی کے بعد) امراء (مشورہ کے لئے) اکٹھے ہوئے انہوں نے امیر قلاوون کو بادشاہت پیش کی۔ وہ اس کا حق دار تھا مگر اس نے اسے قبول نہیں کیا اور مشورہ دیا کہ سلطان ظاہر کے دوسرے فرزند شلامش کو جو آٹھ سال کا بچہ تھا بادشاہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ ۶۷۸ھ میں اسے بادشاہ بنا دیا گیا اور اس کا لقب بدرالدین رکھا گیا۔

امیر قلاؤن کا انتظام: امیر قلاؤن سپہ سالار مقرر ہوا۔ اقوش حاکم دمشق کا تبادلہ کر کے اسے حلب کا حاکم بنایا گیا۔ امیر قلاؤن نے برہان الخضری السخاوی کو وزیر مقرر کیا۔ اس نے ممالیک صالحیہ کو اکٹھا کر کے ان کی جاگیروں میں اضافہ کیا اور انہیں سلطنت کے اعلیٰ مناصب پر مقرر کیا۔ اس نے ظاہریہ جماعت کو (جو سلطان ظاہر سے تعلق رکھتی تھی) دور دراز بھیج دیا اور انہیں قید خانوں میں ٹھونس دیا تا کہ وہ فتنہ و فساد برپا نہ کر سکیں۔ جب ان کی سزا کی مدت پوری ہوگئی تو اس نے ان کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد (ملک میں امن و امان ہوگیا) اور اس کے تمام معاملات سلطنت درست ہوگئے۔

منصور قلاؤن کی اصلیت: امیر قلاؤن قفچاق کے ایک قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جو برج اغلی کے نام سے موسوم تھا' وہ علاء الدین اقسنقر کاملی کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھا جو خود ملک صالح نجم الدین ایوب کا مولیٰ تھا۔ جب علاء الدین فوت ہوگیا تو قلاؤن (براہ راست) ملک صالح کے موالی میں شامل ہوگیا' جن کی بہادری اور وفاداری مشہور تھی۔

امیر قلاؤن سلطان مظفر قطز کے عہد حکومت میں ظاہر بیبرس کے ساتھ مصر آیا۔ جب ظاہر بادشاہ ہوگیا تو اس نے اسے مقرب بارگاہ بنایا اور اس کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم کیے پھر اس نے اس کے فرزند سعید کے ہاتھ پر اس کے مرنے کے بعد بیعت کی۔

منصور قلاؤن کی تخت نشینی: جب امراء سعید سے ناراض ہوگئے اور انہوں نے اسے برطرف کیا تو وہ امیر قلاؤن کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے مگر جب اس نے اس کے بھائی شلامش بن الظاہر کو بادشاہ مقرر کیا تو امراء نے بھی اس کے اتباع میں اس کی موافقت کی۔ اس کے عہد حکومت صرف دو مہینے رہا۔ آخر کار امیر قلاؤن نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔ چنانچہ ان (امراء نے) ماہ جمادی الاولیٰ ۶۷۸ھ میں منصور قلاؤن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی عوام کی شکایات کا ازالہ کیا اور کئی قسم کے محصول اور ٹیکس کو منسوخ کیا۔ اس نے امرائے مصر میں عہدوں کو (مناسب طور پر) تقسیم کیا۔ اس نے اپنے غلاموں کی ایک جماعت کو ہزاری منصب پر مقرر کیا اور ان کی جاگیروں میں اضافہ کیا۔

حکام کا تقرر: اس نے فوراً عز الدین ایبک افرم صالحی کو (قید خانے سے) رہا کیا اور اسے مصر کا نائب حاکم مقرر کیا۔ مگر اس نے استعفاء دے دیا۔ اس لیے اس نے اس کے بجائے اس کے غلام حسام الدین طرنطائی کو نائب مقرر کیا اور علم الدین سنجر شجاعی کو سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ سلطان قلاؤن نے برہان الدین سنجاری کو وزارت پر بحال رکھا۔ بعد ازاں اسے معزول کر کے فخر الدین ابراہیم بن لقمان کو وزیر مقرر کیا۔ اس نے عز الدین ایدمر ظاہری کو طلب کیا جسے جمال الدین اقوش نے اس وقت گرفتار کیا تھا جب کہ سعید نے حمص سے شام کی فوجوں کو اس کے ساتھ بھیجا تھا جب اسے بیڑیوں میں جکڑ کر لایا گیا تو اس نے اسے مقید رکھا۔

سعید کی بغاوت اور وفات: جب سلطان قلاؤن بادشاہ ہوا تو اس وقت (سابق سلطان) سعید بن ظاہر الکرک میں تھا اس نے مصر و شام کے امراء سے خط و کتابت کر کے انہیں بغاوت پر آمادہ کیا۔ سلطان قلاؤن نے اس عہد شکنی پر اسے ملامت کی مگر وہ اس سے متاثر نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے اپنی فوجیں حسام الدین لاشین جاندار کی قیادت میں قلعہ شوبک کی طرف بھیجیں اور اس نے وہاں جا کر اس پر قبضہ کر لیا۔ لہٰذا سلطان نے عز الدین ایبک ایدمری کو فوجیں دے کر بھیجا تو اس نے ماہ

ذوالقعدہ ۸۷۶ھ میں یہ علاقہ اس سے واپس لے لیا۔ اس کے بعد ہی سعید الکرک میں فوت ہو گیا۔

مسعود خسرو کی باغی حکومت: اس کے بعد الکرک میں امراء کا اجتماع اس کے نائب ایدکین فخری کی قیادت میں ہوا۔ ایدکین فخری نے اپنا نائب ایدغری حرانی کو مقرر کیا اور سعید کے بھائی خسرو کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اس کا لقب مسعود نجم الدین رکھا۔ اس نے موالی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ چنانچہ وہ بے حساب اور بے اندازہ مال و دولت خرچ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے الکرک کا وہ تمام ذخیرہ صرف کر دیا جو ملک ظاہر اور بعض امرائے شام نے وہاں جمع کر رکھا تھا۔

محاصرہ اور صلح: انہوں نے فوجیں بھیج کر صلیب پر قبضہ کر لیا اور صرخد کا محاصرہ بھی کیا مگر وہ فتح نہیں ہو سکا انہوں نے سنقر اشقر سے بھی خط و کتابت کی جو باغی ہو گیا تھا۔ لہٰذا سلطان قلاذن نے ایبک افرم کی قیادت میں الکرک کے محاصرہ کے لئے فوجیں بھیجیں' چنانچہ اس کا سخت محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار مسعود نے یہ درخواست پیش کی کہ ناصر داؤد بن اعظم نے جس طرح مصالحت کی تھی' اسی طرح کا صلح نامہ اس کے ساتھ بھی کیا جائے۔ سلطان نے یہ شرط منظور کر لی اور اس قسم کا صلح نامہ ہو گیا۔

مسعود کی حکومت کا خاتمہ: مسعود نے دوبارہ بغاوت اختیار کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا نائب حاکم علاء الدین ایدغری حرانی اس کے پاس سے بھاگ کر سلطان کے پاس پہنچ گیا اور اس کی بغاوت کی تصدیق کی لہٰذا سلطان نے ۶۸۵ھ میں اپنے نائب حسام الدین طرنطائی کو فوجیں دے کر الکرک کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ فوجوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ آخر کار مسعود اور اس کے بھائی شلامش کو پناہ دے کر الکرک پر قبضہ کر لیا گیا اور ان دونوں بھائیوں کو سلطان قلاذن کے پاس مصر بھیج دیا گیا۔ سلطان نے ان دونوں کی تعظیم و تکریم کی اور انہیں اپنے لڑکے کے ساتھ شامل رکھا۔ یہ سلسلہ اس کی وفات تک جاری رہا۔ اس کے بعد اشرف ان دونوں کو لے کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

سنقر الاشقر کی خودسری: شمس الدین سنقر الاشقر جب دمشق کا نائب حاکم ہوا تو اس نے خود مختار حاکم بننے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ اس نے ظاہر یہ جماعت سے قلعوں کو چھین لیا تھا اور ان پر اپنے حاکم مقرر کر دیئے تھے اور سلطان منصور قلاذن سے یہ مطالبہ کیا کہ عریش سے لے کر دریائے فرات تک کا تمام علاقہ شام کی مملکت میں شامل کر کے اس کے زیر حکومت کر دیا جائے اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ سلطان نے اس کے ساتھ اس بات کا معاہدہ کیا تھا۔

آغاز بغاوت: جب سلطان نے قلعہ دمشق کا حاکم اپنے موالی (آزاد کردہ غلام) حسام الدین لاشین صغیر سلحدار کو ماہ ذوالحجہ ۶۷۸ھ میں مقرر کیا تو سنقر نے اس کو بہت ناپسند کیا اور بغاوت کا اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو بادشاہ مشہور کیا۔ جب اسے قلاذن کی تخت نشینی کی خبر ملی تو اس نے اپنی حمایت کے لئے ان سے حلف اٹھوایا اور جس نے حلف نہیں اٹھایا اسے قید کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا لقب الکامل رکھا۔ یہ تمام کارروائی اس سال کے ماہ ذوالحجہ میں ہوئی۔

اس نے قلعہ کے (شاہی) حاکم لاشین کو گرفتار کر لیا اور سیف الدین کو شامی اصلاح اور قلعوں میں اپنی حمایت کے لئے حلف (اطاعت) حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ نیز شام کا وزیر مجد الدین اسماعیل بن کسیرات کو مقرر کیا اور خود سنقر قلعہ میں رہنے لگا۔

افرم سے ملاقات: اس اثناء میں سلطان نے ایبک افرم کو فوجیں دے کر الکرک اس وقت بھیجا جب الکرک کا حاکم سنقر فوت ہو گیا تھا جب وہ غزہ پہنچا تو وہاں بیلبک ایدمری بھی قلعہ شوبک کو فتح کر کے واپس آیا ہوا تھا اور دونوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ سنقر الاشقر نے انہیں خبردار کیا اور افرم سے مخاطب ہو کر اس نے سلطان پر الزام لگایا کہ اس نے اسے شام کا واحد حکمران نہیں بنایا اور قلعہ دمشق اور حلب کی حکومت دوسرے لوگوں کو دے دی (اس ملاقات کے بعد) افرم نے سلطان کو ایک خط لکھا' جس کا اس نے جواب دیا اور ہدایت کی کہ افرم اسے ان حرکتوں سے باز رکھے۔

مگر سنقر (اپنی حرکتوں سے) باز نہیں آیا بلکہ اس نے شام کے مختلف علاقوں سے فوج اکٹھی کی اور عرب بدوؤں کو جمع کر کے قراسنقر القری کی قیادت میں یہ فوج غزہ بھیج دی۔ افرم اور اس کے ساتھیوں نے اس فوج کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی اور ان کے افسروں کی ایک جماعت مقید کر کے سلطان قلاوون کے پاس بھیج دی۔ سلطان نے انہیں رہا کر کے خلعت عطا کیے۔

سنقر کی شکست: جب شکست خوردہ فوجیں دمشق پہنچیں تو سنقر الاشقر اپنی فوجوں کے ساتھ باہر چراگاہ میں خیمہ زن ہوا۔ اس نے غزہ میں مقیم امراء کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں سلطان نے مصری فوجوں کو علم الدین سنجر الشجاعی منصوری اور بدرالدین بکتاش فخری سلحداری کی قیادت میں روانہ کیا۔ وہ فوجیں دمشق کی طرف روانہ ہوئیں۔ دمشق کے قریب ان کا مقابلہ سنقر الاشقر کی فوجوں سے ہوا اور مصری فوج نے سنقر کو ماہ صفر ۶۷۹ھ میں شکست دے دی' آگے بڑھ کر انہوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور علم الدین سنجر الشجاعی منصوری کو قید سے رہا کر کے اسے دمشق کا نائب حاکم بنا دیا گیا۔ قلعہ دمشق کا حاکم سیف الدین سنجار منصوری مقرر ہوا اس کے بعد سلطان کو فتح دمشق کی اطلاع دی گئی۔

شاہِ تاتار سے خط و کتابت: سنقر (شکست کھانے کے بعد) رحبہ پہنچا۔ وہاں کے حاکم نے اس کا مقابلہ کیا تو وہ عیسیٰ بن مہنا کے پاس پہنچ گیا وہاں سے وہ اپنی شکست خوردہ فوجوں کے پاس گیا اور ان سب نے تاتاریوں کے بادشاہ ابغا سے خط و کتابت کی اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ شام کو فتح کر لے۔ مگر اس نے یہ بات نہیں مانی۔

شیزر پر قبضہ: سنقر نے صہیون اور شیزر پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے سلطان مصر نے عزالدین افرم کی قیادت میں شیزر کا محاصرہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں جس نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

حملۂ تاتار کی خبر: اس عرصہ میں یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں کا بادشاہ ابغا' سنقر اور ابن مہنا کے ورغلانے سے شام پر حملہ کرنے والا ہے اور اس نے بلاد الروم کے حاکم صمغار کو بھی اس کی مغل فوجوں کے ساتھ طلب کیا ہے اور اپنے بھتیجے بیدو اور ابن طرخان حاکم ماردین اور حاکم سیس کو آذربائیجان کی سمت سے روانہ کیا ہے اور وہ خود شام کے راستے سے آ رہا ہے اور اس کی اگلی فوجیں اس کے بھائی منوکتمر کی قیادت میں کوچ کر رہی ہیں۔

دشمن کے خلاف اتحاد: جب ایسی خبریں لگا تار پہنچنے لگیں تو افرم نے شیزر کے مقام سے محاصرہ اٹھا لیا اور سنقر اشقر کو دعوت دی کہ وہ مل کر مسلمانوں کے دشمن کے خلاف جہاد کریں۔ چنانچہ اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور ابغا (تاتاری بادشاہ)

سے ترک موالات کر کے مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے کے لئے صہیون سے روانہ ہوا۔

سلطان کی فوج کشی: ادھر سلطان نے مصر میں فوجیں جمع کیں اور شام کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے مصر میں اپنے فرزند ابوالفتح کو اپنا جانشین بنایا اور اس کی ولی عہدی کا اعلان کیا۔ چنانچہ اس بارے میں اس کا تحریری فرمان عوام کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا۔ پھر وہ فوجوں کو اکٹھا کر کے ماہ جمادی الاولیٰ ۶۷۹ھ میں روانہ ہوا اور غزہ پہنچ گیا۔

حلب کی مساجد کی تباہی: ادھر تاتاری فوجیں جب حلب پہنچیں تو وہاں کے باشندے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کے گھر ویران ہو گئے۔ ان فوجوں نے وہاں پہنچ کر گھروں اور مسجدوں کو جلا ڈالا۔ اس تباہی کا ذمہ دار سیس اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ جب انہیں یہ خبر ملی کہ سلطان مصر غزہ پہنچ گیا ہے تو وہ بھاگ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔

حفاظتی فوج کا تقرر: سلطان نے حمص اور شام کے ساحلی شہروں پر مزید فوجیں متعین کیں تا کہ فرنگیوں کے حملے سے ان کی حفاظت ہو سکے اس کے بعد سلطان بھی مصر واپس چلا گیا۔

سنقر کی واپسی: سنقر اشقر بھی صہیون چلا گیا۔ اب اس کی فوج کے بہت سے افراد اسے چھوڑ کر شام چلے گئے۔ ان کے ساتھ صرف سنجر دوادار عز الدین اردین اور وہ امراء باقی رہے جنہوں نے اس کی بغاوت کے وقت اسے شام کے قلعوں پر قبضہ دلایا تھا۔

حصن مرقب میں شکست: ان فرنگیوں کو جو مرقب کے قلعوں میں تھے جب تاتاریوں کے حملہ شام کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے قریبی علاقوں پر قتل و غارت شروع کی۔ جب تاتاری شام سے لوٹ گئے تو حصن الاکراد کے حاکم بلبان طباخی نے سلطان سے ان پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی اور (اجازت ملنے پر) وہ اپنے قلعوں کی محافظ فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اس نے ترکمان فوجوں کو بھی جمع کر لیا تھا جب وہ مرقب کے قلعہ کے پاس پہنچا تو وہ اس کے نیچے خیمہ زن ہوا اور قلعہ والوں کو مقابلہ کے لئے بلوایا۔ مگر وہ پہاڑ کے دشوار گزار راستوں میں پھنس گیا۔ اس وقت ان فرنگیوں نے یک دم حملہ کر کے اسے شکست دے دی جس سے مسلمانوں کا نقصان ہوا۔

فرنگیوں سے صلح نامہ: جب یہ اطلاع سلطان مصر کو پہنچی تو وہ ۶۷۹ھ کے آخر میں ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا اور اپنے بجائے اپنے فرزند کو جانشین بنایا جب وہ روحاء کے مقام پر پہنچا تو وہاں فرنگیوں کے ایلچیوں نے اس سے ملاقات کی تا کہ وہ اہل مرقب کے ساتھ مصالحت کر لے (انہوں نے وعدہ کیا کہ) اس کے بدلے میں وہ ان مسلمانوں کو قید سے رہا کر دیں گے جو بلبان کے ہمراہ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے۔ چنانچہ سلطان نے ماہ محرم ۶۸۰ھ میں ان سے صلح نامہ کر لیا۔ پھر اس نے بیت الاستبار کے حاکم اور اس کے فرزند سے بھی صلح کی۔ نیز طرابلس کے حاکم سمند بن تیمند اور حاکم عکا کے ساتھ بھی ان کے شہروں اسماعیلی قلعوں اور نئے مفتوحہ علاقوں کے بارے میں صلح کے معاہدے کئے۔ سلطان کی شرائط یہ تھیں کہ مسلمانوں کے حکام لاذقیہ میں مقیم رہیں گے اور وہ کسی قلعہ کے قیدی اور دوسرے لوگوں کی مدد نہیں کریں گے اور نہ وہ کسی فتنہ و فساد میں تاتاریوں کے ساتھ سازش کریں گے اور جہاں تک ممکن ہو گا وہ انہیں مسلمانوں کے علاقوں میں سے گزرنے کی اجازت نہیں

دیں گے۔ سلطان نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ گیارہ سال کے لئے کیا تھا۔ اور اپنے امراء میں سے کچھ لوگوں کو فرنگیوں کے پاس ان سے (اس معاہدہ کے لئے) حلف اٹھوانے کے لئے بھیجا تھا۔

سازشیوں کا قتل: اس عرصے میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ اس کے امراء کی ایک جماعت اسے اچانک قتل کرنے کی سازش کر رہی ہے اور انہوں نے اس (سازش) میں فرنگیوں کو بھی شریک کیا تھا۔ اس کا سرغنہ کوندک تھا۔ چنانچہ جب وہ بسیان پہنچا تو سلطان نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے انہیں قتل کرا دیا اور جو اس (سازش میں شریک تھے وہ مشتبہ قرار دیئے گئے۔ چنانچہ وہ سنقر کے پاس صہیون پہنچ گئے۔

علاقوں کا تبادلہ: دمشق پہنچ کر سلطان نے قلعہ شیزر کے محاصرہ کے لئے فوجیں بھیجیں آخر کار سلطان اور اشقر کے درمیان قاصدوں کا تبادلہ ہوا اور ان شرائط پر صلح ہوئی کہ سنقر اشقر شیزر سے دست بردار ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے معاوضہ میں اسے شغر اور بکاس کا علاقہ دیا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ اشقر اپنے قلعوں کی حفاظت کے لئے صرف چھ سو سوار کا فوجی دستہ رکھے گا؛ ورنہ وہ ان امراء کو نکال دے گا جو اس کے پاس بھاگ کر آئے ہیں۔ جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو اس کو نافذ کرنے کے لئے فرمان جاری ہو گیا۔

اشقر کے پاس سے سنجر دوادار مصر کے پاس چلا آیا تو سلطان نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ سلطان نے شیزر کا حاکم بلبان طباخی کو مقرر کیا۔

الکرک کا معاملہ: اس سے پہلے ملک ظاہر کے فرزند جو الکرک میں تھے۔ سلطان سے یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ وہ صلح نامہ میں سلطان داؤد کے زمانے کی طرح الکرک کے علاقہ پر قانع ہو گئے۔ سلطان نے ان کے رشتے داروں کو قاہرہ سے بھیجا اور ان کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کر لیا اور امیر سلحدار اور قاضی تاج الدین الاثیر کو ان سے حلف اٹھوانے کے لئے بھیجا۔

تاتاریوں کا زبردست حملہ: ۶۸۰ھ میں تاتاریوں نے ہر سمت سے شام کی طرف فوج کشی کی۔ چنانچہ تاتاریوں کا (بادشاہ) ابغا خود مغلوں اور تاتاریوں کی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ رحبہ کے مقام پر پہنچا تو اس نے اس کا محاصرہ کر لیا (اس محاصرہ میں) اس کے ساتھ حاکم ماردین بھی شریک تھا۔ اس (بادشاہ) کے بھائی منکوتمر نے بھی شام کی طرف فوج کشی کی۔ شمالی علاقے کا بادشاہ منکوتمر جو دوشی خان کی اولاد سے تھا وہ بھی اپنے پائے تخت سے ابغا بن ہلاکو کی مدد کے لئے شام پر حملہ آور ہوا۔ وہ قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا قیسازیہ اور تفلیس کے درمیان خیمہ زن ہوا۔ پھر وہ منکوتمر بن ہلاکو کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ مل کر اس نے شام کی طرف پیش قدمی کی۔

اسلامی لشکر کا مقابلہ: سلطان مصر دمشق سے مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر تاتاریوں سے پہلے حمص پہنچ گیا۔ وہاں اس کے ساتھ سنقر الاشقر بھی امرائے ظاہریہ سمیت شامل ہو گیا۔

اسی ہزار کی تاتاری فوج: تاتاریوں کے زبردست لشکر میں روم فرنگی ارمن اور کرج اقوام سمیت اسی ہزار سے زائد فوج تھی۔ فریقین کا حمص کے مقام پر مقابلہ ہوا۔

اسلامی صفوں کے سپہ سالار: سلطان مصر کی میمنہ (دائیں طرف کی فوج) میں حاکم حماۃ محمد بن المظفر۔ نائب حاکم دمشق لاشین سلحدار تھے۔ عیسیٰ بن مہنا عرب بدوؤں کی قیادت کر رہے تھے۔ میسرہ (بائیں طرف کی فوج) میں سنقر الاشقر ترکمان فوج اور ظاہریہ کی جماعت اور ان کے امراء کے ساتھ شریک تھا۔ قلب (درمیانی صفوں) میں سلطان کا نائب حسام الدین طرنطائی، حاجب رکن الدین اباجی اور فوج کا کثیر حصہ اور ممالیک (مصر) شریک تھے۔ سلطان (بذات خود) جھنڈوں کے نیچے اپنے موالی اور مخصوص ملازمین کے ساتھ شریک جنگ تھا۔

تاتاریوں کو شکست: تاتاری فوجیں بھی مختلف دستوں میں منقسم تھیں۔ یہ جنگ پندرہویں رجب ۶۸۰ھ میں ہوئی۔ جنگ صبر و استقلال کے ساتھ زور و شور کے ساتھ جاری رہی۔ پھر مسلمانوں کا میسرہ منتشر ہو گیا اور تاتاریوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد تاتاریوں کا میسرہ منتشر ہوا اور ان کی یہ فوجیں پیچھے ہٹ کر اپنے بادشاہ منکوتمر کی طرف، جو قلب (درمیانی حصہ) میں تھا، بھاگیں تو اسے شکست ہو گئی اور تاتاری فوج نے بھی مسلمانوں کے میسرہ کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا۔ چنانچہ جب وہ سلطان کے پاس سے گزرے تو (انہوں نے یہ دیکھا کہ) سلطان اپنے مقام پر ڈٹا ہوا ہے اور ثابت قدمی سے جنگ کر رہا ہے۔ اس کے بعد رسد اور خوراک والے بھی لوٹ آئے۔

تاتاریوں کا تعاقب اور تباہی: (تاتاریوں کی شکست کے بعد) سلطان مصر (قلاون) خیمہ نشین ہو گیا۔ دوسرے دن اس نے دشمن کے تعاقب کے لیے کوچ کیا اور ان قلعوں کا قصد کیا جو دریائے فرات کے اطراف میں تھے تاکہ دشمن کی فوجوں کو روکا جائے۔ لہٰذا انہوں نے راستہ تبدیل کر لیا اور وہ دریائے فرات کے نامعلوم مقامات میں گھس گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دریا میں ڈوب گئے۔ ان میں سے کچھ فوج سلمیہ کے جنگل بیابانوں میں سے گزری (اور ان میں بھٹک کر) تباہ و برباد ہو گئی۔

ابغا کا فرار: ابغا (تاتاریوں کا بادشاہ) رحبہ کے مقام پر تھا، جب اسے (فوج کی شکست) کی خبر ملی تو وہ بغداد بھاگ گیا۔

تاتاری حکام کی موت: اس کے بعد سلطان (قلاون) نے فوجوں کو ان کے اصلی ٹھکانوں کی طرف بھیج دیا۔ سنقر الاشقر صہیون چلا گیا۔ ظاہریہ جماعت کے افراد پیچھے رہ گئے اور وہ سلطان کے حامی بن گئے۔ اب سلطان دمشق آ گیا اور یہاں سے اس سال ماہ شعبان کے آخر میں مصر پہنچا۔

مصر پہنچتے ہی اسے اطلاع ملی کہ منکوتمر بن ہلاکو ہمدان میں فوت ہو گیا ہے اور شمالی علاقہ کا بادشاہ منکوتمر صرائے میں مر گیا ہے۔ لہٰذا اس خبر کے ملنے سے فتح کامل حاصل ہو گئی۔

شاہ تاتار کی ہلاکت: ابغا بن ہلاکو بھی ۶۸۱ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی موت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنے وزیر شمس الدین الجوینی کو اپنے بھائی منکوتمر کے اچانک قتل کا ملزم قرار دیا۔ تاتاری بادشاہ (ابغا) نے اسے گرفتار کر کے اس کے بارے میں تحقیقات کرائی تو جوینی نے کسی کو پوشیدہ بھیج کر (اس کے کھانے میں) زہر ملوا دیا جس سے وہ مر گیا۔

مغل حاکم کی گرفتاری: ابغا نے ایک دوسرے مغل حاکم پر بھی اپنے بھائی کی موت کا الزام لگایا جو الجزیرہ کا کوتوال تھا۔

چنانچہ وہ (الزام کی خبر سن کر) بھاگ گیا۔ جب سلطان قلاوون نے ایک فوجی مہم موصل کے علاقے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی اور وہ سنجر کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے اس مذکورہ مغل امیر کو دیکھا' وہ اسے سلطان کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے مقید رکھا' اس کے بعد اسے رہا کر کے اس کا نام اپنے رجسٹر میں درج کرا دیا۔ چنانچہ وہ تاتاریوں کے بہت سے واقعات بیان کرتا تھا اور کچھ واقعات اس کی روایت سے ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔

حلب کی تباہی کا انتقام: اس سال سلطان نے دوسری فوجی مہمیں بھی بلاد الروم میں سیس (ارمینیہ) کے علاقہ کی طرف بھیجیں۔ کیونکہ ارمنوں نے شہر حلب اور اس کی مساجد کو تباہ کیا تھا۔ لہٰذا ان سے انتقام لینا (ضروری) تھا۔ ان فوجوں نے ان کے علاقوں کا صفایا کر دیا تھا۔ وہاں انہوں نے ایک مقام پر بعض تاتاری حکام کو بھی دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا۔ یہ فوجیں بلغار کے پہاڑوں تک بھی پہنچیں اور وہاں سے مال غنیمت حاصل کر کے واپس آ گئیں۔ اسی زمانے میں سلطان نے شمس الدین قراسنقر منصوری کو حلب بھیجا تاکہ وہ حلب کے قلعہ اور جامع مسجد کی مرمت کرائے جنہیں تاتاریوں نے تباہ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کی اس طرح تعمیر و مرمت کرائی کہ ان کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔

تکودار کا اعلان اسلام: اس کے بعد تاتاریوں کے بادشاہ مسلمان ہونے لگے۔ سب سے پہلے بکدار (تکودار) بن ہلاکو حاکم عراق نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس نے اپنا (اسلامی) نام احمد رکھا۔ اس کے ایلچیوں نے تحریری طور پر یہ خبر سلطان مصر کو پہنچائی۔ ایلچیوں کے نام یہ ہیں: (۱) شمس الدین اتابک (۲) مسعود بن کیکاوس حاکم بلاد الروم (۳) قطب الدین محمود شیرازی قاضی سیواس (۴) شمس الدین محمد بن الصاحب جو حاکم ہاروین کا خاص ملازم تھا۔ اس (کے اسلام لانے کی خبر) کے خط پر تاریخ جمادی الاولیٰ ۶۸۱ھ لکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اس (واقعہ) کو کرامت پر محمول سمجھا۔ بہر حال اس خط کا مناسب جواب دیا گیا۔

قودان کا قبول اسلام: اس کے بعد قودان بن طغان کا ایلچی آیا جو اپنے بھائی منگوتمر کی موت کے بعد ۶۸۲ھ میں شمالی علاقہ کی سلطنت کا بادشاہ ہوا تھا۔ اس نے بھی اپنی بادشاہت اور مسلمان ہونے کی خبر پہنچائی۔ اس نے خلیفہ سے (جو مصر میں رہتا تھا) اپنی بادشاہت کی منظوری لقب اور اپنے قریبی علاقوں کے کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے (اسلامی) جھنڈا حاصل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ اسے یہ سب چیزیں عطا کی گئیں۔

قلعہ مرقب کی تسخیر: ۶۸۲ھ میں منصور بن المظفر حاکم حماۃ ماہ شوال میں فوت ہو گیا۔ سلطان قلاوون نے اس کے فرزند مظفر کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اسے اور اس کے رشتہ داروں کے لئے خلعت بھجوائے۔ پھر ۶۸۳ھ میں ماہ ربیع الاول میں سلطان قلعہ مرقب کا محاصرہ کرنے کے لئے شام روانہ ہوا۔ کیونکہ وہاں کے لوگوں نے دشمن کی مدد کی تھی۔ چنانچہ سلطان نے وہاں پہنچتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ سلطان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد سلطان صہیون سے سنقر الاشقر کی آمد کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہیں آیا تو سلطان مصر چلا آیا۔

قلعہ الکرک کی تسخیر: (مصر پہنچ کر) سلطان نے اپنے نائب حاکم حسام الدین طرنطائی کو الکرک کے محاصرہ کے لئے فوج دے کر بھیجا کیونکہ شلامش اور خسرو باغی ہو گئے تھے۔ وہ (فوج لے کر) ۶۸۵ھ میں الکرک پہنچا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔

آخر کار انہوں نے پناہ طلب کی تو حسام الدین انہیں مصر سلطان کے پاس لے آیا (اور الکرک پر قبضہ کر لیا)۔

سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی ملاقات کے لئے گیا اور اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ مگر جب ان کا چال چلن خراب ہو گیا تو سلطان نے بدگمان ہو کر انہیں قید کر کے قسطنطنیہ جلاوطن کر دیا اور الکرک کا حاکم عز الدین منصوری کو مقرر کیا۔ اس کے بعد بیبرس دویدار کو حاکم مقرر کیا جو اخبار الترک کا مؤلف ہے۔

فتح صہیون: سلطان نے حسام الدین طرنطائی کو دوبارہ لشکر دے کر اس مقصد کے لئے بھیجا کہ وہ صہیون میں سنقر الاشقر کا محاصرہ کرے کیونکہ وہ بھی باغی ہو گیا تھا اور اس نے سلطان کے شہروں پر حملہ کیا تھا۔ وہ ۶۸۶ھ میں صہیون پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ جب سنقر اور اس کے ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے (اور صہیون پر قبضہ ہو گیا) تو وہ اسے سلطان کے پاس (مصر) لے آیا اور اسے قلعہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ چنانچہ وہ سلطان کے پاس مقیم رہا تا آنکہ سلطان فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا فرزند اشرف بادشاہ ہوا۔

شاہِ قسطنطنیہ کی وفات: ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ فرنگی ۶۰۰ھ میں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے اور انہوں نے رومیوں کو شکست دی تھی۔ میخائیل ان کا مذہبی پیشوا تھا وہ اسی کے قریب کسی قلعہ میں رہتا تھا۔ آخر کار اسے موقع ملا تو اس نے رات کے وقت قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا اور وہاں جو فرنگی تھے انہیں مار ڈالا جو زندہ بچے وہ اپنے جہازوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے لہٰذا رومیوں نے اکٹھے ہو کر میخائیل کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور جو بادشاہ اس سے پہلے تھا وہ مارا گیا۔ سابق شاہ قسطنطنیہ اور شاہ مصر کے ساتھ اور اس کے بعد سلطان قلاوون کے ساتھ گہرے تعلقات تھے اور ان میں تحفوں کا تبادلہ بھی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب بنو ظاہر کو جلا وطن کیا گیا تو وہ اس بادشاہ کے پاس جا ٹھہرے۔

۶۸۱ھ میں میخائیل (شاہ قسطنطنیہ) فوت ہو گیا تو اس کا فرزند ماندر بادشاہ ہوا۔ وہ راونس کے لقب سے مشہور تھا۔ میخائیل اشکری کے نام سے بھی مشہور تھا اور اس کے بعد اس کے فرزند بنو الاشکری کہلاتے تھے اور یہی لوگ آج کل (ابن خلدون کے زمانے تک) قسطنطنیہ کے بادشاہ ہیں۔

نوبہ کے حالات: ۶۷۵ھ میں جب ملک ظاہر حکمران تھا نوبہ کا بادشاہ (مصر) آیا تو اس نے اپنے بھتیجے کے خلاف جس کا نام داؤد تھا امداد طلب کی تھی، کیونکہ اس نے اسے شکست دے کر اس کے قبضے سے اس کا علاقہ چھین لیا تھا۔ سلطان ظاہر نے امداد دینے کا وعدہ کیا تھا اور وہ اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس عرصے میں داؤد کی طاقت میں اضافہ ہو گیا تھا اور سلطنت کی حدود وسیع ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی آخری حد یعنی اسوان کے قریب تک پہنچ گئیں۔

داؤد کے خلاف جنگ: (یہ حالت دیکھ کر سلطان ظاہر نے اقسنقر فارقانی اور ایبک افرم کو فوج دے کر بھیجا اور اس کے ساتھ نوبہ کے (سابق) بادشاہ مرتشکین کو بھی بھیجا۔ جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو انہوں نے عرب کی فوج کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا جب وہ راس الجنادل پہنچے تو وہ اس علاقے پر قابض ہو گئے اور وہاں کے باشندوں کو پناہ دی۔ جب وہ آگے بڑھے تو ان کا بادشاہ داؤد سے مقابلہ ہوا۔ انہوں نے اسے شکست دی اور ان کی فوجوں کا صفایا کر دیا۔ مصری فوجوں نے اس کے بھائی ششن اور والدہ کو گرفتار کر لیا۔ داؤد سوڈان کے علاقے کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے حاکم نے جب اسے دیکھا تو اس

نے اس سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ بعد میں اسے بیڑیوں میں جکڑ کر سلطان کے پاس بھیج دیا گیا جہاں وہ قلعہ میں مقید رہا اور وہیں فوت ہو گیا۔

جائز بادشاہ کا تقرر: اب (حقیقی بادشاہ) مرتشکین نوبہ کا بادشاہ ہو گیا۔ اس کے ذمے یہ شرائط تھیں کہ وہ سالانہ خراج کی مقررہ رقم ادا کرے اور مقررہ تحائف بھیجا کرے۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اسوان کے قریبی قلعے خالص سلطان کی ملکیت ہی رہیں گے۔ نیز وہ اپنے بھتیجے داؤد اور اس کے تمام ساتھیوں کو اپنے علاقے سے نکال دے گا۔ چنانچہ اس نے یہ تمام شرائط پوری کر دیں۔

نوبہ پر فوج کشی: اس کے بعد سلطان ظاہر فوت ہو گیا اس کی اور اس کے فرزندوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ جب منصور قلاوون بادشاہ ہوا تو اس نے ۶۸۶ھ میں علم الدین سنجر خیاط اور عزالدین کورانی کی قیادت میں نوبہ کی طرف فوجیں روانہ کیں ان کے ساتھ قوص کا حاکم عزالدین اید مرسیفی بھی شامل تھا۔ اس نے فوج میں مشہور عرب خاندانوں کے افراد' مغرب کے لوگوں اور بنو ہلال کے قبائل کو بھرتی کر لیا تھا۔ مشہور خاندانوں میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کی اولاد اور شریف' شیبان اور کنزالدولہ کی اولاد بھی (فوج میں) شامل تھی۔ یہ فوج دنقلہ میں مشرقی اور مغربی سرحدوں پر نقل و حرکت کرتی رہی۔ نوبہ کا بادشاہ اس زمانے میں بقول نووی بیتماموں تھا جو میرے خیال میں غالباً مرتشکین کا بھائی تھا۔ جب اس کی فوج مقابلہ کے لئے آئی تو اس نے شکست کھائی اور مصری فوجیں ان کا دنقلہ کے پیچھے پندرہ دن تک تعاقب کرتی رہیں۔

دیگر حالات: اس کے بعد بیتماموں کے بھانجے کو حاکم بنا کر فوج مصر واپس چلی گئی (ان کے جانے کے بعد) بیتماموں دنقلہ آیا اور اس کے اس علاقہ کا اقتدار سنبھال لیا۔ اس کا بھانجا مصر بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سلطان (قلاوون) سے فریاد کی تو سلطان نے اس کی مدد کے لئے عزالدین ایک افرم کو فوج دے کر بھیجا اس کے ساتھ تین فوجی افسر تھے اور قوص کا حاکم عزالدین بھی ان کے ہمراہ تھا۔ یہ فوج کشی ۶۸۸ھ میں ہوئی۔

نوبہ کا وہ بادشاہ اسوان ہی میں فوت ہو گیا تھا اور وہیں مدفون ہوا۔ تو اس کا نائب فریادرسی کے لئے سلطان کے پاس آیا تو سلطان نے اس کے ساتھ مرتشکین کے بھتیجے داؤد کو بھیجا' جو قلعہ منفر میں اسیر تھا۔ جرنیس نے فوجوں کے سامنے پیش قدمی کی' تو بیتماموں بھاگ کر دریائے نیل کے وسط میں ایک ایسے جزیرہ میں جا کر پناہ گزین ہوا جو دنقلہ سے پندرہ مرحلہ کے فاصلے پر تھا۔ جزیرہ کے قریب اس کثرت سے پتھر تھے کہ وہاں تک کشتیوں کا پہنچنا بہت مشکل تھا۔ بیتماموں وہاں سے نکل کر ابواب میں پناہ گزین ہو گیا (ایسی صورت میں) اس کے ساتھی بھی لوٹ گئے اور فوجیں بھی دنقلہ واپس آ گئیں۔ اور انہوں نے داؤد کو حاکم بنایا اور پھر ۶۸۹ھ میں مصر لوٹ گئیں۔ فوج کشی کی (اس مہم میں) انہیں نو مہینے صرف ہوئے۔ وہاں وہ داؤد (کی مدد) کے لئے اپنا ایک افسر بھی مقرر کر آئے تھے۔

جب فوج مصر واپس چلی گئی تو بیتماموں دنقلہ واپس آ گیا۔ اس نے داؤد کے (مقرر کردہ حاکم) کو قتل کر کے اس افسر کو جو کہ وہاں موجود تھا سلطان کے پاس بھجوایا تاکہ وہ سلطان کے ساتھ اس کی مصالحت کرا دے (اس نے وعدہ کیا کہ) وہ اس کے بدلے میں مقرر کردہ محصول ادا کرتا رہے گا۔ سلطان نے اس کی یہ تجویز منظور کر لی اور وہ

اپنے علاقے کا حاکم بحال ہو گیا۔

طرابلس کے حالات

وہ فرنگی جو طرابلس میں مقیم تھے بار بار عہد شکنی کرتے رہے اور مختلف سمتوں میں حملہ کرتے رہے تھے۔ اس لئے سلطان مصر نے مصر و شام کی فوجوں کو اکٹھا کیا اور ان کی خامیوں کو دور کیا۔ اس نے محاصرہ کے (جدید) آلات بھی تیار کئے وہاں وہ دو ماہ محرم ۶۸۸ھ میں فوج لے کر پہنچا اور اس شہر کا محاصرہ کر کے وہاں مجانیق نصب کرا دیئے۔ چونتیس دن تک محاصرہ کرنے کے بعد سلطان نے طرابلس کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور وہاں قتل عام کرایا۔

طرابلس کی تباہی: بعض فرنگی جان بچانے کے لئے جنگی کشتیوں میں سوار ہوئے مگر باد مخالف نے پھر انہیں ساحل پر پہنچا دیا جہاں انہیں یا تو قتل کر دیا گیا یا گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ مصر نے طرابلس شہر کو تباہ اور ویران کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے نذر آتش کر کے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ سلطان نے اس شہر سے متعلق جس قدر قلعے تھے ان سب کو فتح کر لیا۔ پھر سلطان نے محافظ فوجیں اور اپنا حاکم حصن الاکراد میں مقرر کیا اور ایک اور قلعہ تعمیر کرایا' تاکہ وہاں اس کا حاکم اور محافظ فوجیں رہ سکیں۔ اس کا نام بھی طرابلس رکھا گیا جو آج تک (تا بعہد ابن خلدون) موجود ہے۔

فتح طرابلس کی تاریخ: اس شہر (طرابلس) کی تاریخ (اسلامی) فتوحات کے زمانے سے یہ ہے کہ جب امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں شام کے حاکم تھے تو انہوں نے طرابلس فتح کرنے کے لئے سفیان بن مخنف الازدی کو (فوج دے کر) بھیجا۔ انہوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اس کے بالمقابل ایک اور قلعہ تعمیر کر لیا۔ وہاں کے باشندے محاصرہ سے تنگ آ کر وہاں سے بحری کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ گئے (یوں یہ شہر فتح ہو گیا تو) سفیان بن مخنف نے حضرت معاویہ کو اس کے مفتوح ہونے کی اطلاع دی۔ چنانچہ امیر معاویہ وہاں سرحدوں کی حفاظت کے لئے ہر سال فوجیں بھیجا کرتے تھے۔

رومی پادری کا مرکز: خلیفہ عبدالملک بن مروان (کے عہد خلافت میں) اس کے پاس روم کا ایک بڑا پادری آیا۔ اس نے خلیفہ سے اجازت طلب کی کہ وہ اسے آباد کر کے وہاں رہے گا اور اس کے عوض وہ (سالانہ) خراج ادا کرتا رہے گا۔ خلیفہ نے اسے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ (طرابلس میں) رہا۔ پھر وہاں کے مسلمانوں سے غداری کر کے بلاد روم روانہ ہوا۔ مگر مسلمانوں کے جنگی جہازوں نے اسے سمندر ہی میں گرفتار کر لیا (اور خلیفہ کے پاس بھیج دیا) خلیفہ عبدالملک یا ولید بن عبدالملک نے اسے قتل کرا دیا اس کے بعد یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔

طرابلس کے مختلف حکام: یہاں کے حکام دمشق ہی کے مقرر ہو کر آتے تھے مگر جب فاطمیوں کی حکومت قائم ہو گئی تو انہوں نے یہاں مستقل حکام مقرر کئے چنانچہ پہلے یہاں کا حاکم ابان الخادم مقرر ہوا۔ پھر (بالترتیب) سر الغادلة' ابو السعادة' علی بن عبدالرحمٰن بن نزال' مختار الدولہ بن نزال یہاں کے حکام مقرر ہوتے رہے۔ یہ سب فاطمی حکام کے ارکان سلطنت سے تھے۔

بنو عمار کی حکومت: پھر یہاں کا قاضی امین الدولہ ابو طالب حسن بن عمار خود مختار حاکم ہو گیا۔ وہ ۴۶۴ھ میں فوت ہوا۔ وہ شیعوں کا بہت بڑا عالم اور فقیہ تھا اور اس نے وہ کتاب تصنیف کی ہے جو خراب الدولہ ابن منتز بن کمود کے نام سے مشہور ہے۔

اس کے بعد اس کا بھائی ابوالحسن بن محمد بن عمار حاکم ہوا۔ اس کا لقب جلال الدین تھا۔

فرنگیوں کا محاصرہ: ۴۹۲ھ میں فرنگیوں کا ایک حاکم صنجیل جس کا نام میمنت تھا' فوت ہو گیا۔ صنجیل ایک شہر کا نام بھی ہے۔ جو اس کے نام پر موسوم ہو گیا۔ صنجیل اس (طرابلس) کا طویل عرصہ تک محاصرہ کرتا رہا تھا (اس کا حاکم) ابن عمار اس کی حفاظت کرنے سے عاجز آ گیا تھا۔ اس لئے وہ عراق کے سلجوقی محمد بن ملک شاہ کے پاس امداد حاصل کرنے کے لئے پہنچا۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی المناقب کو طرابلس میں اپنا جانشین بنایا۔ اس کے ساتھ سعد الدولہ فتیان بن الاعز بھی تھا' جسے ابوالمناقب نے قتل کر دیا اور اس نے افضل بن امیر الجیوش کی اطاعت قبول کر لی جو اس زمانے میں فاطمی خلفاء کا خود مختار حاکم تھا۔

صنجیل (فرنگی حاکم) طرابلس کے محاصرہ کے دوران ہی مر گیا تھا اور اس کے بجائے فرنگیوں کا ایک افسر سردانی ان کا حاکم مقرر ہوا۔

فاطمی حکام کا تسلط: (فاطمی سپہ سالار) افضل نے طرابلس پر اپنا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ مگر وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے مال و دولت سمیٹنے میں مشغول رہا۔ افضل کو اس کے بارے میں یہ خبر ملی کہ وہ خود مختار بننا چاہتا ہے مگر اس نے اپنی بری حرکتوں کی وجہ سے اہل شہر کو اپنا مخالف بنا لیا تھا۔ لہٰذا افضل نے دوسرا حاکم اس کے بجائے بھیجا اور امداد کے لئے مصر سے جنگی جہاز بھی پہنچ گئے۔ اس کے بعد شہر کے ارباب اقتدار کو گرفتار کر لیا گیا اور فخر الملک بن عمار کے باقی ماندہ اہل و عیال کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا۔

ابن عمار کی ناکامی: فخر الملک بن عمار (جو سلجوقی بادشاہ کے پاس امداد کے لئے گیا تھا) ان کی امداد سے مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ کیونکہ وہ باہمی خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ وہ ۵۰۲ھ میں دمشق واپس آیا اور (وہاں کے حاکم) طغتگین اتابک کے پاس ٹھہرا۔

طرابلس کے فرنگی حکام: (فرنگی حکام) سردانی نے سات سال کے محاصرہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا۔ لہٰذا صنجیل کے فرزند نے یورپ سے آ کر طرابلس پر قبضہ کر لیا اور طرابلس کا شہر اس کی سلطنت میں تیس سال تک شامل رہا۔ پھر کچھ فرنگی افسروں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور بطرس اعور نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد طرابلس کا (فرنگی) حاکم القومص بطراز ہو گیا۔ جب اتابک زنگی حاکم موصل اور بیت المقدس کے فرنگی بادشاہ کے درمیان جنگ ہوئی اور اس میں فرنگیوں کو شکست ہوئی تو اس جنگ میں القومص (حاکم طرابلس) گرفتار ہو گیا۔

فرنگی بادشاہ جان بچا کر تغریب کے قلعہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ زنگی نے اس کا محاصرہ کیا۔ آخر کار فریقین نے اس پر مصالحت کی کہ وہ تغریب حوالے کر دے گا اور زنگی ان قیدیوں کو رہا کرے جو جنگ میں گرفتار ہوئے تھے (اس صلح کی رو سے القومص بھی رہا ہو گیا) اور وہ طرابلس واپس چلا گیا' اور وہاں کافی عرصہ تک حکومت کرتا رہا کہ

(اچانک) اسماعیلیہ فرقہ کے کچھ افراد نے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد رہند طرابلس کا اس وقت حاکم مقرر ہوا' جب کہ وہ ابھی بچہ تھا۔ وہ فرنگی فوجوں کے ساتھ ۵۵۹ھ میں جنگ حارم میں شریک تھا جس میں ملک عادل نے فرنگیوں کو شکست دی تھی اور اس جنگ میں رہند گرفتار ہوا تھا اور وہ بہت دیر تک مقید رہا۔ آخر کار جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب تخت نشین ہوا۔ تو اس نے ۵۷۰ھ میں اسے رہا کر دیا اور وہ طرابلس پہنچ گیا۔ اس وقت سے طرابلس کی حکومت اس کے اور اس کی اولاد کے پاس رہی۔ تا آنکہ سلطان منصور قلاوون نے ۶۸۸ھ میں طرابلس کو فتح کر لیا۔

ہسپتال اور دار العلوم کا قیام: سلطان منصور قلاوون نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ قاہرہ میں ایک ہسپتال قائم کرے گا۔ اس نے اس مقصد کے لئے بہت سے مقامات کا معائنہ کیا۔ آخر کار اسے فاطمی خلفاء کے محلوں میں سے دو محلوں کے قریب الدار القطبیہ کا مقام پسند آیا اور اس نے وہاں ہسپتال قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اصل حویلی کو ہسپتال کے لئے مقرر کیا اور اس کے سامنے اس نے علوم وفنون کی تعلیم کے لئے اعلیٰ درس گاہ اور اپنے لئے ایک مقبرہ کی تعمیر تجویز کی۔ ان سب کی تعمیر و تکمیل کے لئے اس نے علم الدین شجاعی کو مقرر کیا۔ چنانچہ اس نے بہت جلد یہ تمام عمارتیں تعمیر کرا دیں اور یہ ۶۸۲ھ میں مکمل ہو گئیں۔ سلطان نے ان کے اخراجات کے لئے مصر و شام کی بہت سی جائیدادیں اور اراضی وقف کیں۔

وقف کر دینے کا اعلان: (جب ہسپتال مکمل ہو گیا تو) ایک مقررہ دن کے موقع پر وہ ہسپتال پہنچا اور ایک طبی شربت کا پیالہ پی کر کہا: ''میں نے یہ ہسپتال اپنے اور اپنے سے کمتر (ہر خاص و عام) مخلوق کے لئے وقف کر دیا ہے''۔ چنانچہ یہ ہسپتال اس کی نہایت عمدہ یادگار ہے۔

عکا پر فوج کشی: سلطان منصور قلاوون نے اپنے فرزند علاء الدین کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کا لقب الصالح رکھا تھا' مگر وہ ۶۸۷ھ میں فوت ہو گیا تو سلطان نے اس کے بجائے دوسرے فرزند خلیل کو ولی عہد بنایا۔ اس عرصہ میں عکا کے فرنگیوں نے بغاوت کی اور انہوں نے گردو نواح کے (مسلمانوں کے) علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے اسی زمانے میں وہاں سے (مسلمان) تاجروں کا ایک قافلہ رومی اور ترک غلاموں کو لے کر گزرا۔ وہ یہ غلام سلطان کے لئے لے جا رہے تھے کہ اتنے میں فرنگیوں نے انہیں لوٹ لیا اور گرفتار کر لیا۔

قلاوون منصور کی وفات: (یہ خبر سن کر) سلطان نے ان سے جنگ کرنے کے مصمم ارادہ کر لیا اور عید الفطر کے بعد ۶۸۹ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا اس نے اپنے فرزند خلیل کو قاہرہ میں اپنا جانشین بنایا۔ اس کے ہمراہ زین الدین سیف اور علم الدین شجاعی وزیر تھے (وہاں پہنچ کر) وہ شہر کے باہر خیمہ زن ہوا کہ اچانک وہ بیمار ہو گیا لہٰذا اسے اپنے محل پہنچایا گیا۔ وہاں اس کا مرض بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ ماہ ذوالقعدہ ۶۸۹ھ میں فوت ہو گیا۔

باب: سوم

منصور قلادن کے جانشین

خلیل اشرف کی حکومت: (اس کی وفات کے بعد) اس کے فرزند خلیل کے ہاتھ پر بیعت لی گئی اور اس کا لقب اشرف رکھا گیا۔ اس وقت حسام الدین طرنطائی منصور کا نائب تھا۔ خلیل نے اسے اس عہدہ پر برقرار رکھا اور اس کے ساتھ زین الدین سیف کو آستانہ عالیہ کی نیابت میں شریک کیا۔ اس نے علم الدین شجاعی کو بھی وزیر برقرار رکھا۔ بدرالدین بیدو (بدستور) اس کا وزیر مالیات رہا اور عزالدین ایبک خزانہ دار تھا۔

حکام کا تقرر: اس وقت حسام الدین لاشین سلحدار دمشق کا حاکم تھا اور شمس الدین قراسنقر جوکندار حلب کا نائب حاکم تھا۔ خلیل نے دونوں کو برقرار رکھا۔ اس نے اپنے والد کے مقرر کردہ جتنے حکام تھے انہیں فی الحال برقرار رکھا۔ تاہم اس نے تھوڑے دنوں کے بعد اپنے نائب حسام الدین طرنطائی کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور اس کی جمع کردہ تمام مال و دولت کو ضبط کر لیا۔ وہ اپنی دولت کو چھپایا کرتا تھا۔ کم از کم اس کے پاس چھ لاکھ دینار تھے جو سب کے سب اس کے شاہی خزانہ میں جمع کرا دیئے گئے تھے۔

نئے وزیر کا تقرر: اب بدرالدین مستقل طور پر اس کا نائب مقرر ہو گیا تھا۔ خلیل نے محمد بن عثمان بن سلعوس کو حجاز سے بلوا کر اسے وزیر مقرر کیا۔ وہ اس سے پہلے شام کا ایک تاجر تھا۔ اس کے والد کے عہد میں وہ اس کا مقرب بارگاہ ہو گیا تھا اور اس کی اچھی خدمت کی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے اپنی شام کی جاگیروں کا منتظم بنا دیا۔ جہاں رہ کر اس نے بہت رقم وصول کر کے دی۔ اب اسے مصر کے دفتر کا نگران مقرر کیا گیا۔ یہاں آ کر اس نے بہت مظالم برپا کئے جس کی اطلاع سلطان کے نائب طرنطائی تک پہنچی تو سلطان نے اس کی دولت ضبط کر لی اور اسے سزا دے کر اسے شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

محمد بن عثمان نے اسی سال حج کیا تھا (اور وہ حجاز میں مقیم تھا)۔ جب خلیل اشرف تخت نشین ہوا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اسے بلوا بھیجا اور اسے وزیر مقرر کیا۔ یہاں آتے ہی اس نے بہت اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔ وہ خواص کا کام کرتا تھا اور عوام الناس سے الگ تھلگ رہتا تھا۔

خلیل اشرف نے شمس الدین سنقر کو بھی گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تھا۔ اس نے اپنے نائب السلطنت طرنطائی کے ساتھ عزالدین سیف کو بھی گرفتار کیا تھا کیونکہ اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ طرنطائی کے ساتھ مل کر اس کے خلاف سازش کر رہا ہے مگر جب اس کی بے گناہی ثابت ہوئی تو اس نے اسے رہا کر دیا۔

عکا کا محاصرہ: (انتظام سلطنت درست کرنے کے بعد خلیل اشرف نے ۶۹۰ھ میں عکا کے محاصرہ کا قصد کیا تاکہ اپنے والد کی فوجی مہم کی تکمیل کرے۔ چنانچہ اس نے فوجوں کو تیار کیا اور اہل شام کو دعوتِ جہاد دی۔ وہ قاہرہ سے فوج کشی کر کے تیز رفتاری کے ساتھ براہِ راست عکا پہنچا۔ شام کے حکام اور حاکم حماۃ مظفر بن منصور (فوج لے کر) اس کے پاس عکا پہنچا۔ محاصرہ کے بعد قلعہ پر مجانیق (قلعہ شکن آلات) سے حملہ کیا گیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلعہ کی کئی برجیاں ٹوٹ گئیں' جہاں سے فوجیوں نے گھسنے کی کوشش کی تو دشمن نے ان پر تیر اندازی کی۔ تاہم انہوں نے مٹی سے خندق کو بھرنے کی کوشش کی' یہاں تک کہ اسے پاٹ دیا۔ شکستہ برجیوں کو زمین کے برابر ہموار کر دیا اور اسی سمت سے شہر میں گھس کر دشمن کا صفایا کر دیا اور بے حد قتل و غارت کی۔ شکست خوردہ اور بچے کھچے دشمن سپاہی ان بڑے بڑے برجوں میں پناہ گزین ہوئے جو ابھی تک قائم تھے۔ اس لیے دس دن تک ان کا بھی محاصرہ کر کے مسلمان سپاہی ان میں بھی گھس گئے اور انہیں تہ تیغ کیا۔

فتح عظیم: عکا ۶۹۰ھ میں فتح ہوا۔ یہ شہر فرنگی کفار کے قبضے میں ایک سو تین سال تک رہا۔ کیونکہ فرنگیوں نے سلطان صلاح الدین کے قبضے سے اسے ۵۸۷ھ میں حاصل کیا تھا۔

فرنگی شہروں کی تباہی: سلطان خلیل اشرف کے حکم سے عطا کا شہر تباہ و برباد کر دیا گیا جب اس کی خبر صور' صیدا' صقلیہ اور حیفا کے فرنگیوں کو ملی تو وہ ان شہروں کو ویران چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سلطان جب ان شہروں میں سے گزرا تو اس کے حکم کے مطابق یہ تمام (فرنگی) شہر برباد کر دیے گئے۔ پھر سلطان دمشق روانہ ہو گیا۔

سلطان نے راستے میں حسام الدین لاشین حاکم دمشق کو پکڑ لیا۔ کیونکہ اس کے شیطان (مخبروں) نے اسے اطلاع دی تھی کہ سلطان اسے اچانک قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ فرار ہونے کے لیے سوار ہو گیا۔ اس کے تعاقب میں علم الدین سنجر شجاعی گیا تھا۔

پھر سلطان بیروت گیا اور اسے فتح کر لیا۔ سلطان الکرک کے پاس سے بھی گزرا تو وہاں کے نائب حاکم رکن الدین بیبرس دوادار نے جو مؤرخ بھی تھا۔ اپنا استعفیٰ پیش کیا لہٰذا سلطان نے اس کے بجائے جمال الدین اقسز اشرفی کو الکرک کا حاکم مقرر کیا۔

جب سلطان قاہرہ واپس آیا تو اس نے سلطان ظاہر کے دونوں فرزندوں شلامش اور خسرو کو اسکندریہ کے قید خانے سے رہا کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ جہاں پہنچنے کے بعد شلامش فوت ہو گیا۔ سلطان نے حسام الدین لاشین منصوری اور شمس الدین سنقر الاشقر کو بھی جیل خانے سے رہا کر دیا۔ علم الدین سنجار نائب حاکم دمشق کو گرفتار کر کے پہلے سے مصر بھیج کر مقید کر دیا گیا تھا۔

سلطان نے یہ حکم دیا کہ قلعہ کے اوپر کے شہ نشینوں کو جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ وسیع اور بلند کیا جائے اور اس کے سامنے جشن اور عیدوں کے دنوں میں سلطان کے جلوس کے لیے ایک گنبد تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ میدان اور گھوڑوں کے بازار کے قریب ایسی عمارت تعمیر کی گئی۔

فتح قلعۃ الروم: سلطان خلیل اشرف نے جب حسام الدین لاشین کو چھوڑ دیا تھا تو اس کو شام کے حاکم کے عہدے پر بحال

کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ۶۹۱ھ میں اپنی فوج لے کر شام روانہ ہوا۔ دمشق پہنچنے کے بعد وہ حلب پہنچا اور وہاں سے اس نے قلعہ الروم کی طرف فوج کشی کی اور اسی سال کے جمادی الاولیٰ میں اس نے اس کا محاصرہ کر لیا اور تیس دن تک محاصرہ کرنے کے بعد سلطان نے اس قلعہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور وہاں کی منتشر فوجوں کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا اور وہاں بطرک الارض کو قیدی بنا لیا۔

حلب کا نیا حاکم: پھر وہاں سے واپس آ کر سلطان نے ماہ شعبان میں حلب میں قیام کیا اور قراسنقر ظاہری کے بجائے حلب کا نائب حاکم سیف الدین طباخی کو بنایا۔ کیونکہ سلطان نے قراسنقر کو ممالک کا سردار بنا دیا تھا۔

لاشین کی دوبارہ گرفتاری: وہاں سے سلطان دمشق پہنچا اور عید الفطر منائی (شام کے حاکم) لاشین کو بدگمانی ہوئی تو وہ عید الفطر کی رات کو وہاں سے بھاگ گیا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں سوار بھجوائے تو کسی عرب بدو نے اپنے قبیلے میں (سے گزرتے ہوئے) اسے پکڑ لیا اور اسے لے کر سلطان کے پاس آیا۔ سلطان نے اس کو بیڑیوں میں جکڑ کر قاہرہ بھجوا دیا اور دمشق کا حاکم عز الدین ایبک حمیدی کو علم الدین سنجر شجاعی کے بجائے مقرر کیا۔

سلطان کا نیا مشیر: جب سلطان مصر واپس آیا تو اس نے علم الدین شجاعی کو رہا کر دیا مگر وہ رہائی کے ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان نے سنقر اشقر کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ سلطان کے نائب بیدو کو جب لاشین کی بے گناہی معلوم ہوئی تو اسے رہا کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد الاثیر فوت ہو گیا اس کے منصب پر اس کے فرزند عماد الدین ایوب کو مقرر کیا گیا۔ ایوب کو سلطان منصور نے اپنی حکومت کے آغاز میں مقید کر دیا تھا۔ مگر سلطان خلیل اشرف نے اسے اسی سال رہا کر دیا تھا۔

یوں وہ تیرہ سال تک قید میں رہا ....

....

......مگر اب سلطان اشرف نے رہا کر کے اسے اپنی ہم نشینی اور مشورہ کے لئے مخصوص کر لیا۔

میر منشی کی وفات: (اسی سال) سلطان کے میر منشی اور پرائیویٹ سیکرٹری قاضی فتح الدین محمد بن عبداللہ بن عبدالظاہر فوت ہو گیا۔ اس کا سلطان اور اس کے والد کے دربار میں بلند مقام تھا۔ اب سلطان نے اس کے بجائے فتح الدین احمد بن الاثیر حلی کو (اس منصب کے لئے) مقرر کیا۔ ابن عبدالظاہر کا فرزند علاء الدین علی تھا۔ سلطان نے اس کے ساتھ بھی نوازش کی اور اسے بھی منشیوں میں ملازم رکھ لیا۔

نائب السلطنت سے بدگمانی: بعد ازاں جب سلطان مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں سیر و شکار کے لئے گیا تو اس نے بیدو نائب السلطنت کو دار الخلافہ کے انتظام کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا مگر جب وہ قوص پہنچا تو ابن اسلوس نے اسے پوشیدہ طور پر یہ اطلاع پہنچائی کہ بیدو (نائب حاکم) نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں بے شمار زرعی اراضی اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے۔ چنانچہ وہاں جا کر سلطان نے ان کا معائنہ کیا اور جب ان اراضی کی کثرت کو (بری طرح) محسوس کیا تو وہ بیدو سے بدگمان ہو گیا۔ جب سلطان اشرف مصر واپس آیا تو اس نے اس سے اس کی کچھ جاگیریں واپس لے لیں۔ اس وقت سے بیدو کے بارے میں اسے شک و شبہ رہنے لگا تھا اس لئے بیدو نے خیموں اور عمدہ مویشیوں کے تحفے سلطان کو پیش کئے۔

شاہ ارمن سے مصالحت: ۶۹۲ھ میں سلطان نے شام کے سفر کی تیاری کی اور بیدو کو لشکر دے کر پہلے بھیج دیا اور خود الکرک پہنچا اور وہاں کے حالات درست کر کے شام پہنچا۔ وہاں ارمینیہ اور سیس کے حاکم کے ایلچی نے اس سے ملاقات کی اور اس کی طرف سے مصالحت کا اظہار کیا۔ اس مقصد کے لئے وہ تھسنا' مرعش اور تل حمدون کے قلعے (سلطان کے) حوالے کرنے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ سلطان نے مصالحت کر لی اور ان (مذکورہ بالا) قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعے حلب کی اراضی کے راستوں کے موڑ پر واقع تھے تھسنا کا قلعہ تو مسلمانوں کا تھا مگر جب ہلاکو نے حلب کو فتح کیا تو یہ قلعہ شاہ ارمن و سیس کو فروخت کر دیا تھا۔

پھر سلطان اسی سال کے ماہ رجب میں حمص پہنچا۔ اس کے ساتھ حاکم حماۃ مظفر بھی تھا سلطان نے سلمیہ میں قیام کیا۔ وہاں اس سے عرب قبائل کے سردار مہنا بن عیسیٰ نے ملاقات کی۔ سلطان نے اسے اور اس کے دونوں بھائیوں محمد و فضل اور اس کے فرزند موسیٰ کو گرفتار کر کے لاشین کے ساتھ دمشق بھیج دیا۔ وہاں سے وہ مصر بھیجے گئے اور وہاں وہ سب قید میں رہے۔ سلطان نے ان کے بجائے عرب قبائل پر محمد بن ابی بکر بن علی بن جدیلہ کو حاکم مقرر کیا۔

جب سلطان حمص میں تھا تو اس نے الکرک کے نائب حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ قلعہ شوبک کو تباہ و برباد کرا دے۔ چنانچہ یہ قلعہ تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے اگلی فوج بیدو کے ساتھ روانہ کی اور خود اپنے خواص کے ساتھ پچھلی فوج میں واپس آیا۔ جب وہ مصر پہنچا تو اس نے لاشین منصوری کو قید سے رہا کر دیا۔

سلطان اور بیدو کی نا چاقی: نائب السلطنت بیدو سلطان اشرف پر چھایا ہوا تھا اور اشرف اس کی خود مختاری کی وجہ سے اس سے بدگمان تھا' خود بیدو بھی اشرف سے ناراض اور کبیدہ خاطر رہتا۔

سلطان کی ناراضگی: ۶۹۳ھ میں سلطان اشرف بحیرہ میں شکار کے لئے نکلا' اور اس نے اپنے وزیر ابن سلعوس کو مال اور کپڑے وغیرہ فراہم کرنے کے لئے بھیجا تو اس نے دیکھا کہ بیدو (نائب سلطنت) اور دیگر امراء وہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے' اور وہاں جو عمدہ چیزیں تھیں وہ سب حاصل کر لی تھیں۔ اس نے سلطان کو خط لکھا تو سلطان بہت ناراض ہوا اور اس نے بیدو کو بلوا کر اسے بہت زجر و توبیخ کی۔ اس معاملے میں بیدو نے (بظاہر) اس کے ساتھ نہایت نرم رویہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

امراء کی سازش: اس کے بعد بیدو اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور ان سے بادشاہ پر حملہ کرنے کی سازش کی۔ اس سازش کے سرغنے لاشین منصوری حاکم دمشق اور قراسنقر منصوری حاکم حلب تھے۔ ان کے علاوہ تمام امرائے مصر سلطان اشرف سے ناراض تھے۔ کیونکہ اس نے اپنے ادنیٰ ملازموں کو ان پر ترجیح دے رکھی تھی۔ چنانچہ جب ایک دفعہ ابن سلعوس نے اسے لکھا کہ مال کی قلت ہے تو اس نے اپنے موالی کو قلعہ کی طرف منتقل کر دیا' تا کہ اخراجات میں کمی ہو' مگر اس کی قلت (بدستور) برقرار رہی۔

سلطان اشرف کا قتل: ایک دن سلطان سیر و شکار کے لئے باہر نکلا ہوا تھا کہ (مذکورہ بالا) امرائے مصر نے اس کا تعاقب کیا اور اسے شکار کرتے ہوئے پکڑ لیا۔ جب سلطان کو ان سے خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے بہ عجلت تمام تلوار کے پے در پے

اس پر حملے کئے۔ سب سے پہلے وار بیدو کا تھا اور دوسرا وار لاشین نے کیا۔ انہوں نے اسے قتل کر کے زمین پر گرادیا۔ یہ واقعہ اس سال کے ماہ محرم کی پندرہویں تاریخ کو ہوا۔

بیدو کی عارضی بادشاہت: اس کے بعد وہ اپنے خیموں کو لوٹ گئے۔ انہوں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ وہ بیدو کو بادشاہ بنائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بادشاہ بنا کر اس کا لقب القاہر رکھا۔ بیدو نے بیسری شمسی اور سیف الدین بکتمر سلحدار کو گرفتار کر کے انہیں شاہی قلعہ لے جانے کے ارادے سے اپنے ساتھ رکھا۔

بیدو کا قتل: اسی وقت زین الدین سیف بھی (کسی اور جگہ) شکار کے لئے نکلا ہوا تھا' اسے (بادشاہ کے قتل) کی خبر شکار کرتے ہوئے ملی تو وہ (فوراً) ان کے تعاقب کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ سوس جاشنکیر حسام الدین استاذ الدار رکن الدین سوس اور طقجی' جاشنکیر یہ جماعت کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ان (بیدو اور ان کے ساتھیوں) کو طرآنہ کے مقام پر جا پکڑا۔ جب بیسری' بکتمر نے جو خیمے میں گرفتار تھے' انہیں دیکھا تو وہ کتبغا اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھاگ گئے' بلکہ بیدو کے ساتھ جو عرب قبائل کے سپاہی تھے وہ بھی بھاگ گئے۔ بیدو نے ان کے ساتھ جنگ کی مگر مارا گیا اور اس کے ساتھی قراسنقر اور لاشین وغیرہ بھی قاہرہ بھاگ گئے۔ بیدو کا سر نیزہ پر لٹکا کر لے جایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ لاشین ابن طولون کی جامع مسجد کی اذان کے مینارہ پر پوشیدہ ہو گیا تھا۔

محمد الناصر کی پہلی بادشاہت: کتبغا اور اس کے ساتھ قلعہ مصر پہنچے' وہاں علم الدین شجاعی تھا۔ انہوں نے سلطان اشرف بھائی محمد بن قلاؤن کو بلوا کر اس کے ہاتھ پر (بادشاہت کے لئے) بیعت کر لی اور اس کا لقب ناصر رکھا۔ نائب السلطنت کتبغا مقرر ہوا' اور حسام الدین اتابک اور علم الدین سنجر وزیر بنا۔ (وزیر مالیات) استاذ الدار رکن الدین سوس جاشنکیر بنایا گیا۔

سازشیوں کا قتل: یہ سب (امراء) خود مختار اور مطلق العنان تھے۔ ناصر کو کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔ ان امراء نے ان لوگوں کو تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی جنہوں نے بیدو کے ساتھ مل کر سلطان کے قتل کرنے کی سازش کی تھی چنانچہ انہیں قتل' سولی اور قطع و برید سے ختم کیا گیا۔ نوبہ کے حاکم بہادر اور اقوش موصلی کو بھی قتل کیا گیا اور ان کی لاشیں جلادی گئیں۔

سرغنوں کی رہائی: کتبغا نے لاشین اور قراسنقر کے بارے میں جو قتل کے اصل سرغنہ تھے سفارش قبول کی اور وہ دونوں پوشیدہ مقامات سے نمودار ہو کر سلطنت کے اعلیٰ مناصب پر بحال ہو گئے۔ پھر جب محمد بن سلموس اسکندریہ سے واپس آیا تو اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وزیر شجاعی نے اس کی جائیداد ضبط کر لی اور اسے سزا دی گئی۔ چنانچہ وہ اسی دوران فوت ہو گیا۔

عز الدین ایبک افرم صالحی کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ اسے سلطان اشرف نے ۶۹۲ھ میں مقید کیا تھا۔

کتبغا کی بغاوت: سلطان ناصر کے ساتھ اس کے وزیر شجاعی کے تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے اور وہ ناصر کا خاص اور ہمراز بن گیا تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ وہ امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کرلے۔ چنانچہ ناصر نے ان امراء کو نظر بند کر دیا۔ ان میں سیف الدین کرجی اور سیف الدین طوبجی بھی شامل تھے۔ کتبغا سے یہ واقعہ پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ اس کی اطلاع کتبغا کو اس وقت ملی جب وہ قلعہ کے میدان میں ایک جلوس کی رہنمائی کر رہا تھا اور امراء اس کے سامنے سوار ہو کر جا رہے تھے۔ وہ اس خبر

سے بہت پریشان ہوا اور وہ شجاعی اور ناصر دونوں سے بدگمان ہو گیا۔ اتنے میں شجاعی کا ایک غلام اس جلوس میں کتبغا کی طرف بڑھا اور اسے قتل کرنے کے لئے تلوار نکالی تو اس کے ایک غلام نے اس (غلام) کو قتل کر دیا۔ کتبغا اور اس کے ساتھ کے امراء قلعہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے استاذ الدر۔ (وزیر مالیات) سوس جاشنکیر کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھیج دیا۔ اس کے بعد فوج کو بلوا کر اکٹھا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان ناصر نے ان کے پاس ایک افسر کو (گفت وشنید کے لئے بھیجا) تو انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ شجاعی کو ان کے حوالے کیا جائے۔

وزیر شجاعی کا قتل: جب سلطان نے یہ بات نہیں مانی تو ان (امراء) نے قلعہ کا سات دن تک محاصرہ کیا اور پھر سخت جنگ شروع ہو گئی۔ قلعہ کے اندر جو فوج رہ گئی تھی وہ بھی بھاگ کر کتبغا کے محاذ پر پہنچ گئی۔ شجاعی ان کے مقابلے کے لئے نکلا مگر کچھ نہ کر سکا اور وہ سلطان کے پاس چلا گیا۔ وہ بہت خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ غلام اسے قید خانے کی طرف لے گئے' مگر راستے ہی میں اس کو قتل کر دیا۔

ممالیک کا شہر میں داخلہ: جب کتبغا اور اس کے ساتھیوں کو اس (کے قتل) کی اطلاع ملی تو ان کے تمام شک وشبہات دور ہو گئے اور انہوں نے سلطان سے پناہ کی درخواست کی۔ سلطان نے ان کی جان بخشی کی۔ پھر انہوں نے سلطان سے (اس بارے میں) حلف اٹھوایا۔ جب اس نے حلف اٹھوایا تو وہ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد کتبغا نے عوام کو داد و دہش سے نوازا۔ اور ان تمام ممالیک کو رہا کر دیا جو شجاعی کی مداخلت کی وجہ سے (باہر) نظر بند تھے۔ کتبغا نے ان کو شہر کی مختلف سرکاری عمارتوں میں لا کر بسایا' کیونکہ وہ قریباً نو ہزار افراد تھے۔ یوں وہ شہر میں رہنے لگے۔

ممالیک کا فتنہ وفساد ۶۹۴ھ میں جب ماہ محرم میں نئے سال کا آغاز ہوا تو ان (ممالیک) نے (فتنہ وفساد کے لئے) ایک رات مقرر کی۔ اسی رات وہ سب سوار ہو کر (باہر نکل آئے) انہوں نے قید خانوں میں سے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور امراء کے گھروں کو لوٹ لیا۔ ابھی ان کا منصوبہ مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ صبح ہو گئی۔ صبح سویرے حاجب بہادر فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لئے پہنچ گیا۔

فساد کا قلع قمع: اس نے انہیں شکست دے کر بھگا دیا اور وہ منتشر ہو گئے۔ ان میں سے اکثر گرفتار کر لئے گئے اور انہیں مختلف قسم کی سزائیں دی گئیں کچھ قتل کر دیئے گئے' باقی لوگوں کو مار پیٹ کے بعد معزول کر دیا گیا۔ عزالدین ایبک افرم کو بھی رہا کر کے اسے امیر جندار کے عہدہ پر بحال کر دیا گیا۔ مگر وہ جلد ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان کا نظم ونسق برقرار ہو گیا۔ تاہم اس کا نائب کتبغا اس پر چھایا رہا اور کچھ عرصہ تک یہی صورت حال برقرار رہی۔

کتبغا کی بادشاہت

جب کتبغا اور شجاعی میں ناچاقی ہوئی اور اس کے بعد (مذکورہ بالا) فتنہ وفساد ہوا تو کتبغا بظاہر کشیدہ خاطر رہا۔ اور اپنے فرائض منصبی نیابت سے منقطع ہو کر بیمار بن گیا۔ سلطان اس کی عیادت کے لئے جاتا رہا۔ اس اثناء میں اس کے گہرے دوستوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بالکل خود مختار ہو کر تخت نشین ہو جائے۔ چونکہ وہ ابتداء ہی سے اس قسم کے اقتدار

کا خواہاں تھا۔اس لئے اس نے امرائے مصر کو اکٹھا کر کے انہیں اپنی (بادشاہت کے لئے) بیعت کی دعوت دی۔انہوں نے (اس مقصد کے لئے) اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ناصر کو (بادشاہت سے) معزول کر دیا اور پھر کتبغا خود شاہی محل گیا اور وہاں تخت شاہی پر بیٹھا اور العادل اپنا (شاہی) لقب رکھا۔اس کے بعد اس نے سلطان (ناصر) کو شاہی محل سے بالکل نکال دیا۔وہ اس وقت اپنی والدہ کے ساتھ کسی کمرہ میں رہتا تھا۔

حکام کا تقرر: کتبغا نے حسام الدین لاشین کو نائب السلطنت اور الصاحب فخر الدین عمر بن عبدالعزیز خلیلی کو جو پہلے استاذ الدار (وزیر مالیات) تھا' وزیر مقرر کیا۔اسے علاء الدین ابن قلاؤن ولی عہد کے دفاتر کی نگرانی سے تبدیل کر کے یہاں مقرر کیا گیا تھا کتبغا نے عزالدین ایبک افرم صالحی کو امیر جندار بہادر حلبی کو امیر حاجب اور سیف الدین ممماص کو استاذ الدار (افسر مال) مقرر کیا۔اس نے سلطنت کے دیگر عہدے اپنے علاقوں (ممالیک) کے درمیان تقسیم کر دیے تھے۔

شام میں اقتدار: کتبغا نے شام کے حکام کو لکھا کہ وہ اس کے حق میں بیعت حاصل کریں۔انہوں نے تعمیل حکم کی۔اس نے طرابلس کے حاکم عزالدین ایبک خازندار کو گرفتار کر کے اس کے بجائے فخر الدین ایبک موصلی کو حاکم مقرر کیا۔چنانچہ خازندار حصن الاکراد میں رہنے لگا اور موصلی طرابلس میں رہتا تھا اور وہ حاکم کا مرکزی مقام ہو گیا۔

تاتاری جماعت کی آمد: ۶۹۵ھ میں سلطان عادل کتبغا کے پاس تاتاریوں کی ایک جماعت آئی جو اویراتیہ کے نام سے موسوم تھی۔ان کا سردار طرنطائی تھا' وہ اپنے چچازاد بھائی بدولی کجاب کا گہرا دوست تھا جو تاتاریوں کا بادشاہ تھا جب غازان تخت نشین ہوا تو طرنطائی کو اس سے خوف لاحق ہوا۔کیونکہ اس کے قبائل خازان اور موصل کے درمیان تھے۔

شاہ تاتار کے باغی: غازان نے ان تاتاریوں کا محاصرہ کرلیا جو مارتکین سے متعلق تھے اور ان کا راستہ روک لیا۔اس نے اپنے ایک حاکم قطقرا کو روانہ کیا تاکہ وہ طرنطائی اور اس کے قبیلہ کے اکابر کو گرفتار کر لے۔چنانچہ وہ اسی سواروں کو لے کر اس کی طرف روانہ ہوا۔طرنطائی اور اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد دریائے فرات کو عبور کر کے وہ شام کی طرف بھاگ گئے۔

شام و مصر میں استقبال: جب دیار بکر کے تاتاریوں نے ان کا تعاقب کیا تو پلٹ کر ان پر حملہ کیا اور انہیں بھی شکست دے دی اس کے بعد سلطان عادل (کتبغا) نے سنجر دوادار کو حکم دیا کہ وہ ان کا استقبال کرے۔ان کی آمد پر نائب حاکم دمشق نے جشن منایا۔پھر وہ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو شمس الدین قرا سنقر نے ان کا استقبال کیا اور وہ قلعہ کے دروازہ کے پاس امرائے مصر کے ساتھ مل کر بیٹھنے لگے جس سے امراء ناک بھوں چڑھانے لگے اور یہی (حرکت) سلطان عادل کی معزولی کا سبب بن گئی جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

تاتاریوں سے تعلقات: بہر حال ان تاتاری (امراء) کے آنے کے بعد ان کی قوم کے باقی افراد بھی (مصر) آ گئے۔ان میں سے اکثر (راستے ہی میں) مر گئے تھے' اب ان (تاتاریوں نے) سلطنت میں بھی اثر و رسوخ قائم کر لیا اور ترک خاندانوں کے ساتھ ان کا خلط ملط ہونے لگا۔وہ مسلمان بھی ہو گئے تھے اور وہ ان کی اولاد سے خدمت لینے لگے تھے

اور شادی بیاہ کے بعد ان سے رشتہ داری بھی قائم ہو گئی تھی۔

کتبغا کے خلاف سازش: مصر کے ارکانِ سلطنت سلطان کتبغا عادل سے اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ اس نے اپنے ممالیک کو ان پر مقدم کر رکھا تھا بعد ازاں اس نے اریدانیہ تاتاریوں کو ان کے برابر درجہ دیا ہے لہٰذا انہوں نے اسے معزول کرنے کے لئے باہم مشورہ کیا۔

شام کا سفر: ۶۹۵ھ میں ماہ شوال میں سلطان شام کی طرف روانہ ہوا اور اس نے حاکم دمشق عز الدین ایبک حموی کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے اپنے موالی میں سے سیف الدین غزلو کو حاکم دمشق مقرر کیا۔ بعد ازاں سیر و شکار کر کے حمص پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات حاکم حماۃ مظفر سے ہوئی۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے اس کے شہر واپس کر دیا۔

امرائے مصر کا متفقہ فیصلہ: جب سلطان مصر واپس جانے کی تیاریاں کر رہا تھا تو اس وقت امرائے مصر نے اسے بادشاہت سے معزول کرنے اور اس کے ممالیک کا صفایا کرنے کا متفقہ فیصلہ کر لیا تھا جب (کتبغا) فلسطین کے مقام عوجاء پر پہنچا تو اُسے اطلاع ملی کی بیسری شمسی نے تاتاریوں سے خط و کتابت کی ہے۔ کتبغا نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور اسے سخت دھمکی دی۔ مگر امرائے مصر اس بات ہی سے مشتعل ہو گئے اور وہ اپنے فیصلے کو (عمل میں لانے کے لئے) متفق ہو گئے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل امراء اور ان کے ساتھیوں نے لاشین کے ہاتھ پر (بادشاہت کے لئے) بیعت کر لی (۱) بدر الدین بیسری (۲) شمس الدین قراسنقر (۳) سیف الدین قفجاق (۴) بہادر حلبی حاجب (۵) بکتاش فخری (۶) بیلیک خازندار (۷) اقوش موصلی (۸) بکتمر سلحدار (۹) سلار (۱۰) طغجی (۱۱) کرجی (۱۲) مطائی۔

وفاداروں کا قتل: یہ لوگ بکتوت ازرق کے خیمے میں پہنچے اور اسے قتل کر دیا جب ان کے پاس مجاص آیا تو انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ جب سلطان کتبغا اپنی مختصر جماعت لے کر پہنچا تو انہوں نے اس پر بھی حملہ کر کے اور شکست دے کر دمشق کی طرف بھگا دیا۔

لاشین کی بادشاہت

آخر کار لوگوں نے لاشین کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب منصور رکھا۔ مگر اس کے سامنے یہ شرط رکھی کہ وہ صرف اپنی تنہا رائے کے مطابق حکومت نہیں کرے گا۔ اس نے یہ شرط تسلیم کر لی اور مصر پہنچ کر وہ شاہی قلعہ میں داخل ہو گیا۔

دمشق میں پناہ: جب کتبغا دمشق پہنچا تو ان کا نائب حاکم سیف الدین غزلو اس سے ملا اور اس نے اسے قلعہ میں پناہ دی۔ اس نے لاشین کے مخصوص افراد اور ان امراء سے جو اس کے ساتھ تھے احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور اس کے موالی کی ایک جماعت کو بھی پناہ دی۔ اتنے میں وہ فوجیں بھی پہنچ گئیں جو رحبہ میں تھیں، جن کا سپہ سالار رجاجان تھا۔ یہ لوگ لاشین کے حامی تھے۔ اس لئے دمشق کے بیرونی علاقے میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔ یہ متفقہ طور پر لاشین کی بیعت کا اعلان کر رہے تھے۔

کتبغا کی حکومت کا قطعی خاتمہ: جب سلطان کتبغا عادل کی حکومت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا تھا تو اس نے ہتھیار

ڈال دیئے اور اسے وہاں کے قلعے میں مقید کر دیا گیا۔ اس نے صرف دو دن بادشاہت کی۔ اب اس نے (اپنے لئے) صرف صرخد کی حکومت کے لئے درخواست کی۔ اس (درخواست) کے بعد دمشق کے امراء نے بھی لاشین کے پاس اپنی بیعت اور وفاداری کا پیغام بھیج دیا اور سیف الدین جاغان قلعہ میں داخل ہو گیا۔

حکام مصر کی تبدیلی: لاشین نے اہل دمشق کو لکھا کہ کتبغا کو مصر بھیج دیا جائے اس نے کتبغا کا یہ مطالبہ بھی تسلیم کر لیا کہ اسے صرخد کی حکومت دی جائے دمشق کا (نیا) حاکم قبحق منصوری بھی وہاں پہنچ گیا۔ لاشین نے مصر میں رکن الدین بیبرس جاشنگیر اور دیگر ممالیک کو بھی قید سے رہا کر دیا۔ اس نے قراسنقر کو نائب السلطنت اور سیف الدین سلار کو استاذ الدار (افسر مال) اور سیف الدین بکتمر سلحدار کو امیر جندر مقرر کیا۔ اس نے بہادر حلبی کو بھی اعلیٰ عہدہ دیا اور فخر الدین خلیلی کو بدستور وزیر مقرر کیا۔ تاہم (کچھ عرصے کے بعد) اسے معزول کر کے اس کے بجائے شمس الدین سنقر اشقر کو وزیر مقرر کیا۔

۶۹۶ھ کے آخر میں لاشین نے اپنے نائب قراسنقر اور سیف الدین سالار (افسر مال) استاذ الدار کو گرفتار کر لیا اور سلار کے بجائے اپنے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سیف الدین منکوتمر حسامی کو (استاذ الدار) مقرر کیا اور سیف الدین قبحق منصوری کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

جامع ابن طولون کی تعمیر: لاشین نے ابن طولون کی جامع مسجد کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا اور اس کام کے لئے علم الدین سنجر دوادار کو مقرر کیا۔ اس نے اس کے (تعمیری) اخراجات کے لئے اپنے ذاتی مال سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کا عطیہ دیا اور اس کے لئے جائیدادیں اور اراضی وقف کیں۔

ناصر کی الکرک کی طرف روانگی: ۶۹۷ھ میں لاشین نے (سابق سلطان) ناصر محمد بن قلاون کو سیف الدین سلار استاذ الدار کے ساتھ الکرک بھجوا دیا۔ اس وقت اس نے اپنے شاہی محل کے عالم زین الدین ابن مخلوف سے یہ بات کہی "یہ میرے استاد کا فرزند ہے اور حکومت میں اس کا نائب میں ہوں اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ حکومت کر سکتا ہے تو میں ضرور اسے تخت شاہی پر بٹھاتا۔ مجھے اس وقت (اس کی جان کا) خطرہ ہے اس لئے میں نے اسے الکرک بھجوا دیا ہے"۔ چنانچہ وہ ماہ ربیع الاول میں الکرک پہنچ گیا۔

علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں: "اس نے اس کے ساتھ جمال الدین ابن اقوش کو بھی بھیجا تھا"۔

بیسری کی وفات: سلطان لاشین نے اسی سال اپنے نائب السلطنت منکوتمر کی شکایت پر بدر الدین بیسری شمسی کو گرفتار کر لیا۔ کیونکہ (سلطان) لاشین نے (حکومت کا) کام اس کے سپرد کرنا چاہا تھا۔ مگر بیسری نے اسے اس کام سے باز رکھا اور اس کی برائی کی۔ منکوتمر نے بیسری کے ایک غلام کو پوشیدہ طور پر سلطان کے پاس بھجوا کر یہ کہلوایا کہ وہ (بیسری) بغاوت کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس وجہ سے سلطان نے اسی سال کے آخر ربیع الثانی میں گرفتار کر کے اسے قید خانے میں ٹھونس دیا اور وہ قید خانے ہی میں فوت ہو گیا۔

اراضی کا نیا انتظام: سلطان نے اسی سال بہادر حلبی اور عز الدین ایبک حموی کو بھی گرفتار کیا۔ سلطان لاشین نے اس سال یہ بھی حکم دیا کہ وہ جاگیریں جو گرد و نواح کی ہیں لوٹا دی جائیں اور اس مقصد کے لئے اس نے حکام اور منشیوں کو بھیجا۔

اس کام کا پورا انتظام سلطنت کے محاسب اعظم (مستوفی الدولہ) عبدالرحمٰن الطویل نے انجام دیا۔

نئی تقسیم: مؤرخ حماۃ المؤید نے تحریر کیا ہے: "پہلے مصر چوبیس قیراط (حصوں) پر تقسیم تھا ان میں چار حصے سلطان کے ہوتے تھے اس میں مناصب اور تنخواہیں وغیرہ سب شامل تھیں دس امراء اور اطلاق و زیادات کے لئے تھے اور دس اجناد کے لئے ہوتے تھے۔ لہٰذا (اب) دس حصے امراء اطلاقات و زیادات اور اجناد دونوں کے ہو گئے اور چودہ حصے سلطان کے ہو گئے اس طرح لشکر دوگنا ہو گیا"۔

علامہ نووی کا بیان: علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں

"مخصوص افراد کے لئے روک میں الجزیرہ 'اطفیح' دمیاط منفلوط اور کوم اخمر کے علاقے (اصلاح) مقرر کر دیئے گئے تھے۔ نیز ۶۹۶ھ سے خراج کا سال تبدیل کر دیا گیا یہ شمار کے لحاظ سے تھا (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) تینتیس سال گزرنے کے بعد ایک سال کا (اضافہ) ہو گیا۔ شمسی اور قمری سالوں میں بھی فرق ہے۔ یہ فوج کے دفتر میں فرق دور کرنے کے لئے جو کچھ کیا گیا جو صرف قلم کی تبدیلی ہے ورنہ حقیقت میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس قاعدہ کے بعد ملکی اراضی کی تقسیم کی گئی اور صرف چند محکمے (اس قاعدہ سے) مستثنیٰ کر دیئے گئے"۔

منکوتمر کی امراء سے مخالفت: جب سیف الدین منکوتمر نائب السلطنت مقرر ہوا تو سلطان سے خصوصی تعلقات رکھنے کی وجہ سے سلطنت کے کاموں پر چھا گیا۔ اس نے سلطان (لاشین) سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اسے اپنا ولی عہد بنائے۔ دیگر امرائے (مصر) نے اس مطالبہ کو پسند نہیں کیا اور سلطان کو اس سے باز رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منکوتمر ان کا مخالف ہو گیا۔ اور (سلطان سے) ان کی شکایتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس نے بعض امراء کو گرفتار کرا لیا اور باقی گرد و نواح میں بھاگ گئے۔

ارمینیہ پر فوج کشی: سلطان نے ۶۹۷ھ میں سیس اور ارمینیہ کے شہروں پر فوج کشی کے لئے مندرجہ ذیل امراء و حکام کو روانہ کیا۔ (۱) بکتاش امیر سلاح (۲) قراسنقر (۳) بکتمر سلاح دار (۴) ترلار (۵) تمراز (۶) الغی حاکم صفد (۷) حاکم طرابلس (۸) حاکم حماۃ۔ ان کے بعد علم الدین سنجر دوادار کو بھی روانہ کیا۔

ارمینیہ کے قلعوں کی تسخیر: سیس کے ایلچی ان کے پاس آئے (مگر وہ نہیں مانے) وہ وہاں تین دن تک قتل و غارت کرتے رہے اور وہاں کا صفایا کر دیا۔ پھر وہ بغراس پہنچے وہاں سے وہ مرج انطاکیہ گئے اور وہاں وہ تین دن تک مقیم رہے۔ پھر وہ بلاد الروم میں جسر الحدید پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے تل حمدون کا قصد کیا تو اسے ویران پایا۔ کیونکہ وہاں کے ارمنی باشندے قلعہ نجمیہ چلے گئے تھے انہوں نے قلعہ مرعش کو فتح کر لیا اور قلعہ نجمیہ کا چالیس دن تک محاصرہ کیا آخر کار مصالحت کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔ (اس یلغار میں) انہوں نے گیارہ قلعے (ارمینیہ کے) فتح کئے ان میں مصیصہ اور حموص کے قلعے بھی شامل تھے۔ ان کے باشندوں نے خوف زدہ ہو کر اطاعت قبول کر لی تھی اور فوجیں حلب واپس آ گئیں۔

تاتاری حملہ کی افواہ: سلطان لاشین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاری شام پر حملہ کرنے والے ہیں لہٰذا اس نے فوجیں جمال الدین اقوش افرم کی قیادت میں دمشق روانہ کیں اور اسے حکم دیا کہ وہ دمشق سے فوجیں نکال کر قفجق (نائب حاکم) کے ساتھ

حلب پہنچے۔ چنانچہ وہ روانہ ہو کر حمص پہنچا' اور وہاں مقیم ہو گیا۔ پھر انہیں یہ اطلاع ملی کہ تا تاری فوجیں واپس چلی گئی ہیں۔

اس کے بعد بکتمر کی شکایت سے متاثر ہو کر سلطان نے سیف الدین طباخی حاکم حلب کو حکم دیا کہ وہ بکتمر سلحدار اور حاکم صعد البحی' نیز حلب کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر لے۔ طباخی نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

حمص میں پناہ: تدلار بسار کے مقام کی طرف چلا گیا جہاں وہ فوت ہو گیا' مگر باقی امراء اپنے (مقام پر) ڈٹے رہے۔ جب انہوں نے (خطرہ) محسوس کیا تو وہ حمص کے نائب حاکم قبجق کے پاس بھاگ آئے جہاں اس نے انہیں پناہ دے دی اور پھر ان کے بارے میں سلطان کو سفارش کا خط لکھا مگر سلطان نے اس کا جواب دینے میں تاخیر کی۔

امراء کا فرار: سیف الدین کرجی اور علاء الدین ایدغری نے پناہ دینے پر اسے معزول کر دیا۔ اس پر اسے شک و شبہ ہوا۔ سلطان نے اس کے بجائے دمشق کا حاکم جاغان کو مقرر کیا۔ اس نے قبجق سے انہیں (بھیج دینے کا) مطالبہ کیا تو وہ روانہ ہو گئے اور اس کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔ اس نے دریائے فرات کو عبور کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ عراق پہنچ گیا۔ اس سے پہلے انہوں نے حمص کے نائب حاکم کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے ساتھ لے گئے تھے۔

دشمن کے علاقے میں: جب وہ دشمن کے ملک میں پہنچ چکے تو انہیں سلطان لاشین کے قتل کی خبر ملی لہٰذا اب ان کے لئے واپس جانا ممکن نہ تھا۔ اس لئے وہ واسط کے قریب غازان (شاہ تا تار) کے دربار میں حاضر ہوئے۔ قبجق کا تا تاری فوج سے تعلق تھا۔ اس کا باپ غازان کی خاص فوج میں شامل تھا۔

فیروز کا قتل: جب سلطان (مصر) لاشین اور غازان (شاہ تا تار) کے درمیان جنگ چھڑی تو اس موقع پر غازان کے اتابک فیروز کی اپنے بادشاہ سے ناچاقی ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس نے سلطان لاشین کو وہاں پناہ گزین ہونے کے لئے خطوط لکھے تھے جس کا علم غازان ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے قطلو شاہ نائب حاکم کو (اس کے بارے میں) حکم دیا اور اس نے اسے گرفتار کر کے اسے قتل کر دیا تھا۔ غازان نے بغداد میں اپنے دونوں بھائیوں کو بھی قتل کر دیا تھا۔

منکوتمر کی چغل خوری: سلطان لاشین نے اپنی سلطنت کے تمام کام اپنے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) منکوتمر کے سپرد کر دیئے تھے۔ مگر اس نے دست درازی شروع کر دی اور مطلق العنان بننے کی کوشش کی۔ امرائے مصر نے اس کی حرکتوں کو پسند نہیں کیا تو اس نے سلطان کو ان کے خلاف بھڑکا دیا اور انہیں سزائیں دلوائیں یا انہیں دور دراز بھگا دیا تھا۔

امراء کی مخالفت: ان میں سے سیف الدین کرجی جاشنکیر کا سردار تھا۔ اسی طرح قراسنقر بھی اشرف کے ساتھ تھا اور ممالیک کی جماعت اس کی حامی تھی۔ منکوتمر نے اسے اُن قلعوں کا حاکم بنانا چاہا تھا جو ارمینیہ اور سیس (ارمینیہ خورد) کے علاقوں میں فتح ہوئے تھے' مگر اس نے معذرت پیش کی' (عہدہ قبول نہیں کیا) اور منکوتمر کے خلاف شکایتیں کرنے لگا۔ اس نے قبجق کے معاملے میں جو جاشنکیر یہ جماعت کا سردار تھا اس کی حمایت کی۔ طقجی بھی جاشنکیر یا جماعت کے ایک بڑے سردار طغطائی کا رشتہ دار تھا۔ ایک دن منکوتمر نے اس کے ساتھ سخت کلامی کی' جس سے وہ (طغطائی) بہت رنجیدہ ہوا' اور وہ

دوڑتا ہوا کرجی اور طقجی کے پاس آیا تو وہ سب سلطان کو اچانک قتل کرنے پر متفق ہو گئے۔

لاشین کا قتل: ان امراء نے رات کے وقت سلطان کے قتل کا قصد کیا' جب کہ وہ شطرنج کھیل رہا تھا۔ اس کے پاس حنفیہ کا قاضی حسام الدین بیٹھا ہوا تھا۔ اسے کرجی نے بتایا کہ غلاموں کے نہ آنے کے لئے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اس نے یہ بات پسند نہیں کی' تاہم کرجی اس کے سامنے اپنی تمام کارروائی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنی تلوار کو ایک رومال میں چھپا لیا۔

جب سلطان عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھا تو اس نے تلوار نکال کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ اس وقت سلطان کی تلوار نہیں ملی۔ اس لئے سب نے مل کر اپنی تلواروں سے اس پر پے در پے حملے کئے۔ یہاں تک کہ سلطان قتل ہو گیا۔ انہوں نے قاضی کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر پھر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

منگوتمر کا قتل: وہاں سے نکل کر کرجی طقجی کے پاس گیا۔ جہاں وہ اس کا انتظار کر رہا تھا وہ دونوں مل کر منگوتمر کے پاس گئے تو اس نے طقجی سے پناہ مانگی تو اس نے اس کی جان بخشی کر کے اسے ایک کنوئیں کے اندر بند کر دیا۔ پھر وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے اور یہ فیصلہ کیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے' چنانچہ وہ بھی مارا گیا۔

لاشین کا مختصر حال: لاشین کا قتل ماہ ربیع الاول ۶۹۸ھ میں ہوا۔ وہ علی بن المعز ایبک کا غلام تھا۔ جب وہ قسطنطنیہ جلاوطن ہوا تو وہ اسے قاہرہ چھوڑ گیا تھا۔ منصور قلاون نے مالک کے غائبانہ قاضی کے ذریعے اسے ایک ہزار درہم میں خرید لیا وہ لاشین صغیر کے نام سے موسوم تھا۔ کیونکہ لاشین کے نام کا اس سے بڑی عمر کا ایک حاکم اور بھی تھا جو اس سے عمر میں بڑا تھا اور وہ حمص کا نائب حاکم تھا۔

حلب سے امراء کی آمد: لاشین کے قتل کے بعد امرائے مصر اکٹھے ہوئے ان میں رکن الدین بیبرس جاشنگیر' سیف الدین سلار افسر مال اور حسام الدین لاشین رومی بھی شامل تھے۔ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہو کر سیس (ارمینیہ) کے علاقے سے جمال الدین اقوش افرم بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ دمشق سے نائب حاکم اور فوجوں کو حمص روانہ کر کے دمشق سے واپس آیا تھا۔ اس کے علاوہ عز الدین ایبک خزندار اور بدر الدین سلحدار بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ کی حفاظت کی اور الکرک میں ناصر محمد بن قلاون کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مصر آ کر بادشاہت کا کام سنبھال لے۔

طقجی کا قتل: اس وقت طقجی نے خود تخت نشین ہونے کا ارادہ کیا تھا مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ امراء جو حلب میں تھے وہ سیس (ارمینیہ) کی فتوحات کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ ان میں سیف الدین کرجی' شمس الدین سرقنشاہ بھی تھے اور ان کا سپہ سالار بدر الدین بکتاش امیر سلاح تھا۔ (جب وہ قاہرہ کے قریب پہنچے تو امراء نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سوار ہو کر ان کے استقبال کے لئے جائے۔ اس نے پہلے پہل تو ناک بھوں چڑھائی پھر (بادل ناخواستہ) سوار ہو کر گیا اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اس سے سلطان کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ "وہ قتل کر دیا گیا ہے"۔ لہٰذا ان لوگوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔

کرجی کا قتل: اس وقت کرجی (اصل قاتل) قلعہ کے قریب تھا۔ وہ فوراً سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اسے قبرستان کے قریب پکڑ

کو قتل کر دیا گیا اور بکتاش اور دیگر امراء قلعہ میں داخل ہو گئے۔

امرائے مصر کی حکومت: پھر یہ امراء مصر میں (مشورہ کے لیے) اکٹھے ہوئے مشورہ میں یہ امراء شریک تھے (۱) سلار (۲) بیبرس (۳) ایبک جامدار (۴) اقوش افرم (۵) بکتمر امیر جندار (۶) کرت الحاجب۔ یہ لوگ الکرک سے ناصر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے انہوں نے دمشق کے امراء کو اپنی کارروائی سے مطلع کیا تو انہوں نے ان کی حمایت کی۔

انہوں نے بہاء الدین قرا ارسلان سیفی کو جاغان حسامی کو گرفتار کرنے کے لئے دمشق بھیجا۔ چنانچہ اس نے اسے گرفتار کر کے مقید کر دیا اور وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ مصر کے امراء نے اس کے بجائے سیف الدین قطلو بک منصوری کو (دمشق کا حاکم بنا کر) بھیجا۔

سلطان ناصر کی دوبارہ حکومت: ناصر محمد بن قلاوون ماہ جمادی الاولیٰ ۶۹۸ھ میں مصر پہنچ گیا اور اہل مصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے سالار کو نائب السلطنت بیبرس کو افسر مال بکتمر جوکندار کو امیر جندار اور شمس الدین اعسر کو وزیر مقرر کیا۔

حکام کا تقرر: اس نے فخر الدین خلیلی کو مقرر کرنے کے بعد اسے معزول کر دیا۔ اس نے سیف الدین قطلو بک کے بجائے جمال الدین اقوش افرم کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے سیف الدین قطلو بک کو مصر بلا کر اسے حاجب مقرر کیا۔ سیف الدین کرت کو طرابلس کا حاکم بنا کر بھیجا گیا اور قلعون کا حاکم سیف الدین کر اسی مقرر ہوا۔ سلطان ناصر نے بلبان طباخی کو حلب کا حاکم برقرار رکھا۔ اس نے قرا اسنقر منصوری کو قید سے رہا کر کے اسے ضبینہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اور جب سال کے آخر میں اسے حاکم حماۃ مظفر کی وفات کی خبر ملی تو اس نے قرا اسنقر کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔

سلطان نے امراء میں خلعت تقسیم کیے اور لوگوں کو سخاوت اور بخشش سے مالا مال کیا۔ یوں اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی۔ البتہ بیبرس اور سلار اس پر چھائے رہے۔

تاتاریوں کی فوج کشی: یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تاتاریوں اور اہل مصر کی حکومتوں کے درمیان نا چاقی ہو گئی تھی اور غازان نے شام پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں اکٹھی کر لی تھیں۔ اس نے شلامش بن ابال ابن بکو کو پچیس ہزار مغل فوج دے کر بھیجا اور اس کے ساتھ اپنے بھائی قطقطلو کو بھی روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ سیس (آرمینیہ) کی سمت سے حملہ کرے۔

سپہ سالار کی بغاوت: اس نے کوچ کیا مگر (آگے چل کر) وہ خود بادشاہ بن بیٹھا اور فوج کو اپنا مطیع بنایا اور پھر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ اس نے ترکمانوں کے سردار ابن قرمان کو بھی لکھ کر بلوایا تو وہ دس ہزار سواروں کو لے کر آس کے پاس پہنچا یوں وہ ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ جب اس نے سیواس پر حملہ کیا تو وہ ناکام رہا۔ پھر اس نے مخلص رومی کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیج کر امداد طلب کی تو سلطان مصر نے دمشق کے نائب حاکم کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی مدد کرے۔

شاہ مصر کی امداد: جب غازان (شاہ تاتار) کو (بغاوت کی) یہ خبر ملی تو اس نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک تاتاری سپہ سالار مولائی کی قیادت میں پینتیس ہزار سوار بھیجے۔ جب وہ سیواس پہنچا تو شلامش کا لشکر اس سے الگ ہو گیا اور تاتاری

فوجیں مولائی کی فوج میں چلی گئیں اور ترکمانی فوج پہاڑوں کی طرف چلی گئی۔ شلامش خود اپنی شکست خوردہ فوج کو لے کر سیس بھاگ گیا اور وہاں سے دمشق کے راستے مصر پہنچا۔ اس نے سلطان لاشین سے درخواست کی کہ وہ اسے فوجی امداد فراہم کرے تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے اہل و عیال کو شام میں منتقل کر سکے۔ لہٰذا سلطان نے حلب کے نائب حاکم کو حکم دیا کہ وہ اس قسم کی مدد فراہم کرے۔ اس نے اس کے ساتھ بکتمر حلبی کی قیادت میں ایک فوج بھیجی اور وہ سب سیس پہنچے۔ وہاں تا تاری فوج نے ان کا مقابلہ کیا۔

باغی فوج کی شکست: اس نے انہیں شکست دی جس میں بکتمر حلبی مارا گیا۔ شلامش جان بچا کر کسی قلعہ میں پناہ گزین ہوا مگر غازان نے اسے وہاں سے نکلوا کر اسے قتل کرا دیا' مگر اس کا بھائی قطقطو اور مخلص رومی مصر پہنچ گئے' جہاں ان دونوں کو جاگیریں دی گئیں اور انہیں مصری فوج میں شامل کر لیا گیا۔

ناصر کی فوج کشی: جب ناصر بادشاہ ہوا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ غازان شام پر فوج کشی کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس نے فوجیں تیار کیں۔ پہلے اس نے قطبلک کبیر اور سیف الدین غزار کی قیادت میں فوجیں بھیجیں پھر ان کے پیچھے پیچھے ۶۹۸ھ کے آخر میں وہ بھی فوج لے کر روانہ ہو گیا۔

سازش کا قلع قمع: جب سلطان ناصر غزہ پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ بعض ممالیک (غلام) اس پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اور اریداتیہ (تا تاریوں کی جماعت) جو کتبغا کے پاس آئی ہوئی تھی' اس سازش میں شریک ہے۔ ابھی وہ اس خبر کی تحقیق کر رہا تھا کہ انہی لوگوں کا ایک غلام تلوار کو نیام سے نکالے ہوئے اور فوجوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے جب کہ وہ غزہ کے باہر صف آراء تھیں' وہاں پہنچا' وہ تو اسی وقت مارا گیا اور جب اس اچانک واقعہ کے بعد تحقیقات کی گئی تو اصل حقیقت ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ سب سے پہلے اربداتیہ جماعت اور ان کے سردار طرنطائی کا کام تمام کیا گیا نیز ممالیک کے کچھ افراد کو قتل کیا گیا اور باقی افراد کو الکرک میں مقید کر دیا گیا۔

تا تاریوں سے مقابلہ: سلطان وہاں سے عسقلان گیا۔ پھر دمشق پہنچا۔ وہاں سے روانہ ہو کر اس نے (شاہ تا تار) غازان سے سلمیہ اور حمص کے درمیان مجمع المروج کے درمیان مقابلہ کیا۔ اس کے ساتھ کرج اور ارمن کی فوجیں تھیں اور اس کی اگلی فوج میں وہ ترک امراء تھے جو شام سے بھاگے ہوئے تھے' ان میں یہ لوگ شامل تھے۔ قفجق منصوری' بکتمر سلحدار' فارس الدین البکی اور سیف الدین غزار۔

ناصر کی شکست: فریقین میں ربیع الاول کی پندرہویں تاریخ کو مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں تا تاریوں کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) کو شکست ہوئی۔ مگر شاہ غازان ثابت قدم رہا۔ پھر اس نے (اسلامی لشکر کے) قلب (درمیانی حصہ) پر حملہ کیا۔ اس وقت (سلطان) ناصر کو شکست ہوئی اور بہت سے (مسلم) امراء شہید ہو گئے' جن میں حسام الدین قاضی حنفیہ اور عماد الدین اسماعیل ابن الامیر بھی شامل تھے۔ غازان وہاں سے حمص گیا اور شاہی ذخیروں پر قابض ہو گیا۔

اہل دمشق میں بے چینی: (شکست کی) یہ خبر دمشق پہنچی تو عوام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور ان میں شور و غل برپا ہو گیا۔

لہٰذا مشائخ وعلماء کی ایک جماعت غازان (شاہ تاتار) سے ملاقات کے لیے نکلی جن کی پیشوائی شیخ بدر الدین بن جماعہ' شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور شیخ جلال الدین قزوینی کر رہے تھے اس وقت شہر میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔

مشائخ کی غازان سے ملاقات: مشائخ وعلماء نے غازان سے پناہ حاصل کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا ''امن وامان کا حکم نامہ تمہارے خلاف ہے'' اس عرصہ میں ان کے امراء بھی آ گئے' جن میں اسماعیل بن الامیر اور شریف رضی بھی شامل تھے۔ اس نے نامۂ امان جسے ان کی زبان میں فرمان کہتے ہیں' پڑھ کر سنوایا۔ اس کے بعد امراء شہر کے باہر کے باغوں میں پیدل گھومنے لگے۔ علم الدین سلحدار قلعہ بند ہو گیا تھا۔ اسماعیل نے اسے پیغام پہنچایا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دے تو اسے پناہ دے دی جائے گی' مگر اس نے انکار کیا۔

قلعہ دمشق کی حفاظت: اس نے دمشق کے مشائخ اور علماء کو اس کے پاس بھیجا مگر وہ اپنے فیصلہ پر ڈٹا رہا (اس نے قلعہ دمشق تاتاریوں کے حوالے نہیں کیا) کیونکہ سلطان نے پوشیدہ پیغام اسے قلعہ کی حفاظت کے لئے پہنچایا تھا (اور تحریر کیا تھا کہ) امدادی فوج غزہ کے مقام پر موجود ہے۔

اتنے میں قبحق بکتمر وہاں پہنچ گیا تو وہ میدان میں مقیم ہو گئے انہوں نے محافظ قلعہ سنجر کو اطاعت کا پیغام بھجوایا تو اس نے انہیں بری طرح جواب دیا اور کہا ''سلطان (ناصر) پہنچ رہا ہے اور اس نے تاتاری فوج کو جو اس کا تعاقب کر رہی تھی شکست دے دی ہے''۔

غازان کے نام کا خطبہ: آخر کار قبحق دمشق کے اندر پہنچ گیا' اس نے (شاہ تاتار) غازان کا وہ فرمان پڑھ کر سنایا جس میں اسے دمشق اور شام کے تمام علاقے کی حکومت سپرد کر دی گئی تھی اور اسے قاضی کا اختیار بھی دیا تھا۔ اس نے جامع دمشق میں غازان کے نام کا خطبہ پڑھا۔

دمشق اور مضافات کی تباہی: اب تاتاری فوجیں شہر دمشق میں گشت کرتی تھیں اور فتنہ وفساد برپا کرتی تھیں ان کا یہی طریقہ صالحیہ اور اس کے گرد ونواح کے دیہاتوں اور مزہ اور داریا میں بھی رہا۔ (یہ خطرناک حالت دیکھ کر) شیخ ابن تیمیہ (گھوڑے پر) سوار ہو کر شیخ الشیوخ نظام الدین محمود شیبانی کے پاس پہنچے جو عادلیہ میں مقیم تھے ابن تیمیہ شیخ الشیوخ کو اپنے ساتھ سوار کر کے لے گئے اور وہاں سے مفسدوں کو نکلوایا۔

(شہر کے) مشائخ شکایت کرنے غازان (شاہ تاتار) کے پاس بھی پہنچے مگر انہیں ملاقات کرنے سے روک دیا گیا' مبادا کہ وہ تاتاریوں کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور اس سے اختلاف پیدا ہو اور اس نتیجے میں شہر والوں پر تباہی نازل ہو لہٰذا وہ وہاں سے لوٹ کر وزیر سعد الدین اور ارشد الدین کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان کے جنگی قیدی چھوڑ دیے۔

اہل دمشق پر بھاری تاوان: اہل دمشق میں یہ افواہ اڑ گئی کہ شاہ غازان نے شہر کو لوٹنے کی اجازت دے دی ہے (یہ خبر سن کر) لوگ پریشانی کی حالت میں شیخ الشیوخ کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے اپنے اوپر چار لاکھ درہم (تاوان) مقرر کرا لیا۔ چنانچہ عوام سے مار پیٹ اور قید کی سزا دے کر زبردستی یہ تاوان ادا کرایا گیا۔ یہاں تک کہ یہ مکمل ہو گیا۔

جامع اموی کی بے حرمتی: تاتاری فوجیں مدرسہ عادلیہ میں مقیم ہوگئیں تو قلعہ کے حاکم ارجواش نے اس میں آگ لگا دی اور قلعہ پر جامع اموی کی چھت کے قریب منجنیق نصب کرادی گئی۔ انہوں نے اس میں آگ لگا دی۔ چنانچہ اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ مغل فوجیں اس کی حفاظت کرتی تھیں مگر انہوں نے جامع مسجد کی ہر طرح سے بے حرمتی کی۔

اہل قلعہ نے بھی حملہ کیا اور انہوں نے اس نجار (بڑھئی) کو قتل کر دیا جو منجنیق بنا تا تھا۔ حاکم قلعہ نے اس کے اردگرد کے تمام مکانات مدارس عمارتیں اور دارالسعادہ کو تباہ و برباد کر دیا اور جو نہیں کر سکتے تھے اس کا مطالبہ کیا۔

مساجد و مدارس کی تباہی: (اس زمانے میں) قاضیوں اور خطیبوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ مساجد میں نماز باجماعت اور جمعہ کا پڑھنا بھی موقوف ہو گیا اور بری طرح قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ یہاں تک کہ علم حدیث کی درسگاہیں اور مدارس بھی تباہ و برباد ہو گئے۔

قفجق کا تقرر: غازان (شاہ تاتار) نے دمشق اور شام کے پورے علاقے پر قفجق کو حاکم مقرر کیا اور حماۃ و حمص کا حاکم بکتمر سلحدار کو بنایا اور صفد و طرابلس اور ساحلی علاقوں کا حاکم فارس الکبکی کو مقرر کیا۔ اس نے اپنا نائب قطلو شاہ کو مقرر کیا اور شام کی حفاظت کے لئے اس کو ساٹھ ہزار کی فوج دی۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن واپس ہو گیا اور اپنے ساتھ اپنے وزیر بدرالدین فضل اللہ شرف الدین ابن الامیر اور علاء الدین قلانسی کو ساتھ لے گیا۔

قطلو شاہ (نائب) نے قلعہ دمشق کا محاصرہ کر لیا مگر وہ اس سے فتح نہ ہو سکا۔ لہٰذا اس نے کوچ کرنے کا قصد کیا۔ قفجق (حاکم شام) نے اس سال کے جمادی الاولیٰ میں رذیل افراد کو بھی اس کے ساتھ شامل کرا دیا۔ اب قفجق (بلا شرکت غیرے) تن تنہا حاکم ہو گیا اور اس نے کسی حد تک امن و امان قائم کیا۔ اس نے اپنے ممالیک (غلاموں) کو افسر مقرر کیا۔

تاتاری لشکر میں جو ترک فوجوں کے دستے تھے وہ بھی دمشق سے واپس چلے گئے وہ بیت المقدس غزہ اور رملہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ ان کا سپہ سالار اس وقت تاتاری امیر مولائی تھا۔ شیخ ابن تیمیہ اس کے پاس گئے اور اس سے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اس نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

سلطان کی دوبارہ فوج کشی: سلطان ناصر قلعہ دمشق پہنچ گیا تھا اور اس کے ساتھ کتبغا العادل بھی آ گیا تھا۔ وہ اپنے مرکز حکومت صرخد سے جنگ میں شریک ہوا اور جب شکست ہو گئی تو وہ بھی سلطان کے پاس مصر آ گیا اور نائب السلطنت سلار کی ملازمت میں رہنے لگا۔ یہاں آ کر سلطان نے فوجی انتظامات درست کئے اور ان پر دل کھول کر مال و دولت خرچ کی پھر وہ صالحیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

سابق حکام کی آمد: سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ غازان شام سے کوچ کر گیا ہے اب اس کے پاس حاکم حلب بلبان الطباخی طرابلس کے راستے پہنچ گیا تھا۔ نیز حاکم دمشق جمال الدین اقرم اور سیف الدین کراکی حاکم طرابلس بھی پہنچ گئے۔ سلطان نے ان کی فوجیں اپنے ساتھ شامل کر لیں۔ اسے یہ بھی اطلاع ملی کہ غازان کا نائب قطلو شاہ بھی غازان کے بعد شام سے چلا گیا ہے۔

شام پر دوبارہ قبضہ: لہٰذا (سلطان کا سپہ سالار) بیبرس فوج لے کر آگے بڑھا تو اس کے اور قبجق (موجودہ حاکم شام) اور بلکتمر والیکی کے درمیان خط و کتابت ہوئی اور ان سب نے اطاعت کا اظہار کیا اور وہ بیبرس و سلار کے پاس پہنچے۔ انہوں نے اسی سال کے ماہ شعبان میں انہیں سلطان کے پاس بھیج دیا۔ وہ صالحیہ میں مقیم تھا (جب اسے ان کی آمد کی اطلاع ملی تو) وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی ملاقات کے لئے گیا اور ان کا سرگرمی کے ساتھ استقبال کیا اور انہیں جاگیریں عطا کیں۔ اس نے قبجق کو قلعہ شوبک کا حاکم بنا دیا۔

شامی حکام کا تقرر: اس کے بعد سلطان نے مصر واپس جانے کے لئے کوچ کیا۔ بیبرس اور سلار بھی مصر چلے گئے۔ انہوں نے جمال الدین اقوش افرم کو دمشق کا حاکم بنایا اور حلب کا نائب حاکم قراسنقر منصوری جوکندار کو مقرر کیا کیونکہ بلبان طباخی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ طرابلس کا حاکم سیف الدین قطلبک کو مقرر کیا گیا اور حماۃ کا حاکم کتبغا کو بنایا گیا۔ دمشق کا قاضی بدر الدین بن جماعہ کو مقرر کیا گیا۔ کیونکہ امام الدین بن سعد الدین قزوینی فوت ہو گئے تھے۔ بیبرس اور سلار مصر شوال کی پندرہویں تاریخ کو واپس آ گئے تھے۔

(جب افرم حاکم کی حیثیت سے دمشق پہنچا تو) اس نے اہل دمشق میں سے ہر اس شخص کو سزا دی جس نے تاتاریوں کی مذمت کی تھی۔ اس نے جبل کسروان اور درزیہ (دروزیوں) پر بھی فوج کشی کی' کیونکہ انہوں نے شکست کے موقع پر (مسلمان) فوجوں کو نقصان پہنچایا۔ اس نے اہل دمشق کے لئے تیر اندازی اور ہتھیاروں کا استعمال کرنا ضروری قرار دیا۔ اسی زمانے میں اہل دمشق و مصر کے لئے چار مہینے کے لئے (مزید) محصول ادا کرنا اور دیہاتوں کی حفاظت ضروری قرار دی گئی۔

۷۰۰ھ میں یہ افواہیں بار بار گشت کرتی رہیں کہ تاتاری فوج نقل و حرکت کر رہی ہے لہٰذا سلطان (مصر) نے رعایا پر ٹیکس بڑھا دیئے تاکہ اس کی فوج مزید طاقتور ہو جائے۔ جب یہ زائد محصول وصول ہو گئے تو وہ (طاقتور) فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ وہ غزہ میں چند دنوں تک مقیم رہا اور وہاں رہ کر فوجی انتظامات کرتا رہا۔ پھر اس نے دو ہزار سوار دمشق کی طرف بھیجے اور خود مصر ماہ ربیع الآخر کے آخر میں واپس آ گیا۔

غازان کی دوبارہ فوج کشی: جب غازان فوج لے کر روانہ ہوا تو علاقوں کی رعایا پہلے سے بھاگ گئی تاہم (اس کی فوج اس قدر زیادہ تھی کہ) راستے اور (بڑے بڑے) میدان ان کے لئے تنگ ثابت ہوئے' وہ خود حلب اور مرس کے درمیان مقیم ہوا اور جنگ شروع کی۔ اس نے انطاکیہ اور جبل السمر تک تمام شہروں کا صفایا کر دیا۔ (آخر میں) سخت سردی کثرت باران اور کیچڑ اور دلدل ان کے راستے میں رکاوٹ بنے' نیز خوراک اور غلہ کی قلت بھی ہو گئی اور سخت برف باری سے چراگاہیں بھی تباہ ہو گئیں۔ ایسی حالت میں وہ اپنے وطن کی طرف کوچ کر گئے۔

سلطان مصر نے بلکتمر سلحدار حاکم صفد کو شام کی طرف فوجیں دے کر بھیجا تھا اور اس کے بجائے سیف الدین قباص منصوری کو حاکم (صفد) بنایا تھا۔ پھر غازان اور سلطان ناصر کے درمیان خطوں اور ایلچیوں کا تبادلہ ہوا۔ سلطان نے حمص پر فارس الدین البکی کو حاکم مقرر کیا۔

مستکفی کی خلافت

عباسی خلیفہ حاکم بامر اللہ احمد کو سلطان ظاہر نے ۶۶۰ھ میں خلیفہ بنایا تھا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ ۷۰۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کی مدت خلافت اکتالیس سال تھی۔ اس نے اپنے فرزند ابوالربیع سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا۔ چنانچہ سلطان ناصر نے اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور اس کا لقب المستکفی رکھا۔

بدوؤں کی سرکوبی: مصر کے بالائی حصہ (صعید) سے وہاں کی رعایا نے عرب بدوؤں (کے مظالم) کی شکایات بکثرت ارسال کیں۔ جب ان کا فتنہ فساد حد سے بڑھ گیا تو سلطان نے شمس الدین قراسنقر کو فوج دے کر ان کے خلاف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر ان کا صفایا کر دیا اور وہ اطاعت کرنے پر مجبور ہوئے سلطان نے ان پر یہ محصولات مقرر کیے: ''وہ پندرہ لاکھ درہم (نقد) ادا کریں گے۔ انہیں ایک ہزار گھوڑے دو ہزار اونٹ اور دس ہزار بھیڑ بکریاں ادا کرنی ہوں گی''۔ انہوں نے یہ شرائط تسلیم کر لیں مگر بعد میں غداری کی تو نگران سلطنت سالار اور بیبرس نے ان پر فوج کشی کی اور انہیں تباہ و برباد کر دیا (فوجی) ان کے مال و دولت اور مویشی سب لوٹ کر لے گئے۔

مکہ معظمہ کے حکام کی گرفتاری: اس کے بعد بیبرس اجازت لے کر فریضہ حج ادا کرنے کے لئے نکلا۔ اس وقت مکہ معظمہ کا حاکم ابونمی فوت ہو گیا تھا اور اس کے دو فرزند رمیثہ و حمیضہ مکہ معظمہ میں حکومت کر رہے تھے ان دونوں نے اپنے دو بھائیوں عطیفہ اور ابوالمغیث کو قید کر رکھا تھا لہٰذا وہ قید خانے میں سے نقب لگا کر نکل آئے اور بیبرس کے پاس پہنچ کر اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف فریاد کرنے لگے۔ بیبرس نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں قاہرہ لے آیا۔

جزیرہ ارواد کی فتح: ۷۰۲ھ میں جنگی کشتیاں اور بیڑے جنگجو فوجیوں سے بھر کر جزیرہ ارواد کی طرف گئے جو بحر طرطوس میں واقع ہے۔ وہاں فرنگیوں کی بڑی جماعت تھی۔ جنہوں نے وہاں قلعے بنوا کر رہائش اختیار کر رکھی تھی (جب وہ وہاں پہنچے تو) انہوں نے اس جزیرہ کو فتح کر لیا اور اس کے باشندوں کو قیدی بنا کر اس جزیرہ کو تباہ اور ویران کر دیا اور اس کے نام و نشان مٹا دیئے۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ: ۷۰۰ھ میں مغرب کا ایک وزیر پیغام رسانی کے سلسلے میں (مصر) آیا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ ذمی (غیر مسلم) نہایت خوش حال ہیں اور وہ ارکان سلطنت کے کاموں میں دخل دیتے ہیں۔ اس نے ان بات کو ناپسند کیا اور اس کی ناپسندیدگی کی خبر سلطان تک پہنچی تو اس نے (مصر) کے تمام علماء اور فقہاء کو جمع کیا تاکہ وہ اس طرز عمل کی حد بندی کر سکیں اور وہ طریقہ اختیار کر سکیں جو (ابتدائی) اسلامی فتوحات کے زمانے میں ذمیوں کے ساتھ معاہدات کے ذریعے اختیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان تمام علماء کا متفقہ فیصلہ مندرجہ ذیل تھا۔

معاہدہ کے الفاظ: ذمیوں (غیر مسلموں) کا جداگانہ اور مخصوص شعار ہونا چاہئے۔ جس سے وہ پہچانے جا سکیں۔ مثلاً عیسائیوں کے لئے سیاہ عمامہ مخصوص ہو اور یہودیوں کے لئے زرد عمامہ اور ان کی خواتین کے لئے بھی خاص علامات ہونی

چاہیے۔ غیر مسلم (ذمی) کسی گھوڑے پر سوار نہ ہوں اور نہ وہ ہتھیار استعمال کریں۔ جب وہ گدھوں پر سوار ہوں تو انہیں عرض میں سوار ہونا چاہیے اور وہ راستے کے درمیانی حصے سے الگ رہیں وہ مسلمانوں کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں اور نہ مسلمانوں کی عمارتوں سے زیادہ اونچی عمارت تعمیر کریں۔ وہ اپنے (مذہبی) شعائر کا (کھلم کھلا) اظہار نہ کریں اور نہ ناقوس (زور سے) بجائیں۔ انہیں کسی مسلمان کو یہودی یا عیسائی بنانے کا اختیار نہیں ہے۔

(غیر مسلم) ذمی کسی مسلمان غلام کو نہ خریدیں اور نہ کسی مسلم جنگی قیدی پر قبضہ کریں۔ اور نہ وہ چیز خریدیں جو مسلمانوں کے حصوں میں آ چکی ہو۔

ان میں سے جو کوئی (عام) حمام میں داخل ہو تو وہ اپنے گلے میں گھنٹی باندھ لے جس سے اس کی شناخت ہو سکے۔ وہ انگوٹھی کے نگینے کا عربی میں نقش نہ کندہ کرائیں اور نہ اپنی اولاد کو قرآن کریم کی تعلیم دیں۔ وہ کسی مسلمان سے سخت محنت نہ لیں اور نہ آگ کو بلند کر کے روشن کریں۔ ان میں سے جو کوئی مسلمان عورت سے زنا کرے گا تو وہ قتل کر دیا جائے گا۔

معاہدہ کی تصدیق: (جب یہ معاہدہ پڑھ کر ان غیر مسلموں کو سنایا گیا تو) عیسائیوں کے بڑے مذہبی پادری نے معتبر گواہوں کے سامنے یہ کہا: ''میں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی اور مخالفت کو حرام قرار دیا ہے''۔ یہودیوں کے بڑے سردار نے یہ کہا: ''میں نے اس معاہدہ پر دستخط کر کے اسے اپنے ہم مذہبوں اور گروہ کے لئے لازمی قرار دے دیا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاہدہ: مناسب ہے کہ اس موقع پر ہم اس معاہدہ کی نقل پیش کریں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر و شام کے عیسائیوں نے کیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:

''شام و مصر کے عیسائیوں کی طرف سے امیر المؤمنین (حضرت) عمرؓ کے نام یہ تحریر (معاہدہ) ہے:

''جب آپ (مسلمان) ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنی اور اپنی اولاد کی جان، مال اور ہم مذہبوں کی حفاظت کے لئے آپ سے درخواست کی تھی اور ہم نے اپنے اوپر یہ شرائط عائد کر لی ہیں''۔

معاہدہ کی شرائط: ''ہم اپنے شہروں میں اور ان کے چاروں طرف نہ کوئی نئی خانقاہ تعمیر کریں گے اور نہ کوئی گرجا بنائیں گے اور نہ کوئی نئی عمارت راہبوں کے لئے تعمیر کریں گے۔ جس کسی عمارت کی بنیاد پڑ چکی ہو یا وہ تباہ ہو چکی ہے تو اسے از سر نو تعمیر نہیں کریں گے۔

ہم راہ گیروں اور مسافروں کے لئے اپنے دروازے کشادہ رکھیں گے اور جو ہمارے پاس سے مسلمان گزرے گا تو ہم انہیں تین دن تک اپنے پاس ٹھہرائیں گے اور انہیں کھانا کھلائیں گے۔

ہم اپنے گرجوں اور اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے اور مسلمانوں سے کوئی عیب نہیں چھپائیں گے اور نہ ہم اپنے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں گے اور نہ ہم اپنے مذہب کی تبلیغ کریں گے اور نہ کسی کو اس کی دعوت دیں گے اور اگر کوئی ہمارا رشتہ دار اسلام قبول کرنا چاہے تو ہم اسے (مسلمان ہونے سے) نہیں روکیں گے۔

ہم مسلمانوں کی عزت و احترام کریں گے اور جب وہ ہمارے پاس بیٹھنے کا ارادہ کریں گے تو ہم اپنی مجالس میں ان کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔

بقیہ نمبر

ہم ان (مسلمانوں) کے لباس ٹوپی عمامہ اور جوتی میں مشابہت اختیار نہیں کریں گے اور نہ ان جیسے بال بنائیں گے اور نہ ان جیسے نام اور کنیت اختیار کریں گے۔

ہم (گھوڑے کی) زینوں پر سوار نہیں ہوں گے اور نہ تلوار گلے میں لٹکائیں گے۔ ہم نہ کوئی ہتھیار بنائیں گے اور نہ اپنے ساتھ ہتھیار رکھیں گے۔ ہم اپنی انگوٹھیوں میں عربی زبان میں نقش و نگار کندہ نہیں کرائیں گے۔ ہم جہاں کہیں ہوں گے اپنے مہمان کا استقبال کریں گے ہم اپنی کمر پر زنار باندھیں گے اور اپنی صلیبوں کو نمایاں نہیں کریں گے۔ ہم نہ مسلمانوں کے راستوں میں اور نہ ان کے بازاروں میں اپنا پہلو کھولیں گے اور مسلمانوں کے سامنے اپنے ناقوس نہیں بجائیں گے اور نہ اپنے مذہبی رسوم کی برسر عام نمائش کریں گے۔

ہم اپنے مردوں کے ساتھ (جنازوں میں) اپنی آوازیں نہیں بلند کریں گے اور نہ مسلمانوں کے راستوں اور ان کے بازاروں میں آگ روشن کریں گے اور نہ اپنے مردے ان کے پڑوس میں رکھیں گے۔

ہم اس غلام کو جو مسلمانوں کے حصوں میں آ چکا ہو نہیں خریدیں گے اور ان کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے اور نہ ہم اپنے گھروں کو بہت بلند تعمیر کریں گے"۔

شرائط میں اضافہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ تحریر لائی گئی تو آپ نے اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا: "ہم کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے۔ ہم نے اپنے لئے اور اپنے ہم مذہب افراد اور قوم کے لئے یہ شرائط قبول کر لیے ہیں اور ان کے مطابق (مسلمانوں کی) حفاظت میں آنا قبول کیا ہے۔ اگر ہم ان شرائط کی جن کی ذمہ داری ہم نے اپنے اور اپنی قوم کے لئے قبول کی ہے کسی چیز کی خلاف ورزی کریں تو آپ پر ہماری ذمہ داری (اور حفاظت) عائد نہیں ہوگی اور پھر ہمارے ساتھ وہی سلوک ہو سکتا ہے جو مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کو نافذ کرنے کی اجازت دے دی اور اس میں مزید اس شرط کا اضافہ کیا: "جو کسی مسلمان کو عمداً مارے گا (تو سمجھو کہ) اس نے معاہدہ توڑ دیا ہے"۔

معاہدہ کی شرعی حیثیت: (حضرت عمرؓ کے) اس معاہدہ کے مطابق ذمیوں کے بارے میں فقہائے کرام نے فتوے دیئے ہیں۔ یہی نص شرعی بھی ہے اور اسی کے مطابق (مزید مسائل کے لئے) قیاس و اجتہاد کیا گیا ہے۔

ذمیوں کے عبادت خانوں کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے "ہجرت نبویؐ کے بعد جو نیا گرجا تعمیر کیا گیا تھا حضرت عمرؓ نے اس کے گرا دینے کا حکم دیا تھا اور صرف وہی گرجے اور عبادت گاہ (غیر مسلموں کے) باقی رہ گئے تھے جو ہجرت نبویؐ سے پہلے تعمیر ہوئے تھے۔ ایسے عبادت خانوں کی مرمت اور درستی کے بارے میں فقہاء کرام کے درمیان اختلاف مشہور و معروف ہے۔

تاتاریوں کی زبردست شکست

۲۰۷ھ میں تاتاریوں کی فوجی نقل و حرکت کے بارے میں لگاتار خبریں موصول ہونے لگیں اور یہ پتہ چلا کہ قطلو

شاہ (شاہ تاتار کا نائب) دریائے فرات کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس نے حلب کے نائب حاکم کو یہ خط بھیجا ہے کہ ان کے شہر قحط زدہ ہیں اس لئے وہ دریائے فرات کے گردونواح میں چراگاہوں کی تلاش میں آرہے ہیں۔

اس تحریر سے اس نے یہ فریب دیا کہ اس کا مقصد جنگ نہیں ہے۔ اس سے رعایا کو بھی یہ مغالطہ ہوا کہ وہ میدانوں سے بھاگ جائیں۔

تاتاریوں کی فوج کشی: پھر یہ خبریں موصول ہوئیں کہ تاتاریوں نے دریائے فرات کو عبور کرلیا ہے (یہ خبر سن کر) لوگ ہر طرف بھاگ گئے۔ تاتاری مرعش کے مقام پر مقیم ہوئے۔

رحبہ کا محاصرہ: اہل شام کی امداد کے لئے مصر سے فوجیں روانہ کی گئیں اور وہ دمشق پہنچ گئیں۔ وہاں انہیں یہ اطلاع ملی کہ سلطان قازان تاتاری فوجوں کو لے کر رحبہ کے شہر کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس کا محاصرہ کرلیا ہے۔ وہاں کے نائب حاکم نے انہیں خوراک اور چارہ پیش کیا اور یہ معذرت کی کہ اگر وہ شام کو دوبارہ فتح کرلے تو وہ اس کا مطیع اور فرماں بردار ہے کیونکہ اس کے بعد رحبہ کا شہر اس کے مقابلہ میں معمولی چیز ہے اس نے اپنے فرزند کو بھی یرغمال کے طور پر پیش کیا (اس گفتگو کے بعد) بادشاہ نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے وطن واپس جانے کے لئے اس نے دریائے فرات کو عبور کرلیا۔

مغل بادشاہ کی واپسی: تاتاری بادشاہ نے اہل شام کے نام ایک طویل خط ارسال کیا جس میں انہیں تنبیہ کی گئی تھی کہ وہ سلطان (مصر) سے فوجی امداد نہ حاصل کریں اور نہ اسے آمادۂ جنگ کریں۔ اس نے نرم اور ہمدردانہ لہجہ اختیار کر کے انہیں فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔

شاہی فوجوں کی آمد: بہرحال قطلوشاہ جوبان تاتاری فوجوں کو لے کر آگے بڑھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی فوج نوے ہزار یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ جب (ان کی پیش قدمی) کی خبر سلطان (مصر) کو ملی تو اس نے مصری سلطنت کے نگران بیبرس کو فوجیں دے کر شام کی طرف بھیجا۔ سلطان اور سالار (فوجوں کو لے کر) اس کے بعد روانہ ہوئے ان کے ساتھ خلیفہ ابوالربیع بھی تھا اور وہ مکمل صف بندی کے ساتھ کوچ کررہے تھے۔ بیبرس دمشق پہنچا تو اس وقت حلب کا نائب حاکم قراسنقر منصوری تھا۔ اس کے پاس حماۃ کا حاکم کتبغا عادل اور اسدالدین کرجی نائب حاکم طرابلس بھی اپنی فوجیں لے کر پہنچے ہوئے تھے۔

حملہ کا آغاز: تاتاری فوجوں نے قرتیسین پر حملہ کیا وہاں ترکمان کے قبائل رہتے تھے انہوں نے جب انہیں دریائے فرات کو عبور کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بھاگ گئے۔ مگر تاتاریوں نے ان کے سامان سمیت انہیں پکڑ لیا۔ ادھر سے حلب کے لشکر نے (ان تاتاریوں) کا تعاقب کیا اور ان پر حملہ کر کے ترکمان کے قبیلوں کو ان کے قبضے سے چھڑالیا۔

مرج الصفر کا معرکہ: اب قطلوشاہ اور جوبان اپنی اپنی (تاتاری) فوجیں لے کر دمشق کی طرف بڑھے۔ یہ دونوں (تاتاری جرنیل) خیال کررہے تھے کہ سلطان (فوج لے کر) مصر سے ابھی تک نہیں نکلا ہوگا۔ اس وقت مسلمانوں کی فوجیں

رکن الدین بیبرس کی قیادت میں مرج الصفر پر مقیم تھیں جو شجب کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہاں کا نائب حاکم دمشق اقوش افرم بھی موجود تھا۔ یہ لوگ سلطان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے جہاں انہیں تاتاریوں کی فوج کشی کا شک و شبہ ہوا تو وہ اپنے فوجی مراکز سے پیچھے ہٹ گئے ان کے پیچھے ہٹنے سے (مسلمان) رعایا خوف زدہ ہوئی اور وہ مصر کے گرد و نواح کی طرف بھاگنے لگے مگر سلطان اسی سال کے یکم رمضان میں اپنی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور اسی وقت صف بندی کر کے ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ مرج الصفر کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ تاتاریوں نے سلطان کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) پر زور دار حملے کیے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا۔ اور مسلمان فوج نے صبر و استقامت سے کام لیا اور وہ رات تک جنگ کرتی رہی۔ اس معرکہ میں (مسلمانوں کی) ایک جماعت شہید ہوئی۔

تاتاریوں کی شکست: اس کے بعد تاتاری فوج کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر ایک پہاڑ پر پناہ گزین ہوئی۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا اور صبح تک پہاڑ کا محاصرہ جاری رکھا۔ جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں تو انہوں نے کچھ سمتوں سے ان کا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ ان (تاتاری افواج) کی بڑی تعداد چپکے سے قطلو شاہ اور جوبان کے پاس پہنچ گئی جو باقی بچے ان پر شاہی فوجوں نے حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

دلدل میں گرفتاری: مسلمان سوار فوجوں نے شکست خوردہ فوج کا سراغ لگا کر ان کا تعاقب کیا۔ درحقیقت وہ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی تھی۔ کیونکہ سلطان نے دریا اور نہر والوں کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ ان میں شگاف کر دیں (چنانچہ دریا اور نہروں کا پانی میدانوں اور راستوں پر بہ نکلا) اور ان (دشمنوں) کے گھوڑے کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئے اب مسلمان فوجوں نے (وہاں پہنچ کر) ان کے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

سلطان (مصر) نے قازان (غازان) کو (اس کی فوج کی بربادی کا) حال لکھا جسے (پڑھ کر) اسے بار بار افسوس ہوتا تھا۔ اس کا قلب خوف و حسرت سے شکستہ ہو گیا تھا۔ سلطان نے مصر کی طرف فتح کی بشارت پہنچائی۔

جشنِ فتح: اب سلطان دمشق پہنچا اور وہاں عید الفطر تک مقیم رہا۔ عید کے تیسرے دن وہ مصر کے لئے روانہ ہوا اور شوال کے آخر میں مصر پہنچا۔ وہاں اس کا شاندار جلوس نکالا گیا اور زبردست جشن ہوا۔ کیونکہ اس کے ذریعے اسلام کا بول بالا ہوا اور اسے فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ شعراء نے بھی اس موقع پر قصیدے پڑھ کر سنائے۔

اسی سال حماۃ کا نائب حاکم کتبغا عادل فوت ہو گیا۔ وہ پہلے مصر کا بادشاہ رہ چکا تھا۔ اسے دمشق میں دفن کیا گیا۔ اسی سال بلبان جو لندار نائب حاکم حمص بھی فوت ہو گیا نیز مصر کے قاضی شیخ تقی الدین بن دقیق العید بھی (اسی سال) فوت ہو گئے۔ وہ مصر کے چھ سال تک قاضی رہے تھے۔ ان کے بجائے شیخ بدر الدین ابن جماعہ کو (قاضی) بنایا گیا۔

شاہِ تاتار کی ہلاکت: تاتاریوں کا بادشاہ قازان (غازان) بھی (اسی سال) فوت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس شکست کی خبر سن کر اسے بہت تیز بخار ہوا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی خربندا بادشاہ ہوا۔

اسی سال سلطان (ناصر) نے شریف (مکہ) ابو نمی کے دونوں فرزندوں امیثہ اور حمیضہ کو قید سے رہا کر دیا اور ان دونوں کو ان کے دونوں بھائیوں عطیفہ اور ابو الغیث کے بجائے (مکہ معظمہ) کا حاکم مقرر کیا۔

ارمنوں کے حالات

ارمینیہ کے رہنے والی ارمن اور کرج قوم قوبل بن ناحور بن آزر کی اولاد سے ہیں۔ ناحور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور ان کے نام کی مناسبت سے ان کے وطن کا نام ارمینیہ ہو گیا تھا۔ اس کا پایہ تخت خلاط تھا اور یہی ان کا دارالسلطنت تھا۔ ان کا بادشاہ تکفور کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

جب مسلمانوں نے ان کے ملک کو فتح کیا تو انہوں نے باقی ماندہ باشندوں پر جزیہ مقرر کر دیا تھا۔ ان پر مختلف حکام مقرر ہوتے رہے اور ان کے ملک میں فتنہ و فساد ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کا (دارالسلطنت) خلاط تباہ اور ویران ہو گیا۔ اس کے بعد ان کا پایۂ تخت حلب کے راستوں کے قریب سیس کی طرف منتقل ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی بھی وہاں منتقل ہو گئی اور وہ مسلمانوں کو محصول ادا کرتے رہے۔

شاہ قلیج بن الیون: سلطان نور الدین عادل کے عہد میں ان (ارمنوں) کا بادشاہ قلیج بن الیون تھا۔ اس نے سلطان نور الدین عادل کے لئے (عمدہ) خدمات انجام دیں اور سلطان نے بھی اسے جاگیر عطا کی (ارمنوں کے اس بادشاہ نے) مصیصہ اردن اور طرطوس کے علاقے رومیوں کے قبضے سے چھین لئے تھے۔ سلطان نور الدین کے بعد سلطان صلاح الدین نے بھی اسے سابقہ خدمات پر بحال رکھا۔ کچھ سالوں کے بعد اس نے ترکمانوں کے ساتھ غداری کی تو سلطان صلاح الدین نے ارمینیہ پر حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچایا۔ آخر کار یہ لوگ مطیع ہو گئے اور ان کا بادشاہ بدستور جزیہ ادا کرنے لگا اور مطیع و فرمانبردار بن کر ایک اچھے پڑوسی کی طرح حلب کی سرحدوں پر رہنے لگا۔

شاہ ہیثوم: شاہ ظاہر کے زمانے میں ہیثوم بن قسطنطین ابن یانس ارمینیہ کا بادشاہ مقرر ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قلیج کی نسل سے تھا یا اس کے خاندان سے تھا۔ جب ہلاکو عراق اور شام کا بادشاہ ہوا تو ہیثوم نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ ہلاکو نے اسے بادشاہ برقرار رکھا۔ اس نے بھی شام کے جنگی حملوں میں تاتاریوں کا ساتھ دیا۔ ۶۶۲ھ میں بلاد الروم کے تاتاری حاکم کے خلاف حملہ آور ہوا اور حلب کے قبیلہ کلاب کے بدوؤں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اور انہوں نے عنتاب کے علاقے میں بہت فتنہ و فساد برپا کیا۔ پھر ہیثوم بن قسطنطین راہب بن گیا اور اس نے اپنے فرزند کو بادشاہ بنایا۔

شاہ ارمن کو شکست: ۶۶۴ھ میں سلطان ظاہر نے قلادن منصور حاکم حماۃ کی قیادت میں ارمینیہ کی طرف فوجیں روانہ کیں (ان کا بادشاہ) لیون اپنی فوجیں لے کر دوبند کے قریب مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر شکست کھا کر گرفتار ہو گیا (اسلامی) لشکر نے سیس کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا (سابق بادشاہ) ہیثوم نے اپنے فرزند لیون کو چھڑانے کے لئے مال و دولت اور قلعے پیش کئے۔ اس پر سلطان ظاہر نے یہ شرط رکھی کہ وہ سنقر اشقر اور اس کے ساتھیوں کو ابغا بن ہلاکو کی قید سے چھڑا لائے۔ سلطان ہلاکو انہیں حلب کے قید خانے سے نکال کر لے گیا تھا۔ لہٰذا ہیثوم نے (ہلاکو سے) ان کی رہائی کے لئے درخواست کی تو ہلاکو نے (رہا کر کے) انہیں بھیج دیا۔ ہیثوم نے (اپنے فرزند کے فدیہ کے طور پر) پانچ قلعے بھی دیئے جن میں اعیان اور مرزبان کے قلعے بھی شامل تھے۔

لیون کی حکومت: ہیثوم ۶۶۹ھ میں فوت ہوگیا اور اس کے بعد اس کا فرزند لیون بادشاہ ہوا اور ان کی نسل میں بادشاہت برقرار رہی۔ ارمنوں اور ترکوں کے درمیان جنگ ہوتی رہتی تھی۔ کیونکہ ترک ان کے پڑوسی تھے اور حلب میں رہتے تھے۔ لہٰذا ترک بار بار ان کے ملک پر فوج کشی کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے مصالحت کر لی اور اطاعت قبول کر کے جزیہ ادا کرنے لگے۔ یہاں بلاد الروم کے فوجی نگران کی طرف سے تاتاریوں کی نگران فوج رہتی تھی۔

سنباط: جب لیون فوت ہوگیا تو اس کے بعد اس کا فرزند ہیثوم (ثانی) بادشاہ ہوا تو اس کے بھائی سنباط نے حملہ کر کے اسے تخت سے اتار دیا اور اس کی ایک آنکھ پھوڑنے کے بعد اسے قید کر دیا۔ اس نے اپنے دوسرے چھوٹے بھائی یروش کو بھی قتل کر دیا۔

اس کے عہد میں سلطان کتبغا عادل کی طرف سے ترک فوجوں نے قلعہ حموص پر حملہ کیا اور اس موقع پر ارمنوں نے سنباط کو کمزور سمجھ کر اسے (قتل کرنے کا) ارادہ کیا۔ تو وہ قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

اندین: پھر ان (ارمنوں نے) اس کے (دوسرے) بھائی اندین کو بادشاہ بنایا۔ اس نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور انہیں مرعش کا قلعہ دے دیا۔ نیز اس نے مسلمانوں کو وہ تمام قلعے دے دیئے جو دریائے جیحان کے کنارے پر واقع تھے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کو سرحد بنا لیا اور ان کے لشکر وہاں سے واپس آ گئے۔

ہیثوم ثانی کی دوبارہ حکومت: اندین نے اس کے بعد اپنے بھائی ہیثوم (ثانی) کو جو کانا ہوگیا تھا ۶۶۹ھ میں قید خانے سے رہا کیا وہ تھوڑے عرصہ تک تو اس کے ساتھ (امن و امان کے ساتھ) رہا پھر اس نے اندین پر حملہ کر کے اسے قسطنطنیہ کی طرف بھگا دیا اور خود سیس میں ارمنوں کا بادشاہ بن کر رہنے لگا۔ اس نے اپنے بھتیجے تروس معسول کو اپنا اتابک مقرر کیا۔ اس طرح اس کا نظم ونسق درست ہوگیا۔

ارمنوں کا فتنہ وفساد: وہ سلطان (تاتار) قازان کے ساتھ اس جنگ میں بھی شریک ہوا جو اس نے سلطان ناصر (مصر) کے ساتھ لڑی تھی۔ اس جنگ میں ارمنوں نے بہت فتنہ وفساد برپا کیا اور اپنے کچھ قلعے بھی واپس لے لئے اور تل حمدون کو تباہ و برباد کر دیا۔

ارمنوں کی سرکوبی: جب سلطان ناصر نے ۷۰۳ھ میں تاتاریوں کو شکست فاش دی تو اس نے ارمینیہ کی طرف اپنی فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے وہ قلعے واپس لے لئے اور حمص پر بھی قبضہ کر لیا۔ انہوں نے سیس کے میدانوں اور اس سے متعلقہ تمام علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس (شاہ ارمن) نے اپنا مقررہ ٹیکس ادا نہیں کیا تو حلب کے نائب حاکم قراسنقر المنصوری نے ۷۰۷ھ میں چار امراء کے ساتھ ادھر فوج بھیجی تو اس نے ان کے علاقے کو تباہ کر دیا سیس میں تاتاریوں کی نگران فوج نے ان کا مقابلہ کیا تو انہیں شکست دی۔ اس میں ان کا سپہ سالار مارا گیا اور باقی ماندہ گرفتار کر لئے گئے۔

جزیہ کی ادائیگی: پھر مصر سے بکتاش فخری امیر البحر کی قیادت میں باقی ماندہ بحریہ کے ساتھ فوجیں بھیجی گئیں اور وہ غزہ پہنچیں (جب ہیثوم کو اس کی اطلاع ملی تو) وہ اس کے انجام بد سے خوف زدہ ہوگیا۔ لہٰذا اس نے حلب کے نائب حاکم کو پانچ

سال اور اس کے پہلے سال کی جزیہ کی رقم ارسال کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی کے ذریعے اس نے سلطان کے پاس سفارش پہنچائی۔ سلطان نے یہ سفارش قبول کر کے اس کی جاں بخشی کی۔

ارفلی کا قبول اسلام: اس زمانے میں بلاد روم میں تاتاریوں کا نگران فوجی افسر ارفلی تھا جب ابغا مسلمان ہو گیا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا اور اس کی اجازت سے اس نے ایک مدرسہ تعمیر کیا اور وہاں ایک اذان گاہ بھی تعمیر کرائی۔

ہیثوم کی چغل خوری: اس کے بعد اس کی حاکم سیس ہیثوم کے ساتھ ناچاقی ہو گئی لہٰذا ہیثوم ثانی نے شاہ تاتار خربندا کے پاس یہ شکایت بھجوائی کہ وہ (ارفلی) اہل شام کے ساتھ سازش میں شریک ہے اور انہیں سیس اور ان سے متعلق علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر رہا ہے۔ اس نے ثبوت کے طور پر مدرسہ اور اذان گاہ (کی تعمیر) کا واقعہ پیش کیا

ہیثوم کا قتل: ارفلی کے کسی رشتہ دار نے اسے (شکایت کا) یہ حال بتا دیا۔ لہٰذا اس نے (اپنے جذبہ انتقام کو) پوشیدہ رکھا۔ ہیثوم کو ایک ضیافت میں بلوایا اور وہاں اس نے اس کو اچانک قتل کر دیا۔ اس نے ترکوں کے ایک نمائندہ کو بھی گرفتار کر لیا جو حلب کے نائب حاکم کی طرف سے مقررہ جزیہ کا مطالبہ کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کا نام ایدغری شہرزوری تھا۔

نیا شاہ ارمن: ایدغری (ایک عرصہ تک) تاتاریوں کے قید خانے میں رہا۔ آخر کار ۷۰۲ھ میں وہ توریز کے مقام پر قید خانے سے بھاگ نکلا۔ اس نے سیس کا بادشاہ اوشین لیون کو بنایا۔

اظہار اطاعت: جب ارفلی خربندا کے پاس پہنچا تو اس سے پہلے ہیثوم (ثانی) کا بھائی الناق اس کی عورتوں اور اولاد کو لے کر فریاد کے لئے پہنچا ہوا تھا۔ شاہ خربندا نے ارفلی کے سامنے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس نے اس کے بھائی اوشین کو سیس کا بادشاہ برقرار رکھا۔ چنانچہ اس نے نہایت گلت کے ساتھ ناصر کو مصر خط لکھا اور جزیہ ادا کرنے کا حسب سابق اقرار کیا اور کبھی کبھی جزیہ کی رقم ارسال کیا کرتا تھا۔

سلطان مغرب کے تحائف: اس زمانے میں مغرب اقصیٰ (مراکش) میں موحدین کے بعد بنو مرین کی سلطنت قائم تھی۔ اس خاندان کے بادشاہ یوسف ابن یعقوب بن عبدالحق نے ۷۰۴ھ میں (مصر کے) سلطان ناصر کے پاس اپنے ایلچی علاء الدین ایدغری شہرزوری کو بھیجا۔ وہ اس شہرزوری خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو سلطان ظاہر بیبرس کے زمانے میں مقربین بارگاہ میں سے ہوتے تھے۔ اس ایلچی کے ساتھ مغرب اقصیٰ کے لوگوں کا ایک عظیم الشان قافلہ جا رہا تھا جو فریضہ حج ادا کرنا چاہتا تھا (سلطان مغرب اقصیٰ نے) ایلچی کے ساتھ بہت عمدہ تحائف بھیجے تھے۔ جن میں وہاں کے گھوڑے، خچر، دستے اور وہاں کے ملک کے خاص اور نادر اشیاء نیز خالص سونا بھی شامل تھا۔ سلطان ناصر نے اس قافلہ کا نہایت شاندار طریقے سے استقبال کیا اور ان کے ساتھ اپنا افسر بھیجا (جو حج کے) راستے میں ان کی خوراک اور کھانے کا اچھی طرح سے انتظام کرے۔ وہ حج سے فارغ ہونے تک ان کے ساتھ مقرر تھا۔

تحائف کا تبادلہ: یہ ایلچی (علاء الدین) ایدغری ۷۰۵ھ میں حج سے فارغ ہوا تو سلطان ناصر نے اس کے ساتھ اس کے تحائف کا بدلہ اسی شان دار پیمانے پر بھیجا اور اس کے ساتھ اپنے دو افسروں کو بھیجا۔ ان میں سے ایک ایدغری بابلی اور دوسرا

ایدغری خوارزمی تھا اور دونوں کے لقب بھی علاء الدین تھے۔ یہ لوگ سلطان یوسف بن یعقوب کے پاس ماہ ربیع الآخر ۷۰۴ھ میں پہنچے جب کہ وہ تلمسان کا محاصرہ کر رہا تھا۔ اس نے اس جماعت کو انعام و اکرام سے نوازا اور انہیں ان کے شایانِ شان اور بھیجنے والے سلطان کے لائق صلہ دیا۔ سلطان نے انہیں فاس اور مراکش کی سیاحت کے لئے بھیجا تا کہ وہ بچشم خود وہاں کے مسرت انگیز (حالات) کا معائنہ کرسکیں۔

دوبارہ تحائف: سلطان یوسف بن یعقوب تلمسان کا محاصرہ کرتے ہوئے فوت ہوگیا تھا مذکورہ بالا دونوں ایلچی فاس کے دورہ سے ماہ رجب ۷۰۶ھ میں واپس آئے تو اہل مغرب کے ایک عظیم قافلہ نے جو فریضہ حج ادا کرنے جا رہا تھا ان کا استقبال کیا یہ ایلچی سلطان ابو ثابت جزولی سے بھی ملے جو سلطان یوسف بن یعقوب کے بعد وہاں کا بادشاہ ہوا تھا۔ اس نے بھی ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کے ساتھ سلطان ناصر کو دوبارہ گھوڑوں خچروں اور اونٹوں کے تحائف بھیجے۔

قافلہ پر حملہ: یہ لوگ تلمسان کے پاس سے بھی گزرے یہاں سلطان عثمان بن یغمر اس کے دونوں فرزند حکومت کرتے تھے۔ ان دونوں نے اس قافلہ کا اچھی طرح استقبال نہیں کیا۔ تاہم ان دونوں ایلچیوں نے ان سے محافظ اور رہنما دستہ طلب کیا جو ان کی ان کے ملک کی سرحد تک ان کی حفاظت کر سکے۔ کیونکہ سلطان یوسف بن یعقوب کی موت کے بعد تلمسان میں امن و امان قائم نہیں تھا۔ انہوں نے کچھ عربوں کو ان کے ساتھ بھیجا مگر وہ مفید نہیں ثابت ہو سکے۔ کیونکہ المریہ کے قریب قلعہ زغبہ کے بدمعاشوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے کیونکہ یہ لٹیرے تمام قافلے پر غالب آگئے تھے انہوں نے تمام حاجیوں اور سلطان ناصر کے ایلچیوں کا سامان لوٹ لیا۔ وہ (فریاد لے کر) شیخ بکر ابن زغلی کے پاس پہنچے جو حمزہ کے وطن میں بجایہ کے قریب بنو یزید بن زغبہ کا شیخ تھا۔

سلطان بجایہ کی آمد: اس نے انہیں بجایہ کے سلطان ابوالبقاء خالد کے پاس پہنچایا جو افریقیہ کے بادشاہ ابوزکریا یحییٰ بن عبدالواحد بن ابی حفص کی اولاد میں سے تھا۔ اس نے انہیں پوشاکیں دیں اور انہیں تونس کے پائے تخت تک پہنچایا جہاں اس کا چچازاد بھائی سلطان ابوعصیدہ محمد بن یحییٰ ابوواثق تھا۔ اس نے ان کا بے حد استقبال کیا اور ان کے ساتھ منومرین کی شاخ بنو وسنار کے ایک افسر ابراہیم بن عیسیٰ نے سفر کیا۔

اندلس کا مجاہد: وہ اندلس کے مجاہدوں کا امیر تھا اور فریضہ حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا جب وہ تونس میں سے گزرا تو اس کے سلطان نے اسے جزیرۂ جربہ کے فرنگیوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے ساتھ وہاں فوج کشی کی۔ اس کے ساتھ بنومرین کا سردار عبدالحق بن عمر بھی تھا۔

ابو یحییٰ کیانی: شیخ ابو یحییٰ بن زکریا ابن احمد کیانی تونس کی فوج کے ساتھ اس کا محاصرہ کر رہا تھا۔ اس نے کچھ عرصے تک ان کا ساتھ دیا مگر پھر ابو یحییٰ کیانی تونس کے سلطان سے ناراض ہوگیا تو وہ طرابلس چلا گیا۔ وہ سب لوگ مصر پہنچے تو سلطان مصر نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد وہ فریضہ حج ادا کر کے مغرب (اقصیٰ) واپس چلے گئے۔

ابو یحییٰ کیانی نے سلطان ناصر سے امداد طلب کی تو سلطان نے مال و دولت اور بہت سے غلام (ممالیک) دے کر اس کی امداد کی اور یہی امداد اس کے لئے تونس کی سلطنت حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

بیبرس کا عہدِ حکومت

۷۰۷ھ میں سلطان ناصر اور اس کے دونوں نگران سلطنت بیبرس اور سلار کے تعلقات میں کشیدگی اس حد تک بڑھی کہ اس نے شاہی احکام اور فرمانوں پر دستخط کرنا بند کر دیا۔ سلطان اور ان کے درمیان چغل خوروں نے ملامت کی اور ناراضگی کے پیغام پہنچائے بلکہ کچھ امراء اور حکام آدھی رات کے وقت قلعہ کے میدان میں سوار ہو کر پہنچے جنہیں محافظ فوجی دستوں نے روکا (اس قسم کے واقعات سے) سلطان بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔ بکتمر جوکندار نے حالات درست کرنے کی کوشش کی اور سلطان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے خاص غلاموں کو بیت المقدس جلاوطن کر دے۔ کیونکہ بیبرس کا خیال تھا کہ وہی اس فتنہ اور اختلافات کے نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا سلطان نے انہیں بھگا دیا اور ان دونوں نگران حکام کو خوش کیا مگر کچھ عرصے کے بعد ان موالی کو بیت المقدس سے بلوا کر انہیں ان کی ملازمتوں پر بحال کر دیا گیا۔ پھر سلطان نے جوکندار پر چغل خوری کا الزام لگا کر اس کا تبادلہ کر دیا اور اسے صفد کے علاقے کا نائب حاکم بنا کر دور بھیج دیا۔

سلطان کا الکرک میں قیام: سلطان (اس قسم کے) خودسری اور استبداد کے کام کرتا رہا‘ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیبرس اور سلار نے اسے چھوڑ دیا اور ۷۰۸ھ میں اس نے فریضۂ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا اور وہ قلعہ الکرک کی طرف روانہ ہوا۔ امرائے مصر نے اسے الوداع کیا اور کچھ حکام اس کے ساتھ گئے۔ جب وہ قلعہ الکرک کے پاس سے گزرا تو وہ قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور اس نے وہاں کے نائب حاکم جمال الدین اقوش اشرف کو مصر بھجوا دیا۔ اس نے اپنے اہل وعیال کو بھی واپس بلوا لیا جو محمل حجازی کے ساتھ (حج کرنے کے ارادے سے) جا رہے تھے۔ چنانچہ وہ عقبہ کے مقام سے اس کے پاس لوٹ آئے۔

ناصر کی دست برداری: اس نے ان حکام کو بھی واپس کر دیا جو اس کے ساتھ آئے تھے اس کا ارادہ تھا کہ وہ قلعہ الکرک میں گوشہ نشین ہو کر عبادت میں مصروف ہو جائے۔

بیبرس کی تخت نشینی: اس نے اہل مصر کو اجازت دی کہ وہ جسے حکومت کے لائق سمجھیں اسے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں لہٰذا تمام حکام مصر دارالنیابت میں اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ آخرکار اتفاق رائے سے انہوں نے بیبرس کو اپنا بادشاہ مقرر کیا اور ماہ شوال ۷۰۸ھ میں انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب مظفر رکھا۔ خلیفہ ابوالربیع نے اسے تخت پر بٹھایا۔ اس نے ناصر کو الکرک کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کے لئے اس نے جاگیریں مخصوص کیں۔

سیف الدین سلار بدستور سابق نائب السلطنت برقرار رہا۔ اس نے تمام عہدیداروں اور افسروں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ اہل شام نے اطاعت کا اظہار کیا اور بیبرس کی سلطنت قائم ہو گئی۔

ملک میں بے چینی: ۷۰۹ھ میں ناصر کے بعض موالی بھاگ کر (اس کے پاس) الکرک پہنچ گئے۔ سلطان بیبرس المظفر کو اس واقعہ سے پریشانی لاحق ہوئی اور اس نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا‘ مگر وہ نہیں مل سکے۔ البتہ دوسرے لوگوں پر الزامات لگائے گئے اور اس نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اس سے (دوبارہ) بے چینی شروع ہوئی۔

شامی حکام کی خط و کتابت: اس کے بعد شام کے حکام نے ناصر سے الکرک میں خط و کتابت شروع کر دی اور اس نے پہلے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے پاس جائے مگر پھر وہ لوٹ آیا۔ کیونکہ دمشق کے حاکم اقوش افرم کا خط آنے سے حالت تبدیل ہو گئی تھی۔

پھر جاشنگیر بیبرس نے (سابق) سلطان ناصر کو علاء الدین مغلطائی ایدغلی اور قطلو بغا کے ہاتھ پیغام بھیجا یا جو غلط خبروں پر مشتمل تھا۔ اس سے وہ غیظ و غضب میں آ گیا اور اس نے دونوں ایلچیوں کو سزا دی۔

فریاد نامہ: ناصر نے شام کے حکام کے پاس بیبرس اور اس کے ساتھی امرائے مصر کے خلاف فریاد نامہ ارسال کیا۔ اس میں اس نے تحریر کیا تھا:

> ''میں نے بادشاہت ان کے حوالے کر دی اور خود تنگی میں زندگی گزار رہا ہوں۔ اس توقع پر کہ میں آرام اور سکون حاصل کر سکوں' مگر وہ اب بھی باز نہیں آئے ہیں اور مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وہ معزا ایک اور بیبرس الظاہر کی اولاد کے ساتھ بھی اسی قسم کی باتیں کرتے رہے ہیں''۔

ناصر نے اپنی تربیت اور آزاد کرو بینے کے حقوق جتا کر ان سے یہ امداد طلب کی کہ وہ ان لوگوں کو اس کی ایذا رسانی سے روکیں' ورنہ وہ (دشمن) تا تاریوں کے علاقے میں چلا جائے گا۔

شامی حکام کی اطاعت: ناصر نے یہ پیغام (خط) ایک سپاہی کے ہاتھ بھیجا۔ جو اقوش اشرفی کے زمانے میں قلعہ الکرک میں ملازم تھا اور وہ وہاں رہنے لگا تھا۔ وہ سیر و شکار کا بہت شوقین تھا اور سلطان سے اس کی واقفیت کسی شکار گاہ میں ہوئی تھی۔ سلطان نے ایک دن اس کے سامنے یہی شکایت کی اور خط بھیجنے کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا'' میں آپ کا پیغام شام کے حکام کو پہنچا دوں گا''۔ چنانچہ وہی یہ خط لے کر ان کے پاس آیا۔ وہ (اس کو پڑھنے سے) بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ''وہ اس کی خواہش کے مطابق اس کی اطاعت کریں گے''۔

مصری فوج کی روانگی: اس کے بعد (سابق) سلطان (ناصر) بلقاء پہنچا (اس کے پہنچتے ہی) حاکم دمشق جمال الدین اقوش افرم نے مصر میں جاشنگیر بیبرس کو صورت حال سے آگاہ کیا اور اس سے فوجی امداد طلب کی تا کہ وہ اس مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ اس نے بڑے بڑے افسروں کے ساتھ چار ہزار کی فوج روانہ کی۔ اس نے ان فوجیوں کی خامیوں کو دور کر دیا تھا اور مصر کی باقی ماندہ فوج پر بھی بے تحاشا روپیہ صرف کیا۔

مصر میں ہنگامہ: اس کے بعد بہت افواہیں پھیل گئیں اور عوام میں شور و غل برپا ہو گیا۔ سلطان کے مماليک (غلاموں) نے گرد و نواح کی طرف بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ ان کا وجود خطرہ میں تھا۔ پھر یہ خبر ملی کہ (سابق) سلطان فیصلہ تبدیل کر کے بلقاء سے الکرک پہنچ گیا ہے۔ اس کے واپس آنے پر اس کے دوستوں اور ملازموں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسے بھی یہ اندیشہ ہوا کہ چونکہ یہ خبریں موصول ہو رہی تھیں کہ بیبرس فوج کشی کرنے والا ہے اس لئے کہیں مصری فوجیں ان پر حملہ نہ کریں۔

ناصر کی فوج کشی: ناصر نے اپنے مماليک کو پوشیدہ پیغام بھیج کر انہیں اپنا طرفدار بنانا چاہا' وہ اس کے حامی ہو گئے۔ پھر

اس نے شام کے جن حکام کو دوبارہ خط بھیجا ان میں شمس الدین اقسنقر نائب حاکم حلب اور سیف الدین نائب حاکم حمص شامل تھے۔ انہوں نے اطاعت کا اظہار کیا بلکہ حلب کے نائب حاکم نے اپنا فرزند بھی اس کے پاس بھیجا اور ان سب نے اسے فوج کشی کے لئے آمادہ کیا۔ چنانچہ ناصر ماہ شعبان ۹ ۰ ۷ ھ میں قلعہ الکرک سے روانہ ہوا تو دمشق کے کئی حکام بھی اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔

(حاکم دمشق) اقوش نے دو افسروں کو راستوں کی حفاظت کے لئے روانہ کیا تو وہ بھی (سابق) سلطان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

حاکم شام کی بے بسی: (یہ خبر سن کر) بیبرس جاشنگیر نے تمام حکام کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کے حاکم جمال الدین اقوش کی حمایت کریں۔ اور (سابق) سلطان ناصر کو دمشق پہنچنے سے روکیں مگر انہوں نے اس کی بات نہیں مانی اور وہ (سابق) سلطان سے مل گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اقوش بے یار و مددگار رہ گیا اور وہ بقاع اور شقیف کی طرف روانہ ہوا اور سلطان سے پناہ مانگی۔ چنانچہ ناصر نے اپنے دو بڑے افسروں کے ہاتھ اسے پروانہ امن بھیج دیا۔

ناصر کا دمشق پر قبضہ: پھر سلطان دمشق میں (فاتحانہ طور پر) داخل ہو گیا اور اسے امیر جاندار سیف الدین کے حوالے کر دیا جو اس کے پاس صفد سے آیا تھا۔ اور اس نے ہجرت کر کے سلطان کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے اس کو بہترین صلہ دیا۔ اس کے بعد اقوش افرم بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔ تو سلطان نے اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور اسے دمشق کا حاکم برقرار رکھا۔

مصری عوام کی بغاوت: ادھر مصر میں جاشنگیر بیبرس کے معاملات سلطنت بد سے بدتر ہوتے گئے۔ سلطان کے ممالیک وہاں سے نکل کر شام کی طرف بھاگنے لگے تو اس نے ان کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں اور ان فوجوں نے بھاگنے والوں کو پکڑ کر مارڈالا یا زخمی کر دیا اور اس کے بعد وہ واپس آ گئے مگر مصر کے عوام کا ہنگامہ بڑھتا گیا۔ انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کر کے کھلم کھلا بیبرس کی تخت سے دست برداری کا مطالبہ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو پکڑ کر سزا دی گئی۔ مگر اس کے باوجود ان کی سرکشی بڑھتی گئی۔

تجدید بیعت کی کوشش: جب جاشنگیر بیبرس کو زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو اس نے لوگوں کو حلف (وفاداری) کے لئے اکٹھا کیا۔ جس میں خلیفہ (عباسی) بھی شریک ہوا اور اس نے از سر نو (سلطان سے) اور عوام سے حلف (وفاداری) لیا اور بیعت نامہ کا ایک فرمان بھی ارسال کیا تاکہ جمعہ کے دن (مصر کی) جامع مسجد میں پڑھ کر سنایا جائے مگر عوام نے شور و غل برپا کر دیا اور منبر پر ہنگامہ کرنے لگے۔

حامیوں کا اضافہ: اب بیبرس نے مال و دولت صرف کر کے لوگوں کو قابو کرنا چاہا۔ پھر اس نے شام کی طرف فوج کشی کا ارادہ کیا۔ مگر جب اس نے بڑے بڑے حکام کو روانہ کیا تو وہ سلطان (ناصر) کے ساتھ جا کر مل گئے۔ آخر کار سلطان بھی پندرہویں رمضان المبارک کو دمشق سے نکلا۔ اس نے غزہ کے حکام میں سے دو حکام کو روانہ کیا اور وہ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ پھر عرب اور ترکمان بھی سلطان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

بیبرس کی معزولی: جب یہ خبر جاشنکیر کے پاس پہنچی تو اس نے شمس الدین سلار بدرالدین بکتوت جوکندار اور سیف الدین سلحدار کو اکٹھا کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ لیا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے اور اب صرف یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ناصر کو بادشاہ بنا دیا جائے اور پھر اس سے درخواست کی جائے کہ وہ بیبرس کو الکرک یا حماۃ یا صہیون کا علاقہ دے دے۔ اس فیصلہ پر ان کا اتفاق رائے ہو گیا تھا۔ انہوں نے بیبرس وداوآزاور سیف الدین بہادر کو بھیجا۔ انہوں نے جاشنکیر کی معزولی کی شہادت دی۔ اس لئے وہ قلعہ سے نکل کر اور اپنے غلاموں کو لے کر اطفیح کے مقام کی طرف چلا گیا' مگر وہاں نہیں رہا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اسوان کا قصد کیا۔ بیبرس (معزول سلطان) اپنے ساتھ جس قدر اس سے ممکن ہوا مال و دولت کا ذخیرہ اور اصطبل کے گھوڑے لے گیا۔

تیسری بار ناصر کی حکومت

سیف الدین سلار بدستور قلعہ کی حفاظت کرتا رہا۔ اس نے مساجد کے منبروں پر سلطان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اذان گاہوں پر بھی سلطان (ناصر) کا نام پکارا جانے لگا اور سڑکوں اور گلیوں میں عوام اس (ناصر) کے نام کے نعرے لگاتے رہے۔ یوں سلار نے اس کی تخت نشینی کے رسوم و شعار کے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔

جشنِ تخت نشینی: جاشنکیر کے قاصد اس کا مطالبہ لے کر سلطان کے پاس پہنچے۔ تو سلطان نے اسے صہیون کا حاکم مقرر کر کے اسے پناہ دے دی۔ سلطان خود (مصر) عید الفطر کے مبارک دن پہنچا۔ وہاں سیف الدین سلار نے اس کا استقبال کیا اور اظہار اطاعت کیا۔ اس کے بعد سلطان (ناصر) قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہاں ایوانِ شاہی میں عید کا عظیم جشن منایا اور عوام سے حلف (وفاداری) لیا۔

سلار کو اجازت: سلطان نے سلار کو بھی خلعت عطا کیا' اس کے بعد سلار نے اس سے اپنی جاگیروں کی طرف جانے کی اجازت مانگی تو سلطان نے اجازت دے دی۔ (اس کے بجائے) اس کا فرزند سلطان کا دربان مقرر ہوا اور وہ ماہ شوال کی تیسری تاریخ کو روانہ ہو گیا۔

مال و ذخیرہ ضبط: سلطان نے حکام کو اخمیم بھیجا انہوں نے جاشنکیر سے وہ تمام مال و دولت اور ذخیرہ چھین کر ضبط کر لیا جو وہ مصر سے لے گیا تھا اور ان سب اشیاء کو سرکاری خزانوں میں پہنچایا۔ ان کے ساتھ ان کے ممالیک کی وہ جماعت بھی لوٹ آئی جو خود بھی حکام تھے۔ انہوں نے سلطان کے پاس واپس آنے کو ترجیح دی۔

حکام کا تقرر و تبادلہ: سلطان نے سیف الدین بکتمر جوکندار امیر جاندار کو مصر کا نائب السلطنت مقرر کیا اور قراسنقر منصور کو دمشق کا حاکم بنایا۔ وہاں کا جو سابق حاکم اقرم تھا اسے صرخد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ سیف الدین قبجق کو حلب کا نائب حاکم متعین کیا اور سیف الدین بہادر طرابلس کا حاکم مقرر ہوا اور وہ سب شام کی طرف اپنے عہدے حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔

نیا وزیر: سلطان نے ان امراء اور حکام کو گرفتار کر لیا جن پر اسے شک و شبہ تھا۔ اس نے ضیاء الدین ابوبکر کے بجائے فخر

الدین عمر الخلیل کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

بیبرس کی گرفتاری: بعدازاں بیبرس جاشنگیر صہیون کی طرف روانہ ہوا (راستے) میں وہ حکام جو اس کے ساتھ تھے لوٹ کر سلطان کے پاس چلے گئے۔ سلطان نے ان میں سے کچھ کو اپنے ممالیک (غلاموں) میں شامل کر لیا اور کچھ کو مقید کر دیا۔ اس کے بعد سلطان کی رائے تبدیل ہوئی اور اس نے قراسنقر اور بہادر کو جو ابھی غزہ میں مقیم تھے اور شام کی طرف روانہ نہیں ہوئے تھے' یہ پیغام بھیجا کہ وہ دونوں بیبرس کو گرفتار کر لیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اسے گرفتار کر کے ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں (مصر کے شاہی) قلعہ میں بھیج دیا' جہاں اسے نظر بند کیا گیا اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا۔

سلار کا انجام: سلار نے سلطان ناصر کی حکومت قائم کرنے میں بہت کوشش کی تھی اور اسی نے اس کو بادشاہ بنایا تھا' اس لئے سلطان کو اس کے حقوق ادا کرنے کا بڑا خیال تھا۔ لہٰذا جب اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تو سلار نے سلطان سے یہ درخواست کی کہ وہ شوبک میں اپنی جاگیر کی طرف جانا چاہتا ہے تا کہ وہاں الگ تھلگ زندگی گزارے۔ سلطان نے نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ اس کی جاگیر میں بھی اضافہ کیا اور اسے خلعت عطا کیا اور اس کے ممالیک (غلاموں) کی جاگیر میں اضافہ کیا اور ایک سو ملازمین کو ان کی جاگیروں کے عطیہ کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ وہ ماہِ شوال ۷۰۸ھ میں مصر سے شوبک کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد شوبک کے علاقہ کے ساتھ علاقہ الکرک کا اضافہ کر کے اسے جھنڈا' سنہری خلعت' بھاری اور قیمتی سواری اور جواہر دار پٹکا بھیجا گیا۔ سلار وہاں (امن و سکون کے) ساتھ رہنے لگا۔

بھائی کی سازش: ۷۱۰ھ میں سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ امراء کی ایک جماعت بغاوت کی سازش کر رہی ہے' ان میں سلار کا بھائی بھی شریک ہے۔ لہٰذا سلطان نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور سلار کے ان حامیوں اور ملازموں کو بھی گرفتار کر لیا جو مصر میں موجود تھے۔

سلار کی وفات: پھر سلطان نے علم الدین جوالی کو بھیجا تا کہ وہ سلار کو الکرک سے لے آئے' تا کہ وہ (مصر میں) سکون اور اطمینان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ وہ اسی سال کے ماہ ربیع الاوّل میں سالار کو لے آیا اور وہ (مصر میں) نظر بند کر دیا گیا۔ اور اسی نظر بندی کی حالت میں وہ فوت ہو گیا۔

اس کی بے اندازہ دولت: (اس کی موت کے بعد) مصر اور الکرک میں اس کے مال و متاع اور ذخیرہ کو ضبط کر لیا گیا۔ اس کی مال و دولت' موتی' جواہرات' کپڑے' زرہیں' مویشی اور اونٹ بے اندازہ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنی اراضی اور جاگیروں سے روزانہ ایک ہزار دینار آمدنی حاصل کرتا تھا۔

سلار کا ابتدائی حال: اس کا ابتدائی حال یہ ہے کہ جب اس نے تاتاریوں کی قید سے رہائی حاصل کی تو وہ علاء الدین علی بن منصور قلادن کا مولیٰ ہو گیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے والد قلادن سے متعلق ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا تعلق اشرف اور پھر اس کے بھائی محمد بن ناصر سے قائم رہا' اور ہر ایک بادشاہ کے دور میں وہ اعلیٰ مرتبہ پر رہا۔ اس کی لاشین کے ساتھ بھی گہری دوستی تھی' اس لئے وہ اس کے دور میں بھی خدمات بجالاتا رہا اور اس کا مقرب بارگاہ ہوا۔ وہ سلطان کی محبت حاصل کرنے کی

انتہائی کوشش کرتا رہا' تا آنکہ اسے زوال آ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ اپنے قید خانے میں ابھی جان کنی (عالم نزع) کی حالت میں تھا کہ اسے لوگوں نے بتایا کہ "سلطان تم سے خوش ہو گیا ہے" (اس بات سے وہ اس قدر خوش ہوا کہ) وہ فوراً لپک کر کھڑا ہو گیا اور پھر چند قدم چلنے کے بعد اس کا دم نکل گیا (وہ فوت ہو گیا)

حکام کے تقرر اور تبادلے: جب سلطان ناصر نے سیف الدین قفجق کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا تھا تو اس کے تھوڑے عرصے کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ اس نے اس کے بجائے سلطان نے استدمر کرجی کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس کا حماۃ سے ۷۱۱ھ میں یہاں تبادلہ کر دیا گیا تھا (وہاں کے) لوگوں نے اس کے مظالم کی بہت شکایت کی' اس لئے سلطان نے اسے گرفتار کر لیا اور دمشق کے حاکم قراسنقر منصوری کو حلب کا حاکم مقرر کیا اور اس کے بجائے ۷۱۱ھ میں دمشق کا حاکم سیف الدین کرائی منصوری کو مقرر کیا۔ پھر سلطان اس پر بھی ناراض ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا اور اس کے بجائے جمال الدین اقوش اشرفی کو الکرک سے منتقل کر کے دمشق کا حاکم مقرر کیا۔

جب طرابلس کا نائب حاکم محمد فوت ہو گیا تو اقوش افرم کا صرخد سے تبادلہ کر کے وہاں کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔

پھر سلطان نے مصر کے نائب السلطنت بکتمر جوکندار کو بھی گرفتار کر کے اسے قلعہ الکرک میں مقید رکھا اور اس کے بجائے بیبرس دوادار کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

قراسنقر کی بغاوت: جب سلطان حلب کے نائب حاکم قراسنقر سے بھی بدگمان ہو گیا تو وہ جنگل بیابانوں کی طرف بھاگ گیا اور وہاں (عرب کے قبائل کے سردار) مہنا بن عیسیٰ کے ساتھ مل گیا۔

کہتے ہیں کہ قراسنقر نے سلطان سے حج ادا کرنے کی اجازت طلب کی' سلطان نے اس کی اجازت دے دی۔ مگر جب وہ جنگل بیابانوں کے درمیان سے گزرا تو اسے یہ سفر مشکل معلوم ہوا' اس لئے وہ لوٹ آیا۔ حلب میں جو حکام موجود تھے' انہوں نے سلطان کی اجازت کے بغیر اسے داخل ہونے سے روکا' اس لئے وہ دریائے فرات کی طرف پھر لوٹ گیا اور وہاں پہنچ کر مہنا بن عیسیٰ کو سلطان کے پاس اپنی سفارش کرانے کے لئے بھیجا۔ سلطان نے اس کی سفارش قبول کر کے اسے حلب کی حکومت پر بحال کر دیا۔

شاہی حکم کی نافرمانی: پھر سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں کا بادشاہ خربندہ شام پر فوج کشی کرنے والا ہے۔ لہٰذا سلطان نے مصر سے شام کی طرف فوجیں بھیجیں اور شام کی فوجوں کو یہ ہدایت بھیجی کہ وہ ان (مصری) فوجوں کے ساتھ حمص کے مقام پر شامل ہو جائیں۔ اس بات سے قراسنقر بدگمان ہو گیا اور وہ حلب سے نکل کر دریائے فرات کو عبور کر کے بھاگ گیا۔ پھر اس کے دل میں کچھ خیال آیا تو اس نے سلطان سے پناہ مانگی اور کہا کہ وہ دریائے فرات کے قریب قیام کرے گا۔ سلطان نے اس کے قیام کے لئے شوبک کا علاقہ جاگیر میں دینے کا وعدہ کیا' مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ وہ دریائے فرات کے قریب ایک مقام میں مہنا بن عیسیٰ (عرب قبائل کے سردار) کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر (شام کے) دیگر امراء نے بھی سرکشی اختیار کی اور وہ بھی بھاگ کر اس (قراسنقر) کے پاس پہنچ گئے۔

شاہ تاتار کی حمایت: ان میں طرابلس کا نائب حاکم اقوش افرم بھی شامل تھا۔ ان سب نے (تاتاریوں کے بادشاہ) خربندہ کے ساتھ شامل ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا اور ذہ ماردین پہنچے۔ وہاں کے حاکم نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ اس نے انہیں نوے ہزار درہم دیئے اور ان کی خوراک اور رسد کا بندوبست کیا۔ وہاں سے وہ خلاط پہنچے جہاں انہیں خربندہ سے ملاقات کرنے کا اجازت نامہ موصول ہوا۔ چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچے اور اسے شام پر (حملہ کرنے کے لیے) آمادہ کیا۔

سازش کا الزام: جب سلطان (مصر) کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے شام کے حکام پر قراسنقر کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگایا۔ اس لئے انہیں ان کی فوجوں سمیت بلوالیا۔ پھر اس نے قراسنقر کے بجائے سیف الدین (سودی جمدار اشرفی) کو مقرر کیا اور اقوش کے بجائے بکتمر ساقی کو طرابلس کا حاکم مقرر کیا اور عرب (قبائل) کا سردار مہنا بن عیسیٰ کے بجائے اس کے بھائی فضل بن عیسیٰ کو مقرر کیا۔

شامی حکام کی گرفتاری: جب امراء حکام (شام) مصر پہنچے تو اس نے ان سب کو گرفتار کرلیا۔ اس نے دمشق کے حاکم اقوش اشرفی کو بھی گرفتار کرلیا اور اس کے بجائے تنکز ناصری کو ۷۱۲ھ میں حاکم مقرر کیا اور باقی ماندہ اسلامی ممالک کی حکومت بھی اس کے سپرد کی۔ اس نے اپنے نائب السلطنت بیبرس دوادار کو بھی گرفتار کر کے قلعہ الکرک میں مقید کردیا اور اس کے بجائے ارغون دوادار کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

سلطان کی فوج کشی: سلطان نے قلعہ کے باہر فوجوں کو اکٹھا کیا اور اسی سال عید الفطر کے بعد کوچ کیا۔ راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ خربندا (شاہ تاتار) رحبہ پہنچا تھا اور اس کا محاصرہ کرنے کے بعد وہاں سے لوٹ گیا (یہ سن کر) سلطان بھی دمشق کی طرف لوٹ گیا اور وہاں شام کے مختلف علاقوں میں فوجیں بھیجیں۔

فریضۂ حج کی ادائیگی: پھر وہ الکرک کی طرف روانہ ہوا اور اسی سال فریضۂ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا اور الکرک سے حج کے سفر پر روانہ ہوا۔ وہ (حج سے فارغ ہو کر) ۷۱۳ھ میں شام واپس آ گیا۔ (یہاں آ کر) اس نے مہنا بن عیسیٰ کو اپنا طرف دار بنانے کے لئے پیغام بھیجا' مگر قاصد یہ پیغام لے کر آیا کہ اس نے اس کی یہ بات نہیں مانی۔ اس کے بعد ۷۱۶ھ میں وہ خربندا کے پاس پہنچ گیا' جہاں خربندا نے اسے عراق میں جاگیر بخشی اور وہ وہیں رہنے لگا پھر وہ خربندا کی موت کے بعد ہی واپس آیا۔

حماۃ پر ایوبی خاندان کی حکومت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شہر حماۃ تقی الدین عمر بن شہنشاہ بن ایوب کے ماتحت تھا۔ اس کو اس کے چچا سلطان صلاح الدین بن ایوب نے ۵۷۴ھ میں وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ یہ شہر اس کے قبضہ میں رہا' یہاں تک کہ اس نے ۵۸۷ھ میں وفات پائی۔ پھر اس کا فرزند ناصر الدین محمد یہاں کا حاکم مقرر ہوا اس کا لقب منصور تھا۔ وہ اپنے چچا سلطان صلاح الدین اور سلطان عادل کی وفات کے بعد ۶۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند قلیج ارسلان حاکم ہوا' اس کا لقب ناصر تھا۔

اس کا بھائی مظفر جو ولی عہد تھا' کامل بن عادل کے پاس مقیم تھا۔ چنانچہ اس نے اُسے دمشق سے لشکر دے کر بھیجا اور اس نے اپنے بھائی سے یہ شہر چھین لیا اور خود حکومت کرنے لگا جب وہ ۶۴۳ھ میں فوت ہوا تو اس کا فرزند محمد 'منصور' کا لقب اختیار کر کے وہاں حکومت کرنے لگا۔

فتنہ تاتار کا اثر: جب تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا تو یوسف ابن عبدالعزیز کے ساتھ جو شام کا بادشاہ تھا' حاکم حماۃ منصور اور اس کا بھائی افضل بھی بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔

پھر انہیں مصر کے ترکوں سے بھی خوف لاحق ہوا تو یہ جماعت ہلاکو کے پاس پہنچ گئی مگر منصور (حاکم حماۃ) مصر ہی میں مقیم رہا۔ اس عرصے میں ہلاکو نے شام پر قبضہ کر کے ناصر اور اس کے تمام ایوبی امراء کا خاتمہ کر دیا۔

جب ہلاکو خاں اپنی قوم کے فتنہ و فساد کی وجہ سے شام سے لوٹ گیا تو سلطان قطز نے شام پر حملہ کر کے اسے تاتاریوں کے قبضہ سے نکال لیا اور اس کی تمام سرحدوں اور شہروں پر حکومت کرنے لگا۔ اس وقت اس نے منصور کو حماۃ کی حکومت پر بحال کر دیا اور وہ وہاں کا حاکم ہو گیا۔

منصور کی بحالی: منصور نے (حاکم بننے کے بعد بھی) مصر کی طرف اپنی آمد و رفت جاری رکھی وہ تاتاریوں کے خلاف قلاون کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوا جو ۶۸۰ھ میں حمص کے مقام پر ہوئی تھی۔

اس نے ارمینیہ وغیرہ کی طرف بھی جنگی مہمیں بھیجی تھیں اور سلاطین مصر جب مطالبہ کرتے تھے تو وہ اپنی فوجیں لے کر ان کے پاس پہنچتا تھا۔ اس کی وفات ۶۸۳ھ میں ہوئی۔

مظفر بن منصور کی حکومت: اس کے بعد سلطان قلاون نے اس کے فرزند مظفر کو اپنے باپ کی عملداری کا حاکم بنایا اور اس نے بھی (سلاطین مصر کے ساتھ) سابقہ رویہ برقرار رکھا اور جب لاشین کے بعد ناصر محمد بن قلاون مصر کا حاکم تسلیم کیا گیا تو ۶۹۸ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔

قراسنقر کی حکومت: اب منصور کی نسل منقطع ہو گئی تھی۔ اس لئے سلطان مصر نے ایک ترکی حاکم قراسنقر کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا تبادلہ ضیبنہ کے مقام سے کیا گیا تھا اور اسے ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ ایوبی خاندان اور دیگر افراد کی جاگیریں بحال رکھے۔

کتبغا کا تقرر: اس کے بعد قازان شام پر غالب آ گیا اور ۶۹۹ھ میں وہ واپس چلا گیا۔ تو بیبرس اور سلار نے وہاں پہنچ کر تاتاریوں کے تسلط سے شام کو آزاد کرایا اس جنگ میں مصر کے سابق سلطان کتبغا نے جسے لاشین نے تخت سے اتار دیا تھا اور وہ صرخد کا نائب حاکم مقرر کیا تھا' بہادرانہ کارنامے انجام دیئے اور بیبرس اور سلار کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور ان کے ساتھ دمشق بھی گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسے حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔

کتبغا نے اس کے بعد ارمینیہ کی طرف فوج کشی کی اور سلطان ناصر کے ساتھ مل کر ۷۰۲ھ میں تاتاریوں کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ حماۃ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔

مختلف حکام: سلطان مصر نے اس کے بعد سیف الدین قبجق کو (حماۃ کا) حاکم مقرر کیا' مگر جب سلطان مصر لوٹنے لگا تو اس نے سیف الدین قبجق کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس کے بجائے اید مرکرجی کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا مگر جب قبجق فوت ہو گیا تو اید مر کا حماۃ سے حلب کی طرف تبادلہ کر دیا گیا۔

منصور حاکم حماۃ کا بھائی افضل علاء الدین منصور کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کا ایک فرزند تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور لقب عماد الدین تھا' اسے علم و ادب کا بہت شوق تھا اور اسے علم و ادب کا بہت بڑا حصہ ملا۔ چنانچہ اس کی تاریخی کتاب (تاریخ ابوالفداء) بہت مشہور ہوئی۔

ابوالفداء کا تقرر: سلطان ناصر نے جب قلعہ الکرک سے اپنے پایۂ تخت کی طرف کوچ کیا تو اس نے ایوبی خاندان کے ساتھ احسان کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے علاء الدین اسماعیل[1] (ابوالفداء) کو ۷۱۰ھ میں حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا لقب المؤید تھا۔ وہ حماۃ کا حاکم رہا۔ یہاں تک کہ ۷۳۲ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔

اس کی وصیت کے مطابق سلطان ناصر نے اس کے فرزند افضل محمد کو اس کا جانشین مقرر کیا۔

ایوبی حکومت کا خاتمہ: جب سلطان ناصر بن قلاوون نے ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔ تو اس کے آزاد کردہ غلام قوص نے خود سلطنت کا انتظام سنبھالا اور اس کے فرزند ابوبکر محمد کو حاکم مقرر کیا اور اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ افضل کو حماۃ کی حکومت سے معزول کیا اور اس کے بجائے صقر دمول کو نائب حاکم بنا کر بھیجا۔

افضل اس کے بعد دمشق چلا گیا اور وہیں ۷۴۲ھ میں فوت ہو گیا۔ یوں حماۃ کے علاقے سے بھی ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بغاوت کی سرکوبی: سلطان ناصر نے ۷۱۳ھ میں لشکر لے کر الاہرام کا قصد کیا بظاہر اس کا مقصد سیر و تفریح تھا' مگر واقعہ یہ تھا کہ اسے مصر کے بالائی حصے (صعید) میں عربوں کے فتنہ و فساد کی یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ مسافروں کے قافلوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں لہٰذا اس نے وہاں کے ہر علاقے میں فوجیں بھیجیں اور انہیں تباہ و برباد کرنا شروع کیا' یہاں تک کہ وہ (باغی) مغلوب ہو گئے اور ہر علاقے سے ان کا صفایا کر دیا گیا اور جو ان کے پیچھے تھے وہ سب بھاگ کر منتشر ہو گئے۔

فتح ملطیہ: اس کے بعد سلطان نے ۷۱۴ھ میں ارمینیہ کے علاقہ ملطیہ پر فوج کشی کی اور اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ اس مقصد کے لیے تنکر حاکم دمشق شام کی فوجوں اور مصر کے چھ جرنیلوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اس نے ماہ محرم ۷۱۵ھ میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں اکثر عیسائی اور عرب تھے اور تھوڑے سے وہ مسلمان بھی تھے جنہوں نے جزیہ قبول کر رکھا تھا۔ جنگ کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو شاہی لشکر بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گیا اور ان کا صفایا کر کے ان کے بادشاہوں کو قیدیوں

---

[1] دیگر مؤرخین کا بیان ہے کہ ابوالفداء اسماعیل عالم و ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بہادر بھی تھا اور اس نے سلطان ناصر بن قلاوون کے لشکر میں رہ کر تاتاریوں کے خلاف جنگ میں شجاعت کے کارنامے انجام دیئے جس سے متاثر ہو کر اس نے اسے حماۃ کا مطلق العنان حاکم مقرر کر دیا۔ تاریخ کے علاوہ اس نے جغرافیہ میں بھی ایک کتاب تقویم البلدان کے نام سے لکھی تھی جو مصر و شام اور عرب و ایران کے حالات میں ایک اہم اور مستند کتاب ہے۔ یہ یورپ میں بہت مقبول ہوئی۔ (مترجم)

کے ساتھ گرفتار کر کے سلطان کے پاس لے آئے۔

سلطان نے ان کے بادشاہ کی جاں بخشی کی اور اسے انعام واکرام سے نوازا۔ اس کے بعد جب سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ یہ بادشاہ سلاطین عراق سے خط وکتابت کر رہا ہے تو اسے قید خانے میں ڈال دیا۔

۷۱۵ھ میں سلطان نے حلب سے آمد کے علاقہ عرقیہ کی طرف فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے اس علاقہ کو فتح کر لیا۔ پھر دوبارہ فوجیں ۷۱۷ھ میں الدآئیں تو اسے بھی فتح کر لیا اور اسے تباہ کر کے وہاں سے بہت مال غنیمت حاصل کیا۔

حکام کا تقرر اور معزولی: ۷۱۸ھ میں سلطان طرابلس کے حاکم سیف الدین بکتمر پر ناراض ہو گیا جو اقوش افرم کے بعد حاکم مقرر ہوا تھا چنانچہ اسے گرفتار کر کے مصر لایا گیا اور اس کے بجائے سیف الدین کستائی کو حاکم مقرر کیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بجائے شہاب الدین قرطائی کو حاکم مقرر کیا۔ اس کا حمص سے تبادلہ کیا گیا تھا۔ حمص کا حاکم سیف الدین اقطائی کو مقرر کیا گیا۔

۷۱۸ھ میں جاشنگیر یہ (کی جماعت کے سردار) طغائی حسامی کو گرفتار کیا گیا' اور اسے صفد کا نائب حاکم بکتمر حاجب کے بجائے مقرر کیا گیا۔ پھر سلطان اس سے ناراض ہو گیا تو اسے گرفتار کر کے اس کے پاس لایا گیا' سلطان نے اسے اسکندریہ میں قید کر دیا اور حمص سے اس کا تبادلہ کر کے سیف الدین اقطائی کو صفد بھیجا اور حمص کا حاکم بدر الدین بکلوت کربانی کو مقرر کیا۔

عمارات کی تعمیر: سلطان محمد بن قلاؤن نے ۷۱ھ میں مصر میں نئی جامع مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور اس کے لئے نفع بخش اوقاف مقرر کئے۔

پھر سلطان موصوف نے ۷۱۳ھ میں شاہی محل قصر ابلق کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ سب سے شاندار شاہی محل ثابت ہوا۔

سلطان نے ۷۱۸ھ میں حکم نافذ کیا کہ قلعہ کی جامع مسجد کی توسیع کی جائے۔ چنانچہ اس کے چاروں طرف کے گھروں کو گرا کر اس جامع مسجد کی اس حد تک توسیع کی گئی جو آج کل موجود ہے۔

سلطان نے ۷۲۴ھ میں حکم دیا کہ سریاقوس میں اس کے رہنے کے لئے محلات تعمیر کئے جائیں چنانچہ (ان محلات کی تعمیر کے بعد) اس کے سامنے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کی گئی جو اس کے نام سے منسوب ہے۔

۷۳۴ھ میں سلطان نے حکم دیا کہ شاہی قلعہ کے اندر ایک عظیم الشان دربار ہال تعمیر کیا جائے' جہاں وہ دربار منعقد کرے اور وہیں اس کا تخت شاہی ہو۔ سلطان نے اس کا نام دار العدل رکھا۔

شاہی حج وزیارت: سلطان ناصر محمد بن قلاؤن نے اپنے عہد حکومت میں تین مرتبہ حج کیا۔ سب سے پہلے ۷۱۲ھ میں حج کیا۔ جب قراسنقر نائب حاکم حلب' اقوش افرم نائب حاکم طرابلس اور مہنا بن عیسیٰ امیر عرب کا خاتمہ ہو گیا تھا اور (تاتاری امیر) خربندا شام پہنچ کر رحبہ آ کر واپس چلا گیا تھا۔

اس وقت سلطان ناصر مصر سے شام پہنچا اور جب اسے معلوم ہوا کہ خربندا واپس چلا گیا ہے تو وہ وہاں سے حج کے

ارادہ سے نکلا اور ۷۱۳ھ میں فریضہ حج ادا کر کے شام واپس آ گیا۔

دوسرا حج: سلطان نے دوسرا حج ۷۱۹ھ میں کیا' چنانچہ شاہی سواری ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں مصر سے روانہ ہوئی۔ اس کے ساتھ حاکم حماۃ المؤید (ابوالفداء) اور شہزادہ محمد بھی روانہ ہوا۔ جو شہنشاہ ہندوستان (دہلی) سلطان علاء الدین کا بھانجا تھا جب سلطان نے فریضہ حج ادا کیا تو سلطان علاء الدین کا بھانجا شہزادہ محمد وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہوا اور سلطان مصر آ گیا۔

مصر آ کر (حج کی خوشی میں) سلطان نے (خاندان) بنو حسن کے امیر مکہ رمیثہ کو (قید خانہ سے) رہا کر دیا اور ان کو بھی چھوڑ دیا جو اس کے قید خانہ میں مقید تھے۔ اس کے بعد اس نے امیر مکہ اور دونوں نے (رہا شدہ قیدیوں کو) انعام و اکرام سے نوازا۔

تیسرا حج: سلطان نے تیسرا حج ۷۳۲ھ میں کیا۔ اس وقت اس کے ہمراہ حاکم حماۃ' افضل بن ابوالمؤید (ابوالفداء) تھا۔ وہ بھی اپنے والد کے معمول کے مطابق سلطان کا ہمرکاب رہتا تھا۔ سلطان اس حج سے ۷۳۲ھ میں واپس آیا (مصر آ کر) اس نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کو چاندی کا بنایا جائے۔ چنانچہ اس میں پینتیس ہزار درہم صرف ہوئے۔

بکتمر کی وفات: جب وہ اس حج سے واپس آیا تو سلطان کا عظیم ترین امیر اور خواص بکتمر ساقی فوت ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا تھا' بکتمر بیبرس جاشنگیر کے غلاموں میں سے تھا۔ پھر جب وہ سلطان ناصر کے پاس پہنچ گیا تو اس نے اسے ساقیوں کا امیر مقرر کیا۔ اس کے بعد سلطان کے ساتھ اس کے تعلقات اس قدر گہرے ہو گئے تھے اور ان کی دوستی اس قدر مستحکم ہو گئی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے یا تو وہ دونوں سلطان کے محل میں ہوتے تھے یا خود بادشاہ اس کے گھر پہنچ جاتا تھا۔ بکتمر بہت ماہر سیاست دان تھا۔ اس نے اپنی وفات کے بعد بے شمار مال و دولت' جواہرات اور (دیگر قیمتی اشیاء) کے ذخیرے چھوڑے۔

اہل نوبہ کے حالات

بیبرس اور منصور قلاؤن کے عہد میں ترکوں نے نوبہ کے علاقے پر لشکر کشی کی تھی۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاص نے فتح مصر کے وقت ان پر جزیہ مقرر کیا تھا۔ ان کے بعد مصر کے جو بادشاہ (اور حکام) ہوئے انہوں نے بھی یہ جزیہ ان پر برقرار رکھا۔ اہل نوبہ اکثر اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے تھے یا اس کو ادا کرنے سے انکار کرتے تھے۔ لہٰذا ایسے موقع پر مصر سے مسلمانوں کی فوجیں آ کر ان پر حملہ کرتی تھیں تو وہ پھر درست ہو جاتے تھے۔

نوبہ کے حکام: جب ۶۸۰ھ میں سلطان قلاؤن کی فوجوں نے وہاں حملہ کیا تھا تو ان کا بادشاہ دنقلہ کے مقام پر تھا اور اس کا نام سامون تھا۔ موجودہ زمانہ (عہد ناصر بن قلاؤن) میں اہل نوبہ کے بادشاہ کا نام آئی تھا۔ ہمیں یہ تحقیق معلوم ہے کہ آیا وہ سامون کا خود ہی جانشین ہے یا ان دونوں کے درمیان کوئی اور بادشاہ مقرر رہا۔ اسی زمانے میں ان کے شاہی خاندان کا ایک فرد مصر چلا آیا۔ اس کا نام نشلی تھا' وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام کے فرائض کا بہت پابند ہو گیا تھا' اس لئے سلطان نے اس کا

وظیفہ مقرر کر دیا تھا اور وہ مصر ہی میں مقیم ہو گیا تھا۔

مسلمان حاکم کی حکومت: ۷۱۶ھ میں کربیس (شاہ نوبہ) نے جزیہ ادا کرنا بند کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے (اس کی سرکوبی کے لئے) لشکر بھیجا اور اس کے ساتھ نشلی کو بھی روانہ کیا جو ان کے شاہی خاندان میں سے تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔ کربیس ان کا مقابلہ کرنے سے گھبرایا اور وہ الابواب کے شہر کی طرف بھاگ گیا۔ لہٰذا لشکر مصر چلا گیا اور نشلی مسلمان ہونے کے باوجود نوبہ کا بادشاہ بن گیا۔

اہل نوبہ کا اسلام قبول کرنا: سلطان مصر نے الابواب کے بادشاہ سے کربیس کو طلب کیا تو اس نے کربیس کو سلطان کے پاس بھیج دیا اور وہ وہاں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اہل نوبہ نے سازش کر کے کچھ عربوں کی امداد سے نشلی کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے کربیس کو لانے کے لئے ایک وفد الابواب بھیجا مگر وہ مصر میں تھا۔ سلطان کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے کربیس کو نوبہ کے علاقے میں بھیجا چنانچہ وہ وہاں پہنچ کر وہ نوبہ کا بادشاہ ہو گیا (پھر اہل نوبہ سب مسلمان ہو گئے تو) ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان پر سے جزیہ کا حکم دور کر دیا گیا۔

نوبہ کی سلطنت کا خاتمہ: اس کے بعد قبیلۂ جہینہ کے عرب نوبہ کے علاقہ میں آباد ہو گئے اور انہوں نے اسے اپنا وطن بنا کر اس پر قبضہ کر لیا اور فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ نوبہ کے حکام نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا مگر ناکام ہو گئے۔ پھر ان سے مصالحت کر طور پر شادی بیاہ کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور عجمی رسم و رواج کے مطابق قبیلہ جہینہ کے عرب فرزند بہن اور بھانجے کے مالک بننے لگے اور ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور قبیلہ جہینہ کے عرب بدو ان کے ملک پر قابض ہو گئے اور بدوانہ نظام کے مطابق کوئی ایک دوسرے کی اطاعت قبول نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور اس علاقے کی کوئی ملکی حیثیت برقرار نہیں رہی' بلکہ اہل نوبہ بھی عرب بدوؤں کی طرح خانہ بدوش قوم بن گئی اور وہ سرسبزی اور بارش کے مقامات کی تلاش میں گھومنے پھرنے لگے اور عرب بدوؤں کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے کی وجہ سے وہ بھی ان کے رنگ میں پختہ ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی سلطنت کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

ارمینیہ کے باقی حالات

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بلاد روم میں تاتاریوں کے نمائندے ایدغری نے ارمینیہ کے بادشاہ ہیثوم کو قتل کر دیا تھا اور اس کے بعد اس کا بھائی اوسیر بن لیون ہیثوم کے مقام پر تخت نشین ہو گیا تھا۔ اس نے ترکمانوں کے بادشاہ قرمان کے ساتھ ۷۱۹ھ میں جنگ کی تھی جس میں قرمان نے اسے شکست دے دی تھی۔ تاہم اوسیر بن لیون ارمینیہ کا بادشاہ رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اہل ارمینیہ نے اس کے بارہ سال کے نوعمر فرزند لیون ثانی کو تخت نشین کیا۔

اس سے پہلے سلطان ناصر نے اوسیر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان قلعوں سے دستبردار ہو جائے جو شام کے قریب تھے مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا اس کے خلاف شام کی فوجیں بھیجی گئی تھیں انہوں نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اس کے بعد اوسیر فوت ہو گیا تھا۔

ارمینیہ کی فتوحات: اس کے بعد سلطان ناصر نے حلب کے نائب حاکم کتبغا کو حکم دیا کہ وہ (ان کے پایۂ تخت) سیس پر حملہ کرے۔ چنانچہ وہ فوجیں لے کر ان کے شہر میں ۷۳۶ھ میں داخل ہو گیا اور ہر سمت سے اس کا صفایا کیا۔ اس نے قلعہ نقیر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا تھا اور ارمنوں کی بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد تین سو تھی۔

جب شہر ایاس کے عیسائیوں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ان مسلمانوں پر جو وہاں تھے ٹوٹ پڑے اور ان ارمنوں کی حمایت میں جو ان کے ہم مذہب عیسائی تھے انہیں جلا دیا۔

فتح ایاس: تھوڑے عرصے کے بعد بلادِ روم میں مغلوں کے نمائندہ اور منتظم دمرداش بن جوبان نے سلطانِ مصر کو اطلاع دی کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے پھر اس نے فوجی امداد بھی طلب کی تا کہ وہ ارمنی عیسائیوں کے خلاف جہاد کرے۔

سلطان نے اس کی درخواست منظور کی اور ۷۳۷ھ میں دمشق، حلب اور حماۃ سے فوج جمع کر کے شامی فوجوں کو اس کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ ان سب نے مل کر ایاس کے شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ وہاں کی شکست خوردہ فوجوں نے پہاڑوں میں پناہ لی مگر حلب کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد یہ فوجیں اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئیں۔

دیگر فتوحات: ۷۷۱ھ میں حلب کا نائب حاکم بیدمر خوارزمی سیس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے اذنہ، طرطوس اور مصیصہ کے علاقے فتح کئے۔ اس کے بعد اس نے کلال وانجزیرہ اور سنباط کلا اور تمرور کے قلعے بھی فتح کر لئے۔ اس نے اذنہ اور طرطوس میں الگ الگ حاکم مقرر کئے اور پھر وہ حلب لوٹ آیا۔

اس کے بعد حلب کا حاکم عشقتیم انصاری مقرر ہوا تو وہ ۷۷۶ھ میں فوج لے کر روانہ ہوا۔ وہ سیس اور اس کے قلعہ کا دو مہینے تک محاصرہ کرتا رہا۔ جب ارمنوں کے خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور وہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور پناہ طلب کی۔ ان کے بادشاہ تکفور اس کے امراء اور فوجیں شہر سے نکل کر عشقتیم کے پاس پہنچیں اور اس نے ان سب کو مصر بھیج دیا اس کے بعد سلطان سیس اور اس کے تمام علاقوں پر قابض ہو گئے اس کے بعد ان علاقوں سے ارمنوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

تاتاریوں کی دو سلطنتیں: اس زمانے میں تاتاریوں کی دو وسیع سلطنتیں قائم تھیں۔ ان میں سے ایک ہلاکو کے خاندان کی سلطنت تھی، جس نے بغداد فتح کر لیا تھا اور عراق میں اسلامی مراکز پر مسلط تھی۔ اس خاندان نے اس کو اپنا پایۂ تخت مقرر کیا حالانکہ عراق، عجم، فارس، خراسان اور ترکستان (ماوراء النہر) کے ممالک بھی اُس کے ماتحت تھے۔

تاتاریوں کی دوسری سلطنت دوشی خاں بن چنگیز خاں کی اولاد سے متعلق تھی۔ یہ سلطنت شمالی علاقے میں خوارزم کے قریب تھی اور مشرق میں قرم تک اور جنوب میں قسطنطنیہ کے حدود تک پھیلی ہوئی تھی اور مغرب میں مملکت بلغار کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔

خانہ جنگیاں: ان دونوں سلطنتوں کے درمیان جھگڑے ہوتے تھے اور جنگیں برپا رہتی تھیں جو پڑوسی سلطنتوں کا معمول ہے۔

مصر و شام کی ترک سلطنت خاندان ہلاکو کی سلطنت کے قریب تھی۔ یہ تاتاری سلطنت شام کا علاقہ فتح کرنا چاہتی

تھی۔ اس لئے وہاں بار بار حملے کرتی تھی اور اپنے حامی عرب اور ترکمان قبائل کو ورغلا کر ان سے امداد حاصل کرتی تھی جیسا کہ ان کے حالات میں مذکور ہے۔

ان کے سلاطین کے درمیان جو جنگیں ہوئی تھیں ان میں کسی ایک کا پلہ بھاری نہیں ہوتا تھا' بلکہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ دوشی اور ہلاکو کے تاتاری خاندانوں کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھا کر (مسلمان حکومتیں) غالب آ جاتی تھیں۔ وہ دوشی خان کے خاندان کی سلطنت سے بہت دور تھیں۔ کیونکہ مصر و شام کی سلطنت کے درمیان دیگر ممالک حائل تھے۔ اس لئے ترک اسلامی سلطنت کی شمالی سلطنت سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

شمالی سلطنت سے مصالحت: چنانچہ ہر وقت ان میں باہمی خط و کتابت اور مصالحت کے لئے نامہ و پیام جاری رہتے تھے۔ ترک سلاطین دوشی خاں کی سلطنت کو ہلاکو خان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے' تاکہ وہ خراسان اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کرتے رہیں اور شام کی طرف نہ بڑھ سکیں۔ یوں ان کا علاقہ ان کی یلغار سے محفوظ رہے۔

(سیاسی طور پر) ترک سلطنت کے آغاز ہی سے ان کا یہ معمول رہا تھا۔ چنانچہ دوشی خاں خاندان کے سلاطین ان کے اس رویے کو بہت پسند کرتے تھے اور ہلاکو کے خاندان کے مقابلے میں یہ چیز ان کے لئے باعث فخر تھی۔

شمالی سلطنت سے رشتۂ ازدواج: جب دوشی خاندان کا سلطان ازبک ۷۱۲ھ میں تخت نشین ہوا تو بلاد روم میں اس کا نائب طغطمر مقرر ہوا۔ حسب معمول مصر سے اس کے پاس سفیروں کا وفد آیا۔ اس موقع پر قطلغ تمر نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تاتاری شاہی خاندان کی کسی خاتون سے سلطان ناصر کا رشتہ کرا دیا جائے' بشرطیکہ سلطان موصوف اس کے بارے میں منظوری دیں۔

شادی کے قافلہ کی روانگی: لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے سلاطین کی یہ عادت رہی ہے (کہ وہ دوسرے سلاطین کو اپنی بیٹیاں دیتے ہیں) لہٰذا سلطان نے اس قسم کے رشتہ کی منظوری دے دی اور اس مقصد کے لئے چھ سال تک سفیروں اور تحائف کا تبادلہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ رشتہ مستحکم ہو گیا اور ان تاتاریوں نے سلطان کی منگیتر طلنباش بنت طغاجی بن ہندو ابن بکر بن دوشی کو ۷۲۰ھ میں ایک بڑے مغل کی زیر قیادت بھیج دیا۔ ان کے ہمراہ ان کے امراء اور برہان الدین امام ازبک بھی تھے۔ وہ قسطنطنیہ کے راستے سے گزرے تو (شاہ) یشکری نے اس قافلہ کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ان پر ساٹھ ہزار دینار صرف کئے۔ وہاں سے وہ بحری راستے سے اسکندریہ پہنچے۔

شاہی قافلہ کا استقبال: وہاں سے وہ قافلہ مصر کی طرف ایک گاڑی میں روانہ ہوا جس پر سونے اور ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے اس جلوس کی قیادت ان کے دو غلام کر رہے تھے اور یہ قافلہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔

جب وہ مصر کے قریب پہنچے تو سلطان کے دونوں نائب ارغون اور بکتمر ساقی فوج اور سلطان کے وکیل کریم الدین کو لے کر پیشوائی کے لئے پہنچے۔ خاتون کو شاہی محل میں پہنچا دیا گیا۔

رسم نکاح: ان کی آمد کے تیسرے دن قلعہ کی جامع مسجد میں قاضیوں' علماء اور مختلف درجوں کے دیگر افراد کو بلایا گیا۔ وہ مہمان جو ساتھ آئے تھے انہیں خلعت عطا کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان کے وکیل اور ازبک کے وکیل کی موجودگی میں رسم

نکاح ادائگی کی۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔ یہ تقریب قابل دید تھی۔

معاہدہ صلح کی تکمیل: ۷۲۲ھ میں بغداد اور عراق کے حاکم ابو سعید کے قاصد (مصر) پہنچے۔ ان میں قاضی تو زیز بھی شامل تھے۔ انہوں نے مصالحت اتحاد اور اسلامی شعائر اور حج کو برقرار رکھنے راستوں کی درستی اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کرنے کی تجاویز پیش کیں۔ سلطان نے ان کی یہ تجاویز منظور کرلیں۔ اس نے سیف الدین محمدی کو بھیجا تا کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کر کے ان تجاویز کو عملی جامہ پہنائے۔ سلطان نے اسے بیش قیمت تحائف کے ساتھ بھیجا تھا۔ چنانچہ جب سلطان کا قاصد ۷۲۳ھ میں واپس آیا تو سلطان ابو سعید کے قاصد اور جوبان اس کے ہمراہ تھے۔ یوں باہمی معاہدہ تکمیل پذیر ہوا۔

اس سے پیشتر ازبک صاحب سرائے (تاتاریوں کی شمالی سلطنت) اور سلطان ابو سعید کے درمیان از سر نو اختلافات پیدا ہو گئے تھے کیونکہ جوبان سلطان ابو سعید پر مسلط ہو گیا تھا اور وہ مغل تاتاریوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کر رہا تھا۔

ازبک کو امداد: اس سے پہلے جوبان اور حاکم خوارزم و ماوراء النہر (ترکستان) کے درمیان جنگ ہو رہی تھی جس میں ازبک نے اسے فوجی امداد دی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ازبک نے خراسان کے اکثر شہروں کو فتح کرلیا۔ چونکہ اس اثناء میں اس کے سلطان ناصر کے ساتھ سدھیانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ اس لئے سلطان ابو سعید نے جوبان کے برخلاف فوجی امداد طلب کی تو سلطان نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔

ابو سعید سے صلح: جب سلطان ابو سعید نے مصالحت کی درخواست کی تو سلطان نے اس کے ساتھ معاہدہ کرلیا۔ جب ازبک کو مصالحت کی خبر ملی تو اس وقت سلطان ناصر کے قاصد اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس نے اس موقع پر سخت کلامی کی اور سلطان کو ناراضگی کا خط لکھا۔

سلطان ناصر نے معذرت کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ ''انہوں نے اسے شعائر اسلامی قائم کرنے کی دعوت دی تھی لہٰذا اس معاملے میں وہ پیچھے نہیں رہ سکتا تھا''۔ ازبک نے اس کا یہ عذر قبول کرلیا۔

سلاطین کے درمیان مصالحت: اس کے بعد جب جوبان نے ازبک سے خراسان کے چھینے ہوئے علاقے لوٹا لئے تو ازبک اور سلطان ابو سعید کے درمیان مصالحت کا سلسلہ شروع ہوا اور ان تمام سلاطین نے آپس میں صلح کرلی اور کچھ عرصے کے لئے جنگ بندی ہو گئی۔ بعد میں حالات اور واقعات میں زبردست انقلاب آیا۔

حکام حجاز کے حالات: یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قتادہ نے ہاشمی خاندان سے مکہ معظمہ اور حجاز کی حکومت چھین لی تھی۔ اس کے بعد یہ حکومت اس کی اولاد میں قائم رہی اور ان میں سے ابو نمی ان پر غالب رہا۔ اس کا اصل نام ونسب محمد بن ابو سعید علی بن قتادہ تھا۔ وہ ۷۰۱ھ میں فوت ہو گیا۔

اس کے بعد اس کے دو فرزند رمیثہ اور حمیضہ حجاز کے حکام ہوئے۔ انہوں نے اپنے دو بھائیوں عطیفہ اور ابو الغیث کو نظر بند کر دیا۔

جب مصری سلطنت کے دوسربراہوں یعنی بیبرس اور سلار نے حج کیا تو وہ دونوں بھائی اپنی نظر بندی کے مقام

سے بھاگ کر ان کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے شکایت کی کہ ان کے (دونوں بھائی) رمیثہ اور خمیصہ نے انہیں بہت تکالیف دی ہیں۔

حکام کی گرفتاری: ان دونوں حکام نے ان دونوں کی فریاد رسی کی اور رمیثہ اور خمیصہ کو گرفتار کر کے انہیں مصر پہنچا دیا اور ان کے بجائے عطیفہ اور ابوالغیث کو (حجاز کا) حاکم بنایا۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ان دونوں کو ایدمر کوکی کے ہمراہ سلطان کے پاس بھجوایا جو انہیں اپنے لشکر کے ساتھ لے گیا۔

سلطان نے ان سے خوش ہو کر ان دونوں بھائیوں کو رمیثہ اور خمیصہ کے بجائے حاکم مقرر کیا اور ۷۱۳ھ میں دوبارہ اپنی فوجیں ان دونوں کے ساتھ بھیجیں۔ رمیثہ اور خمیصہ ملک سے بھاگ نکلے اس کے بعد شاہی لشکر واپس آ گیا۔

بھائیوں کی خانہ جنگی: ابوالغیث اور عطیفہ حکومت کرنے لگے مگر (تھوڑے عرصہ کے بعد) رمیثہ اور خمیصہ واپس آ کر جنگ کرنے لگے۔ جس میں ابوالغیث اور عطیفہ کو شکست ہوئی اور وہ دونوں مدینہ پہنچ کر منصور بن حماد سے مدد کے طالب ہوئے۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو بنوعقبہ اور بنومہدی کے افراد کے ذریعے مدد پہنچائی۔ پھر بطن مرو کے مقام پر ان (چاروں بھائیوں) کی جنگ ہوئی۔ جس میں ابوالغیث کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا اور رمیثہ اور خمیصہ نے دوبارہ حکومت حاصل کر لی۔ ان کا (مخالف) بھائی عطیفہ بھی ان کے ساتھ مل گیا تھا۔

سلطان کی مداخلت: ۷۱۵ھ میں ان بھائیوں میں پھر جنگ ہوئی۔ اس وقت رمیثہ اپنے دونوں بھائیوں کے خلاف فریاد لے کر سلطان (مصر) کے پاس پہنچا۔ سلطان نے اس کے ساتھ لشکر بھیجا جسے (دیکھ کر) خمیصہ قبیلہ مدن کی طرف بھاگ گیا۔ شاہی لشکر نے اس کا پیچھا کیا۔ شہر والوں نے اس کے ساتھ مل کر جنگ کی مگر شکست کھائی تاہم خمیصہ بذات خود بچ نکلا۔

جب مصری فوجیں لوٹ گئیں تو خمیصہ واپس آ گیا۔ لہٰذا رمیثہ نے پھر سلطان سے مدد طلب کی تو سلطان نے فوجیں بھیجیں (انہیں دیکھ کر) خمیصہ بھاگ گیا۔ بعد ازاں واپس آ کر اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ صلح کر لی۔

۷۱۸ھ میں عطیفہ سلطان مصر کے پاس پہنچا تو سلطان نے اس کے ہمراہ فوجیں بھیجیں انہوں نے رمیثہ کو پکڑ کر سلطان کے پاس پہنچا دیا۔ جہاں اسے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اس کے بعد عطیفہ مکہ معظمہ میں حکومت کرنے لگا اور خمیصہ دربدر مارا پھرتا رہا۔ آخر میں وہ تاتاری بادشاہ عراق خربندا کے پاس پہنچ گیا اور حجاز کے حاکم کے برخلاف اس سے امداد طلب کی تو اس نے اسے اپنی فوجیں دے کر بھیجا۔

مکروہ سازش کی افواہ: اس وقت عوام الناس میں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ اس نے ان رافضیوں سے مل کر جو خربندہ کے پاس تھے یہ سازش کی تھی کہ وہ شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی لاشوں کو ان کے مزاروں سے نکال پھینکیں گے۔ مسلمانوں پر یہ اطلاع بہت ناگوار گزری۔ چنانچہ مہنا (عرب سردار) کے بھائی محمد بن عیسیٰ نے جو خربندہ کے پاس رہتا تھا مذہبی غیرت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اس کا تعاقب کیا اور راستے میں اس سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔

کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے قبضے سے وہ کلہاڑیاں اور پھاوڑے بھی برآمد کئے جو اس مقصد کے لئے لے جائے جا رہے تھے۔ اس کے اس کارنامے سے سلطان (مصر) بہت خوش ہوا۔

دوبارہ خانہ جنگی: خمیصہ ۷۱۸ھ میں مکہ معظمہ میں آیا تو سلطان ناصر نے اس کے مقابلے کے لئے فوجیں بھیجیں تو وہ بھاگ نکلا۔

رمیثہ ۷۱۹ھ میں رہا ہوا تو وہ حجاز کی طرف بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر علی بن ہجنس بھی تھا' مگر اسے راستے ہی میں پکڑ کر قید کر دیا گیا۔ جب سلطان ۷۲۰ھ میں حج سے واپس آیا تو اس وقت اسے رہا کیا گیا۔

خمیصہ کا قتل: ۷۲۰ھ میں خمیصہ نے سلطان کو پناہ حاصل کرنے کی درخواست دی اس وقت ممالیک مصر کی ایک بڑی جماعت بھاگ کر پہنچی ہوئی تھی' انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس کے ہمراہ سلطان کے دربار میں پیش ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے خمیصہ کو اچانک قتل کر دیا اور پھر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے (سلطان کو قتل کی اطلاع مل گئی تھی) اس نے رمیثہ کو قید سے رہا کر دیا تھا اس لئے سلطان نے اسے اختیار دیا کہ (وہ جسے چاہے قتل کرے) مگر اس نے اپنے بھائی کے اصل قاتل سے انتقام لیا اور باقی افراد کو معاف کر دیا۔

بعد ازاں سلطان نے رمیثہ کو مکہ معظمہ کی طرف بھیج دیا اور اس کے بھائی عطیفہ کے ساتھ مل کر اسے بھی حاکم بنا دیا اور وہ دونوں مل کر حکومت کرنے لگے۔

سلطان کی فریاد رسی: ۷۲۱ھ میں عطیفہ' ینبوع کے حاکم قتادہ کو لے کر بارگاہ سلطانی میں پہنچا۔ قتادہ اپنے چچا زاد بھائی عقیل کے خلاف فریاد لے کر آیا تھا' جس نے اس کے فرزند کو قتل کر دیا تھا۔

سلطان نے اس کی فریاد رسی کی اور اس کی مدد کے لئے فوجیں ارسال کیں۔ اس نے ان دونوں کو انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

شرفاء اور غلاموں کا بلوہ: ۷۳۱ھ میں مکہ معظمہ میں بہت بڑا بلوہ ہوا۔ وہاں کے غلاموں نے امراء اور ترکوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ایدغمش کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا جسے دیکھ کر) وہاں کے شرفاء اور غلام دونوں بھاگ گئے۔ البتہ رمیثہ (حاکم مکہ) نے حاضر ہو کر اطاعت کا اقرار کیا۔ پھر اس نے حلف اٹھا کر ان واقعات سے اپنی بریت (بے تعلقی) کا اظہار کیا۔ سلطان نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے معاف کر دیا۔

اس کے بعد وہ اپنی موت تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد حکومت اور اس کے دونوں فرزند عجلان اور بقیہ کے درمیان گردش کرتی رہی تا آنکہ عجلان خود مختار ہو گیا اور اس کے بعد اب موجودہ زمانے میں اس کی اولاد حکمران ہے۔

سوڈان اور مالی کے حالات

سوڈان کا ملک مغرب کے صحرا کے قریب پہلی اور دوسری اقلیم میں واقع ہے وہاں کئی قسم کی سیاہ فام قومیں رہتی ہیں۔ بحر اوقیانوس کے قریب صوصو کی قوم آباد ہے' جو غانہ کے علاقہ کی حاکم ہے وہ فتوحات کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے۔

جغرافیہ میں دو جیر کی کتاب کے مؤلف (ادریسی) نے بیان کیا ہے کہ ''بنو عبداللہ بن حسن بن الحسن کی ایک شاخ بنو صالح کی اس علاقہ پر حکومت تھی اور یہ بہت عظیم ملک ہے''۔

اس کے بارے میں ہمیں دوسرے ذرائع سے تحقیق نہیں ہو سکی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بنو حسن میں صالح نام کے شخص کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اہل غانہ یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ صوصو قوم کے علاوہ اور کوئی خاندان ان کا حاکم رہا تھا۔

صوصو قوم کے مشرق میں مالی قوم ہے' ان کا پایۂ تخت شہر بنی میں ہے' ان کے بعد مشرق کی سمت کوکو قوم ہے ان کے بعد کے علاقے میں تکرور کی قوم ہے' تکرور اور نوبہ کے درمیان کانم وغیرہ کے قبائل ہیں۔

مالی کی وسیع سلطنت: زمانے کے انقلاب کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے رہے چنانچہ مالی قوم اپنے پیچھے اور سامنے کے صوصو اور کوکو کے علاقوں پر قابض ہو گئی اور آخر میں وہ تکرور کے علاقوں پر بھی غالب آ گئی اور ان کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔ چنانچہ ان کا پایۂ تخت شہر بنی مغرب میں تمام سوڈان کا پایۂ تخت بن گیا۔ اس قوم نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا۔

مالی کے سلاطین کے حج: مالی قوم کے متعدد سلاطین نے حج کیا تھا۔ ان کا سب سے پہلے بادشاہ جس نے حج کیا تھا' برمندار ہے۔ ان کے بعض علماء اس کا نام برمندانہ بتاتے ہیں۔ اس نے حج کرنے کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا۔ اسی کو بعد کے سلاطین نے بھی اختیار کیا۔

(سلطان مصر) ظاہر بیبرس کے زمانے میں جس بادشاہ نے حج کیا تھا' اس کا نام منسا ولی بن ماری جاطہ تھا۔ اس کے بعد ان کے آزاد کردہ غلام صاکورہ نے حج کیا۔ یہ غلام بادشاہوں کے ملک پر مسلط ہو گیا تھا اور اسی نے کوکو کے شہر کو فتح کیا تھا۔

سلطان ناصر کے زمانے میں اور اس کے بعد کے زمانے میں منسا موسیٰ نے حج کیا جیسا کہ بربر سلطنتوں کے حالات میں اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔ جب کہ بربر قوم صنہاجہ اور لمتونہ سلطنتوں کا حال بیان کیا جائے گا۔

شاہ تکرور کی تعظیم: جب موسیٰ (منسا) مغرب کے علاقے سے حج کے لئے روانہ ہوا تو اس نے اس صحرا کا راستہ اختیار کیا جو مصر کے اہرام کے پاس سے نکلا۔ اس نے سلطان ناصر کو بہت بڑا تحفہ پیش کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں پچاس ہزار دینار تھے۔ سلطان نے اسے بڑے قبرستان کے قریب کے محل میں ٹھہرایا' جو اس کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ سلطان نے اسے اپنی

مجلس (خاص) میں ملاقات کی اور اس سے گفتگو کر کے اسے انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ اسے زادِ راہ بھی دیا اور گھوڑے اور خچر بھی پیش کئے۔

سلطان نے (تکرور کے بادشاہ) کے ہمراہ اس کی خدمت کے لئے اپنے افسر بھیجے جو اس کی اس وقت تک خدمت کرتے رہے جب تک کہ اس نے ۷۲۴ھ میں فریضۂ حج ادا کیا اور پھر واپس آیا۔

راہ سے بھٹکنا: اس بادشاہ کو حجاز کے راستے میں ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس سے اس نے بڑی مشکل سے جان بچائی وہ پریشانی یہ تھی کہ وہ سفر میں راستہ سے بھٹک گیا۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ عرب رہنماؤں سے جدا ہو گیا تھا ان کے لئے یہ راستے نامعلوم تھے۔ لہٰذا نہ تو وہ کسی بستی تک پہنچ سکے اور نہ کوئی پانی کا گھاٹ ملا وہ ایک سمت کی طرف چلتے رہے یہاں تک کہ وہ سوئیس کے علاقے میں گھس گئے۔ وہاں انہیں مچھلی مل گئی اور وہ اسی کا گوشت کھاتے رہے۔ آخر کار عرب بدوؤں نے انہیں تلاش کر کے اس مصیبت سے نجات دلائی۔

(جب تکرور کا بادشاہ حج سے فارغ ہو کر مصر پہنچا تو) سلطان نے دوبارہ اس کی تعظیم و تکریم کی اور اسے بخشش سے مالا مال کیا۔

قرض لینا: کہا جاتا ہے کہ اس (بادشاہ) نے (اپنے حج) کے اخراجات کے لئے اپنے ملک سے چاندی کی بھری ہوئی سو بوریاں تیار کی تھیں اور ہر بوری میں تین قنطار چاندی تھی، مگر (راستے میں) وہ تمام خرچ ہو گئیں۔ لہٰذا اس نے بڑے بڑے تاجروں سے قرض رقم لی۔ اس کے ہمراہ بنو الکویک کے تاجروں کی جماعت تھی۔ انہوں نے اسے پچاس ہزار دینار قرض دیئے۔ اس نے ان سے وہ محل خرید لیا جو سلطان نے اسے جاگیر کے طور پر دیا تھا۔

سراج الدین کویک نے اس کے ساتھ اس کے وزیر کو بھیجا تا کہ وہ اس کا قرض دیا ہوا مال لوٹا کر لائے مگر وہ وہاں فوت ہو گیا۔ سراج الدین نے پھر اپنا لڑکا بھیجا وہ بھی وہاں مر گیا۔ تاہم اس کا فرزند فخر الدین ابو جعفر کچھ حصہ لے کر آیا۔ مگر منسا موسیٰ اس کی وفات سے پہلے فوت ہو گیا۔ اس لئے وہ اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکے۔

یمن کے حالات

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ علی بن رسول یمن کا خود مختار حاکم ہو گیا تھا، وہ اپنے آقا یوسف اتسز بن الکامل بن العادل ایوب کی وفات کے بعد جو مسعود کے لقب سے مشہور تھا بادشاہ بن بیٹھا۔ اس سے پہلے وہ مسعود کا افسر مال اور اس کی سلطنت کا مختار تھا۔ جب وہ ۶۲۶ھ میں فوت ہوا تو علی بن رسول نے مسعود کے فرزند موسیٰ اشرف کو (برائے نام) بادشاہ مقرر کیا اور خود اس کی نگرانی اور کفالت کرتا رہا۔

اس کے بعد وہ خود یمن کا بادشاہ بن گیا اس کے بعد اس کی اولاد یمن کی سلطنت کی وارث ہوئی اور یہ سلطنت اس کے خاندان میں ابھی تک (تا عہد ابن خلدون) برقرار ہے۔

خانہ جنگیاں: ۷۲۱ھ میں یمن کی سلطنت مجاہد علی بن داؤد المؤید بن یوسف المظفر بن عمر بن منصور بن علی بن رسول کی

طرف منتقل ہوئی۔ اس کے زمانے میں اس کے چچازاد بھائی جلال الدین بن اشرف نے بغاوت کی تو مجاہد اس پر غالب آیا اور اس نے اسے نظر بند کر دیا۔

پھر ۲۲ےھ میں اس کے چچا منصور نے باغی ہو کر مجاہد کو قید کر دیا۔ جب مجاہد قید سے رہا ہوا تو اس نے اپنے چچا منصور کو نظر بند کر دیا۔

فوجی امداد کی درخواست: ۲۴ےھ میں منصور کے فرزند عبداللہ الظاہر نے اپنے والد کی طرف سے بادشاہت کا دعویٰ کر دیا اور مجاہد کے ساتھ برسرِ پیکار ہو گیا۔ اس وقت مجاہد نے سلطان مصر ناصر سے فوجی امداد طلب کی' کیونکہ وہ اور اس کی قوم اس کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔ وہ اس کے پاس خراج کے طور پر مال و دولت' تحائف اور یمن کی نادر اور عمدہ چیزیں بھیجتے تھے۔

بغاوت کا قلع قمع: لہٰذا سلطان ناصر نے بیبرس حاجب اور طینال کی زیر قیادت جو اس کے عظیم ترین افسروں میں سے تھے' فوج بھیجی۔ چنانچہ جب وہ یمن پہنچے تو عدن کے مقام پر مجاہد نے ان سے ملاقات کی۔ مصری (افسروں نے) فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کی' اس شرط پر کہ ظاہر کے پاس اس کا علاقہ رہے' مگر یمن کا بادشاہ مجاہد ہی رہے گا۔ پھر انہوں نے جو فتنہ پرداز تھے انہیں قتل کر دیا اور تمام یمن کے علاقوں میں گشت لگا کر وہاں کے باشندوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ مجاہد کے مطیع و فرماں بردار ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہِ سلطانی کی خدمت کے لئے واپس روانہ ہو گئے۔

شہزادہ احمد کی حکمرانی: جب سلطان ناصر کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہو گئی اور اس کی اولاد زیادہ ہو گئی تو اس نے اپنے لڑکے کو حاکم بنانے کا ارادہ کیا تا کہ وہ بھی حکمرانی سے لطف اندوز ہو۔ لہٰذا اس نے اپنے بڑے فرزند احمد کو ۲۶ےھ میں قلعہ الکرک کا حاکم بنا کر بھیجا اور ان امراء و احکام کی جو شاہی عہدوں پر مقرر تھے' صحیح ترتیب قائم کی۔

شہزادہ احمد نے قلعہ الکرک پہنچ کر وہاں چار سال تک حکومت کی۔ اس کے والد (سلطان ناصر) اپنی زندگی میں اس کو حاکم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پھر سلطان نے ۳۰ےھ میں شہزادہ کو واپس بلا لیا اور اس کے ختنہ کی مسنون رسم ادا کی اور اس تقریب میں ایک جشن منعقد کیا۔ سلطان نے شہزادہ کے ختنے کے موقع پر اپنے امراء اور خواص کے خاص فرزندوں کا انتخاب کیا اور ان کے ختنے بھی کرائے۔

پھر سلطان نے شہزادہ کو اس کے دار الحکومت الکرک واپس بھیج دیا جہاں وہ سلطان ناصر کی وفات تک حکومت کرتا رہا۔

جوبان اور اُس کی اولاد

چونکہ سلطان ابوسعید بن خربندا نو عمر تھا۔ اس لئے تاتاری سلطنت کا نائب حاکم جوبان خود مختار بنا ہوا تھا۔ وہ اس کے والد خربندا کے عہد میں بھی اسی طرح خود مختار تھا۔ جوبان نے اپنے فرزند دمرداش کو بلادِ روم کا حاکم مقرر کر دیا۔

نائب کا قتل: اس کے بعد ان کی شمالی سلطنت کے حاکم ازبک سے خراسان کے معاملے میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ لہٰذا

جوبان ۷۲۹ھ میں خراسان کی مدافعت کے لئے روانہ ہوا اور اس نے بغداد میں سلطان ابوسعید کے پاس اپنے فرزند خواجہ دمشق کو نائب مقرر کیا۔ اس کے دشمنوں نے سلطان سے اس کے خلاف شکایتیں بیان کیں اور اس کے ایسے افعال شنیعہ سے مطلع کیا جسے وہ برداشت نہیں کرسکا۔ لہٰذا اس نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا۔

جوبان کی بغاوت اور قتل: اس کے والد جوبان کو یہ اطلاع ملی تو اس نے بغاوت کا اعلان کردیا۔ مگر سلطان ابوسعید جلد خراسان پہنچ گیا۔ اس لئے اس کے ساتھیوں نے اسے چھوڑ دیا اور جوبان بھاگ گیا۔ مگر ہرات کے مقام پر پکڑا گیا اور اس کا کام تمام کردیا گیا۔ تاہم سلطان ابوسعید نے اس کے اہل وعیال کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اسے وہاں لے جاسکتے ہیں جہاں اس نے مدفون ہونے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ وہ اس کی لاش مدینہ منورہ لے گئے مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے لئے حاکم مصر کی اجازت لینی ضروری تھی۔ چنانچہ حاکم مدینہ نے اجازت نہیں دی۔ لہٰذا اسے بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

دمرداش کا فرار: جب جوبان کے فرزند دمرداش کو جو بلاد روم کا حاکم تھا اپنے باپ کے قتل کی اطلاع ملی تو اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا لہٰذا وہ مصر بھاگ گیا۔ اس نے اپنے آزاد کردہ غلام ارتق کو شہر کے انتظام کے لئے چھوڑا اور اسے سیواس کے مقام پر ٹھہرایا۔

مصر میں قیام: جب دمرداش دمشق پہنچا تو نائب حاکم اس سے ملاقات کے لئے آیا اور اسے اپنے ہمراہ مصر لے گیا۔ سلطان نے اس کا استقبال کیا اور اس کی تعظیم وتکریم کی۔ اس کے ہمراہ سات افسران تھے اور تقریباً ایک ہزار فوجی سوار تھے۔ سلطان نے ان سب کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا اور ان کے لئے وظائف مقرر کردیئے اور وہ سب اس کے پاس رہنے لگے۔

سلطان ابوسعید کا پیغام: یہاں پہنچنے کے بعد سلطان ابوسعید کے قاصد سلطان کے پاس پہنچے اور اس سے صلح نامہ کی شرائط پورا کرنے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے سلطان کو آگاہ کیا کہ وہ اور اس کا باپ دونوں بدکردار تھے اور وہ زمین میں فتنہ و فساد کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا وہ شرعی قصاص کے مستحق ہیں۔

سلطان مصر نے یہ پیغام بھجوایا کہ وہ بھی اسی طرح حکم خداوندی کی تعمیل نائب حلب قراسنقر کے بارے میں کرے جو ۷۱۲ھ میں اقوش افرم کے ساتھ خربندا کے پاس بھاگ کر چلا گیا تھا اور اس نے (خربندا کو) ورغلایا تھا کہ وہ شام کے علاقہ پر قبضہ کرلے گا مگر یہ منصوبہ مکمل نہیں ہوسکا اور وہ خربندا کے پاس رہنے لگے تھے۔

خربندا نے اقوش افرم کو ہمدان کا حاکم مقرر کیا تھا اور جب وہ ۷۱۶ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے بجائے اس کے دوست قراسنقر کو ہمدان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

قراسنقر کا قتل: جب یہ واقعہ یاد دلایا گیا تو سلطان ابوسعید نے بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو قراسنقر کے بارے میں نافذ کیا۔ کیونکہ یہ لوگ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے تھے اس لئے دمرداش اور اس کے ساتھیوں کی طرح ان کو بھی قتل کردیا گیا۔

سلطان ابوسعید سے مصالحت: اس کے بعد سلطان ابوسعید کا فرزند اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر سلطان ناصر کے پاس آیا۔ اس نے صلح نامہ کی پابندی کرنے اور سلطان سے سمدھیانہ کا رشتہ قائم کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ ان لوگوں کے شایان

شان ان کی تعظیم وتکریم کی گئی۔

بہر حال ان دونوں بادشاہوں میں خط وکتابت اور تحائف کا تبادلہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے وفات پائی۔

شام کے عرب قبائل

شام میں مہنا بن عیسیٰ عرب قبائل کا سردار تھا' جو آلِ فضل کہلاتا تھا۔ یہ قبائل شام الجزیرہ نجد وحجاز کے درمیان سفر کیا کرتے تھے۔ ان کے قافلے سال کے دونوں موسموں میں سفر کرتے تھے ان کا نسب نامہ قبیلہ طے تک پہنچتا تھا۔ زبید' کلب' ہذیل اور مذحج کے قبائل ان کے حلیف تھے۔ تاہم طاقت اور تعداد کے لحاظ سے آلِ مرا د ان کا مقابلہ کرتا تھا۔

ماہرین انساب کا خیال ہے کہ فضل اور مراد ربیعہ کے فرزند تھے۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کی نسل آلِ مہنا اور آلِ علی میں منقسم ہے اور آلِ فضل کے تمام افراد حوران کی سرزمین میں آباد تھے مگر آلِ مراد نے ان پر غالب آ کر انہیں وہاں سے نکال دیا۔ لہٰذا وہ حمص اور اس کے گردونواح میں مقیم ہو گئے' مگر ان کا حلیف قبیلہ زبید حوران ہی میں مقیم رہا۔ چنانچہ وہ ابھی تک وہیں آباد ہیں اور وہاں سے نہیں گئے ہیں۔

آلِ فضل کا غلبہ: مؤرخین کا بیان ہے کہ آلِ فضل اپنے ملک کے سلاطین سے وابستہ ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے آلِ فضل کو عرب قبائل کا سردار بنایا اور انہیں شام وعراق کے درمیان کی گزرگاہوں اور راستوں کو درست رکھنے (اور وہاں امن وامان قائم کرنے) پر مقرر کیا۔ یوں آلِ مراد پر ان کا پلہ بھاری ہو گیا اور شام کے سرد مقامات میں وہ ان پر غالب آ گئے چنانچہ ان کے بدوانہ سفر شام کی سرحدوں کے اندر ہی ہوتے تھے اور وہ قریب کے نخلستانوں اور دیہاتوں کی طرف منتقل ہوتے تھے اور بہت کم جنگلوں میں اقامت اختیار کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے حلیف قبائل مذحج' عامر اور زبید بھی خانہ بدوشوں کی طرح پھرا کرتے تھے۔

بنو حارثہ: ان عرب قبائل میں سے آلِ مراد کے ساتھ جو قبیلہ تعداد اور سازوسامان کے لحاظ سے زیادہ طاقت ور تھا' وہ قبیلہ طے کی شاخ میں سے بنو حارثہ بن سنبس کا قبیلہ تھا۔ مجھے ان عربوں کے مستند ماہر (نسب) نے یہی بیان کیا ہے۔

بنو حارثہ کا یہ قبیلہ ابھی تک شام کے اونچے ٹیلوں پر مسلط ہے اور وہ آبادی سے باہر رہتا ہے۔

آلِ فضل کی سیادت اس زمانے میں بنو مہنا کو حاصل ہے۔ وہ اپنا نسب نامہ آ خر میں صحیح پر ختم کرتے ہیں۔

غلط روایت: ان کے عوام کا یہ بیان ہے کہ صحیح وہ شخص تھا جو جعفر بن یحییٰ برمکی کے تعلق سے مامون الرشید کی ہمشیرہ عباسہ کے ہاں پیدا ہوا تھا مگر ہارون الرشید اور اس کی ہمشیرہ کے بارے میں یہ قول سراسر بہتان ہے۔ اس طرح عرب کے (شریف) قبیلہ طے کے بزرگوں کو عجم کے برمکی غلاموں کے خاندان سے منسوب کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی عقل اور وجدان کے خلاف ہے کہ وہ لوگ جو صحیح النسب نہ ہوں وہ اس عرب قبیلہ کے سردار بن جائیں۔

سیادت کا آغاز: ہم اپنے مقدمہ میں اس واقعہ کی تردید کر چکے ہیں کہ بنو مہنا کی سرداری کا آغاز بنو ایوب کی سلطنت کے

آغاز سے ہوا۔ چنانچہ عماد اصفہانی اپنی کتاب البرق الشامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''جب ملک عادل مرج دمشق میں مقیم ہوا تو اس کے ساتھ عیسیٰ بن محمد بن ربیعہ بھی تھا جو عرب بدوؤں کا سردار تھا اور اس کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی''۔

بنو جراح کی سیادت: اس سے پہلے فاطمی عہد حکومت میں عرب بدوؤں کے سردار قبیلہ طے کا ایک خاندان بنو جراح تھا۔ ان کا بزرگ مفرج بن دغفل بن جراح تھا۔ اس کے دائرہ اختیار میں رملہ تھا۔ جب سلاطین بویہ کا آزاد کردہ غلام افتگین عراق میں بختیار سے شکست کھا کر بھاگا تو مفرج اسے گرفتار کر کے (سلطان) المعز کے پاس لے گیا۔ اس (فاطمی سلطان) نے (اس کارنامے پر) اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اسے ترقی کے عہدہ پر پہنچایا۔

حسان کے کارنامے: مفرج ۴۰۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے یہ چار فرزند تھے: حسان محمود علی جران۔ ان میں سے حسان اس کا جانشین تھا۔ اسے بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس کے فاطمی حکام کے ساتھ مقابلے رہتے تھے۔ یہی وہ شخص تھا جس نے رملہ کو تباہ و برباد کیا اور ان کے سپہ سالار بارو ق ترکی کو شکست دے کر اسے مار ڈالا تھا اور اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس کی تہامی نے مدح کی تھی۔

عبیدی (فاطمی) سلطنت کے مؤرخ مسبحی وغیرہ نے حسان بن مفرج کے رشتہ داروں میں فضل بن ربیعہ بن حازم اور اس کے بھائی بدر بن ربیعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور غالباً یہ فضل وہی ہے جو آلِ فضل کا جدِ اعلیٰ ہے۔

فضل کے حالات: (مؤرخ) ابن الاثیر کا بیان ہے:

''فضل بن ربیعہ بن حازم کے آباء و اجداد بلقاء اور بیت المقدس کے حاکم تھے اور یہ فضل کبھی فرنگیوں کی حمایت کرتا تھا اور کبھی مصر کے خلفاء (فاطمی حکام) کا ساتھ دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت تتش کا نگران اور دمشق کا حاکم طغتکین اسے ناپسند کرتا تھا اور اس نے اسے شام سے نکال باہر کیا تھا۔ چنانچہ وہ صدقہ بن مزید کے پاس چلا گیا تھا اور اس کا حلیف بن گیا تھا۔ اس نے جب وہ دمشق سے آیا تھا' نو ہزار دینار سے اس کی مدد کی تھی۔

جب ۵۰۰ھ اور اس کے بعد صدقہ بن مزید نے سلطان محمد بن ملک شاہ کے خلاف بغاوت کی اور دونوں برسرِ پیکار ہو گئے تو یہ فضل حاکم موصل قرواش بن شرف الدولہ مسلم بن قریش اور بعض وہ ترکمانی حکام جو صدقہ بن مزید کے دوست تھے' اکٹھے ہو گئے اور جنگ کے اگلے دستوں میں شریک ہو کر سلطان کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انہیں خلعت عطا کئے۔

سلطان نے فضل بن ربیعہ کو بغداد میں صدقہ بن مزید کے گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد جب سلطان صدقہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو فضل نے سلطان سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ جنگل بیابان میں گھس کر صدقہ کا مقابلہ کرے گا۔ سلطان نے اسے اجازت دے دی۔ چنانچہ اس نے انبار کے مقام پر دریا کو عبور کیا اس کے بعد وہ سلطان کے پاس واپس نہیں آیا۔

آلِ جراح سے تعلق: مسبحی اور ابن الاثیر کے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فضل اور بدر در حقیقت آلِ جراح میں سے

ہیں اور یہ بھی سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل ان کا جداعلیٰ ہے۔ کیونکہ نسب نامہ میں وہ فضل بن علی بن مفرج تحریر کرتے ہیں۔ دوسرے (مؤرخین) فضل بن علی بن جراح تحریر کرتے ہیں۔ غالباً انہوں نے ربیعہ کو مفرج کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ بنوالجراح کا بزرگ تھا اور یہ سیدھے سادھے بادیہ نشین عرب اپنے نسب کو محفوظ نہیں رکھ سکے۔

قبیلہ طے کی سیادت: قبیلہ طے کی سرداری کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ (قدیم زمانے میں) قبیلہ طے کا سردار ایاس بن قبیصہ تھا' جو بنوسنبس بن عمرو بن الغوث بن طئی کی نسل سے تھا۔ جب نعمان بن المنذر مارا گیا تو آل منذر کے بعد ایران کے کسریٰ نے اسے حیرہ کا بادشاہ بنایا تھا اور اس نے فتح حیرہ کے موقع پر حضرت خالد بن الولید سے مصالحت کی تھی۔

اس کے بعد قبیلہ طئی کی قیادت قبیصہ کے خاندان میں مسلمانوں کے ابتدائی زمانے میں رہی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آل فضل اور آل جراح انہی کی نسل میں سے تھے اور اگر ان کی نسل منقطع ہوگئی تھی تو یہ دونوں خاندان ان کے قریبی قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ کیونکہ قبیلوں کا سردار انہی بنایا جاتا تھا۔ جو نہایت خالص شریف اور اعلیٰ خاندان کے ہوتے تھے۔

قبیلہ طئی کی تاریخ: ابن حزم نے قبیلہ طئی کے نسب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے" جب وہ (قبیلہ طئی) یمن سے نکلے تو وہ کوہ اجاو سلمیٰ کے قریب مقیم ہوئے اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی علاقہ کو اپنا وطن بنالیا۔ قبیلہ اسد نے ان کے اور عراق کے درمیانی علاقے میں قیام کیا مگر پھر بھی ان (قبیلہ طئی) کی بہت سی شاخیں آباد نہیں ہوسکیں جن میں بنوخارجہ بن سعد ابن عبادہ شامل تھے۔ اس قبیلہ کو جدیلہ کہا جاتا ہے۔ یہ نام اُن کی والدہ کی نسبت سے مشہور ہوگیا تھا جو تیم اللہ کی دختر تھیں۔ جیش اور اسعد بھی ان کے بھائی تھے۔ یہ لوگ فتنہ وفساد کی جنگ میں ان دونوں پہاڑوں کے علاقوں سے کوچ کر گئے تھے اور حلب اور حاضر طئی کے علاقوں میں پہنچ گئے تھے انہوں نے ان شہروں کو اپنا وطن بنایا۔ مگر ان کی ایک شاخ بنورمان ابن جندب بن خارجہ بن سعد کے افراد ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ہی مقیم رہے۔ لہٰذا کوہستان کے باشندوں کو کوہستانی (جبلیون) اور اہل حلب اور حاضر طئی کے ان قبائل کو میدانی باشندے (سہلیون) کہا جانے لگا''۔

بنوخارجہ سے تعلق: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شام میں بنوالجراح اور آل فضل کے جو قبائل تھے ان کا تعلق بنوخارجہ کے قبیلے سے تھا اور یہی وہ افراد تھے جن کے بارے میں ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ وہ حاضر طئی تھے اور حلب کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔ کیونکہ بنوالجراح فلسطین میں مقیم تھے۔ لہٰذا یہ مقامات قبیلہ کے اصل وطن کو اجاو سلمیٰ کی بہ نسبت ان کے لئے زیادہ قریب تھے۔ بہر حال خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے نسب کو کون سی شاخ سے تعلق قائم کرنا زیادہ صحیح ہوسکتا ہے۔

آل فضل کی امارت: اب ہمیں آل فضل کی سرداری کا حال بیان کرنا چاہئے۔ ان کی سرداری کا آغاز ایوبی سلطنت سے ہوا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہم نے عماد کاتب اصفہانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ملک عادل ایوبی کے زمانے میں ان عربوں کا امیر عیسیٰ بن محمد بن ربیع تھا۔ اس کے بعد حسام الدین مانع بن حذیفہ ہوا۔ وہ ۶۳۰ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مہنا (امیر عرب) مقرر ہوا۔

جب مصر کا تیسرا سلطان قطز بادشاہ ہوا اور اس نے تاتاریوں کے قبضہ سے شام کا ملک حاصل کرلیا اور تاتاری لشکر کو عین جالوت کے مقام پر شکست دی تو اس نے سلمیہ کا علاقہ مہنا بن مانع کو حاکم حماۃ منصور بن مظفر کی عملداری سے نکال کر

دے دیا۔ مہنا کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

عیسیٰ بن مہنا: جب مصر کے ترکوں کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہو گئی اور سلطان ظاہر مستعصم کے چچا خلیفہ حاکم کو بغداد رخصت کرنے کے لئے دمشق کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت اس نے عیسیٰ بن مہنا بن مانع کو عرب قبائل کا امیر مقرر کیا اور راستوں کی حفاظت کے لئے اس نے اسے بہت سی جاگیریں عطا کیں اور اس کے چچا زاد بھائی زامل بن علی بن ربیعہ کو اس کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے قید کر دیا۔

عیسیٰ بن مہنا بن مانع نے عربوں کو اچھی طرح قابو کر لیا کیونکہ وہ اپنے والد کے برخلاف ان پر نرمی کرتا رہا۔ اس وجہ سے عرب قبائل ان کے زمانے میں درست رہے۔ البتہ جب سنقر اشقر بھاگ کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے ابغا (تاتاری سلطان) سے خط و کتابت شروع کر دی اور اسے ملک شام فتح کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔

مہنا ثانی: جب عیسیٰ بن مہنا ۶۸۴ھ میں فوت ہو گیا تو منصور قلاوون نے اس کے فرزند مہنا ثانی کو (امیر عرب) مقرر کیا۔ پھر جب اشرف بن قلاوون شام کی طرف روانہ ہوا اور حمص کے مقام پر اس نے قیام کیا تو مہنا ثانی بن عیسیٰ اپنی قوم اور جماعت کے ساتھ اس سے ملاقات کے لئے آیا۔ اس وقت اس نے مہنا ثانی اور اس کے فرزند موسیٰ اور اس کے دونوں بھائیوں محمد و فضل بن عیسیٰ بن مہنا کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا جہاں وہ قید خانے میں رہے۔

جب کتبغا عادل تخت سلطنت پر ۶۹۴ھ میں بیٹھا تو اس نے مہنا اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا اور اس کو (امیر عرب کے عہدہ پر) بحال کر دیا۔

مہنا ثانی کی مخالفت: سلطان ناصر کے زمانے میں اسے (مصری سلاطین سے) نفرت اور مخالفت رہی وہ عراق کے تاتاری بادشاہوں کا حامی تھا اس لئے وہ غازان کی جنگوں میں بالکل شریک نہیں ہوا۔

جب سنقر اقوش افرم اور ان دونوں کے ساتھیوں نے ۷۱۲ھ میں بغاوت کا اعلان کیا تو (یہ عرب قبائل) (ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ ان کے پاس سے خربندا (تاتاری بادشاہ) کے پاس چلے گئے۔ وہ خود بھی سلطان سے ناراض رہا اور اپنے قبیلے ہی میں مقیم رہا۔ کبھی سلطان سے ملاقات کرنے کے لئے نہیں گیا۔

فضل کا تقرر: مہنا ثانی کا بھائی فضل ۷۱۲ھ میں سلطان کے پاس وفد لے کر گیا تو سلطان نے اس کی ملاقات کا حق ادا کیا اور اس کے بھائی مہنا ثانی کے بجائے اسے عربوں کا امیر مقرر کیا اور مہنا ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر وہ ۷۱۶ھ میں شاہ تاتار خربندا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اس کا استقبال کیا اور عراق میں اسے جاگیر بھی عنایت کی۔

مہنا ثانی کی بحالی: جب اسی سال خربندا فوت ہو گیا تو مہنا ثانی اپنے قبائل کے پاس لوٹ آیا اور اس نے اپنے دونوں فرزند احمد و موسیٰ اور اپنے بھائی محمد بن عیسیٰ کو سلطان ناصر کے پاس معافی منگوانے کے لئے بھیجا۔ سلطان نے ان کا استقبال کیا اور انہیں قصر ابلق میں ٹھہرایا اور ان پر بہت احسانات کئے۔ اس نے مہنا ثانی کو معافی دے دی اور اس کو اس کے عہدے پر اور جاگیر پر بحال کیا یہ واقعہ ۷۱۷ھ میں ہوا۔

اسی سال اس کے فرزند عیسیٰ بن مہنا اور اس کے بھائی محمد اور آلِ فضل کی ایک بڑی تعداد نے جو بارہ ہزار افراد پر

مشتمل تھی، حج کیا۔

آل فضل کی جلاوطنی: مہنا اس کے بعد پھر اپنی فطری سازشوں میں مشغول ہوگیا۔ اس نے تاتاریوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا اور انہیں شام پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرتا رہا۔ جب لگاتار اس کا یہی رویہ رہا تو نہ صرف سلطان مصر اس پر ناراض ہوگیا بلکہ اس کی تمام قوم اور قبائل اس کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ جب ۷۲۰ھ میں سلطان حج سے واپس آیا تو اس نے اُن کے خلاف شام کے حکام کو احکام صادر کر دیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام شہروں سے آل فضل کو نکال دیا گیا' اور ان کے ہم پلہ خاندانِ آل علی کو ان کا قائم مقام مقرر کیا گیا۔

نیا سردار: چنانچہ محمد بن ابی بکر کو ان عرب قبائل کا سردار مقرر کیا گیا اور جو جاگیریں مہنا اور اس کے فرزندوں کو دی گئی تھیں وہ محمد بن ابی بکر اور اس کے فرزند کی طرف منتقل کر دی گئیں۔

دوبارہ واپسی: مہنا کچھ مدت تک ادھر ادھر پھرتا رہا' پھر ۷۳۱ھ میں حاکم حماۃ افضل بن مؤید کو سفارشی بنا کر سلطانِ مصر کے پاس پہنچا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے اسے معاف کر دیا اور اس کی جاگیر اور عہدہ کی طرف اسے لوٹا دیا۔

مہنا کی خودداری: مجھے مصر کے بعض بزرگوں نے جو اس کی ملاقات کے وقت موجود تھے یا اس وقت کے حالات انہوں نے سنے تھے' یہ بیان کیا ہے کہ مہنا ثانی نے اس ملاقات کے موقع پر بھی سلطان کی کوئی چیز قبول کرنے سے پرہیز کیا۔ یہاں تک کہ اس نے خود اپنی اونٹنیوں کو دوھ کر صرف ان کا دودھ پیا۔ اس نے وہاں کے کسی حاکم یا امیر کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا اور نہ ان سے کوئی چیز طلب کی۔

دیگر امرائے عرب: پھر مہنا ثانی اپنے قبائل کے پاس آ گیا اور ۷۳۴ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند مظفر الدین موسیٰ جانشین مقرر ہوا۔ وہ سلطان ناصر کی وفات کے بعد ۷۴۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا جانشین اس کا بھائی سلیمان مقرر ہوا۔ سلیمان بھی فوت ہوگیا تو اس کے بجائے اس کے چچا فضل بن عیسیٰ کا فرزند شرف الدین عیسیٰ امیر مقرر ہوا۔ وہ بھی ۷۴۴ھ میں بیت المقدس کے مقام پر فوت ہوگیا۔ اسے حضرت خالد بن ولید کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔

مہنا سوم: اس کا جانشین اس کا بھائی سیف الدین بن فضل ہوا۔ مگر سلطان کامل بن ناصر نے ۷۴۶ھ میں اسے معزول کر کے اس نے اس کے بجائے مہنا سوم بن عیسیٰ کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ اس کے زمانے میں سیف بن مہنا نے لشکر کشی کی۔ فیاض بن مہنا نے اس کا مقابلہ کیا تو سیف بن مہنا کو شکست ہوگئی۔

خیار بن مہنا: جب سلطان حسین بن ناصر بیتاروس کی زیرِ کفالت تھا تو اس نے اپنی سلطنت کے پہلے دور میں احمد بن مہنا کو امیر مقرر کیا۔ یوں (بھائیوں کی) خانہ جنگی رفع ہوگئی۔ جب وہ بھی ۷۴۹ھ میں فوت ہوگیا تو اس کا جانشین اس کا بھائی فیاض بن مہنا مقرر ہوا۔ جب وہ بھی ۷۶۲ھ میں فوت ہوگیا تو اس کا جانشین خیار بن مہنا مقرر ہوا۔ اسے سلطان حسین بن ناصر نے اپنی سلطنت کے دوسرے دور میں مقرر کیا تھا۔

وہ ۷۶۵ھ میں باغی ہوگیا اور بھاگ کر جنگل بیابانوں کے کھلے میدانوں میں مقیم رہا۔ آخر کار حماۃ کے نائب حاکم

نے اس کے بارے میں سفارش کی تو اسے اُس کے عہدہ پر بحال کیا گیا۔

خیار بن مہنا نے ۷۷۰ھ میں دوبارہ بغاوت کی لہٰذا سلطان اشرف نے اس کے بجائے اس کے چچازاد بھائی زامل بن موسیٰ بن عیسیٰ کو (امیر عرب) مقرر کیا۔

زامل کی بغاوت: زامل (بھی باغی ہوگیا اور وہ) حلب کے علاقوں میں گھس آیا۔ وہاں اس کے ساتھ قبیلہ بنوکلاب وغیرہ شامل ہوگئے اور انہوں نے شہروں میں فتنہ وفساد برپا کرنا شروع کر دیا۔

اس زمانے میں حلب کا حاکم قشتمر منصوری تھا' وہ ان کے مقابلہ کے لئے نکلا اور ان کے خیموں کے پاس پہنچ کر ان کے مویشی ہنکالایا۔ جب وہ ان کے خیموں کے سامنے پہنچا تو عرب قبائل نے جان کی بازی لگا کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور اس کی فوجوں کو شکست دے دی۔ اس جنگ میں قشتمر اور اس کا فرزند مارے گئے اور خود زامل (امیر عرب) نے انہیں قتل کیا اور پھر علم بغاوت بلند کرتا ہوا وہ چٹیل بیابانوں میں گھس گیا۔

اب اس کے بجائے معیقیل بن فضل بن عیسیٰ کو امیر مقرر کیا گیا۔ اس نے ۷۷۱ھ میں سلطان کو پیغام بھیجا اور خیار بن مہنا کے لئے پناہ طلب کی تو سلطان نے اسے پناہ دے دی۔ پھر خیار بن مہنا بھی سلطان کے پاس ۷۷۵ھ میں آیا تو سلطان نے خوش ہو کر اسے اس کے عہدہ پر بحال کر دیا۔

آخری امیر: جب ۷۷۷ھ میں وہ فوت ہوگیا تو اس کا بھائی قارہ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ جب وہ بھی ۷۸۱ھ میں فوت ہوگیا تو اس کا جانشین معیقیل بن فضل بن عیسیٰ اور زامل بن موسیٰ بن مہنا دونوں کو مقرر کیا گیا۔ ایک سال کے بعد ان دونوں کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا گیا اور ان کا جانشین بصیر بن جبار بن مہنا کو مقرر کیا گیا اس کا اصلی نام محمد تھا موجودہ زمانے (ابن خلدون کا عہد) میں وہی آل فضل اور تمام قبائل طے کا امیر ہے۔

ہلاکو خاندان کا خاتمہ

عراق کا تاتاری بادشاہ سلطان ابوسعید بن خربندہ ۷۳۶ھ میں فوت ہوگیا۔ اس نے بیس سال حکومت کی تھی۔ چونکہ اس کی اولاد نہ تھی اس لئے اس کے مرنے کے بعد ہلاکو کی نسل کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور عراق کی سلطنت پر دوسرے لوگوں کا قبضہ ہوگیا۔ دوسرے ممالک میں بھی تاتاری سلطنت انتشار کا شکار ہوگئی۔ جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

جب بغداد میں سلطان حسن ایلکانی کی نسل میں سے خود مختار بادشاہ ہوگیا تو اس کے برخلاف بہت سے دعوے دار پیدا ہوگئے۔ اس لئے اس نے سلطان ناصر کی وفات سے پہلے اپنے قاصد اس کے پاس بھیجے اور اس سے فوجی امداد طلب کی۔ اس نے بغداد اس کے حوالے کرنے اور فوجوں کو یرغمال کے طور پر رکھوانے کا وعدہ بھی کیا۔ بشرطیکہ وہ اس کے دشمنوں کا خاتمہ کرے۔ سلطان نے اس کی شرائط منظور کر لی تھیں مگر وہ جلد ہی فوت ہوگیا۔ اس لئے یہ کام پورا نہ ہوسکا۔

شاہ مغرب اقصیٰ سے تعلقات: اس زمانے میں خاندان بنومرین کا بادشاہ مغرب اقصیٰ (مراکش) میں طاقت ور ہوگیا تھا۔ اس وقت سلطان ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کی اولاد میں سے سلطان ابوالحسن علی بن عثمان مغرب اقصیٰ کا بادشاہ

تھا۔ اس کے اپنے پڑوسی سلطنت سے تعلقات خراب تھے۔ اس لئے اس نے مغرب اوسط کے علاقے پر حملہ کر دیا' جو اس کی دشمن قوم زناتہ کے ماتحت تھا اور اس وقت بنو عبدالواد کا بادشاہ ابو تاشفین عبدالرحمٰن بن موسیٰ وہاں کا بادشاہ تھا۔ اس کا پایۂ تخت تلمسان تھا۔

مغرب اقصیٰ کے بادشاہ نے وہاں پہنچ کر شہر پر منجنیقیں نصب کرا دیں اور فصیل کے چاروں طرف باڑ لگوا دی' تا کہ غلہ اور خوراک وہاں نہ پہنچ سکے۔ پھر اس نے ایک ایک شہر کر کے تمام علاقے فتح کر لئے اور آخر میں بماہ رمضان المبارک ۷۳۷ھ میں پایۂ تخت کو بھی زبردستی فتح کر لیا مخالف فوج منتشر ہو گئی اور شاہی محل کے دروازے کے قریب ہی اس کا بادشاہ بھی مارا گیا جیسا کہ آگے چل کر ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

بعد ازاں شاہ موصوف نے اس فتح کا حال سلطان ناصر کو لکھ بھیجا اور تحریر کیا کہ ان فتوحات کے بعد حاجیوں کی آمد رفت کی رکاوٹ دُور ہو گئی اور اب وہ حاجیوں کے راستوں کی سہولت کا پورا پورا انتظام کرے گا۔

ہمشیرہ شاہ کا حج: مغرب اقصیٰ کے بادشاہ نے اپنی ہمشیرہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ تلمسان کا شہر فتح کرے گا تو وہ اسے حج کرنے کے لئے روانہ کرے گا۔ لہٰذا جب یہ شہر فتح ہو گیا اور وہاں سے اس کے دشمن کا خاتمہ ہو گیا تو اس کی ہمشیرہ نے اپنے شایانِ شان حج کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

مغرب کی سوغاتیں: بادشاہ نے اس کے ہمراہ سلطان ناصر حاکم مصر کے لئے نہایت شاندار تحائف بھیجنے کا ارادہ کیا۔ ان میں پانچ سو نہایت عمدہ اصیل مغربی گھوڑے بہ ساز و سامان اور عمدہ ترین زین اور لگام سمیت شامل تھے' ان کے علاوہ تلواریں اور مغرب کی مختلف نادر سوغاتیں بھی تھیں۔ نیز ریشمی اونی اور سوتی کپڑے اور چمڑے کی مصنوعات بھی شامل تھیں۔ تحائف میں انواع و اقسام کے موتی' یاقوت اور جواہرات بھی تھے۔ یہ سب دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔

مغربی قافلہ کی آمد: شاہ مغرب نے سلطان مشرق کو مغرب کے حالات بھی تحریر کئے تھے اور عظیم شاہی مہمان خاتون کے ہمراہ قوم کے اکابر وزراء اور بادشاہ کی درباری شخصیتیں بھی تھیں۔

یہ تمام مہمان سلطان ناصر کی خدمت میں ۷۳۸ھ میں پہنچے۔ سلطان نے انہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور اپنے شاہی اصطبل سے اونٹ اور اونٹنیوں کے علاوہ تیس شاہی خچر بھیجے تا کہ وہ دریائے نیل سے ان کے تحائف لے کر آئیں۔

مغربی مہمانوں کا استقبال: پھر سلطان نے ان کے اعزاز میں ایک دن دربار منعقد کیا جو قابل دید تھا۔ اس دن وہ مہمان سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے تحائف پیش کئے۔ سلطان نے وہ تحفے اہل دربار میں تقسیم کر دیئے اور صرف موتی اور یاقوت اپنے لئے مخصوص رکھے۔

اس کے بعد سلطان نے ان مہمانوں کو اپنے مختلف محلوں میں نہایت عزت اور احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ یہ محل نہایت عمدہ فرش اور ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ سلطان نے ان پر بے حد بخشش کی اور بکثرت زادِ راہ ان کے لئے مہیا کیا۔ سلطان نے اپنے خاص اُمراء و حکام کو ان کے ہمراہ روانہ کیا تا کہ وہ ان مہمان نہایت سہولت کے ساتھ فریضہ حج

ادا کرسکیں۔

تحائف کا تبادلہ: جب وہ بارگاہِ سلطانی میں واپس آئے تو سلطان نے بھی شاہِ مغرب کے لئے عمدہ تحائف روانہ کئے جو مندرجہ ذیل اشیاء پر مشتمل تھے۔ (۱) اسکندریہ کا تیار کیا ہوا ریشمی لباس بھیجا اور ہر سال بھیجنے کا حکم دیا۔ یہ لباس اس زمانے کی قیمت کے لحاظ سے پچاس ہزار دینار کا تھا۔

(۲) شام کے کارخانوں میں بنے ہوئے تیار شاہی خیمے جن میں جداگانہ گھر اور گنبد بنے ہوئے تھے اور وہ میخوں اور لکڑیوں سے جڑے ہوئے گشتی خیمے اور چلتے پھرتے گنبد نما محل تھے۔ ان خیموں کا اندرونی حصہ عراقی ریشم کے کپڑوں کا بنا ہوا اور بیرونی حصہ عمدہ سوتی کپڑے کا نہایت کاریگری سے بنا ہوا تھا اور دیکھنے میں یہ نہایت شاندار معلوم ہوتے تھے۔ دھوپ سے بچانے کے لئے نہایت عمدہ قسم کے چتر بھی بنے ہوئے تھے۔

(۳) نہایت شاندار اور عمدہ شاہی گھوڑے تھے جن کی زینیں اور لگامیں سونے چاندی کی بنی ہوئی تھیں اور وہ موتیوں اور نگینوں سے مرصع تھے۔ ان گھوڑوں کے ساتھ ان کی خدمت کے لئے سائیس بھی تھے' جو ان کی اچھی طرح سے خبر گیری کرتے تھے۔

جب یہ تحفے سلطان مغرب کی خدمت میں پہنچے تو وہ ان سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعے شکریہ کے خطوط بھیجے۔ یوں ان دونوں بادشاہوں کے درمیان خلوص و محبت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہوئے اور ان میں آخری وقت تک تحفوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔

خلفاء کے حالات

یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ سلطان ظاہر نے خلیفہ راشد کی اولاد میں سے مصر میں خلافت قائم کی تھی کیونکہ وہاں بغداد سے ایک شخص پہنچا تھا جس کا نام احمد بن محمد تھا۔ اس کا نسب نامہ خلیفہ راشد تک پہنچتا تھا۔ چنانچہ ۶۶۰ھ میں بیعت لے کر اسے خلیفہ تسلیم کیا گیا اور اس کا لقب الحاکم رکھا گیا۔ وہ بدستور خلیفہ رہا۔ یہاں تک کہ ۷۰۱ھ میں وہ فوت ہو گیا۔

اس نے اپنے فرزند سلیمان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ لہٰذا سلطان ناصر کے ارکان سلطنت نے جو خلافت کے منتظم تھے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا لقب المستکفی رکھا۔ وہ سلطان ناصر کے پورے عہد میں خلیفہ رہا۔

نظر بندی اور جلا وطنی: ۷۳۶ھ میں سلطان کے پاس اس کے فرزندوں کے بارے میں شکایت پہنچی تو سلطان نے ناراض ہو کر اسے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اسے لوگوں سے ملاقات کرنے سے روک دیا۔ وہ پورے ایک سال تک نظر بندی کی حالت میں رہا۔ پھر اسے رہا کر دیا اور وہ اپنے گھر میں رہنے لگا۔ اس کے بعد دوبارہ اسے اس کے فرزندوں اور اس کے تمام رشتہ داروں کو جلا وطن کر کے قوص بھیج دیا۔ چنانچہ خلیفہ وہیں مقیم رہا اور ناصر کی وفات سے پہلے ۷۴۰ھ میں وہیں فوت ہو گیا۔

واثق کا تقرر: خلیفہ نے اپنے فرزند احمد کو خلافت کے لئے ولی عہد بنایا تھا اور اس کا لقب حاکم رکھا تھا۔ مگر سلطان ناصر نے اپنے جانشین مقرر نہیں کیا' کیونکہ اسے زیادہ تر اسی ولی عہد کے بارے میں شکایات موصول ہوتی تھیں۔ لہٰذا اس نے مستکفی

کے بعد اس کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن محمد کو خلافت کے لئے نامزد کیا اور اس کا لقب واثق رکھا۔ مگر وہ چند مہینوں کے بعد فوت ہو گیا۔

احمد کا تقرر: اس کے بعد ارکان سلطنت نے خلیفہ مستکفی کی وصیت پر عمل کرنے کا متفقہ فیصلہ کیا اور انہوں نے اس کے فرزند احمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے ۷۴۱ھ میں اسے خلیفہ مقرر کیا۔ وہ ۷۵۳ھ تک خلیفہ رہا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابوبکر خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا لقب معتضد تھا۔ وہ دس سال تک خلیفہ رہا اور ۷۶۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند محمد خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا لقب متوکل تھا۔

تنکز کا عروج وزوال

تنکز (سابق سلطان) لاشین کا آزاد کردہ غلام تھا جسے سلطان ناصر بہت پسند کرتا تھا۔ اس نے اسے اپنا مقرب بارگاہ بنالیا۔ وہ اس کے ساتھ تاتاریوں کے برخلاف جنگوں میں بھی شریک ہوا تھا اور جب سلطان کو معزول کیا گیا تو وہ معزولی کے زمانے میں اس کے ساتھ قلعہ الکرک گیا اور وہیں اس کی خدمت میں مشغول رہا۔

دمشق کا حاکم: جب سلطان (بحال ہو کر) اپنے پائے تخت واپس آیا اور اپنی سلطنت کا انتظام سنبھال لیا تو اس نے اپنے پسندیدہ حکام کو صوبائی حکومتوں کے عہدے دیئے۔ جب اس نے تنکز کو دمشق کا نائب حاکم اور بلاد روم کا نگران مقرر کیا تو اس نے ملطیہ کا علاقہ فتح کیا اور ارمینیہ پر حملے کرتا رہا۔

وہ اکثر سلطان کے پاس مشورہ کے لئے مصر پہنچتا تھا' جہاں سلطان اس سے مشورہ کیا کرتا تھا اور اکثر وہ اہم کاموں میں گفت وشنید کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ اسے بلواتا تھا۔ کیونکہ وہ تاتاریوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں بہت ماہر تھا۔

جب سلطان ابوسعید فوت ہو گیا اور ہلاکو خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تو بغداد اور توریز کا انتظام خراب ہو گیا۔ یہ دونوں پڑوسی سلطنتیں تھیں اور دونوں نے سلطان سے فوجی امداد کی درخواست کی تھی۔

ان میں سے کوئی تنکز سے ناراض ہو گیا اور اس نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ تنکز اسے فریب دے رہا ہے اور اس کے ساتھ بے وفائی کر کے اس کے دشمنوں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔

لہٰذا سلطان نے اس کے بارے میں تحقیقات شروع کر دی۔ اس سے پہلے سلطان اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے دوادار باجار کو بھیجا کہ وہ اسے نکاح کی تقریب کے لئے بلالائے۔ وہ ہمسری اور غیرت کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔ اس لئے اس نے اس کی بے وفائی اور مکر وفریب کا تذکرہ کر کے اسے سلطان کے خطروں سے آگاہ کیا اور (دمشق ہی میں) رہنے کا مشورہ دیا۔

تنکز کی گرفتاری: اب سلطان ناصر نے صفد کے نائب حاکم طشتمر کو پیغام بھیجا کہ وہ دمشق پہنچ کر تنکز کو گرفتار کر لے۔ چنانچہ اس نے وہاں جا کر اسے ۷۴۰ھ میں گرفتار کر لیا۔ تنکز نے دمشق میں اٹھائیس سال تک حکومت کی تھی۔

سلطان ناصر نے اپنے آزاد کردہ غلام بشتمک کو فوج دے کر دمشق بھیجا۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر اس کے تمام مال و دولت کو ضبط کر لیا۔ اس کے پاس اس قدر مال و دولت تھی کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مصر لایا گیا جہاں اسے اسکندریہ میں قید کر دیا گیا اور قید خانے ہی میں اسے قتل کر دیا گیا۔

سلطان ناصر کی وفات

سلطان ناصر محمد بن قلاون ماہ ذوالحجہ ۷۴۱ھ کے آخر میں طبعی موت فوت ہوا۔ اس کی موت سے تھوڑے عرصہ پہلے اس کا فرزند انوک فوت ہو گیا تھا' جسے اس نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔

وہ مصر کا سب سے زیادہ خود مختار اور بہترین بادشاہ تھا۔ اگر اس کی حکومت کا اس وقت سے شمار کیا جائے جب کہ وہ طغیفا کے زیر نگرانی بادشاہ بنا تھا تو اس کی مدت حکومت اڑتالیس سال ہوتی ہے اور اگر بیبرس کے بعد اس وقت سے اس کا شمار کیا جائے جب کہ وہ خود مختار بادشاہ ہو گیا تھا اور کوئی اس کا حریف نہ رہا تھا تو اس کی مدت حکومت بتیس سال ہے۔

ناصر کے حکام

<u>نائب السلطنت</u>: اس کے دور حکومت میں صرف تین افراد اس کے نائب مقرر ہوئے تھے۔ سب سے پہلے بیبرس دوادار مؤرخ نائب ہوا۔ اس کے بعد بکتمر جوکندار نائب مقرر رہا۔ پھر ارغون دوادار نائب ہوا۔ اس کے بعد سلطان نے کسی کو نائب مقرر نہیں کیا اور اس کے آخری زمانے تک یہ عہدہ خالی رہا۔

<u>چیف سیکرٹری</u>: سلطان ناصر کے دوادار (چیف سیکرٹری) بالترتیب مندرجہ ذیل حضرات تھے:

(۱) ایدمر (۲) سلار (۳) حلی (۴) یوسف بن الاسعد (۵) بغا (۶) طاجار۔

<u>ناصر کے کاتب</u>: اس کے کاتب (سیکرٹری) اس ترتیب سے تھے:

(۱) شرف الدین بن فضل اللہ (۲) علاء الدین بن الامیر (۳) محی الدین بن فضل اللہ (۴) شہاب الدین بن محی الدین (۵) علاء الدین بن محی الدین۔

<u>ناصر کے قاضی</u>: اس کے دور میں پہلے قاضی (مشہور عالم) تقی الدین بن دقیق العید تھے۔ پھر بدر الدین بن جماعہ قاضی مقرر ہوئے۔

اس (تاریخی) کتاب میں عہدیداروں کے نام بیان نہیں کیے جاتے ہیں۔ مگر ان عہدوں کا تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ناصر کی سلطنت بہت بڑی تھی اور اس کا عہد حکومت بھی طویل تھا۔ اس کے زمانے میں ترکوں کی سلطنت بہت مستحکم ہو گئی تھی۔

کاتبوں کا ذکر قاضیوں سے پہلے اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ سلطان کے مددگار ہوتے ہیں۔ تاہم قاضیوں کا مرتبہ ان سے اعلیٰ ہے۔

دو حاکموں کی کش مکش جب سلطان کا مرض شدید ہو گیا تو اس کا عظیم ترین حاکم قوصون جلدی سے اپنے مسلح غلاموں کو لے کر شاہی محل میں داخل ہوا۔ اس کے ہم پلہ حاکم بشتک تھا۔ اسے اس کے بارے میں شک و شبہ ہوا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے ساتھیوں کو مسلح کر لیا اور ان دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔

بشتک نے پوشیدہ طور پر سلطان سے اس کی شکایت کی تو سلطان نے ان دونوں کو بلوا کر ان میں مصالحت کرا دی۔ سلطان نے پہلے یہ ارادہ کیا کہ قوصون کو اپنا جانشین بنائے مگر وہ باز رہا۔ پھر وہ اپنے فرزند ابوبکر کو جانشین بنا کر فوت ہو گیا۔

(اس کے مرنے کے بعد امراء میں اختلاف رائے ہوا) بشتک اس کے دوسرے فرزند احمد حاکم الکرک کو جانشین بنانا چاہتا تھا مگر قوصون سلطان کی وصیت کو پورا کرنے پر مصر تھا۔

باب چہارم

سلطان ناصر کے جانشین

ابوبکر کی بادشاہت: آخر کار بشتک بھی توصون کی رائے سے متفق ہوگیا اور ابوبکر کے ہاتھ پر (بادشاہت کی) بیعت کی گئی اور اس کا لقب منصور رکھا گیا' مگر سلطنت کا انتظام توصون اور اس کے ساتھی قطلو بغافخری کے ہاتھوں میں تھا۔

نئے حکام کا تقرر: ان دونوں (سربراہوں) نے سلطان کا نائب طقز مرد کو مقرر کیا اور حلب کا حاکم طشتمر کو بنا کر بھیجا اور حمص کا حاکم طغرائی کے بجائے اخضر کو مقرر کیا گیا۔ البتہ کتبغا صالحی کو دمشق کا حاکم برقرار رکھا۔

توصون اور قطلو بغا نے حکومت کے کاموں میں بشتک کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔ اس لئے وہ ناراض ہو گیا اور اس نے مطالبہ کیا کہ اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا جائے کیونکہ جب وہ تنکز کا مال و جائیداد ضبط کرنے کے لئے دمشق گیا تھا تو اسے یہ علاقہ بہت پسند آیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس کا استعفیٰ منظور کر لیا۔ مگر جب وہ رخصت ہونے کے لئے آیا تو قطلو بغافخری نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد اسے اسکندریہ بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ نظر بند رہا۔

سلطان ابوبکر کی معزولی: ادھر سلطان ابوبکر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور سلطنت کے انتظام سے الگ ہو گیا۔ وہ رات کے وقت بھیس بدل کر شہر کی گلیوں میں پھرنے لگا اور عام رعایا سے گھل مل گیا۔

ارکانِ سلطنت نے اس کے اس رویہ کو بہت ناپسند کیا' لہٰذا توصون اور قطلو بغا نے ستاون دنوں (تقریباً دو مہینے) کے بعد اسے معزول کر دیا اور اسے قوص کے مقام پر بھیج دیا۔

کجک اشرف کی بادشاہت: اب ارکانِ سلطنت نے اس کے بھائی کجک کو حاکم مقرر کیا اور اس کا لقب اشرف رکھا گیا۔ انہوں نے طقز مرد کو بھی نائب سلطان کے عہدہ سے معزول کر دیا اور توصون خود اس عہدہ پر فائز ہو گیا انہوں نے طقز مرد کو حماۃ کا نائب حاکم بنا کر بھیجا اور وہاں کے حاکم افضل بن المؤید کو الگ کر دیا۔ یوں ایوبی خاندان کا وہاں سے خاتمہ ہو گیا۔

انہوں نے طاجار دادار کو بھی گرفتار کر کے اسکندریہ بھیجا۔ جہاں وہ سمندر میں ڈوب گیا۔ انہوں نے اسکندریہ کے قید خانے میں بشتک کو قتل کرنے کے لئے بھی ایک آدمی بھیجا۔

امرائے شام کی بغاوت: جب شام کے امراء کو یہ اطلاع ملی کہ توصون مصر کی سلطنت کا مطلق العنان حاکم بن گیا ہے تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے احمد بن الناصر کو بادشاہ بنانے کا عزم مصمم کر لیا۔ وہ ان دنوں قلعہ الکرک میں مقیم تھا۔

لہٰذا حاکم حمص طشتمر اور حاکم حلب اخضر نے اس سے خط وکتابت کی اور اس سے بادشاہ بننے کی درخواست کی۔

یہ اطلاع مصر بھی پہنچ گئی تھی۔ اس لئے قطلو بغا فوجیں لے کر قلعہ الکرک کے محاصرہ کے لئے روانہ ہوا۔ دمشق کے حاکم طلبغا صالحی کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی اس لئے وہ بھی لشکر لے کر حلب کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ وہ طشتمر (حاکم حمص) اور اخضر (حاکم حلب) کو گرفتار کر سکے۔

احمد بن الناصر کی حمایت: قطلو بغا فخری بذاتِ خود اپنے ساتھی قوصون سے تنگ آیا ہوا تھا۔ وہ اس پر بھی حاوی ہو چکا تھا۔ اس لئے جب وہ فوجیں لے کر مصر سے روانہ ہوا تو اس نے احمد بن الناصر کی بادشاہت کو تسلیم کر کے اسے الکرک پیغام بھجوا دیا تھا۔ جب وہ شام پہنچا تو اس نے دمشق احمد کی بادشاہت کا اعلان کیا اور طقتمر دونائب حماۃ کو بھی پیغام بھجوایا۔ چنانچہ اس نے اس کا پیغام منظور کر لیا اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ یہ اطلاع دمشق کے حاکم طلبغا کو اس وقت ملی جب کہ وہ حلب کا محاصرہ کر رہا تھا۔ لہٰذا اس نے محاصرہ ہٹا لیا۔ قطلو بغا نے اسے بھی احمد کی بادشاہت کے حق میں دعوت دی مگر اس نے انکار کیا۔ لہٰذا اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ مصر چلا گیا۔

بادشاہت کا اعلان: اب قطلو بغا فخری شام کے پورے ملک پر قابض ہو گیا تھا وہ احمد کی بادشاہت کا اعلان کر رہا تھا۔ اس نے امرائے مصر کو بھی یہ دعوت دی۔ چنانچہ وہ بھی احمد کے حامی ہو گئے۔

چنانچہ امرائے مصر میں سے ایدغمش، اقسنقر سلاری، غازی اور دیگر حضرات احمد بن ناصر کی حمایت کے لئے اکٹھے ہوئے۔ سلطنت کے سربراہ کو ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور اس نے انہیں گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ طبغا یحیاوی نے اپنے ساتھیوں سے جو اس کے پاس تھے مشورہ کیا مگر انہوں نے اسے دھوکا دیا۔

ایدغمش اصطبل کے قریب اس کے پاس تھا، وہ امیر ماصور یہ تھا۔ لہٰذا جب یہ لوگ سوار ہو کر نکلے تو قوصون نے بھی سوار ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر اس نے اس کے ساتھ بے وفائی کر کے اسے جانے سے روکا۔ پھر ان کے ساتھ خود سوار ہو کر نکلا اور شور وغل مچایا۔

بلوہ اور فساد: اس نے عوام کو چیخ کر ورغلایا کہ وہ قوصون کے گھروں کو لوٹ لیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کے گھروں کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا۔ انہوں نے ان حماموں کو بھی برباد کر دیا جو اس نے قبرستان کے پاس قلعہ کے نیچے بنوائے تھے۔ پھر انہوں نے وہاں کے شیخ شمس الدین اصفہانی کو بھی لوٹ لیا اور ان کے کپڑے اتار لئے۔ پھر یہ بلوائی شہر پہنچے اور وہاں بھی عام لوگوں کے گھروں کو نقصان پہنچایا۔ وہ حنفی قاضی حسام الدین غوری کے گھر میں بھی گھس گئے اور انہیں لوٹ کر ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔

قاضی کے گھر بلوائیوں کو وہ شخص لے کر گیا جو کسی مقدمہ کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا تھا۔ یوں اس حرکت سے ان لوگوں کی رسوائی ہوئی۔

قوصون کی گرفتاری اور موت: پھر ایدغمش اور اس کے ساتھی قلعہ میں گھس گئے اور انہوں نے قوصون کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھیجا جہاں وہ قید خانے ہی میں فوت ہو گیا۔

قوصون نے امراء کی ایک جماعت کو طنبغا صالحی کے استقبال کے لئے روانہ کیا تھا۔ لہٰذا قراسنقر سلاری ان کے تعاقب میں روانہ ہوا اور انہیں اور صالحی کو گرفتار کرلیا اور ان سب کو ۷۴۵ھ کے بعد اسکندریہ بھیجا۔

اس کے بعد نہایت سرعت کے ساتھ احمد بن الناصر کو تمام حالات سے مطلع کیا گیا۔ پھر امراء و حکام کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے مقید کر دیا گیا۔

سلطان احمد کی حکومت

سلطان احمد قلعہ الکرک سے ماہ رمضان میں ۷۴۲ھ میں مصر پہنچا تو اس کے ہمراہ نائب حاکم حمص طشتمر اور نائب حاکم حلب اخضر اور قطلو بغا فخری آئے۔ اس نے (آتے ہی) طشتمر کو مصر کا نائب مقرر کیا اور قطلو بغا فخری کو دمشق کا نائب حاکم بنا کر بھیجا۔ ایک مہینے کے بعد سلطان احمد نے اخضر کو گرفتار کرلیا اور ایدغمش اور اقسنقر سلاری کو بھی گرفتار کیا۔ پھر ایدغمش کو حلب کا حاکم بنایا۔

جب قطلو بغا فخری کو دمشق پہنچنے سے پہلے یہ خبریں ملیں تو اس نے حلب کی طرف راستہ بدل دیا۔ فوجوں نے اس کا تعاقب کیا مگر اسے گرفتار نہیں کر سکیں۔

امراء کی بے اعتمادی: ایدغمش کو حلب میں گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا جہاں وہ طشتمر کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ یوں امراء اور حکام ایک دوسرے کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور سلطان بھی ان سے بیزار ہو گیا۔

احمد کا الکرک میں قیام: جب امراء اور حکام سلطان سے بیزار ہو گئے اور وہ بھی انہیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگا تو وہ اپنی بادشاہت کے تین مہینے کے بعد قلعہ الکرک کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھ طشتمر اور ایدغمش کو بھی نظر بندی کی حالت میں لے گیا۔ خلیفہ حاکم بھی اس کے ہمراہ گیا۔

ادھر صفد کا نائب حاکم بیبرس احمد کا باغی ہو کر دمشق چلا گیا جہاں کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی۔ تاہم فوجوں نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے پاس ٹھہرایا۔ سلطان نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر کیا تو اس کے ماتحت افراد نے تعمیل حکم سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مصر کے بادشاہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ الکرک کے حاکم کا حکم قابل تعمیل نہیں ہے۔

شام میں بے چینی: سلطان احمد نے الکرک میں بہت عرصہ تک قیام کیا جس سے شام کے علاقے میں بے چینی پھیل گئی۔ لہٰذا مصر کے امراء و حکام نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ اپنے پائے تخت واپس آ جائے مگر سلطان نے انکار کیا اور یہ جواب بھیجا۔

''یہ بھی میری مملکت کا حصہ ہے۔ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کے کسی شہر میں جہاں چاہوں قیام کروں''۔

اس کے بعد اس نے طشتمر اور ایدغمش فخری کو (جو قیدی کی حالت میں اس کے ہمراہ گئے تھے) قتل کرا دیا۔

صالح اسماعیل کی تخت نشینی: (اس واقعہ کے بعد) مصر کے امراء و حکام کا اپنے بزرگ بیبرس علائی اور ارغون کاملی کی قیادت میں ایک اجتماع ہوا جس میں سلطان احمد کو معزول کر کے اس کے بھائی اسماعیل کو ماہ محرم ۷۴۳ھ میں تخت نشین کیا گیا اور اس کا لقب صالح رکھا گیا۔

اس نے اقسنقر سلاری کو حاکم مقرر کیا اور ایدغمش ناصری کا حلب کی حکومت سے دمشق کی حکومت پر تبادلہ کیا اور اس کے بجائے حلب کا حاکم طقر مرد کا مقرر کیا۔ پھر اس نے ایدغمش کو دمشق کی حکومت سے معزول کر دیا اور اس کے بجائے طقر مرد کا تقرر کیا اور حلب کا حاکم طنبغا ماردانی کو مقرر کیا۔ جب ماردانی فوت ہو گیا تو اس کے بجائے طنبغا یحیاوی کو مقرر کیا۔ اس کے بعد تمام انتظامی معاملات درست ہو گئے۔

رمضان کی بغاوت اور قتل: بعد ازاں چند غلاموں نے رمضان بن ناصر کو بھڑکایا کہ وہ اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرے۔ انہوں نے اسے مدد دینے کا وعدہ بھی کیا۔ مگر جب وہ سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے وعدہ خلافی کی۔ اب کچھ دیر تو وہ اپنے غلاموں کے درمیان کھڑا رہا جو اس کی حمایت میں نعرے لگاتے رہے۔ پھر وہ قلعہ الکرک کی طرف فرار ہو گیا۔ فوج نے اس کا تعاقب کیا اور تیز رفتاری کے ساتھ اسکا پیچھا کر کے اسے گرفتار کر لیا جب وہ اسے لے کر آئے تو مصر میں وہ مارا گیا۔

اس کے بعد سلطان صالح بہت سے امراء سے بدگمان ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے نائب اقسنقر سلاری کو گرفتار کر کے اسکندریہ بھجوا دیا۔ جہاں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے بجائے انجاح الملک کو نائب السلطنت مقرر کیا گیا۔

قلعہ الکرک کا محاصرہ: ۷۴۴ھ میں سلطان نے قلعہ الکرک کا محاصرہ کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں تو اس وقت سلطان احمد کے کچھ فوجی دستے الکرک سے بھاگ کر مصر پہنچ گئے۔

۷۴۵ھ میں الکرک کے محاصرہ کے لئے جو امرائے مصر آخر میں روانہ ہوئے تھے وہ قماری اور مساری تھے۔ یہ لوگ سلطان احمد کا محاصرہ کر کے اس کے گھر میں گھس گئے تھے اور پکڑ کر اسے قتل کر دیا۔

سابق سلطان احمد کا قتل: سلطان احمد مصر کے پائے تخت میں تین مہینے اور چند دن مقیم رہا۔ پھر وہاں سے وہ ۷۴۳ھ میں ماہ محرم قلعہ الکرک منتقل ہو گیا تھا۔ آخر کار اس کا محاصرہ کر کے اسے قتل کر دیا گیا۔

اس کے زمانے میں طنبغا ماردانی نائب حاکم حلب فوت ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس کے بجائے طنبغا یحیاوی کو حاکم مقرر کیا گیا۔ سیف الدین طرائی جاشنگیر طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ اس کے بجائے اقسنقر ناصری کو مقرر کیا گیا۔

سلطان صالح کی وفات: سلطان صالح اسماعیل ۷۴۶ھ میں اپنی طبعی موت فوت ہوا۔ اس نے تین سال اور تین مہینے حکومت کی۔

الکامل کی بادشاہت

اس کا بھائی زین الدین شعبان تخت نشین ہوا اس کا لقب الکامل تھا۔ اس کی سلطنت کا انتظام ارغون علائی کے سپرد تھا اور وہی مصر کا نائب السلطنت تھا انجاح الملک کو پہلے صفد بھیجا گیا۔ پھر اسے راستے ہی میں گرفتار کر کے دمشق لایا گیا۔ وہاں سے اسے قماری الکبیر کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے اسے اسکندریہ کے قید خانے کی طرف روانہ کر دیا۔

اس نے نائب حاکم دمشق طقر مرد اور ملک اشرف بن الناصر کو جسے قوصون نے بادشاہ بنایا تھا اور پھر وہ معزول کر دیا

گیا تھا بلوالیا۔ انجاح الملک جو کندار دمشق کے قید خانے میں فوت ہو گیا۔

سلطان الکامل کا قتل: سلطان الکامل نے اپنے ارکان سلطنت پر بہت مظالم برپا کرنے شروع کر دیئے تھے کیونکہ اسے یہ خیال تھا کہ وہ اس پر پابندی کرادیں گے۔ لہٰذا مصر و شام کے امراء و حکام نے آپس میں خط و کتابت کر کے فیصلہ کیا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

چنانچہ ۷۴۷ھ میں طنبغا یحیاوی اور اس کے ساتھیوں نے دمشق میں علم بغاوت بلند کیا' وہ لشکر لے کر مصر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

سلطان الکامل نے منجو یوسفی کو ان کی جاسوسی کے لئے بھیجا تو یحیاوی نے اسے قید کر لیا۔ جب یہ خبر سلطان کامل کو ملی تو اس نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں اور حاجی بن الناصر اور امیر حسین کو قلعہ میں بند کر دیا۔

ادھر مصر کے امراء و حکام بغاوت کے لئے اکٹھے ہو گئے اور وہ سب ایدمر حجازی اقسنقر ناصری اور ارغون شاہ کی قیادت میں قبۃ النصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے مقابلے کے لئے سلطان الکامل نے اپنے موالی کو اپنے نائب ارغون علاوی کی سرکردگی میں بھیجا۔ اس خانہ جنگی میں ارغون علاوی مارا گیا۔

سلطان الکامل شکست کھا کر شاہی قلعہ واپس آ گیا۔ وہ پوشیدہ طور پر خفیہ دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے دونوں بھائیوں کے قید خانے کا قصد کیا تا کہ ان دونوں کو قتل کر دے' مگر خدام اس راہ میں حائل ہوئے اور انہوں نے ان کے دروازے بند کر لئے۔

سلطان الکامل نے (مال و دولت کے) ذخیرے نکال کر لے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر (باغی فوجیں) جلد قلعہ میں داخل ہو گئیں اور آتے ہی وہ حاجی بن الناصر کو قلعہ کے قید خانے سے نکال کر لائے اور اسے تخت نشین کرایا۔

پھر انہوں نے الکامل کو تلاش کیا اور اس کی لونڈیوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انہوں نے اس کا پتہ بتایا۔ چنانچہ اسے (پوشیدہ مقام سے نکال لیا گیا اور) حاجی کے قید خانے میں اسے بند کر دیا گیا اور دوسرے دن اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

مظفر حاجی کا عہدِ حکومت

اب (دوسرے بھائی) امیر حسین کو بھی رہا کر دیا گیا اور مظفر حاجی کی سلطنت کا انتظام ارغون شاہ حجازی کے سپرد کیا گیا اور طقتمر احمدی کو حلب کا نائب حاکم اور صلاحی کو حمص کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔

الکامل کے تمام موالی کو قید کر دیا گیا۔ پھر الکامل کے گھر سے ایک صندوق نکالا گیا جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اس میں سحر و طلسمات کے اثرات ہیں۔ لہٰذا تمام امراء کے سامنے اسے جلا دیا گیا۔

ظلم و استبداد کا طریقہ: اس کے بعد مظفر حاجی نے بھی ظلم و استبداد کا وہی طریقہ اختیار کیا جو اس کے بھائی کا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی تخت نشینی کے چالیس دن کے بعد حجازی اور ناصری کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ اس نے ارغون شاہ کو بھی گرفتار کیا

اور اسے صفد کا نائب حاکم بنا کر بھیج دیا۔

اس نے ظفتمر احمدی کے بجائے حلب کا نائب حاکم تدمر بدری کو مقرر کیا اور اپنا نائب الحاج ارطائی کو مقرر کیا۔

یحیاوی کی بغاوت: جب اس کے ظلم و استبداد کا طریقہ حد سے بڑھ گیا تو مصر و شام کے امراء و حکام بدگمان ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۷۴۸ھ میں یحیاوی نے بغاوت کی اور اس بغاوت میں شام کے حکام شامل ہو گئے۔

ناکام سازش: جب یہ خبر مصر پہنچی تو وہاں کے حکام نے بھی حملہ کرنے کی سازش کی۔ جب سلطان مظفر حاجی کو یہ اطلاع ملی تو اس نے آدھی رات کو اپنے موالی کو سوار کرا کر قلعہ کا گشت کرایا اور امراء کو دوسرے دن شاہی محل میں بلوایا۔ چنانچہ جس کسی پر مخالفت کا الزام تھا ان سب کو اس نے گرفتار کر لیا۔ ان میں سے کچھ امراء جب بھاگ گئے تو شہر کے اندر سے انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ان سب کو گرفتار کر کے اسی رات قتل کر دیا گیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو شام کی طرف روانہ کیا گیا مگر وہ راستے ہی میں قتل کر دیے گئے۔

دوسرے دن سلطان حاجی نے اُن (مقتول) حکام کے بجائے پندرہ حکام کا تقرر کیا۔

جب یہ اطلاع شام پہنچی تو یحیاوی غلط فہمی کا شکار ہو گیا۔ اس نے کئی حکام کو گرفتار کیا۔

یحیاوی کا قتل: سلطان مظفر کو جب طنبغا یحیاوی کی بغاوت کی خبر ملی تو اس نے اپنے خاص حاکم اطیبقا کو شام بھیجا تا کہ وہ رائے عامہ کا اندازہ لگائے۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر عوام الناس کو سلطان مظفر کی اطاعت پر آمادہ کیا اور انہیں یحیاوی کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ (انہوں نے مشتعل ہو کر) یحیاوی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مصر بھیجا۔

یوں (سلطان کے خلاف) بغاوت کا فتنہ رفع ہو گیا اور سلطان مظفر کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

کبوتر بازی پر ملامت: ۷۴۸ھ میں جب جبغا (شام سے مصر کی طرف) لوٹا تو اس نے دیکھا کہ مصر کے حکام سلطان مظفر (کی بری عادتوں سے) پریشان تھے۔ وہ اس کی کبوتر بازی سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جبغا کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس کی (یہ بری عادت) چھڑا دے۔

لہٰذا جبغا سلطان پر بہت ناراض ہوا۔ پھر اس کے حکم سے تمام کبوتر ذبح کر دیے گئے اس وقت سلطان نے جبغا سے کہا:

''میں تمہارے اچھے افراد اسی طرح ذبح کروں گا جس طرح تم نے (میرے یہ) کبوتر ذبح کئے ہیں''۔

امراء کی بغاوت: جبغا اس کی اس بات سے بہت پریشان ہوا اور صبح سویرے امرائے مصر اور نائب السلطنت بیقاردس کے پاس پہنچا۔ ان سب نے سلطان کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور وہ سب قبۃ النصر کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطان مظفر بھی اپنے موالی اور اپنے حامی امراء کو لے کر پہنچا مگر وہ بھی اس کے خلاف ہو گئے تھے اور اس کی معزولی پر سب متفق تھے۔ سلطان نے امیر شیخو کو بھیجا تا کہ وہ انہیں ٹھنڈا کرے مگر وہ سب اس کو معزول کرنے پر مصر تھے۔ لہٰذا وہ یہی اطلاع لے کر آیا۔

سلطان مظفر کا قتل: (یہ حالت دیکھ کر) سلطان نے جنگ شروع کر دی۔ آغاز جنگ ہی میں سلطان کے ساتھی حکام

باغیوں کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بعد بیقاروس نے سلطان پر حملہ کیا تو اس کے ساتھیوں نے اسے اس کے حوالے کر دیا اس وقت بیقاروس نے قلعہ کے باہر اس کی والدہ کے مزار کے قریب سلطان کو ذبح کر ڈالا اور وہیں اُسے دفن کر دیا گیا۔

حسن ناصر کی حکومت

یہ لوگ اسی سال ماہ رمضان میں قلعہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے پورا دن بادشاہ کے انتخاب کے بارے میں مشورہ کرنے میں گزرا۔ (جب بہت دیر ہو گئی تو) اکثر موالی بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور سوار ہو کر قبۃ النصر کی طرف جانے لگے۔ (یہ صورتِ حال دیکھ کر) تمام امراء نے حسن بن الناصر کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے والد کے لقب کے مطابق اس کا لقب بھی الناصر رکھا۔ اس نے اپنے بھائی حسین اور اپنے موالی کو اپنے ساتھ رکھا اور وہ مال و دولت جو باہر نکال گئی تھی خزانہ میں داخل کی گئی۔

حسن ناصر کے حکام: سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے چھ حکام کی ایک کمیٹی قائم کی گئی وہ حکام یہ تھے: (۱) شیخو (۲) طاز (۳) جنقا (۴) احمد شادی (۵) شرغتاناہ (۶) ارغون اسماعیلی۔

ان سب کا سردار بیقاروس تھا جو قاسمی کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے مظفر کی حکومت کے دونوں سربراہوں یعنی حجاز اور اقسنقر کو قلعہ کے قید خانے ہی میں قتل کر دیا اور خود بیقاروس مصر کا نائب السلطنت مقرر ہوا۔

ارقطائی اور ارغون شاہ تمر بدری کے بجائے حلب کے نائب حاکم مقرر ہوئے۔ بعد میں یحیاوی کے مقتول ہونے کی وجہ سے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا گیا اور اس کے بجائے ایاس ناصر کو حلب کا حاکم مقرر کیا گیا۔

اب بیقاروس نے اپنے ساتھی احمد شادی شرغتاناہ کو گرفتار کر لیا اور اسے صفد کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس نے جنقا کو بھی اپنی مجلس سے الگ کر کے اسے طرابلس کا نائب حاکم بنا کر بھیجا اور ارغون اسماعیلی کو حلب کا نائب حاکم مقرر کیا۔

اسی سال مہنا بن عیسیٰ (امیر عرب) نے بغاوت کی اور جنگ میں اسے شکست ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بھائی احمد سلطان کے پاس آیا تو اسے امیر عرب مقرر کیا گیا۔ یوں عربوں کا فتنہ و فساد دور ہو گیا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا بھائی فیاض (امیر عرب) مقرر ہوا۔ جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

ارغون شاہ کا قتل: اس کے بعد ایک عجیب و غریب واقعہ یہ رونما ہوا کہ جب جنقا کو طرابلس کا نائب حاکم بنا کر بھیجا گیا تو پہلے جس میں وہ ایاس الحاجب کے امراء روانہ ہو گیا تو وہ حلب کا نائب حاکم مقرر ہوا تھا۔

جب وہ دمشق پہنچے تو جنقا کو یہ اطلاع ملی کہ ارغون شاہ نے دمشق کے ارکان سلطنت کی خواتین کی تحریک پر اس کے حرم (خواتین) کی بے عزتی کی ہے۔ (جنقا یہ خبر سن کر بہت مشتعل ہوا لہذا) وہ رات کے وقت اس کے گھر پہنچا۔ جب ارغون شاہ باہر نکلا تو اس نے اس کو پکڑ کر اسی وقت ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے (جعلی) شاہی حکم جاری کیا۔ جس میں ان لوگوں اور امراء کی حمایت کی گئی تھی۔ پھر وہ اس کا عمدہ مال و سامان نکال کر طرابلس روانہ ہو گیا۔

قاتلوں کی گرفتاری اور قتل: اس کے بعد مصر سے (شاہی) حکم آیا کہ جنقا کا تعاقب کیا جائے۔ اس حکم میں اس

(جعلی) حکم نامہ کی تردید کی گئی تھی جو انہوں نے جاری کیا تھا۔ لہٰذا دمشق سے فوجیں روانہ ہوئیں اور انہوں نے جبقا اور ایاس حاجب کو طرابلس میں گرفتار کر لیا اور انہیں مصر لے آئے جہاں وہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔

ارغون شاہ کے بجائے شمس ناصری دمشق کا نائب حاکم مقرر ہوا اور ارغون کا قلی کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ یہ تمام کارروائی ماہ جمادی الاوّل ۷۵۰ھ میں مکمل ہوئی۔

ارغون شاہ کے حالات: ارغون شاہ دراصل چین کا باشندہ تھا جو بغداد کے تاتاری بادشاہ سلطان ابوسعید کو پیش کیا گیا تھا۔ اس نے اسے امیر خواجہ کو عطیہ کے طور پر دیا جو امیر جوبان کا نائب تھا۔ امیر خواجہ نے اسے سلطان ناصر کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ سلطان کے دربار میں اس نے بہت ترقی کی۔ یہاں تک کہ سلطان نے اس کا نکاح امیر عبدالواحد کی دختر سے کر دیا۔

سلطان الکامل نے اسے استادار (افسر مال) مقرر کیا۔ سلطان مظفر کے عہد میں اس کا درجہ بہت بلند ہو گیا۔ چنانچہ پہلے اسے صفد کا نائب حاکم اور پھر اسے حلب کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جب طلبغا یحیاوی جو دمشق کا حاکم تھا۔ جبقا کی شکایت پر قید کیا گیا تو ارغون شاہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا گیا۔

بیقاروس کی اسیری: سلطان حسن نے بھی ظلم واستبداد کا رویہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے افسر مال منجک یوسفی اور سلحدار کو بیقاروس اور اس کے ساتھیوں کے مشورہ کے بغیر گرفتار کر کے مقید کر دیا۔

منجک بیقاروس کا خاص آدمی تھا اور اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا اب بیقاروس کو اپنا معاملہ بھی مشتبہ نظر آیا۔ لہٰذا اس نے اور طاز نے سلطان سے حج کرنے کی اجازت طلب کی تو دونوں کو اجازت مل گئی۔ مگر سلطان نے پوشیدہ طور پر طاز کو یہ ہدایت کی کہ وہ بیقاروس کو (آگے چل کر) قتل کر دے۔

آخر کار وہ دونوں (حج کے لئے) روانہ ہو گئے۔ جب وہ ینبوع کے مقام پر پہنچے تو طاز نے بیقاروس کو گرفتار کر لیا۔ بیقاروس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسے حج ادا کرنے کے لئے بیڑیوں میں جکڑ کر آزاد چھوڑ دے۔ (اس نے ایسا ہی کیا) جب اس نے مراسم حج ادا کئے اور وہ واپس آنے لگے تو طاز نے سلطان کے حکم کے مطابق اسے قلعہ الکرک کے مقام پر مقید کر دیا۔

بیقاروس کو بعد میں رہا کر کے اسے حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا' مگر وہاں اس نے بغاوت اختیار کی' جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

جب بیقاروس کی اسیری کی خبر احمد شاذی شرنخاناہ کو صفد کے مقام پر موصول ہوئی تو اس نے بھی پرچم بغاوت بلند کیا۔ سلطان نے اس کے برخلاف فوجیں بھیجیں اور اسے گرفتار کر کے مصر لایا گیا' جہاں اسے اسکندریہ کے مقام پر قید کر دیا گیا اور اس کے بجائے امرائے مصر میں سے سلطانی حاکم مقرر ہوا۔

شاہ یمن کی گرفتاری اور رہائی: ۷۵۱ھ میں جب کہ طاز حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا' شاہ یمن مجاہد علی بن داؤد المؤید بھی حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں عوام میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ وہ غلاف کعبہ لینا چاہتا ہے۔ مصر

کے حاجیوں کے وفد نے اہل یمن کی اس حرکت کو ناپسند کیا۔ لہٰذا حاجیوں کے قافلوں میں ان پر جنگ ہوئی۔ اس زمانے میں بیقاروس مقید تھا' لہٰذا اسے رہا کر کے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا گیا۔ اس نے اس ہنگامہ میں بہت بہادری کا ثبوت دیا۔ مجاہد کو شکست ہوئی' یمن کے حاجیوں کو لوٹ لیا گیا اور مجاہد کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا گیا' جہاں وہ مقید رہا تا آنکہ سلطان صالح کے دور میں ۷۵۲ھ میں اسے رہا کیا گیا۔

بیقاروس کو بھی (اس خانہ جنگی کے بعد) مقید کر دیا گیا۔

جب (شاہ یمن) مجاہد کو رہا کیا گیا تو اس کے ہمراہ قشتمر منصوری کو بھیجا گیا تا کہ وہ اسے (صحیح سالم) اس کے ملک واپس پہنچا دے۔ جب وہ ینبوع کے مقام پر پہنچا تو یہ خبر اڑ گئی کہ مجاہد نے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا۔ لہٰذا قشتمر منصوری نے اسے دوبارہ گرفتار کر کے قلعۃ الکرک میں مقید کر دیا۔ اس کے بعد اسے رہا کر کے اسے اس کے ملک واپس بھیج دیا گیا۔

سلطان حسین صالح کی حکومت مصر

جب سلطان حسن نے بیقاروس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اپنے ارکان سلطنت سے بدسلوکی کرنے لگا اور مغلطائی کو ترقی دے کر اس سے خصوصی تعلقات قائم کر لئے تو امرائے مصر اس سے سخت ناراض ہوئے اور وہ سازشیں کرنے لگے۔ ان کے سرغنہ طاز نے امراء کو ملا کر بغاوت کا ارادہ کیا۔ آخر میں بیقوشمی نے بھی اس کی حمایت کی اور وہ سب اسے معزول کرنے پر متفق ہو گئے۔

جب وہ ماہ جمادی الاولیٰ ۷۵۲ھ میں سوار ہو کر (بغاوت کے ارادے سے) نکلے تو کسی نے ان کی مزاحمت نہیں کی۔ وہ قلعہ میں داخل ہو گئے جہاں طاز نے حسن الناصر کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور اس کے بھائی حسین کو قید خانے سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کا لقب صالح رکھا اور خود طاز نے سلطنت کا بوجھ سنبھالا۔

اس نے بیقوشمی کو امیر بنا کر دمشق بھیجا اور بیقر کو امیر بنا کر حلب بھیجا اور اب تن تنہا حکومت کرنے لگا۔

(یہ حال دیکھ کر) دیگر ارکان سلطنت اس سے حسد کرنے لگے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ ان کی قیادت مغلطائی' منکلی اور بیقا قمری کے ہاتھ میں تھی۔ لہٰذا یہ سب اکٹھے ہو کر اور جنگ کے لئے سوار ہو کر قبۃ النصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

امیر طاز اور سلطان صالح بھی اپنی فوجیں لے کر حملہ آور ہوئے اور ان کا شیرازہ منتشر کر دیا اور قتل عام کیا۔ پھر مغلطائی اور منکلی کو گرفتار کر کے اسکندریہ میں مقید کر دیا۔

اس نے منجک اور شیخو کو رہا کر دیا اور اسے فوجوں پر اپنا نائب مقرر کیا اور حکومت میں بھی اپنا شریک کار بنایا۔

اب سیف الدین ملائی کو نائب السلطنت مقرر کیا گیا اور سرغتمش کو خصوصی طور پر ترقی دی گئی۔ دمشق کے نائب حاکم شمسی محمدی کو گرفتار کر کے اس کا تبادلہ کیا گیا کیونکہ اس کا ارغون کاملی سے تعلق تھا۔

بیقاروس کو قلعہ الکرک سے رہا کیا گیا اور اسے حلب بھیج دیا گیا۔ منجک (ترقی دینے کے باوجود) مخالف ہو گیا اور قاہرہ میں کہیں چھپ گیا۔

بیقاروس کی بغاوت: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بیقاروس کو حج کے راستے میں قلعۃ الکرک کے مقام پر قید کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد طاز نے اسے رہا کر کے حلب کا حاکم مقرر کیا۔ جب وہ حاکم مقرر ہو گیا تو اس کے دل میں امیر طاز کے خلاف رشک و حسد پیدا ہوا اور وہ خود مختار حاکم ہو کر حکومت مصر کا مخالف ہو گیا۔

عرب و ترکمان کی حمایت: اس نے شام کے حکام سے سازش کی چنانچہ بالکمش نائب حاکم طرابلس اور احمد شادی شرنخاناہ نائب حاکم صفد اس کے حامی ہو گئے مگر ارغون کاملی نائب حاکم دمشق اس کا مخالف رہا اور حکومت کا مطیع اور وفادار رہا۔

انہوں (باغیوں) نے ماہ رجب ۷۵۳ھ میں شیخو اور سرغتمش کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد بیقاروس نے عرب اور ترکمان قبائل کو بھی دعوت دی کہ وہ اس کی حمایت کریں چنانچہ خیار بن مہنا جو عرب قبائل کا سردار تھا اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی حمایت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اسی طرح قراجا ابن العادل بھی اپنی فوجوں سمیت اس کا حامی ہو گیا۔

دمشق پر قبضہ: (ان تمام تیاریوں کے بعد) بیقاروس (تمام متحدہ فوجوں کو لے کر) حلب سے دمشق (فتح کرنے) کے لئے روانہ ہوا۔ دمشق کا نائب حاکم ارغون (یہ خبر سن کر) غزہ کی طرف بھاگ گیا اور جقا عادلی کو اپنا جانشین بنایا۔

جب بیقاروس دمشق پہنچا تو اس نے اس پر قبضہ کر لیا' البتہ قلعہ مسخر نہیں ہو سکا۔ لہٰذا اس نے اس کا محاصرہ کیا اور اس کی فوجیں آس پاس کے دیہاتوں میں لوٹ مار کرتی رہیں۔

شاہی لشکر کشی: اس اثناء میں سلطان صالح اور مصری حکام فوجیں لے کر اسی سال کے ماہ شعبان میں روانہ ہوئے۔ سلطان اپنے ہمراہ خلیفہ معتضد ابوالفتح ابوبکر بن المستکفی کو بھی لے گیا تھا۔ جب یہ فوجیں روانہ ہو رہی تھیں تو منجک بھی کسی گھر سے برآمد ہوا جو ایک سال سے پوشیدہ تھا۔ سرغتمش نے اسے اسکندریہ بھیج دیا۔

بیقاروس کا فرار: جب بیقاروس کو مصر سے سلطان اور اس کے لشکر کے روانہ ہونے کی خبر ملی تو وہ دمشق سے بھاگ گیا۔ لہٰذا عوام نے ترکمان فوجوں کا قتل عام کیا۔

باغیوں کا تعاقب: سلطان دمشق پہنچ کر قلعہ میں مقیم ہوا اور بیقاروس کے تعاقب میں فوجیں بھیجیں۔ وہ ان امراء کی جماعت کو پکڑ کر لائے جو اس کے ساتھ تھے۔ سلطان نے ان میں سے کچھ امراء کو قتل کیا اور باقی ماندہ افراد کو مقید کر دیا۔ اس نے دمشق کا حاکم امیر علی ماردانی کو مقرر کیا اور ارغون کاملی کا حلب تبادلہ کر دیا۔

سلطان صالح کی واپسی: اس کے بعد سلطان نے بیقاروس کے تعاقب میں مغلطائی دوادار کی سرکردگی میں فوجیں بھیجیں اور خود مصر چلا گیا۔ جہاں وہ اسی سال کے ذوالقعدہ کے مہینے میں پہنچا۔

بیقاروس کا قتل: مغلطائی دوادار (فوجیں لے کر) بیقاروس اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں روانہ ہوا اور انہیں گھیر لیا۔ پھر بیقاروس احمد اور قطلمش کو گرفتار کر کے انہیں قتل کر دیا اور ۷۵۴ھ میں ان کی لاشوں کے سر مصر بھیجے۔

ترکمان سردار کا تعاقب: سلطان نے ارغون کاملی کو ہدایت کی' جو اب حلب کا نائب حاکم تھا کہ وہ فوج لے کر ترکمان

قبائل کے سردار قراجا بن العادل کے تعاقب میں نکلے۔ چنانچہ جب ان نے اس کے شہر بلستین کی طرف فوج کشی کی تو اسے ویران پایا۔ وہ وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ لہٰذا ارغون نے اس شہر کو تباہ کر دیا اور بلاد روم تک اس کا تعاقب کیا۔

جب قراجا نے محسوس کیا کہ اس کا تعاقب ... ... گی کر مغلوں کے حاکم ابن ارشا کے پاس سیواس پہنچ گیا۔ شاہی لشکر نے اس کے قبیلوں کو لوٹ لیا اور اس کے مویشی اٹھا کر لے آئے۔

بغاوت کا انسداد: (جب قراجا ابن ارشا کے پاس پہنچا تو) مغل حاکم نے اسے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔ یوں بغاوت رفع ہوگئی۔

وہ افراد جو اسکندریہ میں نظر بند تھے انہیں چھوڑ دیا گیا۔ جہاں البتہ مغلطائی اور منجک کو مزید چند دنوں تک قید میں رکھا گیا۔ پھر ان دونوں کو بھی رہا کر کے انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

عرب قبائل کی سرکوبی: اس فتنہ و فساد کے دوران عرب قبائل نے مصر کے بالائی حصہ (صعید) میں فتنہ و فساد برپا کیا انہوں نے وہاں کی کھیتیوں اور مال و دولت کو لوٹ لیا۔ ان فسادیوں کا سرغنہ احدب تھا۔ اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ لہٰذا سلطان بذات خود فوج لے کر ۷۵۴ھ میں روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ امیر طاز بھی تھا۔ امیر شیخو نے پیش قدمی کر کے عرب قبائل کو شکست دی اور ان کی فوجوں کا صفایا کر دیا۔ شاہی فوجوں کو بہت مال غنیمت حاصل ہوا اور سلطان کو بے شمار مویشی اور ہتھیار حاصل ہوئے۔ عربوں کی بڑی تعداد اسیر ہوئی اور وہ مارے گئے۔ البتہ احدب (ان کا سرغنہ) بھاگ نکلا۔

اس نے سلطان کے واپس جانے کے بعد پناہ طلب کی۔ سلطان نے اسے اس شرط پر پناہ دی کہ عرب قبائل نہ تو گھوڑوں پر سوار ہوں اور نہ ہتھیار اپنے پاس رکھیں وہ صرف کھیتی باڑی کیا کریں۔

حسن ناصر کی دوبارہ تخت نشینی

شیخو سپہ سالار تھا وہ اپنے رفیق کار امیر طاز سے بدظن ہو گیا اور مصر کے ارکان سلطنت سے مل کر سلطان کے خلاف سازش کی اور موقع کا منتظر رہا۔

جب امیر طاز ۷۵۵ھ میں بحیرہ کی طرف سیر و شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تو شیخو سوار ہو کر قلعہ پہنچا تو اس نے سلطان صالح کو جو تنکز کا نواسہ تھا معزول کر دیا اور اسے گرفتار کر کے مکمل تین سال تک اپنے گھر میں نظر بند رکھا۔ اس کے بعد اس نے اس کے بھائی حسن ناصر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے دوبارہ تخت نشین کر دیا۔

امیر شیخو نے امیر طاز کو بھی بحیرہ سے بلوا کر گرفتار کر لیا اور پھر حلب کا نائب حاکم بنا کر بھیج دیا۔

تقرر و معزولی: اس نے ارغون کاملی کو بھی معزول کیا۔ چنانچہ وہ بھاگ کر دمشق پہنچا جہاں سے وہ ۷۵۶ھ میں گرفتار ہو کر اسکندریہ پہنچایا گیا اور وہاں وہ قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔

اس عرصے میں شمسی احمدی کے فوت ہونے کی خبر آئی جو طرابلس کا نائب حاکم تھا اس کے بجائے منجک کو حاکم مقرر کیا گیا۔

شیخو کے وسیع اختیارات: اب شیخو مصر کی سلطنت کا خود مختار حاکم تھا اور وہاں کے سیاہ و سفید کا مالک تھا' جسے چاہے حاکم مقرر کرے اور جسے چاہا معزول کرے۔ وہ اپنے دورِ حکومت میں بست و کشادہ کا مالک رہا اور مشرق اور مغرب کے تمام سلاطین خط و کتابت میں اس کو مخاطب کرتے تھے امورِ سلطنت میں اس کا شریکِ کار سرغتمش تھا جو سلطان کا آزاد کردہ غلام تھا۔

شیخو نے عجلان بن امیہ کو مکہ معظمہ کے واحد حکمران کی حیثیت سے مقرر کیا۔

شیخو کا قتل: امیر شیخو سلطان کے نگران خود مختار حاکم کی حیثیت سے (تین سال تک) کام کرتا رہا آخر کار ایک دن شاہی دربار میں ماہِ شعبان ۸۵۷ھ میں ایک غلام نے اس پر حملہ کر کے تلوار کے تین وار کیے' جس سے اس کا چہرہ سر اور دونوں بازو زخمی ہو گئے اور وہ ہاتھوں کے بل گر پڑا۔

(اس ہنگامے کے بعد) سلطان اپنے گھر چلے گئے اور محفل منتشر ہو گئی۔ قلعہ کے باہر فوجوں میں بھی ہنگامہ برپا ہو گیا اور سب لوگ بے چین اور مضطرب ہو گئے۔ امیر شیخو کے موالی (آزاد کردہ غلام) قلعہ میں گھس کر شاہی ایوان میں پہنچ گئے اور شیخو کا پروردہ متبنیٰ خلیل بن قوصون ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ خلیل کی والدہ سے شیخو نے نکاح کر لیا تھا وہ ہی شیخو کو (زخمی حالت میں) اٹھا کر اس کے گھر لے گیا تھا۔

حملہ آور کا قتل: سلطان حسن ناصر نے حملہ آور غلام کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اسی دن مارا گیا۔ سلطان نے دوسرے دن اسے بحال کر دیا۔ مگر اسے یہ اندیشہ رہا کہ یہ حملہ سلطان کے حکم سے کیا گیا تھا۔ بہر حال امیر شیخو لگاتار بیمار رہا۔ یہاں تک کہ وہ ماہ ذوالقعدہ میں اسی سال فوت ہو گیا۔ شیخو پہلا شخص تھا جس نے اپنا لقب امیر کبیر رکھوایا۔

سرغتمش کا اقتدار: اب اس کے شریک کار سرغتمش نے سلطنت کا انتظام سنبھالا اس نے امیر طاز کو حلب میں گرفتار کرا کر اسکندریہ میں مقید کر دیا اور اس کا جانشین امیر علی ماردانی کو مقرر کیا۔ اس کا دمشق سے تبادلہ کیا گیا تھا اور اس کے بجائے دمشق کا حاکم منجک یوسفی کو مقرر کیا۔

امراء کی گرفتاری: سلطان نے ماہِ رمضان ۹۵۷ھ میں سرغتمش اور اس کے ساتھ کے امراء کو گرفتار کر لیا۔ ان میں یہ امرا شامل تھے (۱) مغلطائی دوادار (۲) طشتمر قاسمی حاجب (۳) طنبغا ماجاری (۴) خلیل بن قوصون (۵) محاسلجدار وغیرہ۔

ان امراء کے موالی نے قلعہ کے میدان میں دن کے وقت سلطان کے غلاموں سے جنگ کی۔ آخر کار انہیں شکست ہوئی اور وہ مارے گئے۔

سرغتمش کا قتل: سرغتمش اور اس کی جماعت کے گرفتار شدہ امراء اسکندریہ کے قید خانے میں مقید رہے اور سر دن کے بعد سرغتمش کا کام تمام کر دیا گیا۔ پھر اس کے تمام حامی امراء' قاضی' سرکاری ملازموں کو سزا دی گئی اور سلطان کے حکم سے منکلی بیغا نے یہ ناخوش گوار فریضہ (سزا دینے کا) انجام دیا۔

سلطان کی خود مختاری: اب سلطان خود مختار ہو گیا اور اس نے انتظام سلطنت خود سنبھالا۔ اس نے اپنے غلام بیبغا قمری کو سب حکام پر مقدم رکھا اور اسے ہزاری امیر مقرر کیا۔ اس نے الجائی یوسفی کو حاجب مقرر کیا۔ پھر اسے دمشق کا نائب حاکم بنا کر

بھیج دیا اور سابق حاکم منجک کو واپس بلوانا چاہیے۔

حکام کے تبادلے: مگر جب وہ غزہ پہنچا تو پوشیدہ ہو کر روپوش ہو گیا۔ لہٰذا سلطان حسن ناصر نے اس کے بجائے امیر علی ماردانی کو مقرر کیا اور حلب سے اس کا تبادلہ کر کے اسے دمشق کا حاکم بنایا۔

سلطان نے حلب کا حاکم سیف الدین بلکتمر مومنی کو مقرر کیا۔ اس کے بعد علی ماردانی کے بجائے استدمر کو دمشق کا حاکم بنایا اور مومنی کے بجائے حلب کا حاکم مندمر خورانی کو مقرر کیا۔

پھر سلطان نے ۷۶۱ھ میں اسے حکم دیا کہ وہ سیس پر حملہ کرے اور دیگر قلعوں کے ساتھ اذنہ طرسوس اور مصیصہ کو بھی فتح کرے۔ اسے وہاں کا حاکم بھی مقرر کیا گیا تھا۔

جب وہ وہاں سے واپس آیا تو استدمر کے بجائے سلطان نے اسے دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور حلب کا حاکم احمد بن القشمری کو مقرر کیا۔

منجک کی معافی: ۷۶۱ھ میں منجک کا دمشق میں سراغ لگ گیا۔ اس سے پیشتر اس کی روپوشی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو سزائیں ہوئیں تھیں مگر جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے اسے معاف کر دیا اور اس کی مدد کی اور اسے اختیار دیا کہ وہ شام کے علاقے میں جہاں چاہے قیام کرے۔

سلطان حسن ناصر نے اپنے عہد کے باقی ایام خود مختاری کی حالت میں گزارے۔ وہ علماء اور قاضیوں سے بہت محبت کرتا تھا اور اپنے گھر ان کی محفل منعقد کرتا تھا اور علمی مسائل میں ان سے بحث کیا کرتا تھا۔ وہ انہیں انعام و اکرام سے نوازتا تھا اور دیگر افراد کی بہ نسبت علماء کی صحبت میں زیادہ رہتا تھا۔ یہ طریقہ اس کا آخری زمانے تک رہا۔

بیبقا کی بغاوت: امیر بیبقا سلطان حسن کے موالی میں سے تھا۔ اسے اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ چونکہ وہ سلطان کے خواص میں سے تھا۔ اس لئے وہ خاصگی کے لقب سے مشہور تھا۔ سلطان ناصر نے اسے سرکاری عہدوں پر ترقی دینے کے بعد اسے امیر مقرر کیا تھا پھر اسے اتابک کے عہدہ پر بھی ترقی دی۔ وہ اس کے ظلم و استبداد کی اکثر شکایت کرتا تھا۔ لہٰذا سلطان نے اسے ایک رات اپنے حرم میں طلب کر کے اپنے موالی میں سے کسی کی خدمت پر مامور کیا۔ یہ بات امیر بیبقا کو بہت ناگوار محسوس ہوئی اور وہ بہت کبیدہ خاطر ہوا۔ مگر اس نے یہ رنجش اپنے دل ہی میں پوشیدہ رکھی۔

ایک دفعہ سلطان ۷۶۲ھ میں بیرون شہر نکلا اور وہاں اس نے اپنے خیمے گاڑ دیے۔ بیبقا خاصگی کا خیمہ بھی اس کے قریب لگایا گیا۔ مگر جلد ہی اس کی بغاوت کی اطلاع سلطان کو موصول ہوئی۔ سلطان نے اسے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اسے بلوایا مگر وہ نہیں گیا کیونکہ اسے سلطان کی بدگمانی سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے اپنے غلاموں کے ساتھ اور اپنے مخصوص امراء کے ہاں اس سال کی ۹ جمادی الاولیٰ کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا۔ اس نے پہلے اس کو خبردار کیا گیا تھا۔ اس لئے اس نے بہادری کے ساتھ اپنے خیمے کے سامنے مقابلہ کیا۔

شاہی لشکر کو شکست: سلطان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی تو سلطان قلعہ کی طرف چلا گیا۔ بیبقا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ قلعہ کے محافظوں نے اسے روک دیا اور وہ شہر میں امیر ابن ازکشی کے گھر جن حسینیہ کے مقام میں پوشیدہ ہو گیا۔

قاہرہ سے ناصر الدین حسینی اور قشتمر منصوری وغیرہ حکام کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے تو ان کا مقابلہ اس سے بولاق کے مقام پر ہوا۔ ان کی بیقا سے دو تین مرتبہ جنگ ہوئی' مگر ہر جنگ میں اس نے ان امراء کو شکست دی۔

سلطان کا قتل: سلطان حسن ناصر نے اید مرد وادار کے ساتھ بھیس بدل کر شام کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کی۔ مگر جب چند غلاموں کو اس کی خبر ہو گئی تو انہوں نے بیقا کے پاس اُن کی چغل خوری کی۔ اس پر بیقا نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے آدمی بھیجے جو انہیں پکڑ کر لے آئے۔

بیقا نے انہیں قتل کرنے سے پہلے تشدد کے ذریعے شاہی مال و دولت اور اس کے ذخیرہ کا پتہ چلا لیا۔ پھر سلطان کا کام تمام کیا۔

سلطان حسن ناصر نے ساڑھے چھ سال حکومت کی۔

منصور محمد بن مظفر حاجی کی تخت نشینی

اس کے بعد بیقا نے محمد بن مظفر حاجی کو تخت نشین کیا اور اس کا لقب منصور رکھا اور خود اس کا سرپرست بن کر امورِ سلطنت انجام دیتا رہا۔ اس نے طلبغا طویل کو اپنا شریک کار مقرر کیا اور قشتمر منصوری کو نائب اور غشتمر کو امیر مجلس مقرر کیا۔ موسیٰ ازکشی استاذ دار مقرر ہوا۔ اس نے قاسی کو رہا کر کے اسے قلعہ الکرک کا نائب حاکم مقرر کیا۔ اس نے امیر طاز کو بھی قید سے رہا کیا۔ جو اندھا ہو گیا تھا اسے اس کی خواہش کے مطابق پہلے بیت المقدس اور پھر دمشق بھیجا گیا جہاں وہ اگلے سال فوت ہو گیا۔

بیقا نے عجلان کو مکہ معظمہ کی حکومت پر بحال رکھا اور شام کے عربوں کا سردار جبار بن مہنا کو مقرر کیا۔ پھر اس نے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے انہیں مقید رکھا۔

حاکم دمشق کی بغاوت: جب شام میں بیقا کی کارگزاریوں کی اطلاعات پہنچیں اور یہ معلوم ہوا کہ وہ خود حاکم بن گیا ہے تو دمشق کے نائب حاکم استدمر کو یہ باتیں ناگوار معلوم ہوئیں اور اس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس کے ساتھ (دوسرے حکام) مندمر البری اور منجک یوسفی شریک ہو گئے۔ استدمر نے قلعہ دمشق پر قبضہ کر لیا۔

(یہ حال سن کر) امیر بیقا نے سلطان منصور کے ساتھ لشکر کشی کی۔ جب وہ دمشق پہنچا تو باغیوں نے قلعہ دمشق میں پناہ لی اور فریقین کے درمیان شام کے قاضیوں کی پیغام رسانی رہی۔ آخر کار باغیوں نے پناہ حاصل کی۔ اس بارے میں امیر بیقا نے ان سے حلف اٹھوایا۔

جب (یہ باغی) بیقا کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں اسکندریہ بھیج دیا جہاں وہ مقید ہوئے پھر امیر ماردانی کو دمشق کا نائب حاکم اور قطلو بغا احمدی کو احمد بن قشتمری کے بجائے جو صفد میں تھا حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔

اس کے بعد سلطان منصور اور امیر بیقا مصر واپس آ گئے۔

خلیفہ المتوکل

جب سلطان ناصر کے زمانے میں خلیفہ مستکفی فوت ہوا تو اس سے پہلے اس نے اپنے فرزند احمد کو ولی عہد بنایا تھا اور اس کا لقب الحاکم رکھا تھا مگر سلطان ناصر نے اسے خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ بلکہ اس کے بجائے مستکفی کے چچا ابراہیم بن محمد کو خلیفہ مقرر کیا اور اس کا لقب الواثق رکھا۔

جب ۷۴۱ھ کے آخر میں سلطان ناصر فوت ہو گیا تو مصر کے ان امراء نے جو سلطنت کے نگران تھے۔ احمد الحاکم بن المستکفی کو جو ولی عہد تھے' خلیفہ مقرر کیا۔ اور وہ اپنی خلافت کی مدت پوری کر کے ۷۵۳ھ میں فوت ہو گیا۔ جب کہ سلطان صالح سبط تنکز کے عہد حکومت کا آغاز تھا۔

اس کے بعد اس کا بھائی ابوبکر بن المستکفی 'المعتضد کے لقب کے ساتھ خلیفہ مقرر ہوا۔ اس کا عہد خلافت دس سال تک رہا اور ۷۶۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے فرزند احمد کو ولی عہد مقرر کیا تھا' لہٰذا وہ مستکفی (ثانی) کے لقب کے ساتھ خلیفہ مقرر ہوا۔

سلطان اشرف کا عہدِ حکومت

جب امیر یبقا خاصگی سلطان منصور محمد بن حاجی سے بدگمان ہوا تو اس نے ۷۶۴ھ میں اسے بماہِ شعبان معزول کر دیا۔ اس نے صرف ستائیس مہینے حکومت کی تھی۔

اس کے بجائے امیر یبقا نے شعبان بن الناصر حسن بن سلطان ناصر کو مقرر کیا۔ اس کا باپ سلطان ناصر حسن' سلطان ناصر اعظم کا آخری فرزند تھا۔ لہٰذا اس کے مرنے کے بعد اس کے فرزند شعبان کو جو صرف دس سال کا بچہ تھا سلطان مقرر کیا گیا اور اس کا لقب اشرف رکھا گیا اس کا سرپرست اور نگران خود امیر یبقا تھا۔

حکام کے تبادلے: اس نے ۷۶۵ھ میں ماردانی کو دمشق کی حکومت سے معزول کر کے اس کے بجائے قطلو بغا کو مقرر کیا۔ اس کا تبادلہ حلب سے کیا گیا تھا جب قطلو بغا فوت ہوا تو اس کے بجائے غشتمر ماردانی کو مقرر کیا گیا۔ پھر ۷۶۶ھ میں غشتمر بھی معزول ہو گیا اور اس کے بجائے سیف الدین خوجہ حاکم مقرر ہوا۔ اور ۷۶۷ھ میں اسے حکم ملا کہ وہ خلیل بن قراجا بن العادل امیر ترکمان کے تعاقب کے سلسلے میں فوج کشی کرے اور اسے گرفتار کر کے پیش کرے۔

چنانچہ وہ فوج لے کر روانہ ہوا۔ جب خلیل بن قراجا قلعہ خرت برت میں محصور ہو گیا تھا تو اس نے چار مہینے تک اس کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد خلیل نے پناہ طلب کی اور اس مقصد کے لئے جب وہ مصر پہنچا تو سلطان نے اس کو پناہ دے کر اسے خلعت سے نوازا اور اسے اپنے علاقے اور قوم کا حاکم بنا کر واپس بھیجا۔

اہل قبرص کے حالات: جزیرہ قبرص کے باشندے عیسائی تھے اور رومیوں کی نسل سے تھے۔ اس زمانے میں انہیں فرنگی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ فرنگی تمام عیسائی قوموں پر غالب آ گئے ہیں ورنہ ہروشیوش نے انہیں کیتم قوم کی طرف منسوب کیا ہے۔

جزیرہ رودس کے باشندے دوداتم کی نسل سے ہیں یوں وہ کیتم کے بھائی ہیں اور دونوں کا تعلق رومی قوم سے ہے۔

اہل قبرص پر (قدیم زمانے سے) جزیرہ کی مقررہ رقم عائد تھی جسے وہ حاکم مصر کو ادا کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ فاروق اعظم کے زمانے میں ان کے والی امیر معاویہ حاکم شام کے ہاتھوں یہ جزیرہ فتح ہوا تھا تو اسی زمانے سے یہ جزیہ ان پر لگا دیا گیا تھا۔

اہل قبرص سے جنگیں: جب اہل قبرص جزیہ نہیں ادا کرتے تھے تو حاکم شام ان کے خلاف اسلامی بحری بیڑہ بھیجا کرتا تھا جو ان کی بندرگاہوں کو تباہ کر کے ان کے ساحلی مقامات پر غارت گری کرتا تھا تا آنکہ وہ جزیہ ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

ترک ممالیک کے دور میں بھی سلطان ظاہر بیبرس نے ۶۶۹ھ میں قبرص کی طرف بہت بڑا بحری بیڑہ روانہ کیا تھا جو رات کے وقت وہاں لنگر انداز ہوا تھا اور چونکہ وہاں چاروں طرف کثرت سے پتھر تھے اس لئے وہ شکستہ ہو گیا تھا۔

موجودہ زمانے میں جنوا کے فرنگی باشندے جزیرہ اردس پر غالب آ گئے تھے انہوں نے ۸۰۷ھ میں حاکم قسطنطنیہ یشکری کے قبضہ سے اسے چھینا تھا لہٰذا اہل قبرص اس کے ساتھ کبھی جنگ کرتے تھے اور کبھی صلح کر لیتے تھے اور یہ سلسلہ ان کے آخری زمانے تک جاری رہا۔

اہل قبرص کا اسکندریہ پر حملہ: یہ جزیرہ قبرص طرابلس کے سامنے شام و مصر کے ساحل سے ایک دن اور ایک رات کی بحری مسافت پر ہے۔ اہل قبرص ایک دن اسکندریہ میں اچانک گھس گئے اور (واپس آ کر) انہوں نے اپنے حاکم کو اس کے حالات سے مطلع کیا۔ لہٰذا اس نے یہ موقع غنیمت جانا اور وہ اپنے بحری بیڑہ کو لے کر روانہ ہوا اور دوسری فرنگی قوموں سے بھی مدد طلب کی۔ آخر کار یہ لوگ بہت زبردست بحری بیڑہ لے کر ۲۲ محرم ۷۶۷ھ میں اسکندریہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئے۔ ان کا یہ بحری بیڑہ ستر جہازوں پر مشتمل تھا' جو سامان' اسلحہ اور فوج سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے اندر جنگجو سوار گھوڑوں سمیت موجود تھے۔

جنگ کے تماشائی: جب فرنگی فوج لنگر انداز ہوئی تو ساحل کی طرف بڑھ کر اس کی صف بندی کی گئی اور انہوں نے حملہ کیا۔ اسکندریہ کے باشندے اس لشکر کشی کا تماشہ دیکھنے کے لئے ساحل پر سیر و تفریح کے لئے پہنچ گئے۔ وہ اس مصیبت کے برے انجام سے بے خبر تھے۔ کیونکہ انہوں نے بہت عرصہ سے جنگ آزمائی نہیں کی تھی۔ ان کے محافظ دستوں کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی اور قلعوں کی حفاظت کرنے والے جنگجو تیر اندازوں سے شہر کی فصیلیں خالی تھیں۔ اس وقت شہر کا حاکم خلیل بن عوام تھا جو صلح و جنگ کا ذمہ دار تھا مگر وہ بھی وہاں موجود نہ تھا اور فریضہ حج ادا کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔

اسکندریہ کی تباہی: دشمن کی فوجیں جب صف آرا ہوئیں تو انہوں نے عوام (تماشائیوں) پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لہٰذا وہ بری طرح بھاگ کر شہر واپس آ گئے اور شہر کے دروازوں کو بند کر کے وہ فصیلوں پر چڑھ کر وہاں سے (تماشا) دیکھنے لگے۔ اب دشمن شہر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور وہ دروازوں کو جلا کر شہر میں گھس گئے چنانچہ اہل شہر میں ہل چل مچ گئی اور وہ بھاگنے لگے۔

اہلِ اسکندریہ کا فرار: اب اہلِ اسکندریہ اپنے اہل وعیال کو لے کر اور مال وسامان ساتھ رکھ کر (اندرونی علاقے میں) خشکی کی طرف بھاگنے لگے۔ چنانچہ راستے اور میدان ان بھاگنے والے شہریوں سے پٹ گئے جو حیران اور پریشان ہو کر نامعلوم مقام کی طرف بھاگ رہے تھے۔ گرد ونواح کے عرب بدوؤں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اکثر شہریوں کو لوٹ لیا۔

فرنگیوں کی غارت گری: اب فرنگی فوج شہر کے درمیان پہنچ گئی تھی۔ وہ جہاں سے گزرے وہاں کے بازاروں اور مکانوں کو لوٹتے گئے انہوں نے صرافوں کی دوکانوں کو لوٹ لیا اور بڑے بڑے سوداگروں کا سامانِ تجارت بھی لوٹ لیا۔ تمام سامانِ تجارت، سرمایہ اور ذخیرہ سے اپنی جنگی کشتیوں کو بھر لیا۔ انہوں نے بہت سے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے انہیں لونڈی غلام بنالیا اور انہیں اپنے ساتھ رکھا۔

فرنگیوں کی واپسی: جب عربوں اور دوسرے لوگوں کی فوجی امداد ان کے خلاف پہنچی تو وہ اپنے جنگی بیڑوں میں گھس گئے اور وہاں دن کا باقی حصہ گزرا۔ پھر دوسرے دن وہ اپنے بیڑوں میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔

مصری لشکر کی روانگی: جب سلطنتِ مصر کے نگران امیر بیبقا کو یہ اطلاع ملی تو فوراً سلطان اپنی فوجوں کو لے کر (مقابلہ کے لئے) روانہ ہوا۔ اس وقت تک خلیل بن عوام بھی حج سے واپس آ گیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اس لشکر کے ہراول دستے پر خلیل بن قوصون اور قطلو بغا فخری امیر مقرر ہوئے تھے۔ وہ جہاد کے مخلصانہ ارادوں کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے۔ راستے میں انہیں یہ اطلاع ملی کہ دشمن واپس چلا گیا ہے۔ مگر (یہ خبر سن کر) امیر نہیں لوٹا بلکہ اسکندریہ پہنچ گیا۔

ایک سو بیڑوں کی تیاری: وہاں پہنچ کر اس نے تباہی اور فتنہ وفساد کے آثار دیکھے تو اس نے فصیل منہدم کر کے اسے از سرِ نو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اپنے پایۂ تخت واپس آ گیا۔ وہ اہلِ قبرص کے خلاف بہت غیض وغضب میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ایک سو بحری بیڑے تیار کئے جائیں جس کا نام قربان رکھا گیا۔ اس نے مصمم عزم کر لیا تھا کہ وہ سلطنتِ مصر کی تمام مسلمان فوجوں کو لے کر قبرص پر حملہ کرے گا اور اس کے مقصد کے لئے اس نے تیاریاں شروع کر دیں تھیں اور اس کا ایک جشن بھی منایا۔ اس نے بہت سے ہتھیار اور محاصرہ کے آلات کثیر تعداد میں مہیا کر لئے تھے۔ چنانچہ آٹھ مہینے یہ تیاریاں اسی سال کے ماہِ رمضان المبارک میں مکمل ہو گئیں مگر اس وقت ایسے حالات رونما ہوئے کہ وہ اپنے اس مقصد کی تکمیل نہیں کر سکا۔

طنبغا طویل کی بغاوت

طنبغا طویل سلطان حسن کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ امیر سلح کے عہدہ پر مامور تھا۔ تاہم وہ امیر بیبقا کا امورِ سلطنت میں مددگار اور شریک تھا۔ وہ خود مختار ہونا چاہتا تھا تاہم جب امیر بیبقا کا اقتدار مستحکم ہو گیا تو دیگر ارکانِ سلطنت کی طرح وہ بھی بیبقا کا مخالف ہو گیا۔ لہٰذا یہ امرائے سلطنت طویل کے ساتھ بغاوت کی خفیہ تحریک میں شامل ہو گئے۔ اس وقت سلطان کا دوادار ارغون اشقری اور افسر مال محمدی تھا۔

ابھی لوگ یہ منصوبہ طویل کر رہے تھے کہ اتنے میں طنبغا طویل ماہ جمادی الاولیٰ ۷۶۷ھ میں سیر وتفریح کے لئے

عباسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت تمام ارکان سلطنت میں یہ خبر پھیل گئی اور امیر بیبقا کو بھی (اس خفیہ بغاوت) کی اطلاع مل گئی۔ اس لئے اس نے طویل کو شام کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ شاہی فرمان بھی صادر ہوا کہ اسے دمشق کا نائب حاکم بنایا جائے۔ طویل نے اس حکم کو مسترد کر دیا اور جنگ کرنے کی دھمکی دی۔ مگر امیر بیبقا نے اس کی فوج کو شکست دے کر طویل' اشقری اور محمدی کو گرفتار کر لیا اور انہیں اسکندریہ میں مقید کیا گیا۔

تاہم ماہ شعبان میں اسی سال سلطان کے پاس طویل کے متعلق سفارش پہنچائی گئی (سلطان نے وہ سفارش قبول کر لی) اور اسے بیت المقدس بھیج دیا گیا۔ پھر اشقری اور محمدی کو بھی چھوڑ دیا گیا اور ان دونوں کو شام روانہ کیا گیا۔ اب طویل کے منصب پر طید مرباسلی کو مقرر کیا گیا اور اشقری کے بجائے طبغا ابوبکری کو دوادار[1] کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد امیر بیبقا علائی نے اسے بھی معزول کر دیا اور اس کے بجائے اوس عادل محمدی کو مقرر کیا۔

چونکہ امرائے مصر کی ایک بڑی جماعت نے جو سرکاری عہدے دار تھے۔ طویل کی بغاوت میں شرکت کی تھی اور اس کے بعد گرفتار ہو کر مقید تھے۔ اس لئے ایسے امراء کو جو سرکاری عہدوں پر نہیں تھے ان کے عہدوں پر مقرر کیا گیا۔

اس نے منکلی بیبقا شمسی نائب حاکم دمشق کو مصر بلوا کر اسے سیف الدین برجی کے بجائے حلب کا نائب حاکم مقرر کیا اور اسے اجازت دی کہ وہ فوج کی تعداد بڑھائے۔ اس نے اس کا مرتبہ دمشق کے نائب حاکم سے بھی بڑھا دیا تھا۔ اس کے بجائے دمشق کا نائب حاکم اقطمر عبدالغزیز کو مقرر کیا گیا۔

غلاموں (ممالیک) کی بغاوت

اس اثناء میں طبغا کا ظلم و استبداد بہت بڑھ گیا تھا۔ امرائے مصر اور ارکان سلطنت بھی اس سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ بالخصوص اس کے ممالیک (غلام) اس سے بہت تنگ تھے اس نے غلاموں کی تعداد بڑھالی تھی۔ وہ ان کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان پر بہت تشدد کرتا تھا وہ نہ صرف لاٹھیوں سے پیٹے جاتے تھے بلکہ ان کی ناک اور کان بھی کاٹ لیے جاتے تھے لہٰذا ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑکتی رہی اور وہ پوشیدہ طور پر اس کے سخت مخالف ہو گئے۔

بغاوت کے اسباب: ان خاص ممالیک کے سردار استدمر اور اقبغان احمدی تھے اس اثناء میں اس قسم کی (وحشیانہ) سزا استدمر کے بھائی کو بھی دی گئی۔ اس سے وہ سخت ناراض ہوا اور سب امراء سے مل کر اس نے بغاوت کا منصوبہ تیار کیا۔ تمام امراء اس کو نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے سلطان کو بھی اس سے آگاہ کیا اور اس سے اجازت طلب کی۔

سلطان نے ۸ ہجری میں امیر بیبقا کو بحیرہ کی طرف بھیجا۔ اس مدت میں ان غلاموں نے ظبرانہ کے گھر پر ایک جلسہ منعقد کیا جس میں راتوں رات اس کے خلاف سازش تیار کی گئی۔

یہ اطلاع اسے بھی مل گئی تھی اور اس نے وہ علامات مشاہدہ کر لیں جو اسے بتائی گئی تھیں۔ لہٰذا مکر و فریب کے طور پر وہ اپنے بعض خواص کے ساتھ سوار ہو کر نکلا اور دریائے نیل کو عبور کر کے قاہرہ جا پہنچا۔ اس نے بحری ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ مشرقی

---

[1] دوادار چیف سیکرٹری کے عہدہ کے برابر ہوتا ہے۔

کنارے پر اپنی کشتیوں کو لنگر انداز کریں اور جو مغربی کنارے کا قصد کرے اسے عبور کرنے سے روکیں۔

اعلان بغاوت: ادھر استدمر اور اقتغان نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے سلطان کے محل کا قصد کیا اور اس کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ بیبقا کو معزول کر کے اسے سزا دے گا۔

دوسری طرف جب بیبقا قاہرہ پہنچا تو اس نے (اپنے حامی) امراء حاجیوں اور اپنے غلاموں وغیرہ کو اکٹھا کیا' وہاں امیر ماخوریہ' ایک بدری بھی موجود تھا تیز تمر نظامی اور ارغون ططق عبایسیہ میں تھے۔ یہ سب اس کے پاس پہنچ گئے۔

سلطان اشرف کی معزولی: اب بیبقا نے سلطان اشرف کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے اس کے بھائی انوک کو بادشاہ بنایا اور اس کا لقب منصور رکھا۔ اس نے خلیفہ کو بلوا کر اس کا تقرر منظور کرایا۔ پھر اس نے جنگ کی تیاری کی اور بحری ساحل پر جزیرہ وسطی کے مقام پر اپنے (جنگی) خیمے نصب کئے۔ اس کے ساتھ وہ امراء بھی شامل ہو گئے جو سلطان کے ہمراہ تھے یا کسی عہدہ پر مقرر تھے۔ ان میں یہ امراء شامل تھے:

(۱) بیبقا علائی دوادار (۲) یونس امام (۳) کمشیقا حموی (۴) خلیل بن قوصون (۵) یعقوب شاہ (۶) قرابقا بدری (۷) اشبغا جوہری۔

سلطانی لشکر کا مقابلہ: سلطان اشرف طرانہ سے علی الصباح فوج کشی کرتے ہوئے اپنے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ بحری ساحل کے قریب پہنچا تو اسے کشتیوں سے خالی پایا۔ لہٰذا اس نے وہاں اپنے خیمے نصب کر دیئے اور تین دن تک وہاں قیام کیا۔ بیبقا اور اس کی فوجیں ان کے سامنے جزیرہ وسطی میں تھیں۔ وہ ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کر رہی تھیں اور مجانیق اور دیگر آلات سے سنگ باری کر رہی تھیں۔

تماشائی کشتیوں میں تھے۔ آخر کار وہ کشتیاں سلطان کی سمت آ گئیں۔ ان میں سے اکثر کشتیاں اس (بحری بیڑے) قربان کا حصہ تھیں جنہیں بیبقا نے تیار کرایا تھا۔ لہٰذا سلطان اور اس کی فوجیں ان کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرہ فیل پہنچ گئیں۔ اس وقت سلطانی لشکر سے جزیرہ بھر گیا تھا اور فضا (ان کی کثرت سے) غبار آلود ہو گئی اور سلطانی لشکر جنگ کے لئے صف آرا ہو گیا۔

بیبقا کی شکست: بیبقا اور اس کی فوجیں مدافعت کے لئے آگے بڑھیں سلطان کی فوجوں نے جان کی بازی لگا کر جنگ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کی فوجیں بیبقا کو چھوڑ کر بھاگ گئیں اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ بیبقا شکست کھا کر بھاگا' جب وہ میدان کے پاس سے گزرا تو اس کے دروازے کے پاس اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا جب کہ عوام اس پر سنگ باری کر رہے تھے۔

بیبقا کا قتل: سلطان اپنی صف بستہ فوج کے ساتھ قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ شاہی محل پہنچ کر اس نے بیبقا کو طلب کیا۔ جب وہ لایا گیا تو اسے تمام دن قلعہ کے قید خانے میں مقید رکھا گیا۔ جب رات ہوئی تو ممالیک کو اس کی زندگی کے بارے میں شک و شبہ ہوا اس لئے وہ سلطان کے پاس پہنچے اور بیبقا کو طلب کیا۔ ان کا مقصد پوشیدہ طور پر یہ تھا کہ اس پر اچانک حملہ کر کے اس کا کام تمام کیا جائے۔ سلطان نے اسے بلوایا۔ جب وہ سلطان کے سامنے گزر رہا تھا تو ان میں سے کسی نے اس پر تلوار کا وار

کر کے اس کا سر الگ کر دیا۔

محل سے باہر جو افراد موجود تھے انہیں اس کے قتل کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہوا۔ لہٰذا انہوں نے اس کے معائنہ کا مطالبہ کیا (جب انہوں نے اس کی لاش دیکھی تو) یکے بعد دیگرے ہر ایک نے اس کے سر پر تلوار کے وار کئے یہاں تک کہ آخری فرد نے اسے ایک مشعل کی طرف پھینک دیا جو اس کے سامنے تھی۔ اس کے بعد اسے دفن کر دیا گیا اور اس کا کام ختم ہو گیا۔

نئے امرائے سلطنت: اب سلطنت مصر کا انتظام استدمر ناصری اور اس کے رفیق بیقا احمدی کے سپرد ہوا۔ ان دونوں کے شریک کار بحماس طازی، قرابغا صر غتمشی اور تغری بردی بھی تھے جو اس انقلاب کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے ان امراء کو گرفتار کر لیا جو بیقا کی حمایت میں چلے گئے تھے اور انہیں اسکندریہ کے قید خانے میں مقید کیا گیا۔ البتہ خلیل بن قوصون کو معزول کر دیا گیا اور وہ خانہ نشین ہو گیا۔ نظر بند امراء و حکام کے بجائے دوسرے امراء کو عہدے دار مقرر کیا گیا۔ یوں سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

دخیل بیرونی افراد: اس کے بعد ان ارکان سلطنت میں اختلاف پیدا ہوا اور انہوں نے قرابغا سر غتمشی کو جو ان کا شریک کار تھا مقید کر دیا۔ اس واقعہ پر تغری بردی بہت ناراض ہوا۔ لہٰذا اس نے بعض امراء سے بغاوت کے لئے سازش کی۔ چنانچہ ایک بدری اور اس کی جماعت اس کے ساتھ شریک ہو گئی اور وہ ۷۶۲ھ میں جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ لہٰذا استدمر اور اس کے ساتھی سوار ہو کر اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور ان سب کو گرفتار کر کے انہیں اسکندریہ کے قید خانے میں بند کر دیا۔

بلوہ اور فساد: اس کے بعد ان بیرونی دخیل افراد کا فتنہ و فساد بڑھتا گیا۔ وہ شہر میں بدامنی پھیلاتے رہے اور ملکی قوانین اور شریعت اسلامیہ کے حدود سے تجاوز کرنے لگے۔ آخر کار سلطان نے ان کے بارے میں اپنے امراء سے مشورہ کیا تو انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ ان کا جلد تدارک کیا جائے اور ان کا قلع قمع کیا جائے لہٰذا سلطان نے ان کا معاہدہ ختم کر دیا اور بحری بیڑہ کے ذریعے اپنی سلطنت کا انتظام کیا۔ پھر اس نے اپنے امراء کو جنگ کے لئے آمادہ کیا چنانچہ الجائی یوسفی، طغتمر نظامی اور سلطان کے دیگر امراء اور بیقا کے وہ غلام جو ملازم تھے جنگ کے لئے تیار ہو گئے نیز ایبقا جلب اور بحماس طازی بھی اپنے ساتھی استدمر کو چھوڑ کر بادشاہ کی حمایت میں شریک ہو گئے تھے۔

بلوائیوں کا محاصرہ: لہٰذا استدمر اور اس کی جماعت نیز وہ بیرونی افراد (اجلاب) جو اس کے کاموں میں دخیل تھے جنگ کے لئے سوار ہو کر پہنچ گئے۔ انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا اس لئے شاہی امراء کے مرکز میں رخنہ اندازی ہو گئی اور بیقا کے ملازمین محاذ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے جس سے سلطانی لشکر کا شیرازہ بکھر گیا اور انہیں شکست ہو گئی۔

البتہ الجائی یوسفی اور ارغون تاتاری اپنے ستر غلاموں کے ساتھ (محاذ جنگ میں) ثابت قدم رہے وہ تھوڑی دیر ڈٹے رہے پھر وہ بھی شاہی قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان حاجی کا بھتیجا دروط مارا گیا اور ایبقا الجلب زخمی ہو کر گرفتار کر لیا گیا۔ نیز طغتمر نظامی علی بحماس طازی، الجائی یوسفی، ارغون تاتاری اور بہت سے ہزاری منصب کے اور ان سے کم درجے کے امراء گرفتار ہو گئے۔

بلوائیوں کا تسلط: اب استدمر اور اس کے بیرونی دخیل افراد (اجلاب) سلطان مصر پر دوبارہ حسب معمول مسلط ہو گئے' انہوں نے مقید امراء اور عہدے داروں کے بجائے دوسرے افراد مقرر کر دیئے۔ خلیل بن تو صون کو اپنے سابقہ عہدہ پر بحال کیا گیا۔ تشتمر کو طرابلس کی حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اسے اسکندریہ میں مقید کیا گیا۔ اس کے علاوہ شام کے بہت سے امراء کو تبدیل کر دیا گیا۔ یہ حالت پورے سال برقرار رہی۔ وہ بیرونی حضرات (اجلاب) جو سلطنت مصر کے انتظام میں دخیل تھے' سلطان اور اس کی رعایا کو کھلم کھلا تنگ کرنے لگے۔

سلطان کی معزولی کا مطالبہ: جب ۷۷۹ھ کے محرم کا مہینہ آیا تو انہوں نے اس طرح بدامنی اور فساد پھیلانے شروع کیا۔ لہٰذا شاہی امراء استدمر کے پاس ان کی شکایت لے کر گئے اور اسے ملامت کرنے لگے۔ تو اس نے ان چند افراد کو گرفتار کر کے ان کی سرکوبی کی۔ یہ واقعہ بروز چہار شنبہ ۶ صفر ۷۷۹ھ کو رونما ہوا۔ مگر ہفتہ کے دن ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی جماعت نکل آئی۔ انہوں نے سلطان مصر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ لہٰذا سلطان اپنے غلاموں اور دو سو کی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس کے ساتھ شہر کے عوام بھی تھے جو ان کے فتنہ و فساد سے تنگ آ گئے تھے۔

استدمر کی شکست: اب استدمر ان بیرونی دخیل افراد کو لے کر صف آراء ہوا۔ ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ یہ حسب معمول قلعہ کے پیچھے سے پہنچے جب وہ فریق مخالف کے سامنے آئے تو پیچھے ہٹ گئے اور (جنگ کرنے میں) توقف کرتے رہے ادھر عوام کی طرف سے ان پر سنگ باری ہوتی رہی تو دوسری طرف سے (شاہی) لشکر نے ان پر حملہ کر دیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے' تاہم اتابک قشتمر اور اس کی جماعت کو گرفتار کر لیا اور انہیں خزانہ کی عمارت میں قید کر دیا گیا۔

استدمر کی گرفتاری: اس کے بعد استدمر کو بھی گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا امرائے مصر نے اس کی سفارش کی تو سلطان نے ان کی سفارش قبول کر کے اس کی جاں بخشی کی اور اسے اپنے اتابک کے عہدہ پر بحال کر دیا مگر وہ خانہ نشین ہو گیا۔

اس زمانے میں خلیل بن تو صون اتابک کے عہدہ پر سرفراز ہوا تھا۔ لہٰذا سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ صبح سویرے جا کر اسے آئندہ کے لئے مقید کر دے۔ لہٰذا خلیل بن تو صون اس کے گھر پہنچا اور اسے اس شرط کے ساتھ بغاوت پر آمادہ کیا کہ تخت و تاج خلیل کو ملے گا کیونکہ وہ سلطان ناصر کی والدہ کی طرف سے اس کا رشتہ دار ہے۔

بلوائیوں کا خاتمہ: جب بیرونی عناصر (اجلاب) کی ایک بڑی جماعت (جنگ کے لئے) اکٹھی ہو گئی اور وہ سوار ہو کر (مقابلہ کے لئے) نکلی۔ سلطان اور امراء بھی لشکر لے کر پہنچے اور آخر کار (باغیوں کو) شکست ہوئی۔ ان میں سے بہت سے افراد مارے گئے اور جو باقی بچے انہیں اسکندریہ بھیج دیا گیا' جہاں انہیں قید میں رکھا گیا اس واقعہ میں جو گرفتار ہوئے تھے ان میں سے بھی اکثر کو قتل کیا گیا اور اونٹوں پر سوار کرا کے (تشہیر کے لئے) ان کا شہر میں گشت کرایا گیا۔

قید و بند کی سزا: پھر ان بیرونی عناصر (اجلاب) کو دور دور کی سرحدوں تک تلاش کر کے قتل کیا گیا یا انہیں قید میں رکھا گیا۔ ان افراد میں جو قلعہ کرک میں قید و بند میں رہے مندرجہ ذیل (امراء) بھی شامل تھے:

(۱) برقوق عثمانی' جو بعد میں مصر کا بادشاہ ہوا۔

(۲) برکتہ جولانی (۳) طنبغا جوبانی (۴) جرکس خلیلی (۵) نعنع۔
یہ سب قید خانوں میں سڑتے رہے یا جلاوطن رہے تا آنکہ بعد میں یہ سب اکٹھے ہو گئے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

حکام کی تبدیلی: اب سلطان کسی حد تک خود مختار ہو گیا تھا۔ اس نے الجائی یوسفی طغتمر نظامی اور مقید امراء کی ایک جماعت کو رہا کر دیا تھا چنانچہ الجائی یوسفی امیر سلاح مقرر ہوا اور بیقا منصوری اور بکتمر محمدی جو بیرونی عناصر (اجلاب) کے امراء میں سے تھے مشترکہ طور پر اتابک کے عہدہ میں شریک رہے۔ پھر ان دونوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ دونوں بغاوت کی سازش کر رہے ہیں اور اجلاب کے قیدیوں کو رہا کر کے سلطان پر حاوی ہونا چاہتے ہیں۔

لہٰذا سلطان نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر اس نے جلب سے منکلی بغا شمسی کو بلوا کر اسے اتابک کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اس نے امیر علی بن ماردانی کو بھی دمشق سے بلوا کر اسے نائب مقرر کیا۔ یوں سلطان نے اپنی مرضی اور منشا کے مطابق تمام سرکاری عہدوں میں ردوبدل کیا۔

انہی میں سے اس کا آزاد کردہ غلام ارغون اشرفی بھی تھا۔ سلطان اسے ترقی کے عہدوں پر مقرر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی سلطنت کا اتابک مقرر کر کے اسے اپنا خاص آدمی مقرر کیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

سلطان نے منکلی بغا کے بجائے جلب کا حاکم طنبغا طویل کو مقرر کیا اور ماردانی کے بجائے دمشق کا حاکم تدمر خوارزمی کو متعین کیا۔ پھر اسے گرفتار کر کے اس پر ایک لاکھ دینار کا جرمانہ کیا اور اسے طرطوس کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اس کے بجائے منجک یوسفی کو (دمشق کا حاکم) مقرر کیا۔ اس کا طرابلس سے تبادلہ کیا گیا تھا اور وہاں غشتمر ماردانی کو (حاکم بنا کر) بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ پہلے بھی (اسی کام پر) مقرر تھا۔

طنبغا طویل کی وفات: ۹۷۷ھ کے آخر میں طنبغا طویل کا حلب میں انتقال ہو گیا۔ اس نے پہلے وہ بغاوت کا منصوبہ تیار کر رہا تھا لہٰذا سلطان نے اس کے بجائے استبغا ابو بکری کو (حلب کا) حاکم مقرر کیا پھر ۷۷۷ھ میں اسے معزول کر دیا اور اس کے بجائے قشتمر منصوری کو حاکم مقرر کیا۔

عرب قبائل کی بغاوت

اس زمانے میں آل فضل میں سے جبار بن مہنا عرب قبائل کا سردار تھا۔ وہ باغی ہو گیا تھا۔ اس لئے سلطان نے اس کے بجائے اس کے چچازاد بھائی نزال بن موسیٰ بن عیسیٰ کو امیر مقرر کیا تھا۔ مگر جبار سلطان کی مخالفت کرتا رہا اور اس نے موسم گرما میں حلب کے شہروں کو روند ڈالا تھا۔ عرب کا (قبیلہ) بنو کلاب بھی (اس فتنہ وفساد میں) اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا اور وہ راہگیروں اور مسافروں پر دست درازی کرنے لگے تھے۔ لہٰذا حلب کا نائب حاکم قشتمر منصوری اپنی فوجوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلا اور ان کے ٹھکانوں پر حملے کئے وہ ان کے جانور اور مویشی بھی لوٹ کر لے گئے۔ آخر کار یہ عرب قبائل متحد ہو کر اس کے خلاف لڑے اور اس جنگ میں قشتمر منصوری اور اس کا فرزند محمد دونوں مارے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ بعبر بن جماز نے ان دونوں کو قتل کیا تھا۔ بہرحال ترکوں کی فوجیں شکست کھا کر حلب واپس آ گئیں۔ اور جماز (عرب کے باغی سردار) نے جنگل بیابانوں میں پناہ لی۔

اب سلطان نے معتقیل بن فضل کو عرب قبائل کا سردار مقرر کیا۔ اس کے بعد جب خود جماز بن مہنا نے سلطان سے معافی مانگ لی اور اطاعت کا اقرار کیا تو سلطان نے اسی کو دوبارہ امیر مقرر کیا۔

نئے عہدے داروں کا تقرر: جب سلطان اشرف نے اپنی سلطنت سے اجلاب (بیرونی عناصر) کا نام ونشان مٹا دیا اور ایک حد تک اپنے اختیارات سنبھالے تو اس نے حلب سے منکلی بغا کو بلوایا اور اسے اتابک مقرر کیا۔ اسی طرح اس نے امیر علی ماردانی کو بھی دمشق سے بلوا کر نائب مقرر کیا اور الجائی یوسفی کو امیر سلاح مقرر کیا۔ اس نے اصبغا عبداللہ کو دوادار مقرر کیا۔ اس سے پہلے اجلاب کا گروہ اپنے افراد میں سے یکے بعد دیگرے دوادار مقرر کرتا تھا۔ بعدازاں سلطان اس پر ناراض ہو گیا اور اس کے بجائے اقطمر حباجی کو (دوادار) مقرر کیا۔ سلطان نے باقی سرکاری عہدوں پر ان لوگوں کو مقرر کیا جنہیں وہ پسند کرتا تھا۔

سلطان اپنے آزاد کردہ غلام ارغون شاہ کو مختلف مناصب پر ترقی دیتا رہا۔ یہاں تک کہ آگے چل کر اس نے اسے اتابک بھی مقرر کیا جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔

سلطان نے بہادر جمالی کو استاذ دار (افسر مال) مقرر کیا۔ پھر اسے امیر الماخوریہ مقرر کیا گیا۔ وہ ان دونوں عہدوں پر بار بار مقرر ہوتا تھا تا آنکہ آخر میں امیر الماخوریہ کے عہدہ پر مستقل ہو گیا اور محمد بن اسقلاس کو استاذ دار (افسر مال) مقرر کیا۔ بیقا ناصری مختلف عہدوں پر مقرر ہونے کے بعد آخر میں حاجب مقرر ہوا۔

اس اثناء میں سلطان کی والدہ نے الجائی یوسفی سے نکاح کر لیا۔ لہٰذا اس رشتہ کی بدولت سلطنت میں اس کا مرتبہ بلند ہو گیا اور اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا چنانچہ ایک دن جب دوادار (میر منشی) نے اس سے سخت کلامی کی تو اسے جلاوطن کر دیا گیا اور اس کے بجائے منکوتمر عبدالغنی کو (دوادار) مقرر کیا گیا۔ جو ایک سال اس عہدے پر برقرار رہنے کے بعد ۲ے ے ھ میں معزول کر دیا گیا۔

اب سلطان نے اس کے بجائے طشتمر علائی کو اس عہدے پر مقرر کیا جو بیبقا کے عہد حکومت کا دوادار تھا۔

بہرحال سلطنت کا انتظام اس حالت میں برقرار رہا کہ اس میں الجائی یوسفی خود مختاری کے ساتھ حکومت کر رہا تھا۔

عمدہ تحائف: اس زمانے میں ملک یمن کے حاکم نے ایسے تحائف دے کر ایلچی بھیجا جو بیان نہیں کئے جا سکتے۔ ان تحفوں میں نہایت عمدہ قسم کے آراستہ گھوڑے اونٹ اور خچر شامل تھے۔ ان کے علاوہ کئی قسم کا کپڑا، زیورات، مٹھائیاں، نادر اشیاء اور ضرورت کا سامان بھی تھا۔ یہاں تک کہ ایسے شکاری کتے، اونٹ اور درندے بھی تھے جو نہایت ہی نادر اقسام و انواع کے تھے۔

پھر قشتمر ماردانی کے وفود حلب سے اسی طرح کے نادر اور عمدہ تحائف لے کر پہنچے۔

الجائی یوسفی کی بغاوت اور ہلاکت

الجائی یوسفی کا اقتدار اس زمانے میں مستحکم تھا کہ اتنے میں ۷۴۷ھ کے درمیانی عرصے میں منکلی بغا اتابک معزول ہو گیا۔ لہٰذا الجائی یوسفی نے اس عہدہ کو بھی اپنے عہدہ کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس کی وجہ سے وہ بالکل ہی خود مختار حاکم بن گیا۔

اس کے بعد سلطان کی والدہ جو اس کی بیوی تھی فوت ہو گئی تو وہی اس کی میراث کا وارث اور حق دار ہوا۔ بعد ازاں اس کی سلطان سے ناچاقی ہو گئی کیونکہ وہ نہایت ہی بد اخلاق تھا اور ایسی تلخ گفتگو کرتا تھا جو بہت ناگوار ہوتی تھی یوں اس کے تعلقات سلطان کے ساتھ نہایت کشیدہ ہوتے گئے اور لوگ ایک دوسرے کے پاس جا کر چغل خوریاں کرتے رہے۔

بغاوت کا آغاز: اس کی سرکشی اور بغاوت کا آغاز یوں ہوا کہ ایک دفعہ وہ شہر کے عوام پر کسی بات پر ناراض ہو گیا۔ اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ان میں سے بہت افراد مارے گئے۔

جب یہ خبر سلطان کو ملی تو اس وقت اس کے اہل بصیرت ارکان سلطنت اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے سامنے اس کو ملامت کی تو سلطان اس پر ناراض ہو گیا اور اس نے اسے ڈانٹا اور سخت کلامی کی' اس پر وہ غضب ناک ہو گیا اور بغاوت کا اعلان کیا۔

اب سلطان اس کے پاس گیا اور نرمی اور تحمل کے رویہ سے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ اس زمانے میں اتابک منکلی بغا زندہ تھا۔ لہٰذا سلطان نے اسے بھیج کر الجائی کو بلوایا جب وہ آیا تو سلطان نے (اسے منانے اور خوش کرنے کے لئے) نہایت عمدہ خلعت پہنایا۔

دوبارہ واقعہ: مگر جب دوبارہ اس کی طرف سے اس قسم کا واقعہ سرزد ہوا تو سلطان کے مخلص دوستوں نے اسے اس خطرہ سے آگاہ کیا۔ اس وقت وہ اپنے غلاموں کے ساتھ سوار ہو کر باغیانہ انداز میں قلعہ کے میدان میں پہنچ گیا۔ سلطان بیٹھا رہا اور فریقین کے درمیان قاصدوں کا تبادلہ ہوتا رہا' مگر وہ سرکشی کرتا رہا اور اس نے غرور و تکبر کا مظاہرہ کیا۔

الجائی کی شکست: لہٰذا سلطان نے اپنے غلاموں کو ماہ محرم ۷۷۵ھ میں اس کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے اکثر بیبغا کے غلاموں میں سے تھے اور اجلاب (بیرونی عناصر) تھے سلطان نے انہیں اپنے فرزند اور ولی عہد شہزادہ علی کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ اس وقت اس کا محاذ جنگ اس میدان کی دیوار کے ساتھ تھا جو بحری بیڑوں کے متصل تھا۔ لہٰذا مقابلہ کرنے والوں نے بحری بیڑوں کے اندر گھس کر اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لہٰذا وہ دیوار سے الگ ہو کر میدان میں آ گیا۔ اس وقت شاہی فوجیں بیڑوں میں سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئیں اور اس پر شدید حملہ کیا۔ وہ شکست کھا کر پہاڑ کے پیچھے سے اپنے محل پہنچ گیا اور وہاں تین دن تک محصور رہا۔

الجائی کی ہلاکت: سلطان نے اس عرصے میں اسے سمجھانے اور منانے کی کوشش کی مگر وہ (اپنی سرکشی اور بغاوت) پر قائم رہا۔ اس عرصے میں اس کے ساتھی اس سے الگ ہوتے گئے۔

آخر کار سلطان نے (اس کے خلاف) ایک فوجی دستہ بھیجا تو وہ وہاں سے قلیوب کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔

فوج نے اس کا تعاقب کیا تو وہ سمندر میں کود گیا اور یہ اس کی آخری گھڑی تھی (وہ ڈوب گیا) (بعد میں اس کی لاش نکال کر دفن کر دی گئی۔

مخالفوں کو سزائیں: سلطان کو اس کی ہلاکت پر بہت افسوس ہوا۔ لہٰذا اس نے اس کی اولاد کو اس کے محل میں منتقل کر دیا اور ان کے لئے اور ان کے نوکر چاکروں کے لئے سرکاری وظیفہ مقرر کیا۔ پھر ان لوگوں کو جنہوں نے ان پر سازش کا الزام لگایا تھا اور ان سے متعلقہ جو سرکاری عہدے دار تھے سب کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان کا مال ضبط کر کے انہیں معزول کیا گیا اور انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

اب سلطان بالکل خود مختار حاکم ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے ایدمر القری دوادار کو بلوایا جو طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ اور اسے الجائی یوسفی کے بجائے اتابک مقرر کیا اور اس کا منصب بلند کیا۔ اس نے ارغون شاہ کو امیر مجلس مقرر کیا اور اپنے آزاد غلاموں (موالی) میں سے امیر سر غتمش کو امیر سلاح مقرر کیا۔

اب طشتمر دوادار اور ناصر الدین محمد بن اسقلاص استاذ دار (افسر مال) کے خاص تعلقات سلطان سے قائم ہو گئے۔ تمام امور سلطنت انہی دونوں امراء میں تقسیم کر دیئے گئے تھے اور انہی کی سیاست اور پالیسی کے مطابق تمام امور سلطنت انجام پذیر ہوتے گئے۔

منجک کا استقبال اور تقرر: امیر علی ماردانی ۷۷۲ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ مگر الجائی یوسفی کے جھگڑوں کی وجہ سے اس کا عہدہ خالی رہا۔ لہٰذا جب الجائی یوسفی ۷۷۵ھ میں ہلاک ہو گیا تو سلطان نے اقطمر عبدالغنی کو نائب مقرر کیا۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ منجک یوسفی کو نائب مقرر کرے۔ کیونکہ اس کی رائے میں اس کے اندر اس عہدے کو سرانجام دینے کی صلاحیت موجود تھی اور وہ سلطان ناصر حسن کے زمانے سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتا رہا تھا چونکہ وہ اور اس کے موالی میں سے بیقاروس طاز اور سر غتمش کا بھائی تھا۔ اس لئے وہ ان کی یادگار تھا۔

جب اس نے اس کے تقرر کا فیصلہ کر لیا تو اس کو لانے کے لئے اس نے اپنے امرائے سلطنت میں سے بیقا ناصری کو بھیجا اور اس کے بجائے بندمر خوارزمی کو اس کا جانشین بنایا اور عشقتمر کو حلب میں اس کے عہدہ پر بحال کر دیا۔

شاہانہ استقبال: منجک یوسفی ۷۷۵ھ کے آخر میں اپنے غلاموں اور حاشیہ نشینوں کے ساتھ مصر پہنچا۔ سلطان نے اس کی تعظیم و تکریم کے لئے ایک تقریب منعقد کی اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر اس کے استقبال کے لئے پہنچیں چنانچہ تمام امراء لشکر عدالتوں کے جج اور سرکاری دفتروں کے ملازمین اس کے استقبال کے لئے آئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ وہ پوشیدہ دروازے سے سوار ہو کر داخل ہو جب کہ سلطان کے خاص افراد اس کے سامنے پیدل چل رہے تھے۔ وہ محل کے دروازے پر وہاں اترا جہاں ممالیک کا سردار بیٹھتا تھا۔

مختار کل: بعد ازاں اسے سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنا نائب عام مقرر کیا اور اسے اختیار دیا کہ وہ وزراء خواص قاضیوں اور اوقاف کے افسروں کو مقرر اور معزول کر سکتا ہے۔ پھر سلطان نے اسے خلعت عطا کر کے رخصت کیا۔

دوسرے دن دربار عام میں اس کا تقرر نامہ پڑھ کر سنایا۔ وہ ایک یادگار دن تھا اسی دن سلطان اشرف شعبان نے بیتقا ناصری کو جو اسے ساتھ لے کر آیا تھا' حاجب کے عہدہ پر مقرر کیا۔

فتح ارمینیہ: بعد ازاں ۷۷۶ھ کے آخر میں حلب کے نائب حاکم عشقتمر نے ارمینیہ کی طرف فوج کشی کی اور اس کی تمام عملداری کو فتح کر لیا۔

قبل ازیں اس ملک پر بناہ حاصل کر کے نکفور رقابض ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شاہی بارگاہ میں مصر پہنچا۔ سلطان نے ان سب کے وظائف مقرر کیے۔ یوں سلطان نے سیس کو فتح کر لیا اور ارمنی بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

منجک کا جانشین: جب منجک یوسفی اس سال کے آخر میں فوت ہو گیا تو سلطان نے اس کا جانشین اقتمر صاحبی کو مقرر کیا جو علی کے نام سے مشہور تھا۔ پھر اسے معزول کر کے اس کا رتبہ بڑھا دیا اور اس کے بجائے اقتمر القفنی کو مقرر کیا۔

جب شام میں عرب قبائل کا امیر جبار بن مہنا بھی فوت ہو گیا تو سلطان نے اس کے فرزند تیمر کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ پھر بنو حسن میں سے مکہ معظمہ کا امیر بھی فوت ہو گیا تو اس کا جانشین اشرف کو مقرر کیا گیا۔

ممالیک بیتقا کی رہائی

سلطان اشرف شعبان نے (گزشتہ واقعات میں) بیتقا کے غلاموں کا صفایا کر دیا تھا۔ ان سے کافی تعداد ماری گئی۔ باقی جلاوطن کیے گئے اور انہیں قید خانوں میں ٹھونسا گیا۔ تا آنکہ امورِ سلطنت سے ان کا نام ونشان بالکل مٹ گیا۔

اس کے بعد منکلی ابغا نے ان کے بارے میں سلطان کو نصیحت کی کہ "ان کی تباہی سے سلطنت کا بازو کٹ جائے گا کیونکہ وہ فوج کے ایسے نوخیز جوان ہیں جو کی بادشاہ کو (ہر وقت) ضرورت رہتی ہے"۔

بادشاہ کے قتل وغارت کے فعل پر پشیمان ہوا۔ لہٰذا پانچ سال تک مقید رکھنے کے بعد اس نے ان کے باقی ماندہ قیدیوں کو رہا کر دیا اور انہیں شام روانہ کیا تا کہ وہ امرائے شام کی خدمت میں رہیں۔

ممتاز افراد کی رہائی: جو (ممالیک بیتقا) رہا ہوئے تھے ان میں قلعہ الکرک کے قید خانے کے یہ قیدی بھی شامل تھے:

(۱) برقوق عثمانی (۲) برکہ جوبانی (۳) طنبقا جوبانی (۴) جرکس خلیلی (۵) نعنع۔

یہ جب افراد رہائی حاصل کرنے کے بعد شام پہنچے۔ جہاں حاکم شام منجک نے ان کے بزرگ افراد کو دعوت دی کہ وہ ممالیک (غلاموں) کو تیر اندازی کی تربیت دیں کیونکہ وہ اس فن میں بڑے ماہر تھے۔ یوں کچھ عرصے وہ اس کے پاس مقیم رہے۔

طنبقا جوبانی کا بیان: جب میں نے (ابن خلدون) طنبقا جوبانی سے ملاقات کی تو اس نے مجھ سے کہا:

"ہم منجک کے پاس اس زمانے میں مقیم تھے جب سلطان اشرف نے اسے بلوایا تھا۔ دوسری طرف الجائی یوسفی نے بھی اسے اسی قسم کا مضمون لکھا تھا۔ لہٰذا وہ بے چین تھا کہ ان دونوں میں سے کس کی بات تسلیم کرے۔ کچھ

اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس عہدہ کو چھوڑ دے۔ آخرکار اس نے ہم سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ہم نے اصرار کیا کہ وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے (یہ سن کر) وہ حیران ہوگیا۔ پھر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ الجائی یوسفی کو بھی پیغام بھیجے۔ نیز اس نے اپنے دوست قرطائی کو بھی پوشیدہ طور پر یہ خط لکھا کہ وہ الجائی سے مطالبہ کرے کہ وہ ولی عہد کی خدمت کے لئے ہمیں (یعنی ممالیک بیبغا) کو بلوالے۔ یوں وہ دونوں طرف کام کرتا رہا''۔

طبغا جوبانی نے مزید کہا: ''یوں ہم ولی عہد کے پاس چلے گئے۔ اس نے ہمیں اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا تو سلطان نے ہمیں اپنے ممالیک کو (فنون سپہ گری) سکھانے کے لئے مخصوص کردیا۔

آخرکار جب الجائی سے جنگ شروع ہوئی تو سلطان نے ہمیں بلوایا۔ اس وقت وہ اصطبل کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں جنگ کے لئے آمادہ کیا اور ہمیں اپنے حقوق جتلائے اور اس کے بعد اس نے ہمیں عمدہ گھوڑے اور ہتھیار فراہم کر کے ہماری کمزوریوں کو دور کیا۔

یوں ہمیں اس کے قتل میں شامل کرلیا۔ یہاں تک کہ الجائی کو شکست ہوگئی۔ آگے چل کر بھی سلطان ہمارا خاص خیال رکھتا تھا اور ہمیں دوسروں پر مقدم رکھتا تھا''۔

ممالیک بیبغا کی بھرتی: اس زمانے میں طشتمر دوادار کا مرتبہ سلطان اشرف کے ہاں بلند ہوگیا تھا اور وہ اس کا منظور نظر بن گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بیبغا کے ممالیک امور سلطنت پر بکثرت فائز ہوں تاکہ وہ اپنی توقع کے مطابق سلطان پر حاوی ہو سکے لہٰذا وہ سلطان کو ہر وقت اس بات کا مشورہ دیتا تھا کہ وہ ہر طرف سے ان کو بلوا کر اکٹھا کرے تاکہ وہ سلطنت کا محافظ دست بن سکیں۔ یوں فریب دے کر وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اس کا حریف محمد بن استقلاص استاذ دار (افسر مال) تھا جو امور سلطنت میں اس کا شریک اور مد مقابل تھا۔ وہ سلطان اشرف پر حاوی ہونے میں اس کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اس لئے وہ سلطان کو اس کی پالیسی سے منع کرتا تھا۔ اور ان لوگوں کے اجتماع سے جو انجام بد ہوگا ان کے خطرات سے سلطان کو آگاہ کرتا تھا۔ یہ بات طشتمر کو بہت ناگوار گزری تھی۔

خاصگی ممالیک: سلطان کے ان کے علاوہ خاصگی ممالیک تھے جو چیدہ نوجوان تھے سلطان نے مخصوص طریقے سے انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا تھا اور ان کے ساتھ نہایت مخلصانہ محبت کرتا تھا۔ ان میں سے بعض کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا تھا اور باقی اس کے امیدوار تھے۔

اکابر ارکانِ سلطنت بھی ان سے اپنے ضروری کام کرواتے تھے اور اس مقصد کے لئے وہ بھی انہی کا وسیلہ اور ذریعہ تلاش کرتے تھے۔ لہٰذا طشتمر نے بھی چغلخوری کے لئے ان کا ذریعہ تلاش کیا اور ان کی محفلوں میں آمد و رفت رکھ کر انہیں ابن استقلاص کے خلاف بھڑکانا شروع کردیا۔

اس نے انہیں ورغلایا کہ وہی بالعموم سلطان کو ان کے اغراض کی تکمیل سے روکتا ہے اور انہیں انعام و اکرام سے محروم کرواتا ہے۔

ابن استقلاص کی جلاوطنی: اس بات کی تصدیق انہیں ان واقعات سے بھی ہوئی کہ وہ ان کی ضروریات پوری نہیں کرتا

تھا۔لہٰذا ان کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی اور انہوں نے طشتمر کے بھڑکانے سے سلطان کے سامنے ابن استقلاص کی شکایتیں کیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے پندرھویں جمادی الاولیٰ ۷۷۷ھ میں اسے گرفتار کر کے اسے بیت المقدس کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اب طشتمر کے لئے میدان خالی ہو گیا تھا۔اس لئے وہ مختارکل ہو گیا اور اس نے ہر طرف سے بیبقا کے ممالیک کو کثرت کے ساتھ اکٹھا کر لیا اور وہ سلطنت کے تمام شعبوں پر چھا گئے اور ہر طرف وہی نظر آنے لگے۔

سفرِ حج میں بغاوت

اب سلطان اشرف کو اپنی سلطنت میں ہر طرح کی خودمختاری حاصل ہوگئی تھی اور ملک کے ہر حصہ کی رعایا اس کی مطیع وفرماں بردار تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی ہر قسم کی دولت اور نعمت سے لطف اندوز ہونے کا موقع عطا فرمایا تھا۔اس لئے (اس نے خدا کا شکر بجالانے کے لئے) فریضہ حج ادا کرنے کا قصد کیا اور ۸۷۷ھ میں حج کا عزم مصمم کر لیا۔

اس مقصد کے لئے اس نے تیاری شروع کی اور عمدہ قسم کی سواریاں مہیا کیں اور زاد راہ کے لئے ہر قسم کے خورد ونوش کا سامان فراہم کیا اور ایسی شان وشوکت کے ساتھ سفر کی تیاری کی جو پہلے کبھی مشاہدہ میں نہیں آئی تھی۔اس نے اپنے ولی عہد فرزند کو اپنا جانشین مقرر کیا اور نائب السلطنت اکتمر عبدالغنی کو ہدایت کی کہ وہ صبح سویرے اس کے دروازے کی قدم بوسی کرے اور تمام رسومات کو بجالائے۔

(حج پر جانے سے پہلے) اس نے سلطان ناصر کی تمام اولاد کو جو قلعہ میں نظربند تھے نکلوا کر سردار الشیخونی کے ہمراہ قلعہ کرک کی طرف بھجوایا تاکہ وہ اس کی واپسی تک وہاں نظربند رہیں۔

عباسی خلیفہ محمد المتوکل بن المعتضد اور تمام قاضی بھی سلطان کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔اس نے اپنے ارکان سلطنت اور امراء کی ایک جماعت کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور داد ودہش سے ان کو مالا مال کیا۔

<u>حج کے لئے روانگی</u>: سلطان ۱۲ شوال المکرم ۸۷۷ھ میں ایسے شاہانہ جلوس اور قافلوں کے ساتھ روانہ ہوا جو اپنی کثرت زیب وزینت اور رعب وخوف کی بناء پر دیکھنے والوں کے لئے ایک عمدہ نظارہ تھا۔ اس وقت خلیفہ قضاۃ اور امراء اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔

(تماشائی اپنے گھروں سے) نکل آئے یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی (نظارہ کرنے کے لئے باہر آ گئیں) روئے زمین ان کی سواریوں سے لرزہ براندام ہوگئی۔برکہ کے مقام پر حاجیوں کا قافلہ خیمہ زن ہوا اور وہاں چند دنوں تک مقیم رہا تاکہ لوگ اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عقبہ تک مختلف منازل طے کرتا رہا۔پھر معمول کے مطابق حاجیوں کا قافلہ وہاں مقیم ہو گیا۔

<u>ممالیک کی سرکشی</u>: اس قافلہ میں ممالیک اور بالخصوص ممالیک بیبقا کی کثرت تھی جن کے دل میں یہ ارمان تھا کہ وہ سلطنت میں اقتدار حاصل کر لیں۔لہٰذا (اس موقع پر) انہوں نے سرکشی اختیار کی اور اپنے وظائف اور روزینہ کا سختی کے ساتھ

مطالبہ کیا۔ منتظمین ان کو بہلاتے رہتے مگر وہ فتنہ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے (گھوڑوں کے لئے) چارہ کا مطالبہ کیا۔ اس پر ارباب نظم و نسق نے یہ معذرت کی کہ خوراک اور چارہ کا ذخیرہ آگے کے قافلہ میں چلا گیا ہے انہوں نے یہ عذر قبول نہیں کیا اور بغاوت کا اعلان کر دیا اور رات بھر وہ صف بندی کرتے رہے۔

بغاوت اور جنگ۔ ایسی حالت میں سلطان اشرف نے طشتمر دوادار کو بلوایا جوان کا سردار تھا۔ اس نے گفت و شنید کر کے انہیں مطمئن کیا اور وہ اس کے سمجھانے سے روانہ ہو گئے مگر دوسرے دن پھر وہ (جنگ کے لئے) صف آراء ہو گئے۔ اور طشتمر کو بھی اپنی جماعت میں شامل کر لیا اور اسے سلطان کے پاس واپس جانے سے روک لیا۔ اس بغاوت کے سرغنہ یہ حضرات تھے: (۱) مبارک طازی (۲) سرائی تمر محمدی (۳) بطلقمر علائی۔

سلطان اپنے خاص افراد کے ساتھ سوار ہو کر ان کے پاس گیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ وہ درخواست پیش کریں گے مگر انہوں نے جنگ کرنے پر اصرار کیا۔

سلطان کی شکست: ان باغیوں نے شاہی جماعت کو دیکھتے ہی انہیں تیر اندازی کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا سلطان شکست کھا کر اپنے خیموں کی طرف بھاگ گیا۔ پھر وہ اپنے خاص افراد کو لے کر بحری سفر پر روانہ ہو گیا اس کے ہمراہ ارغون شاہ اتابک بیبغا ناصری، محمد بن عیسیٰ جو گرد و نواح کے بدوؤں کی ایک جماعت کا سردار تھا موجود تھے۔ ان جوانوں کی جماعت بھی اس کے ہمراہ تھی جن کی پرورش اس نے محبت و خلوص کے ساتھ کی تھی اور انہیں سلطنت کے مختلف عہدوں کا امیدوار بنا رکھا تھا۔ پھر یہ شکست خوردہ جماعت قاہرہ کی طرف روانہ ہوئی۔

قرطائی کی سازش: جب سلطان قاہرہ سے روانہ ہوا تھا تو اس نے وہاں امراء اور ممالیک کی وہ جماعت چھوڑی تھی جو اپنے اپنے عہدوں پر فائز تھے انہی میں قرطائی طازی بھی تھا جو ولی عہد شہزادہ علی کا نگران اور سرپرست تھا اس کے علاوہ (امراء میں سے) اقتمر خلیل، قشتمر، استدمر بختمشی اور ایبک بدری بھی وہاں موجود تھے۔

قرطائی کے شیطانی خیالات نے اس کے دل میں یہ وسوسے پیدا کر دیئے تھے کہ وہ مصر کا حاکم بنے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے منصوبے تیار کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس کے زیر نگران ولی عہد کے روزینہ اور ان کے جانوروں کے چارے کے بارے میں وزیر مملکت کے ساتھ جھگڑا رہتا تھا اور وزیر اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتا تھا۔ جس پر وہ خاموش رہتا تھا اور بغاوت اور سرکشی کے ذرائع تلاش کرتا رہتا تھا۔

بغاوت کا منصوبہ: اس مقصد کے لئے اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سازش کر رکھی تھی۔ چنانچہ ۳ ذوالقعدہ کو انہیں تیار رہنے کا حکم دیا اور اس سے پہلے کی رات کو اس نے ولی عہد کی دایہ (خاص خادمہ) کو حکم دیا کہ وہ شہزادہ کو اچھی طرح تیار کرے اور اسے شاہی لباس پہنائے تاکہ وہ تخت نشینی کے قابل بن سکے۔

وہ خود اس دن صبح سویرے میلہ عید گاہ کے قریب پہنچا۔ وہاں اس نے ایک کپڑا لے کر جھنڈا تیار کیا اور اسے نصب کر دیا۔ اس زمانے میں شہر کے لڑکوں نے عید کے لئے ڈھول اور نقارے بجانے شروع کر دیئے تھے اس نے بھی ایک نقارہ لے کر بجوایا۔ اس کی وجہ سے عوام الناس ہر طرف سے جمع ہونے لگے۔ پھر شاہی محل اور قاہرہ کے ممالیک وغیرہ جمع ہونے لگے۔

یہاں تک کہ میدان آدمیوں سے بھر گیا۔

ولی عہد کی تخت نشینی: اب وہ اپنی جماعت کے ساتھ اصطبل کے دروازے سے اپنے زیرنگران ولی عہد کے گھر میں داخل ہوا اور شہزادہ علی کو لے جانے کا مطالبہ کیا۔ وہ لوگ معدودے چند پہرہ داروں کو ہٹا کر ولی عہد کو کندھوں پر سوار کر کے ایوان دربار میں لے گئے اور اسے تخت پر بٹھا دیا انہوں نے سب سے پہلے نائب حاکم قلعہ ایدمر کو حاضر کیا اور اس نے بیعت کی۔ پھر وہ ولی عہد کو اتار کر اصطبل کے دروازے کے پاس لے گئے اور وہاں شہزادہ کو ایک کرسی پر بٹھا دیا اور قاہرہ کے بااقتدار امراء کو بلوا کر ان سے بیعت لی گئی۔ بعض امراء کو قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

قرطائی کی حکومت: اس نے اکتمر علی کو مصر کے بالائی حصہ (صعید) کی طرف بھیجا تا کہ وہاں کے حالات معلوم کرے پھر اس نے ایک کو اپنی حکومت کا شریک اور معاون بنا لیا اسی حالت میں رات گزارنے کے بعد صبح وہ سواروں اور قافلے والوں کی طرف پہنچے تا کہ ان سے سلطان کا حال معلوم ہو سکے۔

سلطان کی واپسی: سلطان جب عقبہ کے مقام سے شکست کھا کر بھاگا تو وہ رات تک سفر کرتا رہا' جب وہ برکۃ کے مقام پر پہنچا تو اسے قاہرہ کے واقعہ اور قرطائی کے کرتوتوں کی خبر ملی۔ اس وقت اس نے (اپنے امراء سے) مشورہ کیا تو محمد بن عیسیٰ نے شام جانے کا مشورہ دیا۔ دوسرے افراد نے یہ مشورہ دیا کہ وہ قاہرہ پہنچے۔ چنانچہ سلطان قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہ جماعت سیدھی قبۃ النصر (شاہی محل) پہنچی۔ جب یہ لوگ سواریوں سے اترے تو سفر کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ لیٹ گئے اور نیند ان پر غالب آ گئی (اور وہ سو گئے)۔

سلطان کا پوشیدہ ہونا: اس وقت ناصری سلطان اشرف کے پاس آیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان سے چپکے سے کھسک جائے اور قاہرہ کے کسی بھی گھر میں جا کر اس وقت تک پوشیدہ رہے جب تک کہ اس کے موافق کوئی صورت نہ پیدا ہو۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا اور ایسی خاتون کے گھر پہنچا جہاں اس کی آمد و رفت رہتی تھی وہ وہاں چھپ گیا اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ اب اسے نجات حاصل ہو گئی ہے۔ لہٰذا ناصری اس سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ وہ سرنگ (زمین دوز راستہ) کی تلاش میں تھا۔

اس سے پیشتر قبۃ النصر (محل) سے بعض ممالیک کو خبر رسانی کے لئے گشت لگانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ صبح کے وقت وہ قلعہ کے سامنے امیلہ کے مقام پر تھے وہاں انہیں ایک حاجی ملا تو وہ اسے حاکم کے پاس لے گئے۔ جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے سلطان کے بارے میں یہ اطلاع دی کہ وہ اور اس کے ساتھ قبۃ النصر میں گھر کی تہہ خانے میں سوئے ہوئے ہیں لہٰذا فوراً استدمر غشمشی کی قیادت میں ایک فوجی دستہ وہاں پہنچا۔ عوام ان کے آگے آگے جا رہے تھے' چنانچہ انہوں نے انہیں اپنے بچھونوں میں سوئے ہوئے گرفتار کر لیا۔

شاہی جماعت کا قتل: اس جماعت میں سلطان نہیں تھا تاہم ان سب کو تہ تیغ کیا گیا اور وہ ان کے سر کاٹ کر لے آئے مگر سلطان کی گمشدگی پر وہ حیران و پریشان تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس کی گرفتاری کے لئے منادی کرا دی اور محمد بن

عیسیٰ پر بہت سختی کی (تاکہ وہ اس کا سراغ بتا سکے) مگر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا' تاہم اسے یرغمال کے طور پر مقید رکھا گیا۔

سلطان اشرف کا قتل: آخر میں ایک کے پاس ایک عورت آئی جس نے یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ سلطان اس کی پڑوسن کے گھر میں موجود ہے۔ لہٰذا انہوں نے سلطان کو اس کے گھر سے گرفتار کر کے ایک کے حوالے کر دیا۔ اس نے اسے سخت اذیتیں دیں' یہاں تک کہ سلطان نے (شاہی) ذخیرہ اور مال و دولت کا پتہ بتا دیا۔ بعد میں انہوں نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔



تاریخ ابن خلدون

حصہ دہم

اس میں مندرجہ ذیل سلاطین کے حالات مذکور ہیں

(۱) مصر و شام میں ممالیک بحریہ کی سلطنت کا خاتمہ
(۲) ممالیک جراکسہ کی سلطنت کا قیام اور سلطان برقوق کی حکومت
(۳) یمن کے رسول شاہی سلاطین
(۴) تاتاری چنگیز خانی سلاطین
(۵) خاندان دوشی خان کی سلطنت
(۶) خاندان ہلاکو خان
(۷) بغداد و توریز میں بنو شیخ حسن کی سلطنت
(۸) امیر تیمور کی فتوحات
(۹) ایران کے بنو مظفر یزدی سلاطین
(۱۰) بلاد الروم کے حکام اور بنو ارتنا کی حکومت
(۱۱) ترکی میں آل عثمان کی سلطنت کا آغاز
(۱۲) تکملہ و ضمیمہ۔ ممالیک سلاطین مصر کی علمی اور تعلیمی خدمات (از مترجم)

ترجمہ و ترتیب و تبویب مع تکملہ

از

حافظ سید رشید احمد ارشد ایم۔ اے

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر

من احوال العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ملوك الستر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ

کے

نام کتاب: ــــــ تاریخ ابن خلدون

مصنف: ــــــ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن بن خلدون

ناشر: ــــــ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی

طبع: ــــــ جدید کمپیوٹر ایڈیشن جنوری ۲۰۰۳ء

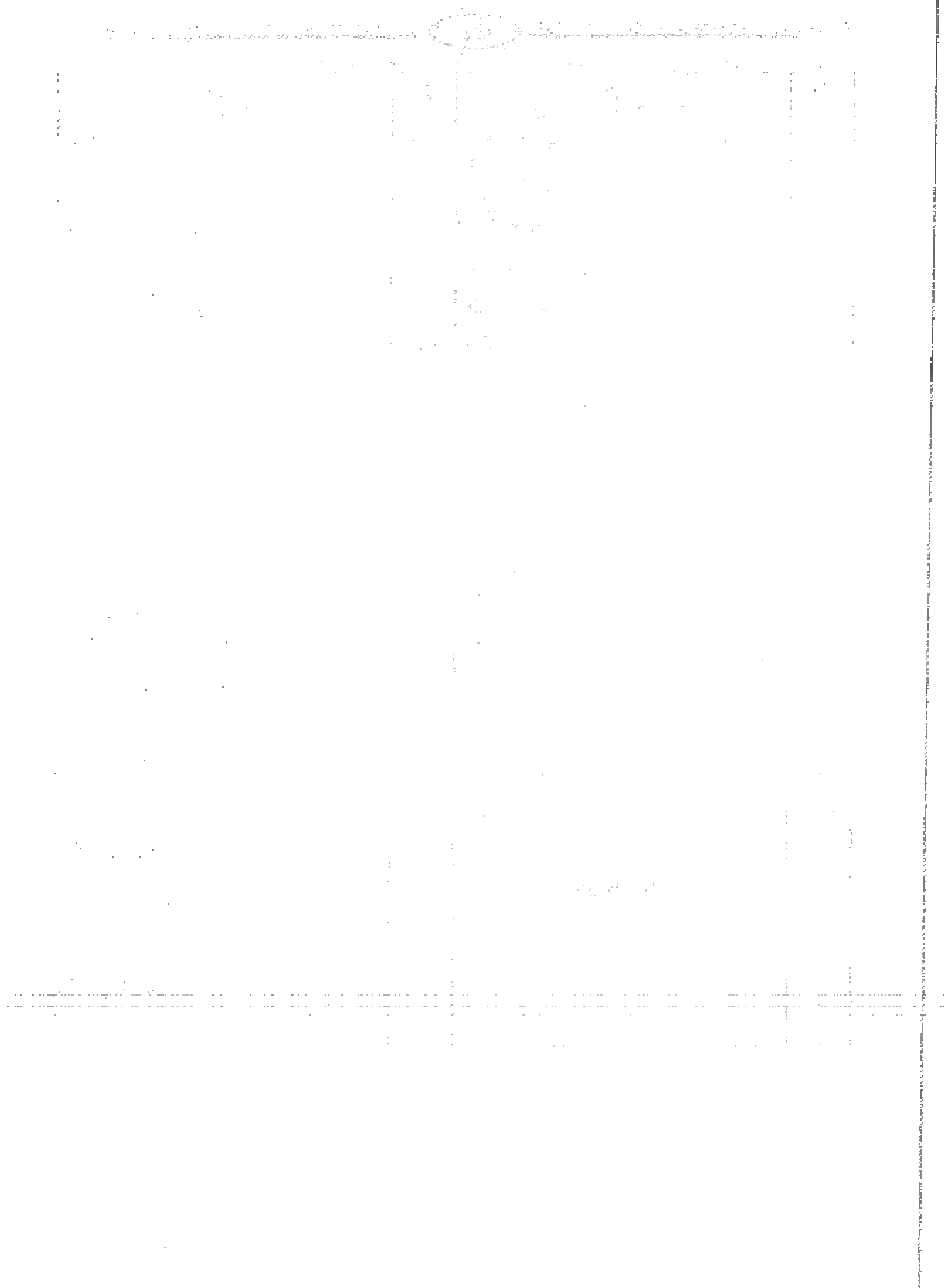
ایڈیشن: ــــــ اول

نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی

فہرست

حصہ دہم





باب چہاردہم

علی بن الاشرف المنصور کی بادشاہت

اب ان لوگوں نے سلطان اشرف کے فرزند علی کے ہاتھ پر از سر نو بیعت کی اور اس کا لقب المنصور رکھا' تاہم سلطنت کا اقتدار اس کے نگران قرطائی اور اس کے شریک کار ایبک بدری کے ہاتھوں میں تھا۔

قشتمر کی روانگی: ادھر جب سلطان عقبہ میں شکست کھا کر قاہرہ چلا گیا تھا تو باغیوں نے متفقہ طور پر قشتمر کو اپنا قائد تسلیم کیا اور خلیفہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس کے لئے بیعت حاصل کرے' مگر اس نے گریز کیا (مصر کے حاجی) مکہ معظمہ سے امیر محمل بہادر جمالی کی قیادت میں حسب معمول روانہ ہوئے اور طشتمر (قشتمر) اور دیگر امراء نے مصر کا قصد کیا تا کہ سلطان کی امداد کی جائے یا اس کا خاتمہ کیا جائے۔ مگر جب وہ عجرود کے مقام پر پہنچے تو انہیں سلطان کی ہلاکت کی اطلاع ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے فرزند (علی المنصور) کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی ہے اور قرطائی ملک کا باافتدار حاکم بن گیا ہے۔

ارکان سلطنت سے جنگ: لہٰذا اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ارکان سلطنت سے جنگ کریں گے۔ لہٰذا وہ صف آرا ہو کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے ہراول دستے پر قطلقتمر کو افسر بنا کر بھیجا۔ اس کا مقابلہ مصر کے ہراول دستوں سے ہوا تو اس نے مصری ہراول دستوں کو شکست دی اور ان کا تعاقب کرتا ہوا قلعہ کے میدان تک پہنچ گیا' وہاں اسے احساس ہوا کہ وہ بہت بڑے لشکر کے اندر گھر گیا ہے۔ اس سے پہلے قرطائی نے قشتمر الصاحبی حنبلی کو مصر کے بالائی حصہ کی طرف بھیجا تھا۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ وہ اپنی فوج کو لے کر واپس آئے تا کہ وہ قشتمر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر سکے۔

قشتمر کو شکست: لہٰذا وہ (واپس آ کر) ان کے مقابلے کے لئے (فوج لے کر) نکلا اور جب قلعہ کے میدان میں فریقین کا مقابلہ ہوا تو قشتمر شکست کھا کر مصر کے قریب کیان کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے پناہ مانگی تو اسے پناہ دے کر نظر بند کر دیا گیا۔

عہدوں کی تقسیم: اب ایک یادگار دن منایا گیا جس میں عوام اکٹھے ہوئے اور خلیفہ' امراء' قضاۃ اور علماء سب شریک ہوئے۔ خلیفہ نے منصور بن اشرف کی بادشاہت کا اعلان کیا اور اسے اقتدار سپرد کیا۔ اس کے بعد قرطائی کھڑا ہوا اور اس نے عہدوں کی تقسیم کا اعلان کیا۔ چنانچہ اس نے قشتمر لفاف کو اتابک مقرر کیا اور استامر مرغتمشی کو امیر سلاح اور قطلو بغا بدری کو امیر مجلس مقرر کیا۔

قرطائی طازی کو مخصوص فوج کا حاکم بنایا گیا اور ایاس مرغتمشی (چیف سیکرٹری) دوادار ہوا اور ایبک بدری امیر الماخوذیہ کے عہدے پر سرفراز ہوا اور سردون جرکس کو استادذار (افسر مال) کا عہدہ دیا گیا۔ اقتمر حنبلی نائب السلطنت مقرر ہوا اور اس کے فوجیوں' امراء اور نائبوں کے لئے جاگیریں دی گئیں۔ طشتمر علائی دوادار کو رہا کیا گیا اور اسے اسکندریہ میں

جاگیریں دی گئیں۔

سلطان ناصر کی اولاد کوان کے محافظ سردون شیخونی کے ہمراہ قلعہ کرک سے واپس بلایا گیا اور شیخونی اور قلوط صر غتمشی کو حاجب مقرر کیا گیا۔

طاعون کی وبا: سال کے آخر میں اہل مصر طاعون کی وبا میں مبتلا ہوئے' جو ۹ ۷۷ھ کے آغاز تک جاری رہی۔ اس میں طشتمر لقاف جو اتابک تھا ہلاک ہو گیا۔ لہٰذا قرطائی طازی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

بیقا ناصری شام سے بلایا گیا اور امیر کبیر قرطائی نے اسے اپنا مشیر خاص مقرر کیا۔

ایبک کا عروج وزوال

قرطائی کے اقتدار میں ایبک ابتداء ہی سے شریک رہا۔ ان دونوں نے مل کر گزشتہ سلطان کا تختہ الٹا تھا اور نئی سلطنت قائم کی تھی۔ لہٰذا دونوں میں نہایت مخلصانہ اور مستحکم تعلقات قائم تھے' تاہم ایبک اپنے دوستوں کے لئے خود مختاری چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قرطائی عیش وعشرت کا دلدادہ ہے اور وہ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ داد عیش دیتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرطائی نے ماہ صفر ۹ ۷۷ھ میں اپنے گھر میں ایک تقریب منعقد کی۔ اس نے اپنے ہم نشینوں میں سے سودون جرکس اور مبارک طازی جیسے دوستوں کو بلوایا تھا۔ اس موقع پر ایبک نے ایک ایسی نبیذ پیش کی جس میں خوب آور ادویہ شامل تھیں۔ رات بھر اس کا دور رہا یہاں تک کہ اسے اور اس کے ساتھیوں پر نشہ غالب آ گیا اور وہ ہوش میں نہیں آ سکے۔

یہ حالت دیکھ کر ایبک راتوں رات سوار ہو کر نکلا اور سلطان منصور کو اپنے ساتھ سوار کرا کر لایا اور اپنے لئے اقتدار کا پروانہ منظور کرایا اور عوام نے اس کی حکومت تسلیم کر لی۔

قرطائی کی جلاوطنی: قرطائی کو تین (دن) کے بعد ہوش آیا جب کہ تمام گرہیں کھل چکی تھیں (اس کے اختیارات ختم ہو چکے تھے) اور جمہور نے ایبک کو حاکم تسلیم کر لیا تھا۔ اس حالت میں قرطائی نے پناہ طلب کی تو اسے پناہ دی گئی بعد میں اسے گرفتار کر کے صفد کی طرف بھیج دیا گیا اور ایبک کی خود مختاری کے لئے میدان خالی ہو گیا۔

شام کی طرف فوج کشی: اسی سال کے ماہ صفر کی پندرھویں تاریخ کو ایبک کو یہ اطلاع ملی کہ طشتمر نے شام میں بغاوت کا اعلان کر دیا ہے اور وہاں کے سب علاقوں کے حکام اس کے مخالف ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے عام اعلان کرایا کہ (فوجیں) شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے تیار ہو گئیں اور ایبک نے ماہ صفر کے آخر میں اپنے فرزند احمد اور اپنے بھائی قطلوقجا کی قیادت میں ہراول دستہ بھیجا۔ اس میں اس کے اور سلطان کے ممالیک شامل تھے۔ نیز امراء کی ایک جماعت بھی شریک تھی۔ جن میں امیر برقوق اور امیر برکہ بھی شامل تھے جو بعد میں خود مختار حکام بن گئے۔

فوج کی بغاوت: امیر ایبک آخری فوج (ساقہ) میں سلطان' امراء اور باقی ماندہ فوجوں کے ساتھ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۹ ۷۷ھ میں روانہ ہوا۔ جب وہ بلبیس پہنچا (تو معلوم ہوا) کہ آگے کی فوج میں جو امراء شریک تھے انہوں نے اس کے بھائی کے برخلاف بغاوت کر دی ہے اور وہ شکست کھا کر اس کے پاس واپس آ گیا ہے۔ لہٰذا ایبک سلطان اور اپنی فوجوں کو لے کر

قلعہ واپس آ گیا۔

امراء کا اعلان جنگ: جب وہ وہاں پہنچا تو امراء کی ایک جماعت نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان میں قطلتمر علائی الطویل طیبغا سلطانی اور القناع شامل تھے جب انہوں نے جنگ کا اعلان کیا تو اس نے اپنے بھائی قطلوبغا کی سرکردگی میں ان کے مقابلے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے اسے شکست دی اور اس کے بھائی کو گرفتار کر لیا۔

ایبک کا فرار: امیر ایبک کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان امراء کو جو اس کے پاس موجود تھے ان سے ملاقات کرنے کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے بھی پیٹھ دکھائی تو وہ خود سوار ہو کر بیابان مصر کی طرف بھاگ گیا۔ ایدمر کنائی نے اس کا تعاقب کیا مگر اس کا سراغ نہیں مل سکا۔

امراء کا اختلاف: ادھر امراء قبۃ النصر سے اصطبل کی طرف گئے۔ انہوں نے چند امراء کو قطلتمر علائی کی طرف بھیجا اور اسے یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ سلطان منصور کو معزول کر کے سابق سلطان کے فرزندوں میں سے کسی ایک کے لئے جو حکومت کا کام انجام دے سکے بیعت حاصل کرے۔ مگر اس نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بیبغا ناظری کا اقتدار: بعد میں وہ امراء بھی پہنچ گئے جنہوں نے بغاوت کی تھی ہراول دستے میں ایبک کا بھائی آیا۔ انہی میں بیبغا ناظری ومرداش یوسفی اور ہزاری منصب کے حکام کی ایک جماعت شامل تھی۔ ان کے علاوہ امیر برقوق اور امیر برکتہ بھی موجود تھے (حکومت اور اقتدار کے بارے میں) ان امراء میں اختلاف برپا ہو گیا۔ آخرکار (اکثر) امراء کو نظر بند کر کے اسکندریہ بھیج دیا گیا اور اقتدار بیبغا ناظری کے حوالے کیا گیا۔ اس نے اقتدار سنبھال لیا مگر وہ متذبذب تھا کیونکہ اس کے امراء ابھی تک مختلف خیالات رکھتے تھے۔

ایبک کی گرفتاری: ماہ ربیع الاول کی نو تاریخ کو سابق امیر ایبک پوشیدہ مقام سے نمودار ہو گیا اور حکام کے ایک گروہ کے پاس پہنچا انہوں نے اسے بیبغا ناظری کے پاس بھیجا۔ اس نے اسے اسکندریہ بھیج دیا جہاں وہ قید خانے میں بند کر دیا گیا۔

بیبغا ناظری دوسرے امراء سے بدگمان تھا' اس لئے وہ امیر برقوق اور امیر برکتہ سے خاص طور پر مشورے کیا کرتا تھا۔ آخرکار ان سب نے یہ فیصلہ کیا کہ شام سے طشتمر کو بلوا کر اسے امیر مقرر کیا جائے۔ لہٰذا اسے بلانے کے لئے آدمی بھیجے گئے اور وہ اس کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔

امیر برقوق و برکتہ کا اقتدار

مصر کے امراء سلطنت حکومت مصر میں شریک ہو گئے اور انہوں نے بیبغا ناظری کو امیر و حاکم مقرر کیا تھا۔ مگر مکمل طور پر وہ اس کے مطیع و فرماں بردار نہ تھے۔ لہٰذا سلطنت میں بدانتظامی رہی اور اختلاف و انتشار برپا رہا۔ اس جماعت میں سب سے عقل مند' سیاست دان اور مدبر امیر برقوق اور برکتہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بیبغا ناظری مخلصانہ طور پر ان سے مشورہ لے لیا کرتا تھا۔

باغی امراء کی گرفتاری: آخرکار ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اختلاف وانتشار برپا کرنے والے اُمراء کو گرفتار کرلیا جائے تاکہ یہ اختلاف دور ہوں' ایسے امراء مندرجہ ذیل تھے:

دمرداش یوسفی' ترباتی حسینی' اقلامش سلجوقی' استدمر بن عثمانی وغیرہ۔

ماہ صفر کے وسط میں ان سب لوگوں کو گرفتار کر کے انہیں اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں انہیں مقید رکھا گیا۔

پھر باقی ماندہ امراء نے اپنا ایک گروہ بنالیا۔ انہوں نے بیبقا ناظری کو اتابک برقرار رکھا اور وہ قلعہ سے منتقل ہو کر اس کے سامنے شیخو کے محل میں مقیم ہوا۔ برقوق امیر ماخوریہ مقرر ہوا اور وہ باب الاصطبل کے قریب مقیم ہوا۔ برکتہ جوبانی امیر مجلس مقرر ہوا۔ یوں سلطنت کا انتظام چلتا رہا۔

طشتمر کی بغاوت: اُدھر شام میں طشتمر نائب حاکم نے علم بغاوت بلند کر رکھا تھا اور وہ خود مختار ہو گیا تھا۔ اس نے شام کے اُمراء اور فوجوں کو اکٹھا کرلیا تھا اور عرب اور ترکمان قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا کر دمشق کے باہر خیمہ زن ہوا تاکہ مصر پر فوج کشی کرے۔

اُدھر ایبک (سابق حاکم مصر) سلطان اور فوجوں کو لے کر شام کی طرف جنگ کے لئے روانہ ہوا تاکہ وہ طشتمر کی سرکوبی کرے۔ مگر راستے میں اُمراء نے اس کے خلاف بغاوت کردی اور وہ بیبقاویہ جماعت سے مل گئے' جن کا سردار بیبقا ناظری تھا۔ آخرکار یہ جماعت ایبک پر غالب آ کر برسر اقتدار آ گئی۔ اور ایبک کا اقتدار ختم ہو گیا)۔

حکومت کی پیش کش: اب بیبقا ناظری نے برقوق اور برکتہ کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ طشتمر کو مصر بلوایا جائے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مصالحت کر کے اس فتنہ بغاوت کا سدباب کیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے اسے لکھا کہ وہ اتابک کا عہدہ سنبھالنے اور سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے مصر پہنچ جائے کیونکہ وہ بیبقاویہ جماعت کا بزرگ اور سردار ہے۔

طشتمر اس تحریر سے مطمئن ہو گیا اور فتنہ وفساد بند کر کے مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس کی تعظیم و اقتدار کے بارے میں امراء میں اختلاف پیدا ہوا۔

طشتمر کی حکومت: بہر حال سلطان کو سوار کرا کر وہ زیدانیہ لے گئے تاکہ وہ اس کا استقبال کرے۔ پھر انہوں نے امراء کو اس کے حوالے کر دیا۔ اور اسے اتابک کا عہدہ دے کر مصر کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں دے دی۔ چنانچہ کسی کو مقرر کرنا اور معزول کرنا اور حل وعقد کا اختیار اسے حاصل ہو گیا۔ بیبقا ناظری کو سیاطا کے بجائے امیر سلاح مقرر کیا گیا۔ انہوں نے (بااقتدار) جماعت قلعہ کرک کی طرف بھیجی کیونکہ طشتمر ان کے عہدے پر برقرار ہو گیا تھا۔ طشتمر نے بیدمر خوارزمی کو دمشق کا حاکم مطلق بنا کر بھیجا کہ جسے چاہے وہ وہاں کے عہدوں پر حاکم مقرر کرے۔ استاذ دار برقوق اور برکتہ نے بھی اس تجویز کی حمایت کی۔ اس نے ایبک یوسفی کو بھی حاکم مقرر کیا اور برقوق کو مخصوص فوج کا سردار مقرر کیا گیا۔ پہلے اس عہدہ پر ناظری مقرر تھا۔ یوں انتظام سلطنت چلتا رہا۔

برقوق و برکتہ کی پالیسی: اس انتظام کے ماتحت امیر برقوق اور برکتہ اپنا اقتدار بڑھانے کے لئے اپنے حامی ممالیک کو بکثرت ملازم رکھنے لگے تاکہ کوئی دوسرا امیر ان کے برابر اقتدار حاصل نہ کر سکے۔ وہ اپنے حامی افراد کو ترقی کے درجے پر

پاپہنچاتے تھے اور جو ان کی خدمت کرتا تھا اسے جاگیریں دیتے تھے اور افسروں میں سے جو کوئی ان دونوں کا حامی ہوتا تھا اور دوسرے امراء سے کنارہ کشی کرتا تھا اسے امیر مقرر کرتے تھے۔

طشتمر کی گرفتاری: امیر طشتمر کو ان باتوں سے ان پر شک وشبہ لاحق ہوا اور اس کے دوستوں نے بھی اسے بھڑکایا کہ وہ ان دونوں حکام کو گرفتار کرلے چنانچہ جب ۹ےےھ کا ماہ ذوالحجہ آیا تو اس کے ساتھیوں نے بغیر سوچے سمجھے جلد حملہ کرنے پر اصرار کیا۔ مگر طشتمر نے پس وپیش کیا۔ مگر جب امیر برقوق اور برکۃ اصطبل میں اکٹھے ہو گئے تو اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور طشتمر کے ممالیک اصلیہ کے مقام پر دن کے کچھ حصہ میں جنگ کرتے رہے۔ آخر کار وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ اس موقع پر طشتمر نے پناہ طلب کی چنانچہ پناہ دے کر اسے قلعہ میں طلب کیا گیا جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو اسے اور اس کی جماعت کو گرفتار کرلیا گیا۔ ان میں یہ امراء بھی شامل تھے۔

(۱) اطلمش ارغونی (۲) مدلان ناظری (۳) امیر حاج بن مغلطائی (۴) دوادار ارغونی۔

ان سب کو اسکندریہ بھیج دیا گیا جہاں وہ قید خانے میں رہے۔ ان لوگوں کے ساتھ بیقا ناظری کو بھی بھیجا گیا مگر چند دنوں کے بعد اسے رہا کر دیا گیا اور طرابلس کا نائب حاکم بنا کر وہاں بھیج دیا گیا بعد ازاں طشتمر کو بھی رہا کر کے دمیاط کی طرف بھیجا گیا۔ پھر اسے بیت المقدس منتقل کیا گیا اور وہیں وہ ۸ےےھ میں فوت ہو گیا۔

برقوق و برکۃ کی مشترکہ حکومت: مذکورہ بالا دونوں حکام کی نظر بندی کے بعد برقوق و برکۃ دونوں نے مصر کی حکومت سنبھال لی اور ان کا کوئی حریف باقی نہیں رہا۔

اب امیر برقوق اتابک مقرر ہوا اور جابی شمسی ناخوریہ کا امیر مقرر ہوا اور برقوق کا رشتہ دار انیال بیقا ناظری کے بجائے امیر سلاح مقرر ہوا اور اتتمر عثمانی اطلمش ارغونی کے بجائے دوادار کے عہدہ پر فائز ہوا۔ طنبغا جوبانی دوبارہ نوبہ (خاص فوج) کا سردار مقرر ہوا اور دمرداش امیر مجلس بنایا گیا۔

حلب کے حکام: حلب کا نائب حاکم اس اثناء میں فوت ہو گیا تھا تو اس کے بجائے عشقتمر ماردانی کو حاکم مقرر کیا گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد عشقتمر نے رخصت طلب کی تو اسے رخصت کر کے اسکندریہ میں مقید کر دیا گیا اور اس کے بجائے حلب کا نائب حاکم تمرتاش حسینی دمرداش کو مقرر کیا گیا۔

پھر (سابق حاکم کو) رہا کر دیا گیا اور اس نے بیت المقدس میں تھوڑی دیر قیام کیا تھا کہ برکۃ نے اسے بلوا لیا اور اس کی خاطر داری کرنے کے بعد اسے نائب حاکم بنا کر حلب بھیجا۔

انیال کی بغاوت اور اس کا زوال

انیال امیر سلاح کے عہدہ پر فائز تھا۔ وہ امیر برقوق کا رشتہ دار تھا۔ اس لئے وہ سلطنت کے سرکاری حلقوں میں بہت اثر ورسوخ رکھتا تھا۔ وہ امیر برکۃ کا سخت مخالف تھا اور اپنے عزیز (برقوق) کو بھڑکاتا تھا کہ وہ اس سے نفرت کرے۔ مگر وہ یہ بات تسلیم نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے بغاوت کا ارادہ کیا اور جب امیر برکۃ بحیرہ کی طرف سیر وشکار کے سفر پر روانہ ہوا تو

اسے موقع ہاتھ لگا۔ انہی دنوں میں امیر برقوق بھی شہر سے باہر شکار کے لئے نکلا ہوا تھا۔ اس لئے اب میدان اینال کے لئے خالی تھا۔

لہٰذا سب سے پہلا باب الاصطبل پر قبضہ کیا۔ اس کے ساتھ نہ صرف اس کے غلاموں کی جماعت تھی بلکہ امیر برقوق کے ممالیک بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے انہوں نے امیر ماخوریہ جرکس خلیلی کو بھی گرفتار کر لیا تھا اور سلطان منصور کو بھی بلوایا چاہا تا کہ اسے عوام کے سامنے ظاہر کریں۔ مگر محافظوں نے اسے روک دیا۔

اتنے میں امیر برقوق سیر و شکار سے واپس آیا۔ اس کے ساتھ اتابک شمسی بھی تھا۔ وہ قلعہ کے باہر اس کے مکان پر پہنچے اور اپنے باقی ماندہ ممالیک کو مسلح کر کے اور سوار ہو کر اصطبل کے میدان کی طرف پہنچے۔

پھر انہوں نے دروازے کا قصد کیا اور اس میں آگ لگا دی۔ اس وقت امیر قرطائی منصوری پوشیدہ دروازے سے نکلا اور ان کے لئے دروازہ کھول دیا۔ پھر داخل ہو کر انہوں نے اینال کا مقابلہ کیا۔ اس موقع پر امیر برقوق کے ان غلاموں نے جو اینال کے ساتھ تھے' ساتھ چھوڑ دیا بلکہ اس پر تیراندازی کرنے لگے۔ لہٰذا وہ شکست کھا کر اور زخمی ہو کر اپنے گھر بھاگ گیا۔

اینال کی گرفتاری: اس کے بعد اسے امیر برقوق کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے یہ معذرت کی کہ اس کی اس کارروائی کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ امیر برکۃ پر غالب آ جائے۔ لہٰذا اسے اسکندریہ کی طرف بھیج دیا گیا جہاں اسے نظر بند کر دیا گیا۔ پھر بیقا ناظری کو طرابلس سے بلوا کر امیر سلاح مقرر کر دیا گیا۔

جب امیر برکۃ کو یہ خبر ملی تو وہ بحیرہ سے جلد واپس آ گیا اور اس طرح حالات درست ہو گئے۔

اس بغاوت کی سرکوبی کے سلسلے میں جو سرکاری عہدے خالی ہو گئے تھے۔ اس پر غور کرنے کے بعد باصلاحیت افراد کا ان عہدوں پر تقرر کیا گیا۔ اس سلسلے میں ان لوگوں کو ترجیح دی گئی جنہوں نے اس بغاوت کی سرکوبی میں عمدہ خدمات انجام دی تھیں۔ ایسے لوگوں میں پیش پیش قروم اور قرط تھے۔ یہ واقعات ۷۸۱ھ میں رونما ہوئے۔

اینال کا انجام: اینال کچھ عرصے اسکندریہ میں مقید رہا۔ پھر ماہ صفر ۷۸۲ھ میں اسے رہا کر کے طرابلس کا حاکم مقرر کیا گیا۔ جب منکلی بقا احمدی فوت ہو گیا تو اینال اس کے بجائے حلب کا نائب حاکم مقرر کیا گیا۔ سال کے آخر میں اسے پھر گرفتار کر کے قلعہ کرک میں مقید کیا گیا اور اس کے بجائے بیقا احمدی کو مقرر کیا گیا اور اس کے اپنے عہدے پر بندمر خوارزمی کو مقرر کیا گیا۔

۷۸۱ھ میں شام میں عرب قبائل کا سردار جبار بن المہنا فوت ہو گیا تو اس کے بجائے معیقل بن فضل بن عیسیٰ اور زامل بن موسیٰ بن عیسیٰ کو مشترکہ طور پر امیر مقرر کیا گیا۔ پھر ان دونوں کو معزول کر کے عیر بن جبار کو امیر مقرر کیا گیا۔

امیر برکۃ کی بغاوت: امیر برکۃ سلطنت کے انتظام میں امیر برقوق کے ساتھ مساوی طور پر شریک تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے سلطنت کے مالیات کا مختار کل بنا دیا تھا۔ ادھر امیر برقوق امور سلطنت میں مستقل مزاجی کے ساتھ عام مفادات اور رفاہ عام کے کام سرانجام دیتا تھا۔ اس لئے اس کی اس کے ساتھی ماتحت افسروں کے ساتھ اکثر مخالفت رہتی تھی

اور اکثر معاملات میں ان کے اختیارات چھین لیتا تھا۔ اس لیے وہ اس سے تنگ آ گئے تھے اور امیر برکتہ کو اس پر حملہ کرنے کے خودمختاری حاصل کرنے کے لیے بھڑکانے لگے۔

وہ امیر برقوق کے ایک بڑے ساتھی الشمس کے خلاف جا کر چغل خوری کرنے لگے کہ وہ امیر برقوق کو برکتہ کے خلاف بھی بھڑکاتا تھا۔ یوں وہ دونوں کے باہمی تعلقات کو بگاڑ کر اپنے لیے راہ ہموار کر رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ الشمس دونوں کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ناچاقی کا آغاز: (یہ باتیں سن کر) برکتہ امیر برقوق کے پاس آیا۔ اس نے الشمس کو گرفتار کرنا چاہا! مگر برقوق نے اسے (اس ارادہ سے) باز رکھا اور اس کی حمایت کی۔ اس کی وجہ سے برکتہ الشمس کا سخت مخالف ہو گیا اور امیر برقوق سے بھی ناراض ہو گیا۔

(یہ حالت دیکھ کر) مصر کے اکابر حضرات نے ان دونوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ شیخ کمال الدین شیخ الشیخ اور اہل خراسان کے شیخ الصوفیہ شیخ خلدی وغیرہ الشمس کو برکتہ کے پاس معافی منگوانے کے لیے لائے۔ چنانچہ اس نے اسے معاف کر کے اسے خلعت عطا کیا۔

بغاوت کا قصد: امیر برکتہ نے اس کے بعد دوبارہ اور تیسری مرتبہ بھی جھگڑا کیا اس وقت اس کا عزم مصمم ہو گیا تھا کہ وہ اعلان بغاوت کر کے حملہ کر دے۔ اس عرصے میں ماہ ربیع الاوّل ۷۸۲ھ میں جمعہ کے دن امیر برقوق کے گھر میں ولیمہ کی دعوت ہوئی جس میں امیر برکتہ کے تمام ساتھی اور حامی افراد شریک ہوئے۔

احتیاطی تدابیر: اس سے پہلے امیر برقوق کو کسی خیر خواہ نے یہ اطلاع دی تھی کہ امیر برکتہ دوسرے دن بغاوت کا اعلان کرنے والا ہے لہٰذا امیر برقوق نے برکتہ کے تمام ساتھیوں کو فوراً گرفتار کر لیا تا کہ ان کی گرفتاری کی بدولت اس کے بازو کٹ جائیں پھر اس نے اپنے ملازموں کو خود اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا اس مقصد کے لیے بدلان ناصری کو مدرسہ حسن کے مینار پر چڑھا دیا گیا تھا۔ اس نے وہاں سے اس کے اصطبل کی طرف تیر اندازی کی۔ مگر امیر برکتہ سوار ہو کر قبۃ النصر پہنچا اور وہاں خیمہ زن ہوا۔

اس وقت عوام میں یہ اعلان کرا دیا گیا کہ وہ اس کے گھروں کو لوٹ لیں۔ چنانچہ عوام نے اس کے گھروں کو لوٹ کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

خانہ جنگی: اس موقع پر بیقا ناصری نے برکتہ کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا۔ اب امیر برقوق نے اصطبل کی سمت سے قلعہ کے دروازہ پر اپنا محاذ قائم کیا اور اپنے شہسواروں کو جنگ کے لیے روانہ کیا۔ دن بھر جنگ ہوتی رہی۔ امیر برکتہ نے صف بندی کر کے دو طرف سے حملہ کیا۔ ایک حصہ کی قیادت بیقا ناصری کر رہا تھا۔

الاق شعبانی نے برکتہ کے مقابلہ کے لیے فوج کشی کی اور الشمس (فوج لے کر) بیقا ناصری کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ آخر کار امیر برکتہ کی فوجوں کو شکست ہوئی اور وہ قبۃ النصر واپس چلا گیا۔ اس کے ساتھی زخموں سے چور تھے اور ان میں سے اکثر اس کے گھر میں چھپ گئے تھے۔

برکتہ کی گرفتاری: وہ کچھ عرصے رات گزارنے کے بعد شہر کی جامع مسجد پہنچا اور وہاں اس نے رات گزاری۔ امیر برقوق کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے طلبغا جوبانی کو (اسے گرفتار کرنے کے لئے) بھیجا۔ (وہ اسے گرفتار کرکے) قلعہ لے آیا۔ پھر امیر برقوق نے برکتہ کو اسکندریہ روانہ کیا۔ جہاں اسے مقید رکھا گیا۔ بعد میں وہاں کے نائب حاکم صلاح الدین بن عزام نے اسے قتل کر دیا۔

نئے حکام کا تقرر: اس کے بعد بیبغا ناصری اور اس کے تمام حامی امراء کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں جیل خانوں میں بند کر دیا گیا تا آنکہ حالات میں تبدیلی ہو۔ امیر برقوق نے ان کے عہدوں پر سلطنت کے ان افسروں کو مقرر کیا جنہیں وہ پسند کرتا تھا۔ اس نے انیال کو بھی رہا کیا جس نے اس سے پہلے بغاوت کی تھی اور اب اسے طرابلس کا نائب مقرر کر کے بھیجا گیا۔

حکام کے تبادلے: اب برقوق نے سلطنت کا انتظام تنہا خود مختار حاکم کی حیثیت سے سنبھالا اور تمام نظم و نسق درست کیا۔ وہ سندمر نائب حاکم دمشق سے بدگمان تھا' کیونکہ وہ برکتہ کا دوست تھا۔ اس لئے اس نے اسے اور اس کے دوستوں کو جو دمشق میں موجود تھے گرفتار کر لیا اور دمشق کی حکومت عشقتمر کے سپرد کی۔ اس نے انیال کو حلب کا حاکم بنایا اور امیر برکتہ کے بجائے الشمس کو اتابک[1] مقرر کیا اور الاق شعبانی کو امیر سلاح[2] اور طلبغا جوبانی کو امیر مجلس[3] اور ابغا عثمانی کو دوادار[4] اور چرکس خلیل کو امیر ماخوریہ[5] مقرر کیا۔

اہلِ بحیرہ کی بغاوت اور فوجی حملے

اہل بحیرہ وہ خانہ بدوش قبائل تھے جنہوں نے اس علاقے کو آباد کیا۔ ان میں ہوارہ' مزانہ اور زناتہ کے قبائل شامل تھے۔ یہی لوگ اپنے ماتحت قبائل پر حکومت کرتے تھے اور ہر سال وقت مقررہ پر سلطان کو خراج ادا کرتے تھے۔ خراج وصول کرنے اور اسے بھجوانے کا کام بدر بن سلام اور اس کے آباؤ اجداد کے ذمے تھے۔ یہ لوگ قبیلہ زناتہ سے تعلق رکھتے تھے جو

---

1. اتابک ترکی لفظ ہے جو اتابیگ کا مخفف ہے۔ اتا کے معنی باپ کے ہیں۔ جیسے مصطفیٰ کمال پاشا کو اتاترک کا خطاب دیا گیا تھا کیونکہ وہ بابائے ترک تھے۔ مجازاً امیر و سردار پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے یعنی ابوالامراء یا امیر اعظم مراد ہے۔ یہ عہدہ تقریباً وزیراعظم کے برابر ہوتا ہے۔ (مترجم)

2. امیر سلاح سلطان کے ہتھیاروں کا محافظ ہوتا ہے۔ بالعموم وزیر دفاع یا وزیر جنگ کے برابر یہ عہدہ ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صبح الاعشیٰ از قلقشندی مطبوعہ حکومت مصر ج ۵ ص ۴۵۶ و النجوم الزاہرہ ج ۷ ص ۱۸۴۔ ۱۵۴ از ابن تغری مطبوعہ حکومت مصر وزارت ثقافت) مترجم۔

3. امیر مجلس سلطان کے دربار کا انتظام کرتا ہے۔ اس کا عہدہ امیر سلاح سے بڑا ہوتا ہے آج کل کی اصطلاح میں وزیر دربار کے برابر ہے (مترجم) (ملاحظہ ہو صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۴۵۵ مطبوعہ وزارت ثقافت مصر)

4. دوادار دراصل دوات دار کا مخفف ہے۔ قدیم زمانے میں اس عہدہ پر عمامہ پوش اہلکار کا تقرر ہوتا تھا جو سلطان کی دوات و قلم کی حفاظت کرتا تھا اور ایک پیش کار اور منشی کے برابر اس کا عہدہ ہوتا تھا مگر بعد میں یہ اعلیٰ عہدوں میں شمار کیا جانے لگا اور پرائیویٹ سیکرٹری کے برابر ہو گیا۔ (صبح الاعشیٰ و النجوم الزاہرہ تغری بردی ج ۷ ص ۱۷۴۔ ۱۸۵ مطبوعہ وزارت ثقافت مصر) مترجم۔

5. امیر ماخوریہ۔ یہ لفظ مذکورہ بالا کتب میں امیر آخور کے نام سے مذکور ہے جسے بگاڑ کر امیر سلاخور اور سلاخور بھی بولا جاتا ہے۔ یہ بھی ممالیک مصر کے زمانے میں بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ذمے گھوڑوں اور مویشی کی حفاظت اور خوراک کا بندوبست کرنا ہے۔ (صبح الاعشیٰ والنجوم الزاہرہ لابن تغری عبدی ج ۷ ص ۱۸۵) مترجم۔

لواتہ کی ایک شاخ ہے ان لوگوں سے الگ بادیہ نشین قبائل اور ان کے سردار بھی تھے جیسا کہ ابوذئب ہے جو قرانہ اور عسرہ کا سردار تھا۔ اسی طرح خلیج اسکندریہ کے قریب بنو الترکیہ تھے جو عربوں کے سردار تھے مگر ان کے تعلقات بھی اہل بحیرہ کے (قبائل) سے قائم تھے۔ کیونکہ وہ بحیرہ سے غلہ فراہم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے مقاصد پورا کرنے اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے ترک بادشاہوں کی ملازمت بھی اختیار کر رکھی تھی۔ یوں ان کا اثر و رسوخ اور رتبہ بڑھ گیا اور وہ اپنے ہم پلہ قبائل ہوارہ وغیرہ سے آگے بڑھ گئے۔

خراج میں اضافہ: اس کے بعد سلطنت کی ضروریات کے مطابق ان کے خراج میں اضافہ کیا گیا تو یہ اضافہ انہیں ناگوار معلوم ہوا اور چونکہ وہ باعزت اور اعلیٰ مرتبہ حاصل کر چکے تھے اس لئے انہوں نے خراج دینا بند کر دیا۔ لہٰذا خراج کی وصولی میں ان پر سختی کی گئی۔ جب (ان کے سردار) سلام کو قاہرہ میں قید کر دیا گیا تو اس کا فرزند بدر بن سلام قبیلہ کے علاقے کی طرف جو صعید (مصر کے بالائی حصہ) میں تھا بھاگ گیا۔

بغاوت کا انسداد: جب شاہی فوجیں وہاں پہنچیں تو بدر نے ان کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں کاشف مارا گیا۔ یہ فوجیں ۷۸۰ھ میں الاق شعبانی احمد بن بیبقا اور اینال کی مشترکہ قیادت میں روانہ کی گئی تھیں۔ اس وقت تک اینال نے بغاوت نہیں اختیار کی تھی لہٰذا بدر کی فوجیں بھاگ گئیں اور شاہی لشکر نے ان کے علاقہ کا صفایا کر دیا اور پھر وہ فوجیں واپس چلی گئیں۔

اس کے بعد بدر بحیرہ کے علاقہ میں واپس آ گیا اور حکومت مصر اس سے غافل ہو گئی کیونکہ پہلے اینال اور اس کے بعد برکتہ کی بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ اس اثناء میں بدر بن سلام کا فتنہ و فساد بڑھتا رہا اور اس نے خراج ادا کرنا بند کر دیا تھا۔

شاہی فوج کشی: آخر کار شاہی لشکر اتابک الشمس اور امیر سلاح، جوبانی امیر مجلس اور دیگر مغربی امراء کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ جب یہ فوجیں بحیرہ پہنچیں تو بدر نے ان سے جنگ کرنے کے ارادہ کیا مگر کسی نے شاہی لشکر کو (برے انجام سے) خبردار کر دیا تو انہوں نے اپنے خیمے اکھاڑ لئے اور اس محاذ کو خالی چھوڑ کر اپنے مرکزی محاذ کی طرف چلے گئے (یہ حالت دیکھ کر) دشمن کی فوجیں خیمہ گاہ پہنچیں اور اسے لوٹنے میں مصروف ہو گئیں۔

اس وقت شاہی فوجوں نے ان پر پلٹ کر حملہ کیا اور ان کی فوجوں کا صفایا کر دیا اور ان میں سے بہت ہی کم بچ سکے۔ لہٰذا بدر بن سلام نے اطاعت کا پیغام بھیجا اور خوف و خطرہ کا عذر پیش کیا اور جب خراج ادا کر دیا تو شاہی فوجیں واپس چلی گئیں اور بحیرہ کا حاکم بکتمر شریف کو مقرر کیا گیا۔ پھر اسے تبدیل کر کے قرط بن عمر کو حاکم مقرر کیا گیا۔

دوبارہ بغاوت: اس کے بعد بدر نے دوبارہ بغاوت کی تو شاہی فوجیں پھر اس کے مقابلہ کے لئے آئیں وہ انہیں دیکھ کر دور بھاگ گیا تو قرط بن عمر نے اس کی فوجوں کا صفایا کیا۔ ان کے اکثر مردوں کو تہ تیغ کیا گیا اور باقی ماندہ افراد کو مقید کیا گیا۔ اس اثناء میں بدر کا چچازاد بھائی اور اس کے ساتھی اس کی حمایت سے دستبردار ہو گئے۔ ابن شادی فوت ہو گیا اور جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے پناہ کی درخواست کی لہٰذا انہیں پناہ دے دی گئی کچھ مرد ان میں سے قید کئے گئے اور جو باقی رہ گئے انہوں نے خراج ادا کرنے کی ضمانت دی۔

بدر کا فرار اور قتل: بدر نے بھی پناہ طلب کی مگر اسے پناہ نہیں دی گئی اس لئے وہ صعید (مصر کے بالائی حصہ) کی طرف چلا

گیا۔شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا تو وہ وہاں سے بھی بھاگ گیا۔اب اس کے قبائل اور علاقہ کا صفایا کیا گیا۔

وہاں سے وہ برقہ (لیبیا کا علاقہ) چلا گیا اور شیخ ابو ذیب کا مہمان بنا۔ان نے اسے پناہ دے دی۔

(بدر کے چلے جانے کے بعد) بحیرہ کے حالات درست ہو گئے اور قرط (حاکم) نے وہاں سے خراج وصول کر لیا۔ اس نے دحاب اور شادی کی اولاد کو قتل کر دیا اور ان کے تمام مردوں کو زندہ نہیں چھوڑا۔

اُدھر بدر شیخ ابو ذیب کے ساتھ رہنے لگا مگر کبھی کبھی اپنے علاقے کی طرف بھی جاتا تھا۔

آخر کار ایک انتقام لینے والے نے (جس کے کسی افراد کو اس نے قتل کیا تھا) اسے پکڑ لیا اور اپنا انتقام لے کر (اسے مار ڈالا) اور اسے دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ ۷۸۹ھ میں بنا دیا۔

امیر برکتہ کا قتل: امیر برکتہ جب امیر تھا تو اس نے خلیل بن عزام کو اپنا استاذ دار[1] مقرر کیا تھا۔ پھر اس نے اس پر مالی (غبن) کا الزام لگایا اور ناراض ہو کر اسے معزول کر دیا اور اس کا مال ضبط کر کے اسے مقید کر دیا تھا کچھ عرصہ کے بعد اس نے اسے رہا کر دیا۔مگر خلیل کے دل میں انتقام کا جذبہ موجزن رہا۔

جب برکتہ کا زوال ہوا اور وہ اسکندریہ میں نظر بند ہوا۔ جہاں کا نائب خلیل ابن عزام تھا تو اس نے برکتہ کو قتل کر کے انتقام لینے کا قصد کیا مگر اس کے انجام سے خوف زدہ ہو کر قاہرہ چلا گیا جب وہ واپس آیا تو اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا مگر آخر کار وہ اپنے پوشیدہ کینہ اور دشمنی سے مغلوب ہو گیا اور اس نے رات کی تاریکی میں اسے اچانک قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔اس نے چند مسلح لوگوں کو اس کے پاس (رات کے وقت) بھیجا اور انہوں نے اُسے قتل کر دیا۔اس نے اقرار کیا کہ اس نے انہیں قتل کرنے کی اجازت دی تھی۔

قاتل کو سزا: یہ خبر سلطنت مصر کے نگران امیر برقوق کے کانوں تک بھی پہنچی کیونکہ امیر برکتہ کے غلاموں نے خلیل کے خلاف اس سے فریاد کی تھی تو اسے یہ فعل بہت ناگوار گزرا۔اس نے خلیل بن عزام کے خلاف سخت کارروائی کی اور اپنے دوادار امیر یونس کو بھیجا کہ وہ اس کی تحقیقات کر کے ابن عزام کو اس کی خدمت میں پیش کرے چنانچہ وہ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر لایا اور اسے امیر برکتہ کے قتل کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔

امیر برقوق نے اس پر قسم کھائی کہ وہ ضرور بالضرور اس کا انتقام لے گا۔ چنانچہ ۷۸۲ھ میں پندرہ رجب کی تاریخ کو ابن عزام کو قلعہ پہنچایا گیا اور قلعہ کے دروازہ کے پاس اسے کوڑے مارے گئے پھر تشہیر کے لئے اسے اونٹ پر گشت کرایا گیا اور سوق الخیل میں اسے اتار دیا گیا۔ جہاں برکتہ کے غلاموں نے اسے پکڑ کر تلواروں کے وار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کی لاش کے ٹکڑے گر کر ہر طرف بکھر گئے۔یوں لوگوں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہوئی۔

سلطان منصور بن اشرف کی وفات: جب سلطان منصور علی بن اشرف کو امیر قرطائی نے اس کے باپ کے خلاف بغاوت کر کے تخت پر بٹھایا تھا تو وہ بارہ سال کا بچہ تھا۔تاہم اس کی سلطنت برقرار رہی مگر اس کی حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں۔وہ پانچ سال بادشاہ رہا اور ماہ صفر ۷۸۳ھ میں فوت ہو گیا۔

---

[1] استاذ دار دراصل استاد دار تھا۔یہ سلطان کے مالیات کے لین دین کا عہدہ دار ہے۔اسے وزیر مالیات بھی کہہ سکتے ہیں۔(صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۴۵۹) مترجم

امیر حاج صالح کی تخت نشینی

اس کی وفات کے بعد امیر برقوق نے امرائے مصر کو بلوایا۔ انہوں نے متفقہ طور پر اس کے بھائی امیر حاج کو بادشاہ مقرر کیا اور اسے شاہی دربار لے جا کر تخت پر بٹھا دیا اور اس کا لقب صالح رکھا۔ خلیفہ نے حسب معمول ایک فرمان جاری کیا جس میں اسے سلطان تسلیم کیا گیا تھا اور امیر برقوق کو اس کی صغر سنی کی وجہ سے سلطنت کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ علمائے کرام نے بھی اسی قسم کا فتویٰ دیا اور اس تقرر کو بیعت میں شامل کر دیا گیا خلیفہ کا یہ تحریری فرمان امراء' قاضیوں اور خاص و عام افراد کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا یہ دن قابل دید اور یادگار دن تھا۔ اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔ پھر سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور اس کی سلطنت کا آغاز ہو گیا۔ جس میں امیر برقوق کا بہت بڑا حصہ تھا۔

ابو برقوق کی آمد اور استقبال: امیر برقوق کا اصل خاندان قبیلہ چرکس سے متعلق ہے جو شمالی علاقے کے ان کوہساروں میں رہتے ہیں جو قبچاق اور اوس وغیرہ کو شرقی سمت سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس چرکسی قبیلہ کا تعلق اس غسان قبیلہ سے ہے جو اپنے امیر جبلہ بن الایہم کے ساتھ رومی علاقے میں داخل ہوئے تھے جب کہ ان کے امیر کا حضرت عمرؓ بن الخطاب سے اختلاف ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے اور مؤرخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

غسانی قبیلہ کی تحقیق: مگر یہ رائے درست نہیں ہے کیونکہ چرکس کا قبیلہ ترکوں میں بہت پہلے سے مشہور ہے اور ماہرین علم الانسان اس سے واقف ہیں اور اس قبیلہ کے افراد ان مقامات میں غسانیوں کے داخلۂ روم سے پہلے ان مقامات میں رہتے تھے۔ البتہ یہ واقعہ درست ہو سکتا ہے کہ غسانی قبیلہ جب امیر جبلہ کے ساتھ ہرقل کے پاس پہنچا تو وہاں رہنے لگے۔ کیونکہ وہ واپس جانے سے مایوس ہو گئے تھے اور ہرقل فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد رومی سلطنت کا انتظام بگڑ گیا اور ان کے علاقوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے لگے تو ان خانہ جنگیوں میں قبیلۂ غسان کو حلیف بنانے کے لئے کسی قوم کی ضرورت ہوئی ہو گی تو ممکن ہے کہ انہوں نے چرکسی قبائل کو اپنا حلیف بنا لیا ہو اور قسطنطنیہ کے مشرقی سمت میں ان کے کوہستانی علاقے میں آباد ہو گئے ہوں اور شادی بیاہ کر کے ان میں مدغم ہو گئے ہوں۔ یہاں تک کہ قبیلہ کی حیثیت سے ان کی ہستی فنا ہو گئی ہو اور وہ میدانوں سے نکل کر ان کے پہاڑوں میں آباد ہو گئے ہوں اور یوں ان کی ایک شاخ غسان کے نام ان چرکسی قبائل کے ساتھ شامل ہو گئی ہو۔ بہر حال یہ تحقیق کسی حد تک قرین قیاس اور صحیح ہو سکتی ہے۔

برقوق کا ابتدائی زمانہ: امیر برقوق کو امیر بیبقا کے زمانے میں اس زمانے کا مشہور عثمان قراجا حاصل کر کے لایا تھا۔ امیر بیبقا نے اسے خرید لیا اور وہ اس کے گھر میں پرورش پانے لگا اور وہیں اس نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس نے تیر اندازی اور ملک و سلطنت کے آداب و قواعد سیکھے۔ اس طریقے سے اس کا خاندانی اکھڑ پن دور ہو گیا اور وہ امارت اور اعلیٰ عہدہ حاصل کرنے کے قابل بن گیا اس کی پیشانی سے ترقی اور خوش بختی کے آثار نمایاں تھے اور خداوند کریم کا فضل و کرم اس کے شامل حال رہا۔

قید خانے میں: اس کے بعد بیدقا اور اس کے ممالیک پر زوال آیا اور ان کا سردار استدمر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ غلاموں کو جلاوطن کر دیا اور ان میں سے ایک حصے کو قید خانوں میں ٹھونس دیا گیا۔ انہیں میں امیر برقوق بھی تھا وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ کرک کے قید خانے میں پانچ سال تک مقید رہا۔ یہ بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی جس میں وہ مبتلا رہا۔ اس مدت کے بعد اسے اس کے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دیا گیا اور یہ جماعت شام چلی گئی۔

سلطان کی طلبی: شام کے نائب حاکم امیر منجک نے ان لوگوں کو اپنے پاس رکھا وہ نہایت عقل منداور جہاں دیدہ حاکم تھا۔ اسے امیر برقوق سے بہت محبت ہو گئی۔ کیونکہ اس نے تاڑ لیا کہ وہ بہت ہونہار اور سعادت مند ہو گا۔ لہٰذا وہ ایک عرصہ تک اس کا منظور نظر رہا۔ آخر کار سلطان اشرف نے ان تمام غلاموں کو بلوالیا جن کا سرخیل برقوق تھا۔

الجائی سے مقابلہ: سلطان نے پوری جماعت کو انعام واکرام سے نوازا اور اپنے شہزادہ علی کی خدمت کے لئے انہیں مخصوص کر لیا۔ چند دنوں کے بعد سلطنت کے نگران الجائی نے بغاوت کا اعلان کیا اور وہ سلطان پر غالب آ گیا۔ لہٰذا سلطان نے برقوق کی جماعت کو بلوا کر اپنے عمدہ ہتھیار اور بہترین گھوڑے ان کے حوالے کیے۔ وہ ان میں سے بہترین اشیاء کا انتخاب کر کے الجائی کے مقابلہ کے لئے پہنچ گئے اور ایسی گھمسان کی جنگ کی کہ اسے رمیلہ کی طرف دھکیل دیا۔ پھر اس کا تعاقب کیا تا آنکہ الجائی نے سمندر میں کود کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔

اس جنگ میں اس جماعت کی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطان کی نظر میں چڑھ گئے اور اس نے انہیں اپنے مخصوص گروہ میں شامل کر لیا اور ان کے لئے جاگیریں اور وظائف مقرر کیے۔ بالخصوص امیر برقوق کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہو گیا۔

سلطان کا نگران: جب سلطان اشرف حج کے لئے روانہ ہوا تو قرطائی نے باغی ہو کر سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ایبک سلطنت پر قابض ہو گیا اس اثناء میں امیر برقوق کا اثر ورسوخ سرکاری حلقوں میں بہت بڑھ گیا تھا اور اُمراء کے حلقے میں اس کا بہت احترام تھا۔ لہٰذا جب ایبک کا اقتدار ختم ہو گیا تو مختلف خیالات ورجحانات کے امراء کی ایک جماعت نے مشترکہ طور پر اقتدار سنبھالا۔ اس وقت کے دانشوروں کو ملک وسلطنت کی تباہی کا اندیشہ تھا لہٰذا ایسے موقع پر امیر برقوق آگے بڑھا اور اس نے امیر برکتہ کے ساتھ مل کر سلطنت کی باگ ڈور خود سنبھال لی۔ یوں کچھ عرصے کے لئے سلطنت کا انتظام درست ہو گیا۔

جب امیر برکتہ نے بھی بغاوت کا اعلان کیا اور وہ تباہ وبرباد ہوا تو امیر برقوق خود مختار نگران سلطنت مصر مقرر ہوا۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل وکرم کا نتیجہ تھا۔ خدا نے مزید فضل وکرم یہ کیا کہ اس کے والد محترم کو بلوا کر اس کی مکمل شہزادگی کی صورت پیدا کر دی۔

والد محترم کی آمد: اس کی صورت یہ ہوئی کہ تاجروں (بردہ فروشوں) کی ایک جماعت ان کے والد محترم کو (بردہ فروشوں کے پنجے سے) چھڑا کر دور دراز کے علاقوں سے نکال لائی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف تدبیروں سے کام لیا تھا اس کے والد کا نام انس تھا۔

شاہانہ استقبال: (جب برقوق کو اس کی اطلاع ملی تو) اس نے اس کے استقبال کا زبردست انتظام کیا۔ اس نے حکم دیا کہ

شاہی لشکر اور عوام سوار ہو کر اس کے استقبال کے لئے سریاقوس کے مقام پر پہنچیں جہاں اس کے نزول اجلال کے لئے خیمے گاڑ دیے گئے تھے۔ لہٰذا سب لوگ ۲ ماہ ذوالحجہ ۷۸۲ھ کو وہاں پہنچے جہاں معزز مہمان امیر انس صدر مجلس بنے ہوئے تھے اور ان کے چاروں طرف قاضیوں، امراء اور اعلیٰ افسروں کا گروہ تھا (شاہانہ استقبال کے بعد) دستر خوان بچھوائے گئے اور حاضرین نے کھانا تناول کیا۔ پھر وہ منتشر ہوئے اور سوار ہو کر شہر چلے گئے۔

(اس خوشی میں) بازاروں کو نہایت زیب و زینت سے سجایا گیا اور (رات کے وقت) شمعوں سے چراغاں کیا گیا۔ گلیاں اور سڑکیں بے شمار تماشائیوں سے بھری ہوئی تھیں اور یہ دن یادگار اور قابلِ دید تھا۔

امیر برقوق نے اپنے والدِ محترم کو مدینہ ناصریہ کے نیچے اصطبل کے قریب ٹھہرایا۔ سلطان نے اسے اپنے رشتہ داروں، چچازاد بھائیوں اور بھتیجوں میں شامل کر لیا اور اس کی وجہ سے ان کی شیرازہ بندی ہوئی اور ان کے لئے وظائف اور روزینہ مقرر ہوئے۔

امیر برقوق کے والدِ محترم انس (غسانی) کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے۔ انہوں نے (اپنے فرزند) کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی وصیت کی تھی۔ سلطان نے انہیں دوادار یونس کے قبرستان میں دفن کیا۔ پھر انہیں اس مدرسہ (دار العلوم) کے قریب کے قبرستان میں منتقل کیا جو اس نے دونوں محلوں (بین القصرین) کے درمیان ۷۸۸ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

باب : پنجم

سلطان برقوق کی تخت نشینی

یبقا دیہ امراء برقوق کے زمانے میں اعلیٰ عہدوں پر سرفراز تھے اور وہ حکومت کے اعلیٰ اختیارات سے لطف اندوز ہو رہے تھے اس لئے وہ خودمختاری کے خواہاں تھے اور یہ چاہتے تھے کہ شاہی خاندان کے نوعمر لڑکوں کے بجائے ان کا امیر برقوق مستقل بادشاہ ہو جائے۔ جب امیر حاج کو سلطان بنایا گیا تھا تو اس موقع پر مفتیان کرام نے بھی اس طرف اشارہ کیا تھا کہ اس موقع پر نگران سلطنت (برقوق) کو بھی سلطنت میں شریک کیا جائے تاکہ مستحکم حکومت قائم ہو سکے۔

اس موقع پر امیر برقوق نگران سلطنت ہو گیا۔ رعایا اس کی عمدہ سیاست اور نیک سیرت سے بہت متاثر ہوئی۔

ابقا عثمانی کی سازش: اسی زمانے میں امراء کی وہ جماعت جو اس نوعمر سلطان کی نگرانی کر رہی تھی امیر برقوق کی مخالف ہو گئی اور اس کے خلاف سازش کرنے لگی۔ اس سازش کا سرغنہ سلطان کا دوادار ابقا عثمانی تھا۔

امیر برقوق کو اس کی سازش کی اطلاع ہو گئی تو اس نے پوری جماعت کو گرفتار کر لیا اور ابقا عثمانی کو دمشق امیر بنا کر بھیج دیا اور باقی ماندہ افراد کو قوص کی طرف جلاوطن کر کے نظر بند کر دیا جہاں وہ خدائی فیصلہ تک مقید رہے۔

دیگر امراء کو یہ اندیشہ ہوا کہ اس قسم کا واقعہ دوبارہ رونما نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ نوعمر لڑکوں کی تخت نشینی کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا جائے اور امیر برقوق کو مستقل طور پر بادشاہ بنایا جائے۔

تخت نشینی کا جشن: لہٰذا ۱۹ رمضان المبارک ۷۸۴ھ کو ایک دربار منعقد ہوا جس میں ہر خاص و عام شریک ہوا۔ اس میں فوج، قاضی، علماء، مفتیان کرام، اہل شوریٰ اور ہر طبقہ کے افراد شریک تھے اور ان سب نے متفقہ فیصلہ یہ کیا کہ سلطان امیر حاج کو معزول کر کے برقوق کو مصر کا سلطان بنا دیا جائے۔ لہٰذا معزول سلطان کی طرف دو افسروں کو بھیجا گیا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ سے تلوار نکال لی۔ (یہ معزولی کی علامت تھی) اس کے بعد سلطان برقوق نے شاہی لباس اور شاہی شعار زیب تن کیا اور خلعت خلافت سے آراستہ ہوا اور اپنی مجلس سے اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر اصطبل کے دروازے کی طرف پہنچا۔ پھر شاہی محلات میں داخل ہو کر قصر ابلق کے شاہی تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر لوگ جوق در جوق آئے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ یوں اس کی تخت نشینی کے انتظامات مکمل ہوئے اور اس کا لقب ملک ظاہر رکھا گیا۔

امراء کے لئے خلعت: اس کے بعد نقارہ اور طبل بجایا گیا اور تمام سلطنت میں اس خوش خبری کا اعلان کیا گیا اور سلطنت کے مخصوص امراء کو خلعت عطا کئے گئے ان میں مندرجہ ذیل امراء شامل تھے۔

(۱) اتابک اتمش (۲) طنبغا جوبانی امیر مجلس (۳) جرکس خلیلی امیر ماخوریہ (۴) سودون شیخونی نائب (۵) طنبغا معلم امیر سلاح (۶) یونس نوروزی دوادار (۷) قردن حسینی راس نوبہ۔

سلطان برقوق نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری اوحد الدین بن یاسین کو بھی خلعت سے نوازا۔ اس نے سلطان کے سابق پرائیویٹ سیکرٹری بدر الدین بن فضل اللہ کو تبدیل کر دیا تھا۔ پھر تمام سرکاری عہدے داروں اور افسروں کو خواہ وہ وزیر کاتب ہو یا قاضی اور محتسب ہو خلعت عطا کیے۔ نیز تمام مشہور علماء کرام و مفتیان عظام و صوفیائے کرام کو خلعت عطا کیے گئے۔

یوں سلطنت کا انتظام بحسن و خوبی قائم ہو گیا اور عوام ایسے سلطان کی بادشاہت سے خوش ہوئے جو سلطنت کے کاموں کو صحیح طریقے سے انجام دے سکتا ہے اور اسے مستحکم بنا سکتا ہے۔

اس سال طنبغا جوبانی' امیر مجلس۔ نے سلطان سے حج کرنے کی اجازت طلب کی تو سلطان نے اس کی اجازت دے دی اور وہ فریضہ حج ادا کر کے واپس آ گیا۔

قرط بن عمر کا قتل اور خلیفہ کی معزولی

قرط بن عمران ترکمان سرداروں میں سے تھا جو سلطنت مصر کے خدمت گزار تھے' وہ اپنی بہادری اور دلیری کی وجہ سے امرائے مصر کا ہمرکاب ہو گیا۔ آخر کار اسے صعید (بالائے مصر) کی حکومت سپرد کی گئی تا کہ وہ اسوان کے علاقے میں مقیم عربوں کے خلاف جنگ کرے۔ اس نے اس سلسلے میں بھی مفید خدمات انجام دیں اور انہیں اس علاقے سے بھگا دیا۔

قرط کے دلیرانہ کارنامے: جب بحیرہ کے علاقہ میں بدر بن سلام نے بغاوت کا اعلان کیا اور وہاں سے بھاگ گیا تو اسے اس علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ اس نے وہاں کا انتظام بھی درست کیا اور ان باغیوں اور منافقوں کا تعاقب کر کے ان کا قلع قمع کیا۔

جب انیال نے بغاوت کا اعلان کیا تو اس موقع پر اس نے اپنی دلیری اور بہادری کے کارنامے ظاہر کیے۔ اس موقع پر دیوار پر وہی چڑھا اور اس دروازے کو آگ لگائی جہاں سے فوج نے داخل ہو کر اسے گرفتار کیا تھا۔

لہٰذا قرط بن عمر اپنے کارناموں کی وجہ سے سلطان کا منظور نظر ہو گیا تھا۔ تاہم وہ بہت ظالم و جابر انسان تھا اور رعایا کی طرف سے اس کے خلاف بہت شکایتیں آنے لگی تھیں لہٰذا سلطان نے بیعت کے بعد پہلی فرصت میں اس کو گرفتار کر لیا اور اسے قید خانہ میں ٹھونس دیا پھر اسے معاف کر کے اسے رہا کر دیا۔

سازش کا انکشاف: اس کے بعد وہ اپنے خواص اور دوستوں کے ساتھ صبح سویرے سلطان کے آستانے پر حاضر ہوتا تھا مگر اس کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ موقع کا انتظار کرتا رہا۔ تاہم اس کے بارے میں سلطان کو یہ اطلاع مل گئی کہ اس نے خلیفہ متوکل بن المعتضد سے ساز باز کر رکھی ہے کہ وہ دونوں مل کر بغاوت کا اعلان کریں اور سلطنت کے خلاف ان عرب باغیوں کو اکٹھا کریں جو بحیرہ سے برقہ کے گرد و نواح میں پہنچ گئے ہیں اور بدر بن سلام کے ساتھیوں میں ہیں۔ یہ لوگ موجودہ سلطان (برقوق) کو معزول کر کے خلیفہ کو سلطنت سپرد کرنا چاہتے تھے۔ اس سازش میں بعض ایسے بے وقوف ترک امراء بھی شریک ہو

گئے تھے جن کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

قرط کا قتل: لہٰذا سلطان (برقوق) نے دوسرے دن صبح کے وقت ان تمام افراد (سازشیوں) کو بلوایا اور انہیں (پوشیدہ سازش سے) تمام واقعات سے آگاہ کیا تو وہ سناٹے میں رہ گئے اور انکار کرنے لگے۔ بعض نے اقرار بھی کیا۔ لہٰذا خلیفہ کو قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا مگر قرط کو فوراً نکال کر اونٹ پر تشہیر اور سزا کے لئے شہر میں گشت کرایا گیا۔ پھر شہر سے باہر اسے مقتل کی طرف لے جایا گیا اور تلوار کے وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ باقی افراد کو قید خانوں میں بند کر دیا گیا۔

نئے خلیفہ کا تقرر: اس کے بعد سلطان نے (معزول خلیفہ کے) ایک رشتہ دار عمر بن ابراہیم الواثق کو خلیفہ مقرر کیا۔ یہ وہ تھا جس کے والد ابراہیم کو سلطان ناصر نے خلیفہ ابوالربیع کے بعد اس کے فرزند احمد کو معزول کر کے خلیفہ مقرر کیا تھا یہ واقعہ ۸۵ ھ کے موسم بہار میں ہوا۔ اس کے بعد اس کے بجائے اس کے بھائی زکریا کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس کا لقب معتصم تھا۔

ناصری کا زوال اور نظر بندی

بیقا کے غلاموں میں سے ناصری بھی تھا اور اس کے زمانے میں وہ اعلیٰ عہدے دار تھا اس کے سلطان ظاہر کے ساتھ غلامی کے زمانے میں سے جب کہ وہ اپنے آقا کے پاس تھے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔
یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایک کے بعد امرائے مصر خود مختار ہو گئے تھے اور انہوں نے ناصری کو اتابک مقرر کیا تھا مگر وہ اپنے فرائض صحیح طور پر انجام نہیں دے سکا تھا۔ اس کے بعد طشتمر آیا اور وہ دور زوال اور قید خانے میں بھی اس کے ہمراہ رہا۔ پھر وہ شام روانہ ہوا اور طرابلس کا حاکم مقرر ہوا۔

امیر سلاح: اس کے بعد انیال کی بغاوت اور اس کا زوال ۷۱ ھ میں ماہ جمادی الاولیٰ ہوا تو اسے طرابلس سے بلوا کر انیال کے بجائے امیر سلاح مقرر کیا گیا امیر برکۃ نے اسے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور اپنے ساتھ اسے شامل کر لیا تھا لہٰذا جب امیر برکۃ کے اقتدار کو زوال آیا تو وہ بھی اس کے ساتھ مقید ہوا۔ پھر اسے شام روانہ کر دیا گیا۔

حاکم حلب: اس اثناء میں انیال اپنی نظر بندی سے رہا ہو گیا تھا اور منکلی بغری احمدی کے بجائے ۸۲ ھ میں حلب کا حاکم مقرر ہو گیا تھا۔ اس نے وہاں تقریباً ایک سال حکومت کی۔ پھر اس کی بغاوت کی اطلاع آئی تو اسے گرفتار کر کے قلعہ کرک میں مقید کر دیا گیا تھا اور اس کے بجائے ماہ شوال ۸۳ ھ میں بیقا ناصری حلب کا حاکم مقرر ہوا۔

اس سے ایک سال کے بعد سلطان برقوق الظاہر مصر کے تخت شاہی پر بیٹھا اور مصر کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ چونکہ ناصری ہوشیار سیاست دان تھا اس لئے (اکثر) وہ مصالح عامہ کا دعویٰ کر کے سلطان کے احکام کی تعمیل میں توقف کرتا تھا۔ سلطان کو اس کی یہ بات ناپسند تھی اور وہ (اس کے اس رویہ) سے ناراض ہوتا تھا۔ تاہم وہ ارکان سلطنت کے ایک رکن طبقا جوبانی امیر مجلس کا حلیف بنا ہوا تھا۔

ناصری جابانی کا آغاز: جب سودی بن بلقادر ناصر کے پاس حلب پہنچا تو سلطان مصر نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے گرفتار کر لے

مگر اس نے تعمیل حکم نہیں کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ وفادار تھا۔ لہٰذا اس نے مسولی کو پوشیدہ طور پر یہ اطلاع دے دی اور وہ مفرور ہو کر (سلطان کی سزا سے) بچ نکلا۔

ناصری ۵۸ے ھ میں سلطان کے پاس آیا تھا۔ اس موقع پر اس نے جوبانی اور انمش اتابک کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات کی تجدید کی اور پھر وہ حلب لوٹ گیا۔ وہاں سے ۵۸ے ھ کے آخر میں ان نے سلطان کی اجازت کے بغیر لشکر کشی کی۔ اس (مہم میں) اسے شکست ہوئی اور اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور وہ خود زخمی ہو کر تیسرے دن بچ نکلا۔

گرفتاری اور قید: ان تمام واقعات سے سلطان بہت ناراض ہوا' لہٰذا اس نے ۸۷ے ھ میں اسے بلوایا۔ جب وہ سریاقوس کے مقام پر پہنچا تو (مصر کے) استاذ دار نے اس سے ملاقات کر کے اسے گرفتار کرلیا اور وہ اسے اسکندریہ لے گیا جہاں اسے دو سال تک قید رکھا گیا۔

سودون کا تقرر: ناصری کے بجائے حلب کا حاکم حاجب سودون المظفر کو مقرر کیا گیا وہ سلطان کا وفادار تھا اور ناصری کی تمام حرکات وسکنات کی مخبری کرتا تھا کیونکہ ترکوں کی حکومت میں سلطان کے حاجب کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں کے محکمہ برید (ڈاک اور خبر رسانی) کا انتظام بھی اپنے ماتحت رکھے لہٰذا وہ سلطان کا راز داں ہوتا تھا اور اس کی عملداری میں جو کچھ ہوتا تھا اس سے باخبر رہتا تھا اور حکام میں سے جو کوئی بغاوت کا قصد کرے وہ اس سے بہت خائف رہتا تھا۔

یہ حاجب سودون ہی تھا جو ناصری کی تمام خبریں سلطان کو بتاتا تھا اور اس کی سازشوں سے اسے باخبر رکھتا تھا۔ لہٰذا جب ناصری کو اسکندریہ میں مقید کیا گیا تو سلطان نے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا۔

جوبانی کو جب ناصری کے زوال کا علم ہوا تو وہ بھی خوف زدہ ہوا کیونکہ ان دونوں کے درمیان گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ وہ اس خبر سے بہت پریشان ہوا۔ سلطان کو بھی اس کی وفاداری پر شک وشبہ ہوا۔ لہٰذا اس نے اس کا اقتدار بھی ختم کر دیا جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

امیر جوبانی کا عروج وزوال: امیر جوبانی کا تعلق ترکی قبائل سے تھا۔ اس کا نام طنبغا ہے اور وہ یبغا خاصگی کے موالی (آزاد کردہ غلاموں) میں سے تھا جو سلطان اشرف پہ حاوی تھا۔ اس نے اس کے محلات میں پرورش پائی اور اس کے زیر سایہ تمام اخلاق وآداب کی تربیت حاصل کی اس کے (شروع ہی سے) سلطان (برقوق) کے ساتھ مخلصانہ تعلقات تھے۔ کیونکہ دونوں نے ایک ہی جگہ پرورش پائی تھی اور اپنے وطن میں بھی دونوں ایک ساتھ پرورش پاتے رہے تھے۔ یوں دونوں ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے ان میں باہمی محبت مستحکم ہو گئی یہاں تک کہ مصیبت اور جلا وطنی میں بھی دونوں ایک ساتھ رہے۔ کیونکہ جوبانی بھی (سلطان برقوق کے ساتھ) پانچ سال تک مقید رہا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس سلطان کے رنج وغم کو مسرت میں اور نحوست کو سعادت مندی میں تبدیل کیا اور قید خانے کے بجائے سلطنت عطا کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شائبہ اور اسی کا فضل وکرم جوبانی کو بھی حاصل ہوا اور اس کے بھی دن پھر گئے۔

برقوق کا رفیق خاص: (قید خانے سے رہا ہونے کے بعد) دونوں شام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں دونوں اکٹھے رہے۔ پھر دونوں کو دارالسلطنت مصر بلایا گیا اور دونوں نے اکٹھے ترقی حاصل کی۔ سلطان (برقوق) عزو جاہ کے ہر مقام پر آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے سلطنت میں اقتدار حاصل کر لیا۔ وہ اُمرائے مصر کی تمام مشکلات رفع کرتا رہا اور ان کی ہر مشکل کو آسان کرتا رہا تا آنکہ وہ بادشاہت کے تخت پر بیٹھ گیا۔

امیر مجلس: اب سلطان (برقوق) نے سلطنت کے اعلیٰ عہدے اور اختیارات انہی دوستوں میں تقسیم کئے۔ بالخصوص جوبانی کو بہت بڑا حصہ ملا۔ اسے سلطان نے امیر مجلس کا عہدہ دیا' جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت کا مشیر اعلیٰ ہے۔ یہ عہدہ اتابک کے عہدہ کے بعد دوسرا بڑا عہدہ ہے۔ لہٰذا اُمرائے مصر میں اس کا مرتبہ اعلیٰ ہو گیا اور وہ سلطنت کا اونچا ستون بن گیا جس پر حکومت کا نظم و نسق قائم تھا۔

جلاوطنی: یہ سلسلہ کچھ عرصے تک چلتا رہا تا آنکہ حسد و رقابت نے اس کے نامۂ اعمال کو سیاہ کر دیا۔ سلطان اس سے بدگمان ہو گیا لہٰذا دانش مندی کے تقاضا کے مطابق اس نے اسے زیادہ مہلت نہیں دی اور ۷۸۵ھ کے ابھی سات دن باقی تھے کہ سلطان نے اسے گرفتار کر کے اسے اپنے محل کے اندر سارا دن نظر بند رکھا۔ پھر اسے قلعہ کرک کی طرف جلاوطن کر دیا۔

نائب حاکم: اس عرصہ میں سلطان کے دل و دماغ میں رحم و شفقت' شرافت اور وفاداری کے جذبات میں کشمکش برپا رہی۔ آخر کار اپنی فطری شرافت اور فیاضی سے مجبور ہو کر سلطان نے دوسرے دن یہ شاہی فرمان بھجوایا کہ اسے ان تمام علاقوں کا نائب حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلوق خدا کی زبانیں ان کے لئے دعائے خیر کرنے لگیں اور عوام میں اس کے عدل و انصاف اور علم و رواداری کے چرچے ہونے لگے۔

ترقی کے مواقع کی تلاش: سلطان سال بھر تک جوبانی کے حالات معلوم کرتا رہا اور اسے ہر طرح سے آزماتا رہا۔ آخر کار یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نہایت مخلص اور وفادار ہے۔ یوں حاسدوں اور بدخواہوں کی کوششیں ناکام ہوئیں لہٰذا سلطان موقع کی تلاش میں رہا کہ وہ کسی اعلیٰ عہدہ پر اس کا تقرر کر کے اس کی اشک شوئی کرے۔ آخر کار شام میں بندمر کی بغاوت کا واقعہ رونما ہوا جو جوبانی کی ترقی' شادمانی اور سعادت مندی کا بذر کامل بن کر نمودار ہوا اور وہ اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہو گیا۔

بندمر کے واقعات: یہ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ بندمر خوارزمی شام میں دمشق کا نائب حاکم تھا۔ اس کا تعلق اس خوارزمی فوج سے تھا جو خوارزم شاہ کے ماتحت تھی۔ وہ تاتاریوں کے دور میں عراق کا حاکم تھا۔ جب چنگیز خان کے ہاتھوں وہ ہلاک ہو گیا تو یہ فوج شام کے علاقوں میں منتشر ہو گئی اور ایوبی سلاطین کی ملازمت کرنے لگی۔ اس کے بعد خوارزمی فوج مصر کے ترک سلاطین کے ماتحت ہو گئی۔

دمشق کی حکومت: بندمر انہی کی نسل سے تھا۔ اس کی خاندانی نجابت و شرافت امرائے مصر کو پسند آ گئی اور وہ ان کا ملازم ہو گیا۔ آخر کار وہ حکومت کے عہدوں کا اُمیدوار بن گیا اور منجک یوسفی اور عشقتمر ناصری کے ساتھ دمشق میں حکومت کرتا رہا۔ جب خاصکی نے اقتدار حاصل کیا تو اس نے دمشق میں بغاوت کر دی۔ لہٰذا اس نے محاصرہ کر کے اسے ہاتھ ڈالنے پر مجبور کیا۔

آخر کار اسے اس کے عہدہ پر بحال کر دیا گیا۔

گرفتاری اور قید: جب گزشتہ حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور موجودہ امیر (برقوق) برسرِ اقتدار آیا تو امرائے مصر نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ وہ برکتہ کا حامی تھا۔ لہٰذا جب برکتہ نے بغاوت اختیار کی تو اس نے دمشق میں اپنے دوستوں کو جن میں بندمر اور بقری شامل تھے یہ خطوط لکھے کہ وہ قلعہ دمشق پر قبضہ کر لیں۔ ادھر برقوق نے قلعہ کے نائب حاکم کو خط لکھ کر ان خطروں سے آگاہ کیا۔ لہٰذا جنتمر اخ طاز و ابن جرجی اور محمد بیگ اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور تین دن تک اس سے جنگ کرتے رہے پھر اسے گرفتار کر کے مقید کر لیا۔ اس کے ساتھ بقری بن برقش اور جبریل بھی تھے ان سب کو اسکندریہ لا کر مقید کر دیا گیا۔

شام کی حکومت پر بحالی: جب برکتہ مارا گیا تو بندمر اور برکتہ کے ساتھیوں کو رہا کر دیا گیا جن میں بیقا ناصری اور دمرداش احمدی بھی شامل تھے۔ جب سلطان تخت نشین ہوا تو اس نے بندمر کو شام کی حکومت پر بحال کر دیا۔ مگر وہ مال و دولت کا بہت حریص تھا اور ظلم و تشدد کے ذریعے مال و دولت وصول کرتا تھا اور مختلف قسم کی سزائیں دے کر مال جمع کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کے دورِ حکومت سے تنگ آ گئے اور ان کی حالت قابلِ رحم ہو گئی۔

نظامِ حکومت کا مخالف گروہ: اس زمانے میں مشکوک افراد کی ایک جماعت تھی جو تحصیل علم کا دعویٰ کرتی تھی مگر ان کے عقائد صحیح نہیں تھے کچھ افراد خدا کو مجسم مانتے تھے' کچھ رافضی تھے اور کچھ خدا کے اجسام میں حلول ہونے کے قائل تھے۔ ان میں ضلالت و گمراہی اور محرومی کا رشتہ مشترک تھا۔ وہ اپنے ان عقائد باطلہ کی وجہ سے اعلیٰ مراتب حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ زاہد بن کر مخلوقِ خدا اور حکومت کی مخالفت کرتے تھے کہ وہ شرعی احکام کو چھوڑ کر اس سیاست کو اختیار کر رہے ہیں جو سابق خلفاء اختیار کر چکے تھے اور جسے علمائے کرام اور مفتیانِ شرع جائز قرار دے چکے تھے کیونکہ ملکی دفاع اور نظم و نسق چلانے کے لئے سلطان کی ضرورت ہوتی ہے اور قدیم زمانے میں شرطہ صغریٰ و کبریٰ اور مظالم کا عہدہ بغداد میں بھی قائم تھا جو دارالسلام کہلاتا تھا اور خلافت اور دین و علم کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس بارے میں پہلے بہت کچھ بحث ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ اموی خلافت کے عہد خلافت میں ضرورت پیش آنے پر فوجوں کی تنخواہیں مقرر تھیں اور یہ (اصلاحات) ایسی بُری نہ تھیں جنہیں تبدیل کیا جائے۔

مخالفوں کی سازش: بہرحال یہ بے وقوف ان چیزوں کی مخالفت کر کے لوگوں میں انتشار پھیلاتے رہے تھے آخر کار انہوں نے اربابِ اختیار کے خلاف ایک جماعت تیار کر لی۔ انہوں نے قلعہ دمشق کے محافظ اور اس کی فوجوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنے کی کوشش کی مگر ان نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم دمشق بندمر کو بھی اس سازش میں شریک کیا تھا کیونکہ اس کا فرزند محمد شاہ اس جماعت میں شریک تھا۔

بندمر کی گرفتاری: جب سلطان (برقوق) کو یہ اطلاع ملی تو وہ بندمر سے بدگمان ہو گیا۔ لہٰذا بہت جلد اس نے بندمر اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرایا اس کے بعد اس نے اپنے محاسب اعلیٰ کو اس کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس سے رعایا کے اس مال و دولت کا حساب لے جو اس نے حکومت سے چھپا کر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان بے وقوفوں کی جماعت اور ان کے پیروؤں کو بلوا کر انہیں قید خانوں میں ٹھونس دیا اگرچہ وہ گوناگوں سخت سزاؤں کے مستحق تھے۔

عشقتمر کا عارضی تقرر: اس زمانے میں عشقتمر ناصری بیت المقدس میں مقیم تھا سلطان نے اسے حکم دیا کہ وہ دمشق کا نائب حاکم بن جائے چنانچہ وہ دمشق کا حاکم مقرر ہو کر پہنچا اور چند دنوں تک حکومت کا کام سنبھالا' مگر یہ کام نہ کر سکا' اس لئے اس نے اس کام سے سبکدوش ہونے کی درخواست کی۔ کیونکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا تھا اور اس قدر اپاہج بھی ہو گیا تھا کہ اسے گھر سے پلنگ پر لیٹے ہوئے اٹھا کر اس کے دفتر پہنچایا جاتا تھا۔

جوبانی کا تقرر: لہٰذا سلطان نے امیر جوبانی کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ اس وقت سلطان اس کی حالت سے بالکل مطمئن تھا اور اس سے بہت خوش تھا۔ لہٰذا امیر جوبانی قلعہ کرک سے بہت جلد مصر پہنچا' اس وقت اس کے استقبال کے لئے شاندار انتظام کیا گیا اور اسے ہر قسم کی سواریاں' خلعت فاخرہ' گھر اور اس کا ساز و سامان مہیا کیا گیا سلطان نے اس کا ایسا شاہانہ استقبال کیا جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ چنانچہ عوام سلطان کی دوست نوازی اور وفاداری کے جذبے کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور دور دراز کے علاقوں میں بھی اس کا چرچا ہوتا رہا۔

شام کا حاکم مطلق: اس کے بعد سلطان نے اسے شام کے صدر مقام کی طرف خود مختار حاکم بنا کر بھیجا۔ اسے اختیار تھا کہ جو چاہے کرے۔ چنانچہ امیر جوبانی نے بتاریخ ۳ ربیع الاول ۷۸۷ھ کو زیدانیہ کے مقام پر قاہرہ سے باہر اپنی فوجوں کی صف بندی کی اور دوسرے دن وہاں سے کوچ کیا۔ اس وقت سلطان کی سعادت و خوشنودی اس کے شامل حال تھی۔ جب وہ دمشق کے قریب پہنچا تو اہل شہر اس کے خیر مقدم کے لئے آئے آخر کار وہ یکم ربیع الثانی کو دمشق میں داخل ہوا۔ اس وقت اہل شہر نے اس کی آمد پر بھاری جشن منایا۔ شہر کے گلی کوچے تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے اور ایسے دلکش مناظر دیکھنے میں آئے جو ناقابل بیان تھے۔

جب امیر جوبانی نے دمشق کا انتظام سنبھالا تو لوگ سلطان کے حسن انتخاب کی تعریف کرنے لگے۔ سلطان نے اس کے سابق عہدہ پر احمد بن امیر بیبغا کو (امیر مجلس) مقرر کیا۔

افریقی ممالک سے دوستانہ تعلقات: اس زمانہ میں افریقیہ کا سلطان خاندان موحدین سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ امیر زکریا یحییٰ بن عبدالواحد بن ابوحفص الہناتی کی نسل سے تھا جو مراکش کے سلاطین بنو عبدالمومن پر ۶۲۵ھ میں غالب آ گیا تھا۔ اس سلطان کا نام احمد بن محمد بن ابوبکر بن یحییٰ بن ابراہیم ابوزکریا تھا۔ اس سلسلہ نسب میں تمام افراد سلاطین رہے ہیں۔

قدیم زمانے سے مغرب اقصیٰ (مراکش) کے سلاطین مصر کے ترک سلاطین کے حق شناس تھے اور ان کی فضیلت اور خوبیوں کے قائل تھے۔ کیونکہ ان کی سلطنت بہت وسیع تھی اور ان کی مملکت میں بہت سی خانقاہیں اور مساجد تھیں۔ ان کے علاوہ یہ (مصری سلاطین) حرمین (مکہ و مدینہ) کی خدمت بھی کرتے تھے۔

ان دونوں سلطنتوں کے درمیان کبھی کبھی تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا تھا اور پھر دونوں سلطنتوں کے اندرونی حالات کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع بھی ہو جاتا تھا۔

سلطان سے ابن خلدون کی ملاقات: مجھے (ابن خلدون) یہ شرف حاصل تھا کہ میں (افریقیہ کے) اس سلطان سے خصوصی تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ جب میں ۷۸۴ھ میں مصر پہنچا اور میں نے سلطان الظاہر (برقوق) سے ملاقات کی تو

سلطان مصر نے پہلی ملاقات میں (افریقیہ کے) سلطان کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے اس کے اوصاف حمیدہ بیان کئے اور یہ بھی بتایا کہ وہ سلطان' مسلمانوں سے بے حد محبت کرتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو (بالعموم) اور سلاطین کو بالخصوص اس کی قدردانی کرنی چاہئے کیونکہ اس نے زائرین حرم اور حاجیوں کے لئے راستوں میں سفر کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کی ہیں اور بیت اللہ کی حفاظت کا انتظام کیا ہے۔

اس کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی کہ افریقیہ کے سلطان نے میرے اہل وعیال کو میرے پاس (مصر) آنے سے روک لیا ہے تاکہ میں واپس آؤں (اور وہاں سے نہ جاسکوں) لہٰذا میں نے سلطان مصر سے درخواست کی کہ وہ سلطان مذکور سے میری سفارش کرکے میرے لئے سہولت بہم پہنچائیں چنانچہ اس نے میری مدد کی۔

تحائف کا تبادلہ: اسی طرح میں نے افریقیہ کے سلطان سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ سلطانِ مصر سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرے اور تحائف کا تبادلہ کرے۔ جیسا کہ دونوں میں گزشتہ زمانے میں ہوتا تھا۔ لہٰذا اس نے میری یہ درخواست قبول کرلی اور جلدی سے تحائف جمع کرنے شروع کئے۔ مگر ہمارے ہاں مغرب (مراکش) میں ایسا کوئی شاندار تحفہ جو مشرق کے سلاطین کو پیش کیا جاسکے عمدہ عربی گھوڑوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس کے علاوہ جو عمدہ اور نادر سوغاتیں ہوتی ہیں وہ وہاں بھی ہوتی ہیں لہٰذا جلیل القدر سلاطین کو معتدل اور پامال قسم کا تحفہ پیش کرنا مناسب نہیں ہوتا ہے۔

تحائف کا جہاز غرق: بہرحال تحائف اور سوغاتوں کے تبادلہ کے لئے ایک خاص جہاز تیار کیا گیا اور میرے (ابن خلدون) کے اہل وعیال کو بھی اس سلطان کے ذریعے اس میں سوار کیا گیا۔ کیونکہ بحری راستے میں سہولت تھی اور اس کی مسافت بھی کم تھی۔ مگر جب اسکندریہ کی بندرگاہ قریب آئی تو ایسی سخت آندھی اور تیز ہوائیں چلیں کہ جہاز بندرگاہ پر لنگرانداز نہیں ہوسکا اور اس میں جو حیوانات اور سامان تحائف اور سوغات تھے وہ سب غرق ہوگئے اور میرے اہل وعیال بھی ڈوب گئے اور اس کے اندر جو نہایت عمدہ قسم اور نسل کے گھوڑے تھے وہ بھی تباہ وبرباد ہوگئے۔ اس تباہی سے صرف ایک شاہی قاصد زندہ بچا جو دونوں سلاطین کے درمیان خیرسگالی اور دوستی کے تعلقات قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

قاصد کا استقبال: اس قاصد کا نہایت عزت واحترام کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور اس کی خوب مہمانداری کی گئی اور جب اس نے اپنے بادشاہ کے پاس واپس جانے کا ارادہ کیا تو سلطانِ مصر نے اس کے ہاتھ عراق اور اسکندریہ کے تیار کردہ منقش ریشم کے نہایت ہی بیش قیمت کپڑے اس کثیر مقدار میں افریقیہ کے بادشاہ کے لئے سوغات اور تحائف کے طور پر روانہ کئے جو شہنشاہوں کے شایانِ شان تھے۔

میں نے اس سلطان کو ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی بہت تعریف کی گئی تھی اور یہ واضح کیا گیا تھا کہ ان کے تحائف ارسال کرنے سے سلطان بہت متاثر ہوا اور اس سے دوستی اور محبت کے تعلقات مستحکم ہوگئے ہیں۔

(اس خط کے جواب میں) سلطان نے اس حادثہ (جہاز کے ڈوبنے) پر اظہارِ افسوس کیا اور یہ تحریر کیا کہ وہ سلطان مصر کو دوبارہ تحائف اور سوغاتیں بھیج رہا ہے تاکہ یہ دوستانہ تعلقات مستحکم ہوجائیں۔

دوبارہ مغربی تحائف: چنانچہ جب ۷۸۸ھ میں مغرب سے حاجیوں کا قافلہ وہاں پہنچا تو مغرب (مراکش) کے اکابر

اور شہزادے نے نہایت بیش قیمت اور ناقابل بیان ایسے تحائف اور سوغاتیں لے کر آئے جو عجیب وغریب اقسام کے تھے۔ان کے رنگ اور شکلیں دلکش اور دلآویز تھیں۔

سلطان مصر نے ان تحائف کو بے حد پسند کیا۔اس موقع پر شاہی قاصد نے سلطان مغرب کا خطبہ پڑھ کر سنایا۔اس کے بعد اسے انعام واکرام سے نوازا گیا۔حاجیوں کے سفر حج کے لئے عمدہ زادِراہ مہیا کیا گیا اور محمل کے امراء کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان کا خیال رکھیں۔چنانچہ شاہی قاصد اور (دوسرے حاجیوں) نے فریضۂ حج بخیر وخوبی ادا کیا۔

مصری تحائف کا تبادلہ: سلطان نے ان سفیروں کے ہاتھ پہلے کی طرح نہایت کثیر مقدار میں عمدہ پوشاکوں کے تحائف (سلطان مغرب) کو بھجوائے۔یوں دونوں سلاطین کے درمیان محبت اور دوستی کے تعلقات قائم ہوگئے اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میری ناچیز کوششیں بارآور ہوئیں۔

مغربی حاجیوں کا قافلہ: حاجیوں کے اس قافلہ میں مغرب میں قبیلہ ہلال کے عرب سردار یعقوب بن علی بن احمد بھی شامل تھے جو اس قبیلہ ریاح کے سردار تھے جو قسطنطنیہ بجایہ اور زاب میں آباد ہیں۔ان کے ساتھ ان کے فرزند اور دیگر رشتہ دار بھی تھے۔

ان کے علاوہ عون بن یحییٰ بن طالب ابن مہلہل بھی حج کرنے گئے تھے۔ان کا تعلق قبائل سلیم کی ایک شاخ کعوب سے ہے جو تونس، قیروان اور جریرہ کے مقامات میں آباد ہیں۔ان کے ساتھ ان کے بھائیوں نے بھی فریضۂ حج ادا کیا اور یہ سب حضرات ۷۹۱ھ کے ماہ ربیع الآخر کے وسط میں اپنے وطن واپس آگئے۔

امرائے مکّہ معظّمہ کے حالات

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مکہ معظمہ کی حکومت اس زمانے میں خاندان بنو قتادہ کے پاس تھی جو قبیلہ بنو مطاعن الہواشم اور بنو حسن سے منسوب تھے۔یہ لوگ مصر میں ترکوں کی حکومت کے زمانے سے حکومت کرتے تھے ان کا بادشاہ بدوی تھا۔بہر حال یہ لوگ سلطان مصر کے مطیع وفرمانبردار تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان عباسی خلفاء کو بھی تسلیم کرتے تھے جنہیں مصر کے ترک سلاطین مقرر کرتے تھے۔

احمد بن عجلان کی حکومت: آخری زمانے میں ۷۶۰ھ میں عجلان کے بعد اس کا فرزند احمد بن عجلان حاکم ہوا۔وہ نہایت عادل اور انصاف پسند تھا۔وہ ظالموں اور مفسدوں سے رعایا کے مال ودولت کی حفاظت کرتا تھا بالخصوص وہ ان لوگوں کا بہت خیال رکھتا تھا جو (اپنے وطن کو چھوڑ کر زہد وعبادت کے لئے) مکہ معظمہ میں مقیم ہوتے تھے۔اس کے ننھیال کے ذریعے جو بنو عمر کے نام سے مشہور تھے۔اس کا رعب ودبدبہ بہت بڑھ گیا تھا کیونکہ وہ اس کی حکومت کے مددگار رہتے۔اس لئے اسے عدل وانصاف کے کاموں میں بہت تقویت حاصل ہوئی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ معظمہ میں بیرونی بزرگ اور تاجر حضرات بکثرت آباد ہوگئے اور مکہ معظمہ کے تمام گھر ان سے معمور ہوگئے کیونکہ اس کے عدل وانصاف اور نیکی کا چرچا دُور دُور تک پہنچ گیا تھا۔

مگر اس کے چچازاد بھائی عنان بن مقامس بن رمیثہ اور محمد ابن رمیثہ اس سے حسد کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت نعمتیں عطا کی تھیں اور وہ ان کی مرضی کے مطابق وہاں کا محصول نہیں خرچ کرتا تھا۔ اس لئے وہ اس کے مخالف ہو گئے تھے اور بغاوت کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ احمد بن عجلان (حاکم مکہ) نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مگر چونکہ وہ اس کے بھائی محمد بن عجلان کے حلیف تھے اس لئے اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ یا تو انہیں چھوڑ دے یا انہیں قید کر دے۔ لہٰذا وہ ایک سال یا اس سے زیادہ مدت تک قید خانے میں رہے۔ اس کے بعد وہ قید خانے سے نقب لگا کر بھاگ نکلے۔ مگر اسی رات وہ پکڑے گئے اور دوبارہ قید خانے میں پہنچا دیئے گئے۔ مگر عثمان بن مقامس وہاں سے بچ نکلا۔ وہ ۷۸۸ھ میں فریاد لے کر سلطان مصر کے پاس پہنچا۔

کبیش کی بری حرکات: تھوڑے عرصے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ احمد بن عجلان طبعی موت کے ساتھ فوت ہو گیا ہے اور اس کے بعد اس کے بھائی کبیش بن عجلان نے اس کے فرزند محمد کو (جو بہت نوعمر تھا) اس کے بجائے حاکم مقرر کیا اور خود اس نے انتظام حکومت سنبھال لیا ہے (جو رشتہ دار) نظر بند تھے انہیں اس نے زہر دلوایا تا کہ (حکومت کا) میدان خالی ہو جائے۔ کیونکہ وہ بھی اس کے امیدوار تھے۔

سلطان مصر کو اس کی یہ حرکتیں ناپسند آئیں اور اس نے یہ سمجھ لیا کہ کبیش ان رشتہ داروں میں فساد ڈلوا کر مکہ معظمہ میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے لہٰذا جب ۷۸۸ھ میں حاجیوں کا قافلہ روانہ ہوا تو سلطان نے حاجیوں کے قافلہ کے امیر کو ہدایت کی کہ وہ اس بچے کو معزول کر دے جو حاکم مقرر کیا گیا ہے اور اس کے بجائے عنان بن مقامس کے فرزند کو حاکم مقرر کیا جائے اور کبیش کو گرفتار کر لیا جائے۔

نوعمر امیر کا قتل: چنانچہ جب مصری حاجیوں کا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا اور وہ نوعمر (حاکم) خلیفہ کے محمل کا استقبال کرنے کے لئے نکلا تو کبیش وہاں نہیں پہنچا کیونکہ اسے گرفتار کرنے کے لئے آدمی گھات میں لگے ہوئے تھے۔ تاہم نوعمر بچہ (حاکم) خلیفہ کے محمل کے استقبال کے لئے پہنچا اور حسب معمول محمل کو چومنے کے لئے گھوڑے سے اترا تو وہ لوگ جو گھات میں تھے خنجر لے کر اس پر جھپٹے کیونکہ وہ اسے کبیش سمجھے ہوئے تھے (حملہ کرنے کے بعد) وہ غائب ہو گئے اور ان کا سراغ نہیں مل سکا' وہ اسے زمین پر زخمی حالت میں چھوڑ گئے تھے۔

عنان کی حکومت: بعد ازاں امیر (قافلہ حج) حرم شریف میں داخل ہوا اور طواف کعبہ اور (صفا و مروہ کے درمیان) سعی کرنے کے بعد اس نے عنان بن مقامس کو ان کے بزرگوں کے طریقے کے مطابق حکومت کا خلعت پیش کیا۔ اس وقت کبیش بھاگ کر مکہ معظمہ کے ساحلی علاقہ جدہ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ حجاز کے متفرق اور خانہ بدوش عرب قبائل کے پاس پہنچا اور فریادی بن کر مدد کا طالب ہوا۔ مگر چونکہ وہ سلطان کے مطیع و فرمانبردار تھے اس لئے انہوں نے اس کی امداد کرنے سے انکار کر دیا۔ یوں اس کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور اس کے خاندان نے بھی اسے چھوڑ دیا تھا۔

جب امیر قافلہ حج مصر پہنچے تو سلطان نے اسے بچے کے قتل پر ملامت کی۔ مگر اس نے یہ معذرت پیش کی کہ اس کے آدمیوں کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ لہٰذا سلطان نے اس کی معذرت قبول کر لی۔

<u>امرائے مکہ کی خانہ جنگی</u>: جب (مصری) حاجیوں کا قافلہ چلا گیا تو کبیش وہاں لوٹ آیا اس کے ساتھ چند اوباش قسم کے افراد مل گئے تھے۔ لہٰذا وہ (ان کی مدد سے راستے میں چھپ کر) گھات لگا کر بیٹھتا تھا اور زائرین سواروں اور مسافروں کے لئے خطرہ کا باعث بنتا تھا۔ پھر ۷۹۵ھ کے شروع میں اس نے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ایک دن عنان بن مقامس نے مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد مکہ معظمہ کے نظم و نسق میں خلل آ گیا۔ کیونکہ عنان شریر افراد کی مدد سے مکہ معظمہ کے بیرونی مسافروں (مجاوروں) کا مال لوٹنے لگا تھا۔ انہوں نے وہاں کے امراء اور خود سلطان کے کھیتوں کو بھی لوٹنا شروع کیا۔ یہ شاہی کھیت صدقہ و خیرات کے لئے تھے۔

اب سلطان نے علی بن عجلان کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کیا اور فتنہ و فساد کے انسداد کے لئے اسے نظر بند کر دیا۔ یوں مکہ معظمہ میں کچھ عرصہ کے لئے امن و امان قائم ہو گیا۔

منطاش کی بغاوت

منطاش اور تمرتائی دمرداش، جن کا گزشتہ واقعات میں تذکرہ ہوا ہے تمراز ناصری کے دو بھائی تھے۔ یہ سلطان ناصر محمد بن قلاون کے آزاد کردہ غلام (موالی) تھے ان دونوں نے اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پائی تھی۔ تمرتائی کا اصلی نام محمد تھا اور یہ سب سے بڑا بھائی تھا۔ منطاش کا حقیقی نام احمد تھا اور وہ سب سے چھوٹا تھا۔

تمرتائی کا سلطان اشرف سے تعلق قائم ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ مختلف عہدوں پر فائز ہو کر ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ۷۸۰ھ میں حلب کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کی ترکمانوں کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

اس جنگ کا سبب یہ ہے کہ ترکمانوں کے چند امراء اس کے پاس آئے تو اس نے انہیں گرفتار کر لیا کیونکہ وہ آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کرتے تھے۔ اس واقعہ پر ترکمان جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ لہٰذا وہ (مقابلہ کے لئے) وہاں پہنچا۔ سلطان نے اسے شام اور حماۃ کا لشکر مدد کے لئے بھیجا تو وہ (ترکمان) بھاگ کر اور شکست کھا کر دربند پہنچ گئے۔ پھر پلٹ کر انہوں نے حملہ کیا تو (شاہی) لشکر کو شکست دی۔ اور جب یہ لشکر تنگ دروں پر پہنچا تو اسے لوٹ لیا۔

اس کے بعد تمرتائی ۷۸۲ھ میں فوت ہو گیا۔ چونکہ سلطان برقوق ان دونوں بھائیوں کے ساتھ پرانے تعلقات کا خیال رکھتا تھا اس لئے اس نے منطاش کو ملطیہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

<u>نافرمانی کے آثار</u>: جب سلطان (برقوق) تخت نشین ہوا اور خود مختار بن گیا تو منطاش کی طرف سے نافرمانی کے آثار ظاہر ہوئے تو سلطان نے (اس کی سرکوبی کا) ارادہ کیا، مگر سودون باق کی سفارش سے یہ ارادہ تبدیل کر دیا۔ سودون باق ہزاری کے منصب کا حاکم تھا۔ وہ سلطان کا نہایت مخلص اور وفادار تھا۔ اس سے پہلے وہ امیر تمرتائی کا ملازم تھا۔ اس لئے وہ اس کے بھائی منطاش کے لئے نمک حلالی کے طور پر سفارش لے کر گیا اور سلطان کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا اور یہ بھی کہا کہ وہ باغی ترکمانوں کے ساتھ جنگ کر کے ان کے فتنہ و فساد کا خاتمہ کر دے گا۔

<u>قاضی سے ساز باز</u>: (اس یقین دہانی کے بعد) منطاش اپنی عملداری کے مرکز ملطیہ پہنچ گیا مگر اس کی بغاوت اور

نافرمانی کے آثار باقی رہے چنانچہ وہ ترکمانی امراء کے ساتھ بھی اس مقصد کے لئے سازش کرنے لگا۔ یہ خبر سلطان تک بھی پہنچ گئی مگر اس نے اسے پوشیدہ رکھا۔ تاہم منطاش نے اسے بھانپ لیا۔ اس لئے اس نے بلادِ روم کے مرکزی مقام سیواس کے حاکم سے خط و کتابت کی۔ وہاں ایک قاضی خودمختار بنا ہوا تھا وہ بنوارتنا کی نسل کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر اس کا سرپرست بنا ہوا تھا۔ یہ خاندان سلطان ہلاکو کے زمانے سے اس علاقے پر حکومت کرتا تھا اور اس علاقہ کی حفاظت کے لئے تاتاری قبائل کی فوج متعین تھی۔

لہٰذا جب منطاش کے قاصد اور اس کے خطوط اس قاضی کے پاس پہنچے تو اس نے تعاون کا اظہار کرتے ہوئے بہت جلد اپنے ساتھیوں کو نمائندہ بنا کر مکمل سمجھوتہ کے لئے بھیجا۔ منطاش ان سے ملاقات اور گفت و شنید کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلا اور اپنے دوادار (پیشکار) کو ملطیہ کا نائب مقرر کیا۔ وہ سیدھا سادہ انسان تھا۔ وہ اپنے حاکم کے باغیانہ مقاصد کے برے انجام سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس لئے اس نے سلطان کی اطاعت کا اعلان کیا اور منطاش سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے شہر میں سلطان کی حکومت قائم کر دی۔

سیواس میں آمد: جب منطاش کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ تاہم وہ اپنے ارادے پر قائم رہا اور قاضی کے وفد کے ساتھ سیواس پہنچ گیا۔ جب وہ قاضی کے پاس آیا تو اس وقت حکومت کے اختیارات اس سے سلب ہو گئے تھے۔ اس لئے قاضی نے اس سے روگردانی کی اور سلطان کو یہ مغالطہ دیا کہ اس نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا ہے۔

شاہی فوجوں کی روانگی: سلطان (برقوق) نے ۷۸۹ھ میں یونس دوادار، قردم رأس نوبہ، طبغا الرباح امیر سلاح اور ہزاری منصب دار سودون باق کو فوجیں دے کر (مقابلہ کے لئے) روانہ کیا۔ اس نے ناصری کو بھی بلوایا اور دمشق کے اینال یوسفی کو بھی جو ہزاری منصب دار تھا' بلوایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی فوجیں لے کر روانہ ہوں۔ چنانچہ وہ سب فوجیں روانہ ہو گئیں۔

امیر تیمور کا ظہور: اس زمانے میں ماوراء النہر اور خراسان کا تاتاری بادشاہ تمر (تیمور) تھا جو چغتائی کے خاندان سے تھا۔ اس نے عراقین (عراق عرب و عجم) اور آذربائیجان کی طرف لشکر کشی کی اور توریز پر بزورِ شمشیر قبضہ کر کے اس کو لوٹ لیا تھا۔ اب وہ بغداد پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا برقوق کے شاہی لشکر نے بظاہر یہ شہرت دی کہ وہ اس (تاتاری بادشاہ) سے جنگ کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جا رہے ہیں مگر جب یہ لشکر حلب پہنچا تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ تمر (تیمور) نے اپنی فوجی حملے کا رخ اس باغی کے خلاف موڑ دیا ہے جس نے ماوراء النہر کے دور دراز علاقے میں علم بغاوت بلند کیا ہے۔

شاہی فوج سیواس میں: لہٰذا سلطان کی فوجیں سیواس کی طرف لوٹ گئیں۔ وہاں کے باشندے ان (کے حملے) سے غافل تھے کہ اچانک یہ فوجیں ان کی سرحدوں میں گھس گئیں۔ قاضی (حاکمِ شہر) نے فوراً منطاش کو رہا کر دیا۔ اس سے پیشتر اسیری کی حالت میں قاضی اسے سلطانِ مصر کے خلاف بھڑکاتا رہا اور اس مقصد کے لئے لگاتار کوشش کرتا رہا تا آنکہ وہ اس کے بہکانے میں آ گیا۔

تاتاریوں کی امداد: اس وقت قاضی نے اسے بلادِ روم کے ان تاتاری قبائل کی طرف بھیجا جو ابن ارتنا کی عملداری میں

آباد تھے۔ چنانچہ اس نے انہیں سلطانِ مصر کے برخلاف آمادہ جنگ کیا اور انہیں اس خطرہ سے آگاہ کیا کہ اگر بادشاہ ابن ارتنا اور اس کے شہر کا خاتمہ ہو گیا تو ان کے قبائل کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

شاہی فوجوں کی واپسی: اس عرصے میں سلطان کی فوجیں سیواس پہنچ گئیں اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کر کے انہیں بہت نقصان پہنچایا اور اہل شہر ہتھیار ڈالنے والے ہی تھے کہ اتنے میں مطاش تاتاری قبائل کو لے کر پہنچ گیا۔ سلطانی لشکر نے ان کا بھی مقابلہ کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔ بالخصوص ناصری نے اس جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مگر جنگ طویل ہونے کی وجہ سے شاہی لشکر اکتا گیا اور فتح و ظفر حاصل نہ کرنے کی وجہ سے فوجیں دل برداشتہ ہو گئیں۔ وہ اپنے مرکز سے اس قدر دور دراز آ گئیں تھیں کہ وہاں رسد اور سامانِ خوراک پہنچنا بھی منقطع ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے سپہ سالاروں سے واپس جانے کی استدعا کی۔ چنانچہ کچھ فوجیں صف بندی کو برقرار رکھتے ہوئے لوٹ گئیں۔ اس وقت کچھ تاتاری فوجوں نے ان کا تعاقب کیا تو شاہی فوجوں نے پلٹ کر ان کا صفایا کر دیا۔ پھر وہ شام کی طرف اس ارادہ سے واپس گئیں کہ وہ دوبارہ آ کر دشمن کو نیست و نابود کر دیں گی تاکہ فتنہ و فساد کا انسداد ہو سکے۔

طویل محاصرہ سے بیزاری: وہ اُمراء جنہوں نے سیواس کا محاصرہ کیا تھا۔ وہ طویل محاصرہ سے اکتا گئے تھے۔ ان میں سے قردم اور طبقا معلم سپہ سالار ناصری کے پاس پہنچے تاکہ وہ سلطان کے پاس یہ شکایات پہنچا دے۔ وہ کچھ عرصے تک گفت و شنید کرتے رہے پھر انہوں نے شہر کا محاصرہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے انہوں نے شہر کے قاضی کو اس کی اطلاع دی اور اسے احسان قرار دیا۔ انہوں نے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ مطاش کو زندہ رکھے تاکہ وہ ان کے فتنہ و فساد کو دور کر سکے۔

بغاوت کے آثار: یونس دوادار کو جب یہ معلوم ہوا کہ سب اس بارے میں متفق ہیں تو وہ ان کی مخالفت نہیں کر سکا اور (واپس جانے کے لئے) تیار ہو گیا جب وہ حلب پہنچا تو فوج کا ایک افسر دمرداش اس کے پاس آیا اور اسے اطلاع دی کہ دمشق کا نائب حاکم جوبانی ناصری کو بغاوت پر اکسا رہا ہے اور ان دونوں نے مخالفت اور بغاوت کا پختہ ارادہ کر لیا ہے لہٰذا جب یونس مصر پہنچا تو اس نے سلطان کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ سلطان نے دمرداش کو بلوایا تو اس نے بالمشافہ اس بات سے سلطان کو مطلع کیا اور اسے صحیح اطلاعات بہم پہنچائیں۔

جوبانی کے متعدد غلام بہت کمینے تھے۔ مال و دولت نے انہیں بہت بدمست کر دیا تھا۔ اور جاہ پرستی کی طرح انہیں بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہی تھی۔ وہ انہیں روکتا دیا مگر پھر انہوں نے حاجب طرنطائی کو اس مقصد کے لئے آمادہ کیا۔ مگر وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا اور شاہی دربار میں حاضر نہیں ہوا۔

جوبانی اور دیگر امراء کی گرفتاری: یہ خبریں مصر پہنچ گئی تھیں۔ جوبانی کو اس بارے میں شک و شبہ ہوا۔ لہٰذا اس نے سلطان کے سامنے پیش ہونے کی اجازت حاصل کی۔ چنانچہ جب اسے اجازت مل گئی تو وہ دمشق سے ماہ ربیع الاول ۰۹ ۷ھ میں ڈاک کی (تیز رفتار) سواری سے روانہ ہوا۔ جب وہ سریا قوس کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے استاد دار بہادر منجکی کو بھیجا۔ اس نے اسے گرفتار کر لیا اور بحری سفر سے اسے اسکندریہ بھیج دیا گیا۔

دوسرے دن سلطان نے قردم اور طبقا معلم کو بھی گرفتار کر کے ان دونوں کو بھی اس (جوبانی) کے پاس

(اسکندریہ) بھیج دیا اور وہ سب وہاں مقید رہے۔ یوں ان کی بغاوت کا خطرہ دُور ہو گیا۔

سلطان نے جوبانی کے بجائے دمشق کا حاکم طرنطائی حاجب کو مقرر کیا اور قردم کے بجائے مصر میں اپنے چچازاد بھائی مجماس کو مقرر کیا اور طنبقا معلم کے بجائے دمرداش کو مقرر کیا۔ اس کے بعد حالات دُرست ہو گئے۔

ناصری کی کامیاب بغاوت

جب حلب میں ناصری کو ان حکام کی نظر بندی کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ تاہم اس نے کامیاب بغاوت کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے فتنہ پرداز اور شر پسند امراء و حکام کو اپنے ساتھ ملا لیا اور سب سے پہلے اس نے اس مہم کا آغاز امیر سودون مظفری کی مخالفت سے کیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ سلطان کو اس کے خلاف بھڑکا کر اس کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نیز ترکوں کی سلطنت میں حاجب کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں کی طرح خبر رسانی اور ڈاک کے انتظام کی نگرانی بھی کرے۔ حاجب ہی سلطان کو اس کی عملداری کے واقعات سے باخبر رکھتا تھا اور جو حکام بغاوت کا قصد رکھتے ہوں وہ ان کے حلق کے لئے کانٹا بنا رہتا تھا۔

لہٰذا ان باغیوں کی جماعت اور مظفری کے درمیان فضا تاریک ہو گئی اور ان کے اختلافات کی خلیج وسیع ہو گئی۔ جب سلطان کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنے چھوٹے دوادار (پیش کار) تلکتمر کو فوراً ان دونوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے بھیجا تاکہ مخالفت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ جب ان (باغیوں) نے اس کی آمد کی خبر سنی تو انہیں زیادہ خطرہ محسوس ہوا اور انہیں معاملہ مشتبہ نظر آیا۔

جب تلکتمر وہاں پہنچا تو اس نے ناصری سے ملاقات کی اور اسے سلطان کا وہ خط دکھایا جس میں اسے حاجب (مظفری) سے صلح کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور اس سے چشم پوشی کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔

ناصری کو جب تلکتمر کے ذریعے یہ یقین ہو گیا کہ سلطان اس کے ساتھ اور دیگر امراء سے نرمی اور مہربانی کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہے تو وہ اس (مصالحت) کے لئے تیار ہو گیا۔ مگر اس کے دوستوں کی جماعت کا یہ اصرار تھا کہ وہ حاجب پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل کرا دے لہٰذا اس نے ان کی یہ تجویز بھی مان لی۔

حاجب کا قتل: ادھر تلکتمر صبح سویرے ایوان حکومت پہنچا تاکہ فریقین میں صلح کرا دے تاکہ باہمی خوف و نفرت کی فضا دور ہو جائے۔ ناصری نے اسے اپنے خلوت خانے میں طلب کیا چنانچہ جب وہ اس سے گفت و شنید کر رہا تھا کہ اچانک اس کی جماعت نے حاجب پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس مہم کا سرغنہ ابنقا جوہری تھا۔ اس کے بعد ہنگامہ برپا ہو گیا لہٰذا تلکتمر جاسوی کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ گیا۔

بغاوت کا آغاز: اس کے بعد (باغی) امراء ناصری کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ ناصری نے انہیں بغاوت پر آمادہ کیا اور وہ تیار ہو گئے۔ یہ (سازش) ماہ محرم ۷۹۱ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کے بعد یہ خبر طرابلس میں پہنچی تو وہاں کے امراء بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئے ان کا سرغنہ بذلار الناصری تھا۔ اس نے باغیوں کو جمع کر کے ایوانِ حکومت پر حملہ کر دیا اور نائب حاکم کو گرفتار کر

کے اسے مقید کر دیا ان

امرائے مصر کی فوج کشی: بعدازاں حلب حمص اور شام کے دیگر علاقوں میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تو سلطان (مصر) نے ان سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ ان کے ساتھ اتمش اتابک مصر یونس دوادار (پیش کار) غلیلی چرکس امیر الماخوریہ (وزیر سامان جنگ) احمد ابن بیبقا امیر مجلس (وزیر دربار) ایدکاز صاحب الحجاب (وزیر داخلہ) تھے۔ سلطان نے فوج کے بہادر غلاموں اور سورماؤں میں سے پانچ سو جنگ جو بہادروں کا انتخاب کر کے انہیں غلیلی کی قیادت میں دیا اور انہیں اپنا مخصوص علم جس کا نام شالیش تھا۔ ان کے حوالے کیا۔ سلطان نے اس مخصوص فوجی دستہ کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کیا اور دوسرے فوجی دستوں کو ہر طرح کیل کانٹے سے درست کیا اور یہ تمام فوجیں سال کے موسم بہار کے وسط میں صف آرا ہو کر روانہ ہوئیں۔

منطاش کی حمایت: ناصری نے اس کام (بغاوت) کے بعد منطاش کو بلا بھیجا جو شاہی لشکر کی سیوا اس سے واپسی کے بعد سے تاتاری قبائل میں قیام پزیر تھا۔ ناصری نے اسے احسانات سے مالا مال کیا۔ پھر اس نے ترکمان اور عرب قبائل کو بھی اکٹھا کیا۔ اس کے بعد وہ ان تمام فوجوں کو لے کر دمشق (پر حملہ کرنے کے ارادے سے) روانہ ہوا۔

دمشق کا نائب حاکم طرنطائی تھا' وہ سلطان کو لگا تار ان کی خبریں روانہ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فوج کے نائب امیر صفوی کو الگ کرنے پر بھی آمادہ کر رہا تھا کیونکہ اس کے ناصری کے ساتھ گہرے تعلقات تھے لہٰذا فوج اس کے خلاف بدگمان ہوگئی اور انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے گھر کو لوٹ کر اسے قیدی بنا کر قلعہ کرک کی طرف بھیج دیا اور اس کے بجائے محمد با کیش بن جند ترکمانی کو مقرر کیا جو اپنے والد کے ساتھ بندمر کے پاس ملازم تھا اور اس وقت نابلس اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حاکم تھا۔ لہٰذا اسے غزہ کی طرف منتقل کر دیا۔

غداری اور شکست: جب سلطان کی فوجیں دمشق پہنچیں تو انہوں نے قاضیوں کی منتخب جماعت کا ایک وفد ناصری اور اس کے ساتھیوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ مصالحت کرا سکیں۔ مگر (فریق مخالف) اس کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ چنانچہ اس وفد کو بھی روک لیا گیا اور انہوں نے جنگ کا آغاز کر دیا۔

جب مرج کے مقام پر فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو احمد بن بیبقا اور ایدکاز الحاجب اور ان دونوں کی فوجیں دشمن کی صفوں کی طرف چلی گئیں اور ان کی طرف سے لڑنے لگیں۔ دیگر امراء کے ممالیک نے بھی ان کی پیروی کی (وہ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے) لہٰذا (سلطان کی جو فوج) باقی رہ گئی تھی دشمن نے ان پر سخت حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (شاہی) فوج منتشر ہوگئی اور اتمش (سپہ سالار) دمشق کے قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ کیونکہ سلطان نے اسے لکھ دیا تھا کہ اگر اسے ضرورت ہو (تو وہ قلعہ میں پناہ لے سکتا ہے)۔

گرفتاری اور قید: (دوسرا سپہ سالار) یونس حیران و پریشان بھاگتا رہا۔ کیونکہ اس کے ممالیک اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس کی امیر الامراء عنقا سے مڈبھیڑ ہوئی جس کے ساتھ اس کے دور اقتدار میں اختلافات تھے۔ لہٰذا اس نے اس کو گرفتار کر لیا۔

(تیسرا سپہ سالار) جرکس خلیلی بھی محاصرہ میں آ گیا تھا حالانکہ سلطان کے مخصوص ممالیک (غلام) اس کے چاروں طرف تھے ان لوگوں نے اس موقع پر نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کی تھی تاہم دشمن کا ایک سپاہی خلیلی کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس نے نیزہ کا وار کر کے اسے گرا دیا تھا اور پھر اس کا سر کاٹ دیا تھا۔

(اس واقعہ کے بعد) (سلطان کی) تمام فوج منتشر ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ لہٰذا ہر طرف سے انہیں گرفتار کر کے قیدی بنایا گیا۔

ناصری کا دمشق پر قبضہ: اب ناصری اور اس کی فوجیں فوراً دمشق میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ عرب اور ترکمانوں کی فوجیں اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار کرتی رہیں۔ عنقا (جس نے یونس کو گرفتار کیا تھا) یونس کے بارے میں اجازت طلب کی تو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ لہٰذا اس کا سر کاٹ کر ان کے پاس بھیج دیا گیا تھا۔ پھر قلعہ کے نائب حاکم کو حکم دیا گیا کہ وہ اتمش کو اپنے پاس مقید رکھے۔ باقی قیدیوں کو قلعہ دمشق، صفد اور حلب کے مختلف قید خانوں میں الگ الگ رکھا گیا۔

ابن باکیس نے غزہ میں (بغاوت کی) تحریک چلائی اور ان کی اطاعت حاصل کی۔ جب وہاں سے ہزاری منصب کا امیر اینال یوسفی دمشق سے بھاگ کر گزرا تو اس نے اسے گرفتار کر کے قلعہ کرک میں مقید کر دیا۔

مدافعت کی تیاری: سلطان مصر مدافعت کے لئے تیار ہوا۔ اس نے اتمش کے بجائے دمرداش کو اتابک (امیر الامراء) مقرر کیا اور یونس کے بجائے قرماش جندار کو دوادار (پیش کار) مقرر کیا۔ اس نے ان تمام عہدوں پر جو خالی تھے نئے افسروں کو مقرر کیا۔ اس نے نظر بند خلیفہ متوکل بن معتضد کو بھی رہا کر دیا اور اسے دوبارہ خلیفہ مقرر کیا اور اس کے بجائے جو خلیفہ مقرر تھا اسے معزول کر دیا۔

باغیوں کا حملہ مصر: ناصری اور اس کی فوجیں چند دنوں دمشق میں مقیم رہیں۔ پھر انہوں نے متحد ہو کر مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تمام فوجیں اس مقصد کے لئے روانہ ہو گئیں۔ مگر ان کی (روانگی کی) خبریں پوشیدہ رہیں یہاں تک کہ ان کا ہراول دستہ بلبیس کے مقام تک پہنچ گیا۔ پھر وہ برکۃ الحاج کے مقام تک پہنچ گئے اور اسی سال کے ماہ جمادی الاخیرہ کی ساتویں تاریخ کو وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

شاہی فوج کو شکست: سلطان اپنے غلاموں کو لے کر قلعہ کے سامنے سارے دن صف آرا رہا مگر اس کی فوجیں اور عوام جوق در جوق ناصری کے محاذ جنگ کی طرف جاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا میدان جنگ ان سے بھر گیا۔ وہ امراء جو سلطان کے تھے ناصری سے پناہ کے طالب ہوئے تو ناصری نے انہیں پناہ دے دی۔ سلطان کو یہ سب خبریں ملتی رہیں۔ اس اثناء میں اس کی کچھ فوجیں جنگ کے لئے آگے بڑھیں تو وہ شکست کھا کر سلطان کے پاس واپس آ گئیں۔

سلطان برقوق کا فرار: ایسی حالت میں جب سلطان کو اپنا اقتدار خطرہ میں نظر آیا تو اس نے پوشیدہ طور پر ناصری کے پاس صلح کا پیغام بھیجا جس میں نہایت نرم لہجہ اختیار کیا گیا تھا۔ اس نے یہ بھی پیش کش کی تھی کہ وہ اپنی سلطنت اپنے ملازموں کے ساتھ برقرار رکھ سکتا ہے۔ اس پیغام میں سلطان نے اس بات کا اشارہ بھی کیا تھا کہ وہ کہیں پوشیدہ ہو جائے گا تاکہ

بیقادیہ کے علاوہ اور کوئی اسے نقصان نہ پہنچائے۔

چنانچہ جب رات ہوگئی تو اس نے اپنے باقی ماندہ غلاموں کو کہیں چلے جانے کی اجازت دی۔ پھر خود بھیس بدل کر نکل گیا اور شہر کے کسی پوشیدہ مقام میں روپوش ہوگیا۔

ناصری کی حکومت: اس کے بعد ناصری اور اس کے ساتھی صبح سویرے قلعہ پہنچے اور اس پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے امیر حاج ابن الاشرف کو تخت نشینی پر بحال کیا اور اس کی بادشاہت کا اعلان کر کے اس کا لقب الملک المنصور رکھا۔ اس کے بعد جوبانی اور ان امراء کو فوری طور پر طلب کیا گیا جو اسکندریہ میں نظر بند تھے۔ لہٰذا وہ جلد روانہ ہوکر دوسرے دن قاہرہ پہنچ گئے۔

ناصری اور اس کے ساتھی ان امراء کے استقبال کے لئے پہنچے۔ ناصری نے جوبانی کو اپنے شاہی اصطبل پر اتارا اور اسے اپنی حکومت اور اقتدار میں شریک کیا۔

سلطان برقوق کی جاں بخشی: پہلے ہی دن سے سلطان ظاہر کی تلاش کا اعلان کیا گیا اور سارے دن اس کی تلاش جاری رہی۔ دوسرے دن بھی اس کی تلاش جاری رہی۔ یہاں تک کہ جوبانی کے ایک غلام نے اس کا سراغ نکال لیا۔ جب اس نے سلطان ظاہر کو دیکھا تو اس نے زمین بوسی کی اور اس کے ساتھ ادب و احترام کا سلوک کیا اور اسے پناہ دینے کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد وہ سلطان کو قلعہ میں لایا اور وہاں ٹھہرایا۔ پھر اس کے بارے میں مشورے ہونے۔ منطاش اور زلار یہ چاہتے تھے کہ سلطان (برقوق) کو قتل کیا جائے۔ مگر ناصری اور جوبانی معاہدہ کی پابندی کرنا چاہتے تھے (آخر کار سلطان کی جاں بخشی کی گئی)۔

سرکاری عہدوں کی تقسیم: اس کے بعد جوبانی کو اتابک مقرر کیا گیا اور ناصری راس نوبہ (شاہی غلاموں کا سپہ سالار) مقرر ہوا۔ دمرداش احمد امیر سلاح احمد بن بیبقا امیر مجلس ابقا عثمانی دوادار ابقا جوہری استاذ دار (وزیر مالیات) کے عہدہ پر مقرر ہوا۔ یوں تمام عہدوں اور مناصب پر نئے تقررات مکمل ہوگئے۔

شام کے حکام: بعد ازاں زلار کو دمشق کا نائب حاکم بنا کر بھیجا گیا اور کتبغا بیقادی کو حلب کا حاکم بنایا گیا۔ سلطان نے طرابلس کی حکومت سے معزول کر کے اسے دمشق میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ مگر جب وہ ناصری کا حامی ہوا تو اس نے اسے اپنا جانشین بنا کر حلب کا حاکم مقرر کیا۔

مخالف امراء کی گرفتاری: (اس حکومت نے) امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کیا جس میں نائب حاکم سودون باق اور سودون طرطائی بھی شامل تھے۔ ان میں سے کچھ کو اسکندریہ میں اور کچھ کو شام میں مقید رکھا گیا۔ اس اثناء میں سلطان کے غلاموں کی تلاش جاری رہی۔ چنانچہ ان کی اکثریت کو مقید کیا گیا اور باقی افراد کو شام کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ متعلق حکام اور امراء کی خدمت کریں۔

نئی حکومت نے سلطنت کے وزیر مال (استاذ دار) محمود کو جو محل شاہی کا قارون (قارون القصر تی) (محل کا سرمایہ دار) تھا گرفتار کرلیا اور اس سے دس لاکھ درہم (جرمانہ) وصول کیا پھر اسے قید خانہ میں ٹھونس دیا گیا۔

برقوق کی الکرک میں جلاوطنی: پھر ارباب حکومت اس بارے میں مشورہ کرتے رہے کہ آیا (سابق) سلطان کو قلعہ کرک، قوص اور اسکندریہ میں سے کہاں بھیجا جائے۔ آخرکار ان کا متفقہ فیصلہ یہ ہوا کہ اسے قلعہ کرک بھیجا جائے مگر (شہرت یہ دی گئی کہ) اسے اسکندریہ بھیجا جائے گا۔ کیونکہ انہیں منطاش کی طرف سے اندیشہ تھا۔

چنانچہ جب اس کی روانگی کا وقت آیا تو منطاش سمندر کے قریب گھات میں بیٹھا رہا اور وہیں اس نے ساری رات گزاری۔

ادھر جب جوبانی سلطان (برقوق) کو لے کر قلعہ سے روانہ ہوا اس کے ساتھ کرک کا حاکم موسیٰ بن عیسیٰ بھی اپنی فوجوں کے ساتھ سوار ہو کر روانہ ہوا تاکہ وہ سلطان کو (صحیح وسلامت) قلعہ کرک تک پہنچا دیں۔ جوبانی رات کے وقت رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور سلطان کے ساتھ گیا پھر وہ واپس آ گیا۔

قلعہ الکرک کی حکومت: منطاش کو جب اصل معاملہ کا علم ہوا تو وہ بہت بگڑا اور اس نے بغاوت کا لباس پہن لیا۔ تاہم سلطان (اس کے مکر وفریب سے بچ کر) بخیر وعافیت اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ قلعہ کرک پہنچ گیا ناصری نے اس کے خواص میں سے حسن کشکی کو اس کی خدمت پر مامور کیا اور اسے کرک کا حاکم بھی مقرر کیا اور اسے سلطان کی اس طرح خدمت کرنے کی ہدایت کی کہ کوئی دشمن اسے نقصان نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ وہ اسے قلعہ کرک لے گیا اور قلعہ میں اس کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا۔ چنانچہ سلطان وہاں اس وقت تک رہا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے دوسری صورت نہیں پیدا کی۔

اس کے بعد یہ خبر آئی کہ سلطان ظاہر (برقوق) کے وہ غلام جو اس واقعہ کے بعد پوشیدہ تھے دمشق میں بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا (انہیں تلاش کر کے) گرفتار کر لیا اور ان سب کو اسیر بنالیا گیا۔ انہی میں ایبقا صغیر بھی شامل تھا۔

منطاش کی حکومت

منطاش ناصری کے ساتھ مصر آ گیا تھا مگر وہ حکومت واقتدار کا خواہاں تھا اور پوشیدہ طور پر بغاوت اور غداری کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ کیونکہ (نئی) حکومت نے اس کے حق کے مطابق جاگیریں نہیں دی تھیں اور نہ سرکاری عہدے تقسیم کرتے وقت اسے کوئی اعلیٰ عہدہ دیا تھا (اس کے خیال کے مطابق) ناصری نے اس کی خدمات اور دشمن کے مقابلے میں جنگی کارناموں کا پورا صلہ نہیں دیا تھا۔ پھر سب سے بڑھ کر وہ اس بات سے ناراض ہوا کہ جوبانی کو اس پر ترجیح دی گئی ہے اور اسے "خاص آدمی" بنا دیا گیا ہے لہٰذا وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے بغاوت اختیار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

بغاوت کی تیاری: جب امیر جوبانی کو قید کیا گیا تھا اور حلب میں ناصری نے بغاوت کا اعلان کیا تھا تو اس وقت جوبانی کے غلام (ممالیک) بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ بغاوت کے زمانے میں دوران سفر میں منطاش سے بھی مانوس ہو گئے تھے اور اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ لہٰذا منطاش نے انہیں بھی اس بغاوت کے منصوبے میں شامل کیا اس کے ساتھ

ساتھ وہ بظاہر جوبانی کے سامنے اپنے خلوص کا اظہار کرتا رہا اور اس کی محفلوں اور کھانے کی دعوتوں میں اس کا یار غار بنا رہا۔

دوسری طرف بیقادیہ کی جماعت بھی ناصری کے خلاف تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ ناصری ان کی تنخواہوں اور جاگیروں میں کوتاہی اختیار کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ بھی (اندرونی طور پر) اس کے مخالف ہو گئے تھے۔ اس لئے جب منطاش نے انہیں بھی بغاوت پر آمادہ کیا تو وہ فوراً اس مقصد کے لئے تیار ہو گئے اور اس کی زبردست تائید کی اور ضرورت کے وقت اس کی حمایت کا وعدہ کیا۔

یہ خبر ناصری اور جوبانی تک بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے اسے شام کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا مگر وہ بیمار بن گیا اور کئی دنوں تک اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ وہ ان سے ٹال مٹول کر رہا تھا تاکہ ان کے خلاف اپنے منصوبے کو مستحکم کر لے۔

ہنگامہ آرائی: پیر کے دن جوبانی (اسے گرفتار کرنے کے لئے) اس کے گھر پہنچا تو اس وقت منطاش نے اپنے گھر میں حملہ کرنے کے لئے اپنے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا لہٰذا انہوں نے جوبانی کو پکڑ کر فوراً مار ڈالا۔ اس کے بعد منطاش رمیلہ پہنچا۔ وہاں اصطبل کے دروازے کے پاس اس نے امراء کی سواریوں کو لوٹ لیا۔ اس نے مدرسہ ناصریہ میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک افسر کی قیادت میں جنگ جو سپاہی اور تیر انداز اکٹھے کر رکھے تھے۔ لہٰذا وہ وہاں کے اذان کے منارے کے قریب کھڑا ہو گیا تاکہ وہ ان کی حفاظت اور نگرانی کرے۔ اس وقت اشرفیہ اور دیگر جماعتوں کی فوجیں اندرون شہر سے اس کے پاس اکٹھی ہونے لگیں۔ نیز سلطان ظاہر کے جو غلام باقی رہ گئے تھے وہ بھی اس کے پاس چلے گئے۔ یوں ایک بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا۔

جنگ کا آغاز: (یہ حالت دیکھ کر) بیقادیہ کی جماعت کے امراء بھی اپنے گھروں سے نکل کر رمیلہ کے مقام پر پہنچ گئے اور انجام کار کا انتظار کرتے رہے۔ ناصری اس وقت اپنی موجودہ فوج کو لے کر نکلا۔ اس نے امراء کو دشمن کے خلاف حملہ کرنے کا حکم دیا، مگر وہ کھڑے رہے (اور حملہ نہیں کیا) لہٰذا ناصری اور فریقین بھی حملہ کرنے سے رک گئے۔

جوبانی کے ممالیک (غلام) اپنے آقا کا بدلہ لینے کے لئے ناصری کی طرف پہنچے تو منطاش نے دھمکی دی (کہ اگر وہ اس کے پاس گئے تو) وہ ناصری کو قتل کر دے گا لہٰذا وہ منتشر ہو گئے۔

ناصری کی شکست: فریقین دن کے آخری حصے تک جنگ کرتے رہے۔ پھر دوسرے دن صبح سویرے جنگ شروع ہو گئی۔ ناصری نے بڑھ چڑھ کر حملہ کیا مگر پسپا ہوا۔ فریقین تین دن تک جنگ کرتے رہے۔ اس اثناء میں منطاش کی فوج طاقت میں اضافہ ہوتا گیا، تاآنکہ چہارشنبہ کی شام کو ناصری کی فوج اسے چھوڑ کر بھاگ گئی۔ ناصری تین دن تک شاہی قلعہ میں رہا۔ اس کے بعد منطاش قلعہ میں داخل ہو گیا اور اس نے اس کے گھروں اور خزانوں کو لوٹ لیا۔

منطاش کی حکومت کا آغاز: ناصری حیران اور پریشان پھرتا رہا۔ اس کی فوجیں اسے چھوڑ کر بھاگ رہی تھیں۔ بیقادیہ کا گروہ دوسرے دن صبح سویرے منطاش کے پاس پہنچا تو منطاش نے انہیں گرفتار کر لیا اور ناصری کے پاس سے جو بھاگ کر آئے تھے انہیں علیحدہ علیحدہ اسکندریہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ان کے ایک گروہ کو جسے ناصری نے قید کر رکھا تھا قوص اور دمیاط کی طرف بھیجا گیا۔

تجدید بیعت: بعدازاں اس نے از سرِنو امیر حاج المنصور (سلطانِ مصر) کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلطان کے غلاموں کو بذریعہ اعلان یہ پیغام بھجوایا کہ وہ حاضر ہو جائیں۔ یوں اس نے ان کے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد گرفتار شدہ غلاموں کو قوص بھیج دیا گیا۔ پھر اس نے (شہر کے) بعض دولت مندوں کا مال ضبط کرلیا نیز (سابق وزیر مال) استاذ دار محمود کو رہا کر دیا اور اسے خلعت عطا کر کے اسے اس کے عہدے پر بحال کرنے کا ارادہ کیا۔

ضبطِ اموال: مگر جلد ہی اس نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا اور دوبارہ اس کا مال و سامان ضبط کیا گیا۔ چنانچہ اس نے اس کی دولت کا عمدہ حصہ چھین لیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سونے (زر) کے ساٹھ خزانے (قنطار) تھے۔

نئے حکام کا تقرر: جب منطاش امور سلطنت میں خود مختار ہو گیا تو اس نے سرکاری عہدوں اور مناصب پر اپنی مرضی کے مطابق عہدے دار مقرر کئے چنانچہ اس نے اشقتمری کو شام سے بلوالیا۔ اس کے بھائی تمر طائی نے ان دونوں کے بھائی چارہ کے تعلقات قائم کرا دیے تھے۔ لہٰذا اس نے انہیں نائب اعظم مقرر کیا۔ اور استدمر بن یعقوب شاہ کو امیر سلاح مقرر کیا اور ابنقا صفوی کو حاجیوں کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ یوں اس نے ان تینوں کو خصوصی مشورہ کے لئے ارکان سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔

ابراہیم بن بطلتمر نے جو امیر جندار (سپہ سالار) تھا۔ اس بغاوت میں اہم حصہ لیا تھا۔ اس لئے منطاش نے اس کا خاص طور پر خیال رکھا اور ہزاری امراء پر اسے مقدم رکھا۔ مگر جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وہ دیگر امراء کے ساتھ اس کے خلاف بغاوت کرنے میں گفت و شنید کر رہا ہے اور خود مختار ہونا چاہتا ہے تو اس نے اس کو گرفتار کرلیا۔ پھر اسے حلب کا حاکم بنا کر اس علاقے کی طرف روانہ کر دیا۔

منطاش نے ارغون سمندار کو اپنا ''خاص آدمی'' مقرر کر رکھا تھا اور وہ اس کا منظور نظر تھا لہٰذا ہر خاص و عام اس سے تعلق قائم کرنے لگا اور وہ صبح سویرے اس کے دروازے پر جمع ہونے لگے مگر کچھ عرصے کے بعد منطاش کو یہ خبر ملی کہ اس نے امیر جندار ابراہیم سے ساز باز کر رکھی تھی' لہٰذا اسے پھر گرفتار کرلیا اور قید میں رکھ کر یہ تحقیق کرنی چاہی کہ وہ ابراہیم کے ساتھ سازش میں شریک تھا یا نہیں؟ مگر وہ انکار کرتا رہا اور قید خانے ہی میں زندگی گزارتا رہا۔

منطاش نے (سابق) نائب سوودن کو (قید خانے سے) رہا کر دیا اور وہ مصر آ کر خانہ نشین ہو گیا اور یہ سلسلۂ حکومت اسی طرح قائم رہا۔

بذلار کی ناکام بغاوت: جب دمشق میں بذلار کو یہ اطلاع ملی کہ منطاش سلطنت (مصر) کا خود مختار حاکم ہو گیا ہے تو یہ بات اسے ناگوار معلوم ہوئی اور اس کے دل میں بغاوت کا جذبہ پیدا ہوا اور اس مقصد کے لئے اس نے مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ اس نے شام میں حلب وغیرہ کے حکام سے خط و کتابت کی اور انہیں (بغاوت میں) متحد ہونے کی دعوت دی مگر انہوں نے اس کی حمایت نہیں کی اور وہ (منطاش کے) مطیع اور فرمانبردار رہے۔

بذلار کی شکست: ان اثناء میں طاز کے بھائی جلتمر نے جو دمشق کا امیر کبیر تھا۔ یہاں کے امراء سے (بذلار کے خلاف) ساز باز کی اور انہیں سلطنتِ مصر کا وفادار بنایا۔ جب بذلار کو یہ اطلاع ملی تو وہ اپنے غلاموں اور حامیوں کو لے کر اسے گرفتار کرنے کے لئے پہنچا مگر وہ اسے گرفتار نہیں کرسکا بلکہ اس کے برخلاف حامیوں کی تعداد بڑھتی گئی اور دمشق کے عوام نے بذلار

کے خلاف اس کی امداد کی اور دن کے ایک حصے میں اس کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ جب بذلار کو اپنی شکست اور ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

نیا حاکم دمشق: منطاش کو سرعت کے ساتھ یہ خبر پہنچائی گئی تو اس نے اسے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بذلار قید خانے میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اب منطاش نے جنتمر کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔

برقوق کے قتل کا حکم: جب سلطان ظاہر (معزول بادشاہ) کو قلعہ کرک میں یہ اطلاع ملی کہ منطاش سلطنت (مصر) کا خودمختار حاکم ہو گیا ہے اور اس نے یبغاذیہ کے تمام گروہ کو مقید کر رکھا ہے اور ان کے بجائے اپنے حامیوں کو مقرر کر دیا ہے تو اسے اپنی جان کا خطرہ نظر آیا اور اس کے نتائج بد سے خوفزدہ ہوا۔

جب منطاش خودمختار ہوا تو اس کے نزدیک اہم کام سلطان ظاہر (برقوق) کا خاتمہ کرنا تھا لہٰذا اس نے قلعہ کرک کے نائب حاکم حسن کشکی کو حکم بھیجا کہ وہ اسے (سلطان برقوق) کو قتل کر دے مگر ناصری نے جب حسن کشکی کے سپرد (سابق) سلطان کو کیا تھا تو اس وقت اس نے یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اس کے بدخواہوں سے اس کی حفاظت کرے۔ لہٰذا وہ اس (قتل کے) ارادے سے باز رہا۔ اس نے بریدی اور قاضی شہر اور پرائیویٹ سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلطان (برقوق) کا خون بہانے سے پرہیز کیا جائے۔

معذرت نامہ: لہٰذا اس (حسن کشکی) نے منطاش کو یہ معذرت نامہ بھیجا کہ سلطان (موجودہ) اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر اس کام کی انجام دہی میں بہت خطرات ہیں۔ منطاش نے سلطان اور خلیفہ کا اجازت نامہ حاصل کر کے ان کی اجازت کے ساتھ دوبارہ اسی مضمون کا خط لکھا۔ مگر اس نے بریدی (مخصوص قاصد) کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھا اور وعدوں کے ساتھ بہلاتا رہا اور ٹال مٹول کرتا رہا تا آنکہ اس سے مخلصی کی کوئی صورت نکلے۔

یہ لوگ سلطان کے احترام اور شفقت کی وجہ سے اس حکم کو سلطان سے چھپائے ہوئے تھے۔ تاہم سلطان نے اس بات کو بھانپ لیا تھا۔ اس لئے اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو وسیلہ بنائے رکھا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کی کھڑکی سے ان کے مزار کو دیکھا کرتا تھا۔

بریدی کا قتل: (اس موقع پر) سلطان کے غلاموں نے شہر کا گشت کیا اور وہ ایسے افراد (کی امداد) حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو سلطان کی اچھی طرح مدافعت کر سکتے تھے۔ چنانچہ گفت و شنید کے بعد انہوں نے خلوص کے ساتھ (سلطان کی مدافعت کا) معاہدہ کیا اور وہ بریدی (شاہی قاصد) سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بریدی کا گھر سلطان کے گھر کے سامنے تھا۔ چنانچہ یہ (مخلصین) رمضان المبارک کی دسویں تاریخ کی رات کو اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ اس کا سر کاٹ کر سلطان (برقوق) کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ ان کی تلواروں کی دھاروں سے خون بہہ رہا تھا اس وقت حسن کشکی سلطان کو تسلیم دینے کے لئے اس کے دسترخوان پر روزہ افطار کر رہا تھا۔ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو وہ دہشت زدہ ہو گیا۔

دوبارہ حکومت کے لئے جدوجہد: انہوں نے اسے بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر سلطان (برقوق) نے اسے اپنی پناہ

میں لے لیا اور اس نے برقوق کو قلعہ کی حکومت سپرد کر دی اور نائب حاکم نے سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد دوسرے دن شہر والوں نے آ کر سلطان (برقوق) کے ہاتھ پر بیعت کی (اور اسے جائز سلطان تسلیم کیا)

عرب قبائل کی امداد: گرد و نواح سے بنو عقبہ اور دوسرے عرب قبائل بھی آئے اور انہوں نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جب یہ خبر چاروں طرف مشہور ہوئی تو ہر سمت سے (سلطان برقوق کے) غلام اس کے پاس آ گئے۔

دمشق کی سمت پیش قدمی: جب منطاش کو (مصر میں) یہ خبریں ملیں تو اس نے غزہ کے نائب حاکم کو ہدایت کی کہ وہ فوج لے کر کرک پہنچ جائے اس نائب حاکم کا نام ابن باکیش تھا (جب سلطان کو یہ اطلاع ملی تو) اسے پس و پیش ہوا کہ آیا وہ ابن باکیش کی فوج کا مقابلہ کرے یا وہ شام کی طرف روانہ ہو جائے۔ آخر کار اس نے دمشق کی پیش قدمی کا مصمم ارادہ کر لیا اور کرک سے پندرہ شوال کو روانہ ہو گیا۔ اس نے قبہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور وہاں عرب قبائل کی فوجوں کو اکٹھا کیا۔ پھر وہ ایک ہزار سے زائد عربوں اور ترکوں کی فوج لے کر روانہ ہوا اور منازل طے کرتا ہوا دمشق کے قریب پہنچ گیا۔

اہل دمشق کی شکست: ادھر دمشق کے نائب حاکم جنتمر نے مقابلہ کے لئے فوجیں بھیجیں جن میں شام کے امراء اور بندمر کی اولاد شامل تھی۔ چنانچہ شحب کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی۔ یہ گھسان کی جنگ تھی۔ آخر کار اہل دمشق کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے افراد مارے گئے۔ سلطان (برقوق) کو فتح حاصل ہوئی۔ اس نے دشمن کی فوج کا دمشق تک تعاقب کیا مگر اس کے بہت سے افراد مصر بھاگ گئے۔

ابن باکیش کی شکست: پھر سلطان (برقوق) کو احساس ہوا کہ ابن باکیش اور اس کی فوجیں اس کا تعاقب کر رہی ہیں اس لئے وہ پیچھے کی طرف پلٹا اور راتوں رات فوج لے کر صبح سویرے بتاریخ دس ذوالقعدہ اس کی فوجوں پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور سلطان اور اس کی فوج نے ان کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور ان سے مالا مال ہو گئے اور اس کی وجہ سے سلطان کی فوجی طاقت میں بھی اضافہ ہو گیا۔

محاصرۂ دمشق: اس کے بعد سلطان دمشق کی طرف واپس آیا اور میدان میں صف آراء ہوا تو عوام اور گرد و نواح کے افراد سلطان کے خلاف ہو گئے اور میدان میں وہ سلطان کی جان کے درپے ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ اپنا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ چنانچہ عوام نے اس کا اور اس کے غلاموں کا ساز و سامان لوٹ لیا۔ پھر سلطان قبہ بلیغا کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اہل دمشق نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ چنانچہ سلطان ماہ محرم ۹۲ھ تک ان کا محاصرہ کرتا رہا۔

کمشبغا کی امدادی مہم: ادھر حلب کے نائب حاکم کمشبغا حموی نے اپنی عملداری میں سلطان کی حمایت میں کام کرنا شروع کر دیا تھا اور جب سلطان کرک سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا تو اس نے تحریری طور پر اسے اپنی حمایت کا یقین دلایا تھا۔ لہٰذا جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وہ دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے ہے تو کمشبغا سلطان سے ملاقات کے لئے تیار ہوا اور اپنے ساتھ وہ تمام ساز و سامان لے کر روانہ ہوا جس سے سلطان کی فوج ہر قسم کی خامیاں اور کمزوریاں دور کر سکے اور اس کی شان و شوکت قائم ہو سکے۔

قیدی امراء کا فرار: دوسری طرف ایبال یوسفی اور سلطان کا چچازاد بھائی قجماش اور وہ امراء جو صفد میں مقیم تھے وہ سب کے سب سلطان کے پاس پہنچ گئے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ صفد کے نائب حاکم کے پاس سلطان کے چند غلام ملازم تھے' انہوں نے اس سے غداری کر کے صفد کے قید خانے میں مقید تمام امراء کو رہا کرا دیا۔ لہٰذا وہ سب سلطان (برقوق) کے پاس پہنچ گئے جب کہ وہ دمشق کا محاصرہ کر رہا تھا۔ ان سب کا پیش رو اینال تھا۔

قوص کی بغاوت: جب ان امراء کو جو قوص میں نظر بند تھے یہ اطلاع ملی کہ سلطان (برقوق) نظر بندی سے رہا ہو گیا ہے اور وہ کرک کے علاقہ پر قابض ہو گیا ہے اور لوگ (اس کی حمایت میں) اکٹھے ہو رہے ہیں تو انہوں نے اس سال کے ماہِ شوال میں بغاوت کا اعلان کیا اور وہاں کے حاکم کو گرفتار کر کے قاضی کے خزانے سے مال و دولت نکال لی۔

جب ان کی (بغاوت کی) اطلاع مصر پہنچی تو ان (کی سرکوبی) کے لئے فوجیں روانہ کی گئیں پھر یہ اطلاع بھی ملی کہ ان (باغیوں) نے اسوان پہنچ کر وہاں کے حاکم حسن ابن قرط کو بھی ورغلایا ہے اور اس نے بھی ان کی حمایت کا وعدہ کیا ہے لہٰذا ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ وادی القصب کی مشرقی سمت سے سویز کی طرف روانہ ہوں اور وہاں سے کرک جائیں۔

بغاوت کا انسداد: چنانچہ جب ابن قرط (کے ساز باز) کی خبر ملی تو منطاش نے سندمر بن یعقوب شاہ کو روانہ کیا۔ وہ اپنی فوجوں کو لے کر مشرقی کنارے کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں ابن قرط نے جلد پہنچ کر اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلایا تو اسے تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی عملداری پر بحال کر دیا گیا۔

اس کے بعد ابن یعقوب شاہ قوص پہنچ گیا۔ اس نے تمام گرد و نواح کے علاقہ پر قابو پا لیا تھا اور باغی اُمراء کو گھیرے میں لے کر انہیں گرفتار کر لیا تھا۔

اس کے بعد سلطان ظاہر کے غلاموں اور مصر کے بالائی علاقہ (صغد) کے حکام جو غلام تھے ان سب کو قتل کروا دیا۔ پھر اُمراء کو لے کر مصر روانہ ہوا اور وہاں اس سال کی پندرہ ذوالحجہ کو پہنچا۔ وہاں صرف چار امراء کو چھوڑ دیا گیا تھا جن میں سودائی ابدی بھی شامل تھا۔ باقی امراء کو مقید رکھا گیا۔

کمشبغا کی بغاوت: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ناصری نے کمشبغا کو جو راس نوبہ (شاہی غلاموں کا افسر) تھا' حلب کا نائب حاکم مقرر کیا تھا' مگر جب منطاش خود مختار حاکم ہو گیا تو وہ اس کا مخالف ہو گیا تھا۔ پھر جب بذلار نے دمشق میں بغاوت کا اعلان کیا تو اس نے کمشبغا کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا' مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔ تاہم جب اسے کرک کی نظر بندی سے سلطان کے رہا ہونے کی اطلاع ملی تو اس وقت اس نے بغاوت کا اعلان کیا اور سلطان (برقوق) کی بادشاہت کی تحریک کی حمایت کی۔ ابراہیم بن جندار نے اس کی مخالفت کی اور حلب کے مضافات کے اہل باتوسا نے بھی نافرمانی کی۔ لہٰذا کمشبغا نے ان سب سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور قاضی ابن ابی الرضا کو بھی قتل کر دیا جو اس کا مخالف تھا۔ یوں ماہ شوال میں وہ حلب کا خود مختار حاکم ہو گیا۔

برقوق کی زبردست امداد: اس کے بعد اسے اطلاع ملی کہ سلطان (برقوق) نے دمشق اور ابن باکیش کی فوجوں ...

شکست دیکر قبہ بلبغا کے مقام پر اپنا محاذ قائم کر رکھا ہے کیونکہ اہل دمشق نے میدان سے نکال کر اس کا سامان لوٹ لیا تھا۔ اب وہ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ لہٰذا اس نے حلب سے فوجیں اور سامانِ جنگ اکٹھا کیا اور سلطان کو (جنگ کے لئے) جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب فراہم کیں۔ ان میں (نقد) مال و دولت' کپڑے' ہتھیار' اونٹ' گھوڑے' محاصرہ کے آلات' شاہی خیمے' فرش اور چھوٹی بڑی سب چیزیں شامل تھیں۔

(جب وہ وہاں پہنچا تو) سلطان نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ سلطان نے اسے اتابک اور مشیر اعظم بنالیا اور وہ اس کے ساتھ دمشق کے محاصرہ میں شریک رہا۔

شدید محاصرۂ دمشق: کمشیقا کے پہنچنے کے بعد دمشق کا محاصرہ سخت کر دیا گیا کیونکہ سلطان کے پاس جنگجو سپاہیوں اور محاصرہ کے آلات کی کثرت ہوگئی تھی۔ لہٰذا شہر پناہ کو چاروں طرف سے مجانیق (قلعہ شکن آلات) کے پتھروں نے تباہ و برباد کر دیا گیا اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور اس کے آس پاس کے گھروں میں آگ لگ گئی اور تمام گنبدوں اور قلعوں پر تباہی اور آشفتگی مسلط ہوگئی۔ نیز فصیلوں کے اوپر سے مدافعانہ جنگ شدید ہوگئی اس کا مشورہ شافعیہ کے قاضی احمد بن القرشی نے دیا تھا' مگر اہل علم اور دیندار حضرات نے اس کی مخالفت کی تھی۔

منطاش کو جب دمشق کے محاصرہ کی اطلاع ملی تو اس نے طنبغا الجلبی دوادار الاشرف کے ذریعے وہاں کی فوجوں کے لئے مالی امداد بھجوائی اور وہ خود وہاں رہا۔

اس کے بعد (حاکم دمشق) جنتمر نے امیر آل افضل نعیر بن جبار سے فوجی امداد طلب کی تو وہ جنگ کرنے کے لئے وہاں پہنچا۔ اس کے مقابلہ کے لئے کمشیقا نائب حاکم حلب (فوج لے کر) آیا اور مقابلہ کر کے ان کی فوج کو منتشر کر دیا اور اس کے خادم کو گرفتار کر کے قیدی بنا کر سلطان کے پاس لایا سلطان نے از راہِ نوازش اسے چھوڑ دیا بلکہ اسے خلعت اور سواری دے کر اس کے آقا کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد بدستور دمشق کا محاصرہ جاری رہا۔

انیال کی بغاوت

دمشق کے واقعہ کے بعد جب انیال کو شکست ہوئی تو وہ مصر کی طرف بھاگ گیا تھا جب وہ غزہ میں سے گزرا تو ابن باکیش نے اسے قید کر دیا تھا اور کرک میں نظر بند رہا۔ جب ناصری خود مختار حاکم ہوا تو اس نے اسے صفد کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ جہاں وہ دیگر امراء کے ساتھ نظر بند رہا۔

جب قطلبک نظامی صفد کا حاکم ہوا تو اس نے برقوق کے غلاموں کی ایک جماعت کو اپنا ملازم مقرر کیا اور ان میں سے بلبغا سالمی کو دوادار مقرر کیا۔

جب اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان برقوق نظر بندی سے آزاد ہو گیا ہے اور وہ شام روانہ ہو گیا ہے تو بلبغا نے اپنے استاذ قطلوبغا کے غلاموں کے ساتھ یہ ساز باز کی کہ وہ مخالفت کر کے سلطان کے پاس چلے جائیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک جماعت نے راہِ فرار اختیار کی تو قطلوبغا ان کے تعاقب کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے بلبغا سالمی کو دوادار اور صفد کا حاجب مقرر کیا (اس کے جانے کے بعد) ان لوگوں نے انیال اور تمام شاہی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انیال نے قلعہ

پر قبضہ کر لیا۔

جب قطلو بغا مفرور افراد کے تعاقب سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ ان لوگوں نے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کو روک دیا ہے لہٰذا وہ اپنے غلاموں سے بدگمان ہو کر صفد سے چلا گیا کیونکہ اس کے گھر اور جاگیر کو لوٹ لیا گیا تھا۔ وہ شام چلا گیا جہاں کے امراء نے سلطان (برقوق) سے مشقحب کے مقام پر شکست کھائی تھی اور اب وہ مصر جا رہے تھے لہٰذا وہ بھی ان کے ساتھ مصر روانہ ہو گیا۔

ادھر اینال نے صفد کا انتظام درست کر کے وہاں اپنا جانشین مقرر کیا۔ پھر وہ سلطان کے پاس چلا گیا اور اسی کے ساتھ رہنے لگا۔

منطاش کی فوج کشی: ادھر مصر میں شام کی فوجوں کی شکست کی خبریں لگا تار پہنچنے لگیں اور (یہ بھی معلوم ہوا کہ) سلطان الظاہر (برقوق) نے دمشق کا محاصرہ کر رکھا ہے اور حلب' صفد اور شام کے دیگر علاقے اس کے حامی ہوتے جا رہے ہیں پھر شکست خوردہ فوجیں' بندمر کی اولاد اور نائب حاکم صفد بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی (منطاش کو) جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ نیز دمشق کے نائب حاکم جنتمر کے خطوط اور اس کے فریاد نامے بھی لگا تار آتے رہے۔

شام کی طرف فوج کشی: ان حالات میں منطاش نے شام کی طرف فوج کشی کا عزم مصمم کیا اور جنگی تیاریاں شروع کیں اور اعلان کرایا کہ فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ اس نے سلطان مصر' خلیفہ' قاضیوں اور علماء کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور ۱۷ ذوالحجہ ۷۹۱ھ کو کوچ کیا۔ وہ قاہرہ سے باہر ریدانیہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا تا کہ وہ جنگی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرے۔

منطاش نے قاہرہ پر اپنے دوادار (پیش کار) صراغتمر کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے مکمل اختیارات دیئے۔ اس نے قلعہ پر بکا اشرفی کو مقرر کیا اس نے قلعہ میں خزانہ کے ایک گودام کا دروازہ بند کر کے اوپر سے بھی اسے بند کیا اور اسے کنویں کی طرح بنا کر وہاں بڑے بڑے سابق ارکان سلطنت قیدیوں کو منتقل کیا۔

منطاش نے نائب سودون کو قلعہ کی طرف منتقل کر کے اسے وہاں ٹھہرایا پھر اس نے حکم دیا کہ سلطان (برقوق) کے جو غلام باقی رہ گئے ہیں انہیں گرفتار کیا جائے۔ اس پر وہ شہر کے نامعلوم مقامات میں روپوش ہو گئے۔ اس نے یہ بھی حکم دیا کہ قاہرہ کی اکثر سڑکوں اور شاہراہوں کے پھاٹک بند کر دیئے جائیں۔ چنانچہ وہ بند کر دیئے گئے۔

منطاش کی روانگی: (ان مزید حفاظتی اقدامات کے بعد) منطاش سلطان کو لے کر ۲۲ ذوالحجہ کو روانہ ہوا۔ اس کی تمام فوجیں جنگی طریقہ کے مطابق کوچ کر رہی تھیں اور منزل بمنزل رواں تھیں۔ دوران سفر میں اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان کے بعض غلام جو امراء کے پاس ملازم ہیں وہ دوسروں کے ساتھ ساز باز کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں لہٰذا اس نے انہیں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ (خبر ملتے ہی) بھاگ گئے اور سلطان (برقوق) کی فوج میں شامل ہو گئے۔

فریقین کی صف آرائی: سلطان (برقوق) دمشق کا محاصرہ کر رہا تھا مگر جب اسے مصر سے فوج کشی کی اطلاع ملی تو وہ اپنی فوج کو لے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور شقحب کے قریب خیمہ زن ہوا۔ (دوسرے دن) صبح کے وقت اس کی فوجیں صف آراء ہوئیں۔ کمشبغا حلب کی فوجوں کو لے کر سلطان کے دائیں طرف (میمنہ) صف آرا ہوا۔

ادھر منطاش نے بھی اپنی فوجوں کو صف آراء کیا۔ اس نے شاہِ مصر' امیر حاجی' خلیفہ' قاضیوں اور تیر اندازوں کو فوج کے پیچھے رکھا اور ان کے ہمراہ تمار تمر کو جو اس نوبہ (شاہی غلاموں کی فوج کا افسر تھا) اور امیر سلاح سندمر بن یعقوب شاہ کو برقرار رکھا اور خود وہ اپنے غلاموں اور ساتھیوں کے ساتھ میدانِ جنگ کے وسط میں صف آراء ہوا۔

شدید جنگ: جب فریقین صف آراء ہو گئے تو منطاش اور اس کی فوجوں نے سلطان کے میمنہ (دائیں طرف کی فوج) پر حملہ کیا اور ان کی صفوں کو منتشر کر دیا لہٰذا کمشبغا شکست کھا کر حلب کی طرف بھاگا اور وہ اس کا تعاقب کرنے لگے۔ پھر (منطاش کی فوج) سلطان کے خیمے کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے لوٹ لیا اور سلطان کے چچازاد بھائی قجماش کو بھی مقید کر لیا جو وہاں زخمی تھا۔

شاہِ مصر اور خلیفہ کی گرفتاری: بعد ازاں سلطان (برقوق) نے اس حصے پر حملہ کیا۔ (شاہِ مصر) امیر حاجی' خلیفہ اور قاضی تھے۔ وہ سب اس کے حکم اور قبضے میں آ گئے۔ لہٰذا سلطان نے ان پر اپنا ایک افسر مقرر کیا۔

بعد ازاں فریقین گتھم گتھا ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کے حال سے واقف تھے۔ ایسی حالت میں سلطان اپنے سواروں کے ایک دستہ کو لے کر صفوں کو چیر تا رہا اور سوروں پر حملے کرتے رہا اور ہر طرف سے انہیں بھگاتا رہا یہاں تک کہ اس کے شکست خوردہ غلام اور امراء اس کے پاس جمع ہوتے رہے اور اس کی فوج کی تعداد زیادہ ہو گئی۔

منطاش کو شکست: پھر اس نے باقی ماندہ فوج پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی وہ سب دمشق کی طرف چلے گئے مگر سلطان (اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ) شقحب کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔

جب منطاش پہنچا تو اس نے نائب حاکم جنتمر کو یہ بتایا کہ اسے فتح حاصل ہوئی ہے اور سلطان امیر حاجی پیچھے آ رہے ہیں۔ اس نے اعلان کرایا کہ فوجیں مسلح ہو کر اس کے استقبال کے لئے نکلیں۔ چنانچہ دوسرے دن وہ (دمشق سے) باہر نکلا تو سلطان (برقوق) نے اپنی فوجوں سے اس کا مقابلہ کر کے اس (منطاش) کی فوجوں کو شکست دی اور ان کا صفایا کیا۔ اس سلسلے میں دمشق کے بہت سے عام شہری بھی مارے گئے۔ اس کے بعد سلطان اپنے محاذ کی طرف لوٹ گیا۔

امیر حاجی کی دست برداری: ایسی حالت میں امیر حاجی (موجودہ شاہِ مصر) نے اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور وہ اس (برقوق) کے حق میں بادشاہت سے الگ ہو گیا۔ لہٰذا (برقوق) نے خلیفہ اور قاضیوں کو بلوایا۔ انہوں نے اس کی دست برداری کی شہادت دی اور یہ بھی گواہی دی کہ خلیفہ نے سلطان (برقوق) کو بادشاہ مقرر کیا ہے اور اسے دوبارہ تخت نشین کیا ہے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

برقوق کی مصر روانگی: سلطان (برقوق) شقحب کے مقام پر نو دن مقیم رہا۔ چونکہ سردی شدید ہو گئی تھی اور اناج کی کمی کی وجہ سے خوراک کا ذخیرہ ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے سلطان نے مصر جانے کا قصد کیا اور وہاں سے مصر روانہ ہو گیا۔ جب منطاش کو اس کی اطلاع ملی تو وہ تعاقب کے لئے نکلا۔ مگر جب قریب آیا تو پیچھے ہٹ گیا اور واپس چلا گیا۔ مگر سلطان نے اپنا سفر جاری رکھا۔ غزہ کے حاجب نے ابن باکیش کو گرفتار کر لیا تھا۔ لہٰذا جب سلطان وہاں پہنچا تو اس نے حاجب کو اس کا حاکم مقرر کیا اور ابن باکیش کو نظر بندی کی حالت میں اپنے ساتھ رکھا۔ سلطان مصر کے حالات بھی اس سفر میں معلوم کراتا رہا۔

محافظ قلعہ کی بغاوت

منطاش جب سلطان مصر اور فوج کو لے کر شام روانہ ہوا تھا تو اس نے قاہرہ میں اپنا جانشین اپنے دوادار (پیش کار) سرای تمر کو مقرر کیا تھا اور اسے اصطبل کے پاس ٹھہرایا تھا اس نے قصر کا محافظ بکا اشرفی کو مقرر کیا تھا اور وہاں کے نظر بندوں پر بھی اسے نگران مقرر کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے دوراندیشی اور سختی کا طریقہ اختیار کیا۔

چند دنوں کے بعد انہیں اطلاع ملی کہ سلطان کے غلاموں کی ایک جماعت نے بغاوت کا فیصلہ کیا ہے اور انہوں نے ان کے غلاموں سے بھی سازباز کی ہے لہٰذا انہوں نے رات کے وقت حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا اس سے پہلے ان غلاموں نے اپنی حفاظت کے لئے مقابلہ بھی کیا تھا۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے غلاموں کو بھی گرفتار کیا جو ان کے ساتھ شریک تھے۔ یہ بہت بڑی جماعت تھی۔ اس لئے انہیں زیادہ دوراندیشی کے ساتھ کام کرنا پڑا۔ انہوں نے اعلان کرایا کہ جس کسی کے پاس سلطان کا کوئی غلام پایا گیا اسے سزا دی جائے گی۔

انہوں نے سلطان کے بھانجے کو اس کی والدہ کے گھر سے منتقل کر کے قلعہ میں بند کر دیا اور ان امراء کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا جو جیوم میں نظر بند تھے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیئے گئے۔

انہیں منطاش اور اس کی فوجوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اس لئے انہوں نے قافلوں سے خبریں معلوم کرنے کے لئے کچھ افراد کو بھیجا تا کہ وہ خبریں معلوم کر سکیں۔

انہوں نے قلعہ کے قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ پھر اس سے باز رہے اور ان پر سختی کرنے لگے اور خوراک پہنچانے والوں کو بھی روکنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیدیوں کی حالت ابتر ہونے لگی اور وہ بہت پریشان ہو گئے۔ اس اثناء میں کسی قیدی کو ایک ایسی زمین دوز سرنگ کا سراغ مل گیا جو اصطبل کی دیوار تک پہنچتی تھی۔ اس سے انہیں بہت خوشی حاصل ہوئی اور انہیں رہائی کی صورت نظر آئی۔

<u>نقب زنی</u>: جب یکم صفر ۷۹۲ھ کی چہارشنبہ کی رات آئی تو وہ اس سرنگ میں گھس گئے وہاں انہیں نقب زنی کا آلہ بھی ملا جس کے ذریعے انہوں نے دیوار میں نقب لگائی اور اصطبل کے اوپر کے حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں خاصکیہ کی جماعت میں سے ایک بزرگ آگے بڑھا۔ انہوں نے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے کچھ مارے گئے اور جو باقی رہے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے قلعہ کے نائب حاکم شعبان بکا کو آواز دی تا کہ یہ معلوم ہوا کہ اس نے بھی بغاوت کر دی ہے۔

<u>حاکم مصر کا فرار</u>: پھر انہوں نے اصطبل کا اوپر اور نیچے کا دروازہ توڑ دیا اور سرای تمر (منطاش کے جانشین) کے گھر میں گھس گئے۔ وہ ان کی ہنگامہ آرائی سے بیدار ہو گیا اور بکا کے حالات سے خوفزدہ ہو کر فصیل کے اوپر سے صحیح و سالم کود گیا۔ وہ حاجب قطلوبغا کے پاس گیا اور (اسے ساتھ لے کر) مدرسہ حسن میں پناہ گزین ہوا۔

یہاں منطاش نے اصطبل کی حفاظت کے لئے ترکمان تیراندازوں کی ایک جماعت کو متعین کر رکھا تھا اور ان کا وظیفہ

مقرر کر رکھا تھا۔ وہ تنکوز اس نوبہ کی نگرانی میں تھے۔

بکا کی فوج نے سرای تمر کے گھر کو لوٹ لیا اور اس کے مال و اسباب اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا اور اسکے گھوڑوں پر سوار ہو کر پورے شاہی اصطبل پر قبضہ کر کے رات بھر ڈھول بجاتے رہے۔ دوسرے دن بکا نے ان سے جنگ کی۔ کچھ افراد نے پوشیدہ طور پر طبلخانات پر قبضہ کر لیا تھا مگر انہیں ہٹا دیا گیا۔

بکا کی فتح: سرای تمر اور قطلو بقا حاجب نے ان سے جنگ کرنے کے لئے اصطبل کی طرف فوج کشی کی اور وہاں جنگ کرنے پہنچ گئے۔ مگر (کچھ عرصہ جنگ کرنے کے بعد) وہ مدرسہ (حسن) میں پناہ گزین ہو گئے۔ اب بکا کو فتح حاصل ہو گئی تھی۔ اس لئے اس نے مدرسہ میں آگ لگانے کے لئے آدمی بھیجے مگر ترکمان فوج (تیر اندازوں) نے جو وہاں تھے پناہ طلب کی۔ چنانچہ انہیں پناہ دے دی گئی۔ اس کے بعد اس کی فوج شہر میں منطاش اور اس کے ساتھیوں کے گھروں کو لوٹنے کے لئے پہنچی اور وہاں خوب فتنہ و فساد برپا کیا۔ اس اثناء میں سلطان کے وہ غلام جو قاہرہ میں چھپے ہوئے تھے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔

امراء کی نظر بندی: دوسرے دن بکا نے سودون نائب مصر کو پناہ دی اور وہ اسے امیر سلاح ناصری اور دمرداش کے پاس لے گیا۔ بکا نے ان دونوں کو نظر بند کر دیا۔ پھر سودون مدرسہ حسن پہنچا جہاں تماش بینوں کی بہت بھیڑ تھی۔ اس نے سرای تمر اور قطلو بقا حاجب کو سامنے آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہیں پناہ دے دی گئی عوام نے انہیں پکڑنا چاہا۔ مگر سودون ان دونوں کو بحفاظت بکا کے پاس لے آیا۔ اس نے ان دونوں کو بھی نظر بند کر دیا۔

برقوق کی حکومت کا اعلان: جمعہ کے دن سودون نے قاہرہ میں امن عام کا اعلان کیا اور سلطان (برقوق) کے حق میں خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی دن سے سلطان (برقوق) کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

مقید امراء کی رہائی: بکا نے حکم دیا کہ قید خانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ان قید خانوں میں منطاش نے جن حکام اور امرائے سلطنت کو بند کر رکھا تھا انہیں رہا کر دیا جائے۔ وہاں کے حاکم حسن بن کورانی نے راہ فرار اختیار کی کیونکہ وہ سلطان کے غلاموں کے برخلاف منطاش کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ اس لئے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ مگر بکا کو اس کا سراغ مل گیا لہٰذا (گرفتار کرنے کے بعد) اس نے اسے بھی منطاش کے حامیوں کے ساتھ مقید کر دیا۔

اس نے ان تمام امراء کو رہا کر دیا جنہیں مصر دمیاط اور خیوم میں مقید رکھا گیا تھا۔ انہی میں مکہ معظمہ کے خاندان بنو حسن کا حاکم شریف عنان بن مغامس (امیر مکہ) بھی قید میں تھا۔ اسے بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ رہا کیا گیا۔ اسے بکا نے اپنے بھائی ابیقا کے ساتھ تیز رفتار گھوڑوں پر باہر بھیجا تاکہ وہ سلطان کے حالات (باہر نکل کر) معلوم کریں۔

شاہی افواج کی آمد: (ان کے جانے کے بعد) اتوار کے دن سلطان کا ایک خط بھی سیف بن محمد بن عیسٰی العائدی کے ہاتھ وہاں پہنچا جس میں یہ تحریر تھا کہ حسب معمول سلطان کے گھروں میں غلہ اور چارہ (مناسب مقدار میں) فراہم کیا جائے۔ (اس خط میں) تمام واقعات کا تذکرہ کیا گیا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ سلطان مصر روانہ ہو گیا ہے اور زملہ کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔

بکا کا بھائی ایبقا بھی بتاریخ ۸ صفر بروز چہار شنبہ اسی قسم کی اطلاعات لے کر واپس آ گیا۔ پھر شاہی فوجیں لگا تار آنے لگیں اور صالحیہ میں مقیم ہوئیں۔ سلطان ان سے ملاقات کرنے کے لئے عکرشہ کے مقام پر پہنچا۔

برقوق کی دوبارہ تخت نشینی: سلطان (برقوق) منگل کے دن[1] ۱۴ صفر قلعہ کے میدان میں صبح سویرے پہنچ گیا۔ خلیفہ نے اسے بادشاہت کا عہدہ عطا کیا اور وہ دوبارہ تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اُن امراء کو بلا بھیجا' جنہیں منطاش نے اسکندریہ میں مقید کر رکھا تھا۔ انہی میں ناصری جوبانی' ابن بیبقا' قرادمرداش' ایبقا جوہری' سودون باق' سودون طرنطائی' قردمر معلم وغیرہ شامل تھے۔ انہوں نے سلطان کے سامنے معذرت پیش کی۔ لہٰذا سلطان نے ان کا عذر قبول کر کے انہیں ان کے عہدوں پر بحال کر دیا۔ اس نے ایال یوسفی کو اتابک (وزیر اعظم) ناصری کو امیر سلاح (وزیر جنگ) جوبانی کو راس نوبہ (سپہ سالار) اور سودون کو اپنا نائب' بکا کو دوادار (پیش کار) قرقاش کو استاذ دار (وزیر مالیات) کمشبغا خاصگی کو امیر مجلس (وزیر دربار) قطلیمش کو امیر ماخوریہ (وزیر سامان جنگ) اور قلعہ کرک کے پرائیویٹ سیکرٹری کو مصر میں اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کیا۔ اس طرح اس نے باقی سرکاری عہدوں پر بھی (مناسب افراد) مقرر کیے۔

جب قرقاش فوت ہو گیا تو اس نے سابق استاذ دار محمود کو اس عہدہ پر مقرر کیا۔ اور اس کی سابقہ خدمات کا خیال رکھا اور دشمن کی طرف سے جو تکالیف اسے پہنچی تھیں ان کی تلافی کی۔ یوں سلطان (برقوق) کا انتظام سلطنت درست ہو گیا اور جب اس کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اس نے شام کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور دشمن کے فتنہ و فساد کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا۔

منطاش کی مکمل شکست

جب سلطان (برقوق) (دوبارہ) قاہرہ میں تخت نشین ہوا اور اس کا انتظام سلطنت درست ہوا تو اس نے شام کو فتح کرنے کی طرف توجہ مبذول کی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے جوبانی کو دمشق کا نائب حاکم اور سپہ سالار مقرر کیا۔

سلطان نے ناصری کو حلب کا حاکم مقرر کیا کیونکہ اس نے کمشبغا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے مصر کا اتابک (امیر الامراء) مقرر کریگا۔ اس نے قرادمرداش کو طرابلس کا حاکم اور رامون قلمطاوی کو حماۃ کا حاکم مقرر کیا۔ یوں اس نے شام کے تمام علاقوں کے حکام مقرر کر دیے تھے اور انہیں (فوج کشی کے لئے) تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

آخر کار (فوج کشی) کا اعلان کیا گیا اور یہ (فوجیں) ۸ جمادی الاولیٰ ۹۲ کے ھ میں (مصر سے) روانہ ہو گئیں مگر منطاش نے اپنی پوری کوشش اس پر صرف کی کہ سلطان کی مصر میں (تخت نشینی کی) خبر اس کے امراء اور افسروں سے پوشیدہ رہے مگر آخر کار یہ خبر ظاہر ہو کر مشہور ہو گئی تو ان کے رجحانات سلطان کی طرف ہو گئے۔

---

[1] اصل کتاب میں ۴ صفر تحریر ہے مگر یہ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ اوپر یہ تحریر ہے کہ بتاریخ ۸ صفر بکا کا بھائی ایبقا اسی قسم کی اطلاعات لے کر واپس آیا لہٰذا سلطان کی آمد اس کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ اس لئے ہم نے ترجمہ میں ۱۴ لکھی ہے کیونکہ رابع کے بعد عشر کا لفظ کاتب کے لکھنے سے رہ گیا ہوگا۔ [مترجم]

حلب کا محاصرہ: اس اثناء میں اس نے امیر ییاز تمر کو حلب کا نائب حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ لہٰذا اہل کا نفوسا اکٹھے ہو گئے اور اس نے کمشیقا کے قلعہ کا پانچ مہینے تک محاصرہ کیا اور محاصرہ کو سخت کر دیا۔ یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ اور پل بھی جلا دیا اور تین مقامات کی طرف سے اس کی فصیل میں نقب زنی کی چنانچہ ایک مقام پر جہاں نقب لگ گئی تھی فریقین کے درمیان شمعوں کی روشنی میں دو مہینے تک لگاتار جنگ ہوتی رہی۔

طرابلس پر منطاش کا قبضہ: اس کے بعد اس نے ابن ایاز ترکمانی کی سرکردگی میں طرابلس کی طرف فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ اس نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور حاجب الحجاب سندمر کے قبضہ سے اس شہر کو چھین لیا۔ وہ سلطان ظاہر (برقوق) کا حامی بن کر اس شہر پر قابض تھا۔ لہٰذا جب یہ علاقہ اس کے قبضے میں آ گیا تو اس نے قشتمر اشرفی کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ پھر بعلبک کی طرف محمد بن سندمر، اس کے رشتہ داروں کو اور اس کی فوج کو اپنے لشکر کے ساتھ بھیجا تو منطاش نے دمشق میں ان سب کو مروا ڈالا۔

ابقا صغدی کی اطاعت: پھر اس نے قشتمر اشرفی نائب حاکم طرابلس کو حکم دیا کہ وہ صفد کے محاصرہ کے لئے فوج کشی کرے۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا مگر وہاں کی فوجوں نے مقابلہ کر کے اسے شکست دے دی۔ لہٰذا منطاش نے اپنی سلطنت کے بڑے سپہ سالار ابقا صغدی کی قیادت میں لشکر بھیجا۔ چنانچہ وہ سات سو سپاہیوں کو لے کر وہاں پہنچا۔ مگر جب اسے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ سلطان مصر میں تخت نشین ہو گیا ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اکثریت کے ساتھ شامل ہو کر (سلطان کا) مطیع و فرماں بردار ہو جائے چنانچہ اس نے اس بارے میں سلطان سے خط و کتابت کی اور جب وہ صفد پہنچا تو وہاں کے نائب حاکم کی اطاعت قبول کر کے وہ منطاش کے حامیوں اور اس کی فوج سے الگ ہو گیا اس نے رات صفد کے باہر گزاری، مگر دوسرے دن وہ مصر کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں ماہ جمادی الآخرہ کے وسط میں پہنچ گیا۔ اس وقت شام کے امراء قلعہ کے باہر جوبانی کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے خیمہ زن تھے۔ لہٰذا جب وہ مصر پہنچا تو سلطان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے ہزاری منصب کے امراء میں شامل کرلیا۔

مخالفوں کا قتل: جب اس کے ساتھی صفد سے دمشق واپس آئے تو منطاش پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اسے اس وقت لوگوں کی مخالفت کا علم ہوا اور وہ اپنے حامیوں سے بدگمان ہو گیا۔ لہٰذا اس نے امراء اور دمشق کے نائب حاکم جنتمر اور ہزاری منصب کے امیر ابن جرجی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے ابن تحتی حاجب کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ان امراء میں قاضی محمد بن قرشی بھی شامل تھے۔ اس کی اس (حرکت) سے بہت ناراض ہو گئے اور اس سے بھاگ کر سلطان کی پناہ میں چلے گئے۔ ان میں محمد بن سندمر بھی شامل تھا۔ بدرالدین بن فضل اللہ بھی جو پرائیویٹ سیکرٹری تھا نیز ناظر لشکر بھی بھاگ گئے۔ یہ لوگ شقحب کے معرکہ کے موقع پر دمشق چلے گئے تھے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ سلطان اسی دن اس پر قبضہ کر لے گا وہ منطاش کے ماتحت رہے انہوں نے دوبارہ بھاگنے کا ارادہ کیا مگر وہ نہیں بھاگ سکے۔

اب منطاش نے سلطان سے متعلقہ ان غلاموں کو قتل کرنا شروع کیا جو قلعہ میں مقید تھے اس نے چراکسہ کی ایک جماعت کو ذبح کرا دیا۔ اس نے اتمش کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا۔

شاہی لشکر کی روانگی: مصر سے فوجی افسران شاہی لشکر کو لے کر جوبانی کی قیادت میں روانہ ہوئے اور مختلف منازل طے کرتے رہے۔ ہر منزل پر دمشق کے امراء بھاگ کر (شاہی لشکر میں) شامل ہو جاتے تھے سب سے آخر میں عربوں کا حاکم ابن نصیر اپنے والد کی طرف سے مطیع ہو کر اس شاہی لشکر میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شام کی سرحد میں داخل ہو گئے۔

منطاش کا فرار: اب منطاش کو اپنی (ناکامی کا) اندیشہ ہوا اور اس کے ساتھیوں پر خوف و ہراس چھا گیا۔ لہٰذا وہ ماہ جمادی الآخرہ کے وسط میں اپنے خواص اور دوستوں کو لے کر دمشق سے بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ مال و دولت اور سامان کے ستر صندوق تھے اس نے اپنے ساتھ محمد بن اینال کو بھی لے جانا چاہا مگر اس کے غلاموں کی ایک جماعت نے بغاوت کر دی اور وہ اسے اسی کے باپ کے پاس واپس لے گئے۔

عربوں کی پناہ میں: امیر آل فضل یعیر بن جبار اس زمانے میں اپنے قبائل میں مقیم تھا اور اس کے ساتھ آلِ مرو کے قبائل بھی رہتے تھے جن کا امیر عنقا تھا لہٰذا منطاش ان کے پاس پہنچ کر پناہ کا طالب ہوا تو ان (عرب قبائل) نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور وہ ان کے ساتھ رہنے لگا۔

قلعہ دمشق کی تسخیر: جب منطاش دمشق سے بھاگ گیا تو اشمس اپنے قید خانے سے نکل کر قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے ساتھ سلطان کے غلام بھی تھے۔ اس نے جوبانی کو یہ (منطاش کے فرار کی) اطلاع پہنچائی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچا اور اپنے (سابقہ) کو سنبھال لیا۔ اس نے منطاش کے باقی ماندہ حامیوں اور ملازموں کو بھی دیگر اسیروں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔

طرابلس سے طبغا حلبی اور دمرداش یوسفی بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہیں منطاش نے بلوایا تھا مگر وہ ان کی آمد سے پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔

فتح حلب: جب ایاز تمر حلب کا محاصرہ کر رہا تھا اور اہل کانفوسا اس کی مدد کر رہے تھے تو اسے یہ خبر (منطاش کے فرار کی) ملی۔ لہٰذا اس نے راہِ فرار اختیار کی اور وہ منطاش کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد کمشبغا پل کی مرمت کرنے کے بعد ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور اپنے ساتھ حاجیوں کو لے کر آیا۔ اس نے کانفوسا کے باشندوں کے ساتھ جنگ کی ان کے ساتھ منطاش کے حامی بھی تھے۔ یہ جنگ تین دن تک جاری رہی اس کے بعد انہیں شکست ہوئی۔ کمشبغا نے اہل کانفوسا کے آٹھ سو افراد سے زائد کو قتل کیا اور کانفوسا کے مقام کو تباہ و برباد کر دیا اور وہ ویران ہو گیا۔ اس نے قلعہ کی تعمیر کر کے اسے مستحکم کیا اور اس میں سامان رسد و خوراک بھر دیا۔

شامی شہروں پر قبضہ: جوبانی نے طرابلس کی طرف فوجیں بھیجیں جنہوں نے جنگ کے بغیر اس شہر کو منطاش کے نائب حاکم قشتمر اشرفی سے چھین لیا۔ اس طرح حماۃ اور حمص پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد جوبانی نے جو دمشق کا نائب حاکم اور شامی علاقوں کا نگران حاکم تھا۔ عرب قبائل کے حاکم یعیر بن جبار کو پیغام بھیجا کہ وہ منطاش کو اپنے علاقے سے نکال دے اور اسے اس کے حوالے کر دے مگر اس نے انکار کیا اور معذرت پیش کی۔ لہٰذا وہ ناصری اور دیگر امراء کے ساتھ فوج لے کر دمشق سے روانہ ہوا اور مصر کا قصد کیا۔ جب اس کی فوجیں حمص پہنچیں تو وہاں مقیم ہو گئیں۔ انہوں نے یعیر کو پیغام بھیج کر (منطاش کو

نہ بھیجنے کی) معذوری کی وجہ طلب کی تو اس نے غرور وتکبر کا اظہار کیا اور صاف انکار کر دیا۔

ادھر دمشق سے انس نے پیغام دیا کہ بندمر اور جنتمر کے حامی گروہ بغاوت کا قصد رکھتے ہیں لہٰذا ناصری دمشق روانہ ہوا اور اس نے ان کا قتل عام کیا۔ پھر وہ اپنے فوجی مرکز کی طرف لوٹ آیا اور وہاں سے انہوں نے سلمیہ کی طرف کوچ کیا۔

عرب قبائل سے جنگ: (عرب قبائل کے امیر) نعیر نے اپنے رویہ پر اصرار کیا۔ فریقین میں سفیروں کا تبادلہ ہوا مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آخر کار فریقین میں سخت جنگ ہوئی (شاہی) فوجوں نے منطاش اور عرب کی فوجوں پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے کر خیموں تک بھگا دیا۔ دمرداش نے منطاش کا تعاقب کر کے اسے علاقہ سے باہر نکال دیا اور عرب قبیلہ کوچ کر کے چلا گیا۔ پھر انہوں نے حملہ کیا مگر وہ ان کے حملہ کے مقابلے میں ثابت قدم نہیں رہ سکے۔ ان کے ساتھ آل علی کا پورا گروہ تھا۔ انہوں نے پیچھے کی طرف سے حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا اور انہیں شکست ہوگئی۔

جوبانی کا قتل: جوبانی کے غلام اسے تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لہٰذا عرب قبائل نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے (اپنے سردار) نعیر کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے (جوبانی کو) قتل کر دیا۔

عرب قبائل کا قتل عام: اب ناصری دمشق چلا گیا۔ اس نے امراء کی ایک جماعت کو اسیر بنا لیا اور ان میں سے ابقا جوہری' ناموں المعلم اور دوسرے افراد کو قتل کر دیا۔ چونکہ عرب قبائل نے ان کے خیموں اور سامان کو لوٹ لیا تھا اس لئے ناصری دمشق چلا آیا تھا۔ اس نے ایک ہی رات گزاری تھی کہ دوسرے دن صبح سویرے آل علی اپنے قبائل کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ اس نے انہیں شکست دے کر ان کی ایک جماعت کا قتل عام کیا۔ یوں اس نے جنگ میں ان کی حرکتوں کا انتقام لے لیا۔

ناصری کا تقرر: بعد ازاں سلطان (برقوق) نے اس سال کی پندرہویں شعبان کو ناصری کو دمشق کا نائب حاکم مقرر کیا اور اس نے وہاں کا انتظام حکومت سنبھال لیا۔

محمود کے تقرر اور کارنامے: محمود ہونہار نوخیز ترک تھا' وہ ترکوں کے ایک خاندان کرای منصوری کی نسل سے تھا۔ اس نے حکومت مصر کے زیر سایہ پرورش پائی تھی اور اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بدولت ترقی کرتا رہا تھا اس نے بہت سے امراء اور وزراء کے ماتحت کام کیا یہاں تک کہ وہ معراج کمال تک پہنچ گیا۔ اس نے اس قدر شہرت حاصل کی کہ سلطان مصر نے اسے اپنے لئے انتخاب کیا اور اسے مختلف خدمات میں آزماتا رہا اور وہ ہر مرحلے میں کامیاب ثابت ہوا اور نہایت محنت اور دلجمعی کے ساتھ سلطان کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ تا آنکہ جب سلطان کو اس کی صلاحیتوں کے بارے میں کامل یقین ہوگیا تو اس نے قید خانوں کے معاملات اور سرکاری شعبوں کے دفتروں کو درست کرنے کا کام اس کے سپرد کیا۔

محصولات کا افسر: اس اثناء میں استاذ الدار (وزیر مال) بہادر منجکی ۷۹۰ھ میں فوت ہوگیا تو سلطان مصر نے اسے اپنے محل اور سلطنت کا نگران مقرر کیا اور محصولات کے دفتروں کے ملازموں کا نگران افسر بھی مقرر کیا تاکہ وہ شاہی حقوق کی نگرانی کرے اور خزانوں کا

قارون کی طرح محافظ بن کر مالیات کی نگرانی کرے اور اپنی فطری صلاحیتوں سے کام لے کر سرکاری محاسبوں کے حسابات کو چیک کرنے اور نہ صرف آسان کاموں کو اپنے فہم و دانش اور بصیرت کے ذریعے حل کرے بلکہ پیچیدہ اور مشکل کاموں کو بھی آسان بنا سکے اور مشکل مسائل بھی حل کر سکے۔

سرکاری آمدنی میں اضافہ: اس نے ان فرائض کو جو سلطان نے اس کے سپرد کیے تھے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اس نے محصولات کی آمدنی میں اس قدر اضافہ کیا کہ سرکاری خزانے اسے جمع کرنے میں تنگ ہو گئے اور یہ (آمدنی) نہ صرف سلطان کے تمام مصارف امور سلطنت کے اخراجات اور اس کے غلاموں اور فوجوں کے لئے کافی ہو گئی بلکہ وہ ان کی تنخواہوں اور وظائف میں اضافہ اور توسیع کا ذریعہ بھی ثابت ہوئی اور اس اضافے کی بدولت ان کی ضرورتیں پوری ہو گئیں۔ جس سے سلطان نہایت ہی مطمئن اور مسرور ہوا۔

(یہ کامیابی دیکھ کر) دفتر والے اور دیگر ملازمین حسد کرنے لگے۔ انہوں نے چغل خوری کے تیر چلائے اور فریاد کرنے والے ضرورت مندوں کو اس کے خلاف بھڑکایا۔ مگر وہ اس معاملے میں بھی سونے کی طرح کھرا نکلا اور اس کے خلاف کوئی الزام نہیں ثابت ہو سکا۔

ضبطِ مال اور قید: بعد ازاں حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے اسے (محمود کو) زوال آیا اور وہ نظر بند ہو کر قید خانوں کے اندھیروں میں ڈال دیا گیا اور اسے گوناگوں تکالیف میں مبتلا کیا گیا۔ اس کے مال و دولت کو ضبط کر لیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ناصری نے جو اس وقت با اختیار حاکم بنا ہوا تھا محمود سے سونے کی اشرفیوں (دنانیر) کے پانچ خزانے چھین لئے اور منطاش کے پچپن خزانوں پر قبضہ کیا۔

سابقہ عہدہ پر بحالی: ان تمام تکالیف اور آزمائشوں میں اس کا زر خالص کندن بن کر نکلا اور (اس کی قسمت کا) چاند گہن سے نکل آیا جب کہ سلطان (برقوق) مصیبتوں اور زوال کے بعد خود مختار بن کر مصر کے تخت پر دوبارہ بیٹھا اور اس نے اسے سابقہ عہدہ پر بحال کیا۔ اس وقت بھی اس نے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے۔

مالیات کا انتظام: اس نے سلطنت کے مالیات کو اس طرح درست کیا کہ (ملازمین کی) تنخواہ اور وظائف میں اضافہ اور توسیع ہوتی گئی اور محصولات بے اندازہ اور بے حساب وصول ہونے لگے۔ اس نے اپنی قابلیت اور دور اندیشی سے آمد و خرچ کا حساب اس طرح درست کیا کہ سلطنت کے مالیات کا توازن پہلے کی طرح قائم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی اپنے ماتحت ملازموں کے ساتھ داد و دہش کا معیار بدستور برقرار رہا وہ ان سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا اور جو کوئی اس کے پاس کسی ضرورت سے آتا تھا تو اس سے وہ نہایت شرافت اور فیاضی کا سلوک کرتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت کے لئے نیک نامی کا باعث بنا اور خواص کے لئے تو وہ ان کی پناہ گاہ تھا۔

وزیر مالیات: اس کے حریفوں نے اس کے خلاف بہت چغل خوری کی مگر سلطان کو اس پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکی اور مخالفوں کے لئے تمام راستے بند ہو گئے۔ اس کے برعکس اس کا اثر و رسوخ بڑھتا گیا۔ سلطان کو اس کی صلاحیت اور قابلیت پر اس قدر بھروسہ تھا کہ اس نے تمام اہم کام اس کے سپرد کر

دیئے بالخصوص سلطنت کے مالیات کا مکمل انتظام اس کے سپرد کر دیا تھا چنانچہ اس نے آمد وخرچ کا حساب اس طرح برقرار رکھا کہ نہ تو کوئی فضول خرچی ہوتی تھی اور نہ اہم کاموں کو انجام دینے میں کوئی خرابی پیدا ہوتی تھی۔ چنانچہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا منصب بلند ہوتا گیا اور جب سلطان مغل بادشاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے شام کے سفر پر روانہ ہوا تو وہ اس وقت تک وہ بدستور اپنے اعلیٰ عہدے پر کام کرتا رہا۔

محاصرۂ حلب وعنتاب

جب شاہی لشکر کو سلمیہ کے مقام پر شکست ہوئی تو یعبر (عرب قبائل کا سردار) اپنے قبیلوں منطاش اور اس کی فوج کو لے کر حلب کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ پھر یعبر اپنی جاگیر کے شہر سرمین کی طرف پہنچا تا کہ حسب معمول وہاں کی اراضی کو اپنی قوم میں تقسیم کر دے مگر اس سے پیشتر حلب کا نائب حاکم کمشبغا اسے ترکمانی فوج میں تقسیم کر چکا تھا جو اس کی ملازمت میں تھی۔ جب یعبر وہاں پہنچا تو یہ فوج حلب کی طرف بھاگ گئی۔ راستے میں انہیں احمد بن المہدار کا لشکر ملا جو یعبر کے مقابلہ کے لئے آ رہا تھا (اسے دیکھ کر) یہ فوج واپس آ گئی اور ان کا علی بن یعبر (اور اس کی فوج سے) مقابلہ ہوا انہوں نے اسے شکست دے کر اس کے کچھ حامیوں کو مار ڈالا۔ اب یعبر اپنے قبائل کی طرف لوٹ گیا اور ان سب نے حلب کی طرف کوچ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ ماہ رمضان المبارک کے دنوں میں شدید محاصرہ کرتے رہے۔

یعبر کی معذرت: پھر کمشبغا نائب حاکم حلب سے یعبر نے خط وکتابت کی اور اپنی طرف سے (محاصرہ سے) دست بردار ہونے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے افعال کے بارے میں معذرت پیش کی اور جو بانی اور اس کی فوج کو جو جنگ میں شریک تھی مجرم قرار دیا اور اپنے حاجب عبدالرحمٰن کے ذریعے پناہ طلب کی۔ کمشبغا نے اسے سلطان کے پاس بھیجا اور یعبر کی شرائط سے آگاہ کیا۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

منطاش کے دیگر حالات: جب منطاش کو محاصرۂ حلب کے موقع پر ان باتوں کا علم ہوا تو وہ اس سے بدگمان ہو گیا تاہم اس نے یعبر کے ساتھ یہ چال چلی کہ اس نے یعبر کو یہ بتایا کہ وہ ان کے قریب ترکمانوں کی فوج پر حملہ کرنے چاہتا ہے لہٰذا اس نے عربوں کو اس کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور ان کے سات سو افراد اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ دربند سے آگے بڑھا تو اس نے عرب فوج کو گھوڑوں سے اتار کر پیادہ پا کر دیا اور ان کے گھوڑے لے کر ترکمانوں کے پاس چلا گیا اور مرعش کے شہر میں مقیم ہو گیا جس کا سردار سولی (ترکمانوں کا حاکم) تھا۔

عنتاب پر حملہ: (لاچار ہو کر) عرب فوجیں پا پیادہ یعبر کے پاس آ گئیں اور یعبر اپنے راستے کی طرف لوٹ گیا۔ ادھر منطاش حلب کے ایک قلعہ کی طرف جس کا نام عنتاب تھا پہنچا۔ اس کا نائب حاکم محمد بن شہری تھا۔ اس نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کا نائب حاکم چند دنوں تک قلعہ میں محصور رہا مگر منطاش بھی ثابت قدم رہا اور اس کے ساتھیوں کا قتل عام کرتا رہا اور وہاں کے امراء کی ایک جماعت کو مار ڈالا۔ اتنے میں حلب حماۃ اور صفد سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجیں آ گئیں تو منطاش مرعش کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے بلاد روم کی طرف منتقل ہو گیا۔ مگر اس وقت اس کی طاقت کمزور ہو چکی تھی۔

مخالفوں کی اطاعت: اس کے حامی سپاہی اسے چھوڑ کر شاہی لشکر میں شامل ہوتے رہے یہاں تک کہ ماہِ ذوالقعدہ ۷۹۳ھ میں ان کی بڑی تعداد سلطان کی مطیع وفرمانبردار ہوگئی۔ ترکمانوں کے امیر سولی بن دلقادر نے ۱۰ ذوالحجہ کو سلطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے اس کو پناہ دے کر اسے حسب سابق بلستین کا حاکم مقرر کر دیا۔

کمشیقا کے حالات

کمشیقا حموی پہلے بیقا کار اس نوبہ (غلاموں کا سردار) تھا اور طرابلس کا نائب حاکم تھا۔ سلطان نے اسے معزول کر کے اسے دمشق میں مقید کر دیا تھا۔ جب ناصری دمشق پر قابض ہو گیا تو اسے نظر بندی سے رہا کر دیا اور وہ دیگر افراد کے ساتھ مصر آ گیا جب وہ شام کے تمام علاقوں کا حاکم بن گیا تو اس نے ۷۹۱ھ کے وسط میں اپنے بجائے اسے حلب کا حاکم مقرر کیا۔

جب سلطان (برقوق) کے عہد زوال ختم ہوا اور اس نے دمشق کا قصد کیا تو کمشیقا نے سلطان کو اپنی حمایت اور اطاعت کا پیغام بھیجا اور اس نے حلب اور اپنی عملداری میں سلطان کی حمایت کا اعلان کیا اور جب سلطان دمشق کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کیا تو کمشیقا نے اس کی تمام ضروریات پوری کیں اور پھر وہ بنفس نفیس حلب کی امدادی فوجیں لے کر اس کے پاس پہنچا اور تمام امدادی جنگی سامان لے کر آیا اور نہ صرف اس کی تمام جنگی خامیوں کو دور کیا بلکہ اس کی شاہی شان وشوکت کو قائم کیا۔ سلطان نے اس کے تمام کارناموں کا بہت شکریہ ادا کیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے مصر کا اتابک (امیر الامراء) مقرر کرے گا۔

حلب میں محصور: اس کے بعد شحب کی جنگ ہوئی جس میں کمشیقا شکست کھا کر حلب بھاگ گیا اور وہاں محصور ہو گیا۔ منطاش کے اتابک یماز تمر نے اس شہر کا کئی مہینوں تک محاصرہ کیا۔ جب منطاش دمشق سے بھاگ کر عرب قبائل میں پناہ گزین ہوا تو یماز تمر نے حلب کا محاصرہ اٹھالیا۔

اس کے بعد جوبانی نے جنگ کی جس میں وہ مارا گیا۔ بعد ازاں منطاش اور یعیر نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کرتے رہے۔ آخر کار جب ان دونوں میں اختلاف پیدا ہوا تو منطاش ترکمان قوم کے علاقے کی طرف بھاگ گیا اور یعیر سلمیہ کے شہر کی طرف لوٹ آیا۔ اس نے سلطان سے پناہ طلب کی اور ماہ شوال کے وسط میں وہ سلطان کا مطیع وفرماں بردار ہو گیا۔

فصیلوں کی مرمت: بہرحال جب یہ لوگ محاصرہ سے دست بردار ہوئے تو کمشیقا نے قلعے سے نکل کر اس کی شکستہ حالت کو درست کیا۔ اس نے (باغیوں کے مرکز) بانقوسا کو تباہ و ویران کیا اور وہاں کے باشندوں کا صفایا کیا اس نے حلب کی فصیلوں کی مرمت کی اور ان کے رخنوں کو دور کیا۔ یہ فصیلیں ہلاکو کے زمانے سے شکستہ اور خراب حالت میں تھیں۔ اہل حلب نے اس کی مرمت کے اخراجات کے لئے دس لاکھ درہم جمع کر دیئے تھے اور وہ تین ماہ میں اس کام سے فارغ ہوا۔

جب سلطان کی سلطنت مستحکم ہوگئی اور اس کا نظم ونسق درست ہوا تو اس نے ماہ ذوالحجہ ۷۹۲ھ میں کمشیقا کو اپنے پاس بلوالیا اور اس کے بجائے حلب کا حاکم قرا دمرداش کو مقرر کیا جو اس سے پہلے طرابلس کا حاکم تھا۔ طرابلس کا حاکم اس کے

بجائے اینال صغیر کو مقرر کیا گیا۔

مصر میں کمشبغا کا خیر مقدم: کمشبغا حلب سے روانہ ہو کر مصر ۹ صفر ۷۹۳ھ کو پہنچ گیا۔ سلطان اس کی آمد سے بہت خوش ہوا اور نائب کے ہمراہ امرائے مصر کو اس کے خیر مقدم کے لئے بھیجا۔ جب وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے اس کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اسے انعام واکرام سے نوازا اور اتابک اینال سے اعلیٰ منصب اسے عطا کیا اور اسے منجک کے محل میں آباد کیا اور محل کو نہایت عمدہ ساز وسامان سے آراستہ کیا اور اسے نہایت عمدہ پوشاکیں بھیجیں اور بھاری گاڑیوں کے ساتھ نہایت اصیل گھوڑے تحفہ میں دیئے نیز امرائے مصر کو بھی حکم دیا کہ وہ اسے تحائف پیش کریں۔ چنانچہ وہ اسے تحائف بھیجنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے اور بیش قیمت تحائف پیش کئے۔

امرائے شام میں سے اس کے ہمرکاب حسن کشکلی اور طنبغا اشرفی بھی تھے۔ سلطان نے ان دونوں کی بھی عزت افزائی کی۔ اس کے بعد کمشبغا مصر میں نہایت اعلیٰ مناصب پر فائز رہا اور جب ماہ جمادی الاولیٰ ۷۹۴ھ میں اتابک مصر اینال فوت ہو گیا تو سلطان نے اس کے بجائے اسے سلطنت مصر کا اتابک مقرر کیا اور شقحب کی جنگ کے موقع پر اس نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا۔ اتابک کے فرائض میں ہسپتال (بیمارستان) کی نگرانی بھی شامل تھی لہٰذا یہ کام بھی اس کے سپرد کیا گیا۔

ایتمش کے حالات: سلطان نے ایتمش بجاشی کو جو سلطنت کا اتابک تھا (اس عہدے سے) معزول کر دیا تھا اور وہ ۷۹۱ھ میں ربیع الاول کے وسط میں فوجوں کو لے کر ناصری اور اس کی فوج سے جنگ کرنے کے لئے شام روانہ ہوا تھا کیونکہ اس نے بغاوت کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ فریقین کے درمیان دمشق کے مضافات میں مرج کے مقام پر جنگ ہوئی اس میں (سلطانی) فوجوں کو شکست ہوئی اور ایتمش نے قلعہ دمشق میں پناہ لی۔ کیونکہ سلطان کی طرف سے ضرورت کے وقت اسے تحریری اجازت حاصل تھی لہٰذا وہ وہاں محصور ہو گیا۔

دوسرے دن قلعہ کے نائب حاکم ابن الحمصی نے ہتھیار ڈال دیئے تو ناصری نے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ایتمش کو گرفتار کر کے وہاں نظر بند کر دیا۔ اس کے بعد ناصری مصر پہنچ کر وہاں کا حاکم بن گیا۔

نظر بندی سے رہائی: جب سلطان (برقوق) ماہ صفر ۷۹۲ھ میں دوبارہ مصر کا بادشاہ ہوا تو اس وقت ایتمش قلعہ دمشق میں نظر بند تھا لہٰذا جوبانی نے فوج کشی کر کے ماہ جمادی الاخیرہ میں ایتمش کو اس کی نظر بندی سے رہا کیا۔ اسی اثناء میں سلطان کے غلاموں نے اس قید خانہ کو توڑ ڈالا جہاں وہ قلعہ دمشق میں مقید تھے اور وہاں سے نکل کر جوبانی کی آمد سے پہلے ایتمش کے ساتھ مل گئے۔ جوبانی کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے سلطان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ سلطان نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس وقت تک قلعہ میں رہے جب تک کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے سے فارغ ہو۔

اس کے بعد جوبانی کی منطاش کے ساتھ جنگ ہوئی جس کے ساتھ عرب قبائل بھی تھے اس جنگ میں جوبانی مارا گیا اور اس کے بجائے ناصری دمشق کا حاکم ہوا۔ اس کے بعد عرب قبائل اس سے الگ ہو گئے تو منطاش انہیں چھوڑ کر ترکمانوں کے علاقے میں پناہ گزین ہوا۔ یوں شام کے علاقے بھی سلطان کے ماتحت ہو گئے اور اس کی سلطنت مستحکم اور وسیع ہو گئی۔

امرائے دمشق کی آمد: اب سلطان نے امیر ایتمش کو قلعہ دمشق سے بلوایا۔ چنانچہ ۸ ربیع الاول ۷۹۳ھ میں اسے

واپس لانے کے لئے سلطان کا ایک غلام قنوبائی روانہ ہوا اور وہ اسی سال ۲ جمادی الاول کو مصر پہنچ گیا۔ اس کے ہمرکاب دمشق کا حاجب الحجاب بھی تھا اور وہ امراء بھی تھے جو شام میں مقید تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جلتمر نائب حاکم دمشق (۲) اس کا فرزند (۳) اس کا بھانجا (۴) اس کا استاذ دار (مشیر مالیات) طلبغا (۵) دمرداش یوسفی نائب حاکم طرابلس (۶) طلبغا حلبی (۷) قاضی احمد بن القریشی (۸) فتح الدین بن الرشید (۹) پرائیویٹ سیکرٹری (۱۰) دیگر امراء۔ یہ سب چھتیس افراد تھے۔

جب ایتمش مصر پہنچا تو سلطان نے اس کی بہت عزت افزائی کی۔ پھر حاجب (دربان) نے ان قیدیوں کو پیش کیا جو اس کے ہمراہ تھے۔ سلطان نے کچھ لوگوں کو دھمکایا۔ اس کے بعد وہ قلعہ میں مقید رکھے گئے تاآنکہ وہ سیاسی طور پر قتل کے مستحق تھے۔ انہیں دوسروں کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

سلطان افریقیہ سے تعلقات

سلطان (مصر) اور سلطان افریقیہ ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن ابی حفص (موحدین) کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ چنانچہ بالعموم دونوں طرف سے تحائف کا تبادلہ ہونے لگا۔

جب تونس میں سلطان (برقوق) کے زوال اور اس کی نظر بندی کی اطلاعات پہنچیں تو تونس کا سلطان بہت رنجیدہ ہوا اور اس کی حالت پر افسوس کرنے لگا اور وہ اس کے حالات معلوم کرتا رہا اور اہل تونس میں سے جو مسافر جاتے تھے ان کے ذریعے حالات دریافت کرتا رہا۔ تاآنکہ اسے اصل حقیقت کا علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان مصر کو مخلصی کے اسباب عطا فرمائے اور وہ دوبارہ تخت نشین ہو گیا ہے۔ سلطان تونس اس خبر کو سن کر باغ باغ ہو گیا اور اس نے اسے مبارک باد دیے اور دوستانہ تعلقات میں اضافہ کرنے والے تحائف کے ساتھ ساتھ خاندان موحدین کے بزرگ محمد بن علی بن ابی ملال کے دوستانہ پیغام کے ساتھ ایلچی کو بھیجا۔

<u>سفیر تونس کی آمد</u>: یہ شاہی قاصد ۲۹۷ھ میں ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں (مصر) پہنچا۔ سلطان اس سے اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور جب وہ ساحل بولاق کے قریب سمندر سے اترا تو سلطان کا استاذ دار محمود (وزیر مالیات) اس کے استقبال کے لئے پہنچا اور شاہی اصطبل کے سامنے رمیلہ کے مقام پر طشتمر کے گھر پر اس کے قیام کا بندوبست کیا گیا اور (اس کی مہمان داری میں) جس قدر رقم خرچ کی گئی وہ اس جیسے (ایلچیوں پر) اس سے پہلے نہیں صرف کی گئی تھی۔ اس قاصد نے سلطان سے حج پر جانے کے لئے درخواست کی تو سلطان نے اسے حج کرایا اور (شاہ تونس کو) منقش ریشم اور زجریری پوشاکیں اور ایسے ہتھیار بھیجے جو بے نظیر تھے۔ وہ قاصد ماہ ربیع الاول کے آخر میں ۹۳ کے ھ میں واپس (اپنے وطن) چلا گیا۔

منطاش کے ساتھ آخری جنگ

ادھر منطاش عرب قبائل سے الگ ہو کر ترکمانوں کے علاقے میں آوارہ پھرتا رہا۔ پھر اس نے ۹۳ کے ھ کے وسط

یہی دمشق کا قصد کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ ارادہ ناصری کے اشارہ پر کیا تھا یوں وہ اسے دھوکا دے کر اسے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ منطاش مرعش سے حلب کے علاقہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کی آمد کی خبر حماۃ پہنچی تو وہاں کا نائب حاکم طرابلس کی طرف بھاگ گیا۔ لہٰذا منطاش حماۃ میں (جنگ کے بغیر) داخل ہو گیا اور پناہ دینے کا اعلان کرایا۔ پھر وہاں سے اسی طرح حمص پہنچا' پھر وہ بعلبک آیا۔ وہاں کا نائب حاکم دمشق بھاگ گیا۔ لہٰذا اب دمشق کا نائب حاکم فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے دمشق سے نکلا۔ اس نے زیدانی کے راستے سے کوچ کیا۔ منطاش راستہ بدل کر دمشق پہنچ گیا۔ احمد شکار ابن ابو بندمر بھی اس طرف پہنچا تو خوارزمیہ اور بندمریہ فوج نے بغاوت کر دی اور انہوں نے اس کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ جب وہ گھوڑوں کے اصطبلوں کے پاس سے گزرا تو اس نے تقریباً آٹھ سو گھوڑے (وہاں سے اپنے لئے) نکال لئے۔

__طویل جنگ__: دوسرے دن منطاش بھی اس کے پیچھے آیا۔ اس نے قصر ابلق میں قیام کیا۔ اس کے ساتھ جو امراء اور افسر تھے وہ ان گھروں میں جو محل کے چاروں طرف تھے مقیم ہوئے۔ نیز کچھ لوگوں نے جامع شکن اور جامع بیتا میں بھی قیام کیا۔ اس نے لوگوں کا مال ضبط کرنا اور ان پر ٹیکس عائد کرنا شروع کیا اور اس مقصد کے لئے سارا دن صرف کیا اتنے میں ناصری فوجیں لے کر وہاں پہنچ گیا اور شام تک کئی مرتبہ فریقین میں جنگ ہوئی اور دوسرے دن بھی جنگیں ہوتی رہیں تا آنکہ رجب اور شعبان کے پورے مہینوں میں جنگ لگاتار ہوئی اور فریقین میں سے ہر ایک اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

__فوجی تیاری__: جب سلطان کو یہ اطلاع پہنچی تو اسے ناصری پر بدگمانی ہوئی اور اس نے ناصری کو منطاش کی جنگ میں سستی کرنے کا ملزم قرار دیا' اور خود (اس کے مقابلہ کے لئے) تیاری کی۔ لہٰذا اس نے ۱۰ ماہ شعبان کو (اس مقصد کے لئے) فوجی بھرتی کا اعلان کرایا۔ اس نے ان مخالف امراء کو قتل کرایا جو قید میں تھے اور سست قسم کے امراء کو اسکندریہ اور دمیاط کی طرف بھیج دیا اور (فوج لے کر) خود ماہِ شعبان کی بیس تاریخ کو (شام کی جنگ کے لئے) روانہ ہوا۔ اس نے زیدانیہ کے مقام پر قیام کیا تا کہ فوجوں کی تمام خامیوں کو دور کیا جائے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔

سلطان نے قاہرہ میں اتابک کمشیغا حموی کو جانشین مقرر کیا اور اسے اصطبل کے قریب ٹھہرایا اور اسے اختیار دیا کہ وہ جس کو چاہے (کسی عہدہ پر) مقرر کرے اور جسے چاہے معزول کر دے۔ اس نے قاہرہ میں اتابک کی مدد کے لئے اس کے ماتحت امراء کی ایک جماعت کا تقرر بھی کیا۔ اس نے نائب سودون کو قلعہ میں ٹھہرایا اور وہاں کو غلاموں میں سے چھ سو افراد کو متعین کیا۔

__ناصری کی شکست__: سلطان نے اپنے ساتھ چاروں (فقہی مسلک) کے قاضیوں اور مفتیوں کو لے لیا تھا۔ اس نے اس سال کے یکم رمضان المبارک کو شام کے ارادہ سے کوچ کیا۔ چنانچہ اس ماہ کی چوتھی تاریخ کو یہ اطلاع ملی کہ منطاش کو جب یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے مصر سے فوج کشی کی ہے تو وہ دمشق سے امیر آل مراد عنقاء کو لے کر بھاگ گیا جو منطاش کی امداد کے لئے آیا اور اس کے بعد فریقین میں مقابلہ ہوا۔ جس میں ناصری کو شکست ہوئی اور شام کے امراء میں سے تقریباً پندرہ افراد مارے گئے جن میں ابراہیم بن منجک بھی شامل تھا۔

یمازتمر کی علیحدگی: دوسرے دن ناصری منطاش کے تعاقب کے لئے نکلا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ (علاقہ کے) کسان دمشق کے گردونواح میں اس کا محاصرہ کر رہے ہیں لہٰذا منطاش ناصری سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا مگر اس کا اتابک (بڑا افسر) یمازتمر اکثر فوج کو لے کر ناصری کے لشکر سے جا کر مل گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منطاش نے راہِ فرار اختیار کی۔

اب ناصری دمشق لوٹ آیا تھا۔ اس نے یمازتمر کی تعظیم وتکریم کی اور (اسے ترقی دلانے کے) اچھے وعدے کئے۔ اتنے میں اسے یہ خبر ملی کہ سلطان شام کی سرحد میں داخل ہو گیا ہے لہٰذا ناصری اس کا استقبال کرنے کے لئے روانہ ہوا اور قانون کے مطابق اس سے ملاقات کی سلطان نے اس کی بہت عزت افزائی کی اور جب وہ سواری سے اترا تو وہ خود بھی پیادہ ہو گیا اور بغل گیر ہونے کے بعد اس نے اسے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر اسے دمشق کی طرف لوٹا دیا۔

سلطان کی دمشق میں آمد: اس کے بعد سلطان (اپنی فوجوں کے ساتھ) اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تا آنکہ سلطان بھی دمشق پہنچ گیا۔ اب ناصری دوبارہ اس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ سلطان بتاریخ ۱۲ رمضان المبارک (موجودہ سال) قلعہ دمشق میں اس حال میں داخل ہوا کہ امرائے لشکر اس کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے مگر ناصری اس کے ساتھ سوار تھا اور اپنے سر پر (رسم ورواج کے مطابق) روٹی اٹھائے ہوئے تھا۔

امراء کی معذرت: بعیر نے حماۃ کے نائب حاکم کے خط کے ہمراہ اپنے گزشتہ افعال پر معذرت کا اظہار کیا کہ اس نے منطاش کے معاملہ میں ناصری پر جو الزام لگایا تھا اس سے اس کا مقصود فتنہ وفساد کا انسداد تھا۔ اس نے سلطان سے پناہ طلب کی اور اس بات کی ضمانت دی کہ منطاش جہاں کہیں ہوگا وہ اسے وہاں سے پکڑ کر حاضر کر دے گا۔

سلطان نے اسے پناہ دی اور اسے تحریر کیا کہ وہ اپنے وعدے پر عمل کرے۔ چنانچہ عیدالفطر کا دن گزارنے کے بعد وہ ۷ شوال کو منطاش کی تلاش میں حلب کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں سولی بن دلقادر امیر ترکمان کا ایلچی ملا جو اس کی طرف سے تحائف لے کر آیا تھا اور اس نے سیس کے واقعہ پر معذرت نامہ بھی پیش کیا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے حلب کے نائب حاکم کے حوالے کر دے گا۔

سلطان نے یہ تحائف قبول کر لئے اور اسے پناہ دے کر اس کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ کیا۔

بعد ازاں (عرب قبائل) آلِ مہنا اور آلِ عیسیٰ کے امراء کے وفود آئے۔ انہوں نے اطاعت کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ منطاش اور بعیر کے برخلاف سلطان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ (انہوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ) وہ دونوں شام کی سرحد پر رحبہ کے مقام پر مقیم ہیں۔ لہٰذا سلطان نے اس وفد کی عزت افزائی کی اور ان کی اطاعت قبول کی۔

منطاش کی گرفتاری کی اطلاع: پھر وہ حلب کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قلعہ میں مقیم ہوا۔ سلطان کو یہ اطلاع کہ منطاش بعیر سے الگ ہو گیا ہے یا وہ ماردین کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ وہاں کی فوجوں نے اس پر حملہ کیا اور اس کے ساتھیوں کی جماعت کو گرفتار کر لیا ہے مگر وہ بھاگ کر امیر ترکمان سالم رودکاری کے پاس پہنچ گیا ہے چنانچہ اس نے اسے گرفتار کر لیا ہے اور اس کے بارے میں سلطان کو پیغام بھیجا ہے۔

لہٰذا سلطان نے حلب کے نائب حاکم قرادمرداش کو فوج دے کر سالم رودکاری کے پاس بھیجا تاکہ وہ منطاش کو

حاضر کرے اور اس کے پیچھے ناصری کو بھی بھیجا۔

اس نے اتابک کو ماردین کی طرف بھیجا تا کہ وہ مطاش کے ساتھیوں کو لے کر آئے اتبال راس العین کی طرف پہنچ گیا تھا۔ بہر حال ماردین کے حاکم کے ساتھی آئے اور انہوں نے مطاش کے ساتھیوں کو اس کے حوالے کر دیا۔ ماردین کے حاکم نے تحریر کیا تھا کہ وہ سلطان کے مقاصد کی تکمیل کر رہا ہے اور اس کے دشمن کی گھات میں ہے۔

ناکام واپسی: اتنے میں قرادمرداش بھی سالم رودکاری کے پاس پہنچ گیا اور مطاش کو حاصل کرنے کے لئے وہ اس کے پاس چار دن مقیم رہا مگر وہ ٹال مٹول کرتا رہا۔ لہٰذا قرادمرداش نے اس پر حملہ کر کے اسے کے قبول کو لوٹ لیا اور اس کی قوم کا قتل عام کیا۔ مگر سالم رودکاری اور مطاش سنجار کی طرف بھاگ گئے۔

اس کے بعد ناصری بھی وہاں آ پہنچا۔ اس نے دمرداش کو اس فعل پر ملامت کی اور ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ناصری مارنے کے لئے تیار ہو گیا۔ آخر کار کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور سب فوجیں سلطان کے پاس لوٹ آئیں۔

اس کے بعد سالم رودکاری نے مطاش کے بارے میں معذرت نامہ بھیجا کہ ناصری نے اسے لکھا تھا کہ وہ مطاش کو بحفاظت رکھے کیونکہ اس میں ترکوں کا نقصان ہے۔

ناصری کا قتل: (اس ختم کے بعد) سلطان قلعہ میں بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ یہ واقعہ ۲ ذوالحجہ اسی سال کا ہے۔ اس نے ناصری کو بلوا کر اسے زجر و توبیخ کی۔ پھر اسے اور اس کے بھتیجے کشلی اور راس توبہ (فوجی افسر) شیخ حسن اور علی احمد بن البہدار کو جس نے قلعہ حلب پر قبضہ کر لیا تھا' گرفتار کر لیا اور ناصری اور قشتمر اشرفی کو جو ماردین سے ان کے ساتھ آیا تھا' قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے دمشق کا نائب حاکم اس کے بجائے بکا دوادار کو مقرر کیا اور اس کی جاگیریں قرادمرداش کو دیں اور اسے حکم دیا کہ وہ مصر چلا جائے۔ اس کے بجائے حلب کا حاکم حلبان کو مقرر کیا گیا جو (پہلے) راس توبہ (غلام فوج کا) فوجی افسر تھا۔

نئے عہدیداروں کا تقرر: سلطان نے بکا کے بجائے ابویزید کو دوادار (پیشکار سلطانی) مقرر کیا۔ یوں اس نے اس کی خدمات کا صلہ دیا جو اس نے ناصری کے عہد حکومت میں سفیر بن کر انجام دی تھیں اور اس کی شکایت کی وجہ سے وہ ابویزید کے ساتھیوں کے پاس چھپ گیا تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

پھر سلطان حلب سے کوچ کر کے ماہ ذوالحجہ کی پندرہویں تاریخ کو دمشق پہنچا اور وہاں رہ کر مفسد امراء کو قتل کرایا جن کی تعداد پچیس تک پہنچتی ہے۔ اس نے عرب قبائل پر محمد بن مہنا کو مقرر کیا اور نعیر کی جاگیریں ترکمانوں کی ایک جماعت کو دے کر مصر لوٹ گیا۔

مصر واپسی: اتابک کمشیقا' نائب سودون اور حاجب سکیس سلطان سے ملے اس کے بعد ۹۳ھ میں سلطان فوجوں کے ساتھ نہایت شاندار طریقے سے قلعہ میں داخل ہوا اور اس دن جشن منایا گیا۔

سلطان کی آمد کے دسویں دن دمشق کے نائب حاکم بکا کی وفات کی خبر موصول ہوئی تو سلطان نے اس کے بجائے سودون طرنطائی کو نائب حاکم مقرر کیا۔ پھر ماہ صفر کی پندرہویں تاریخ کو قرادمرداش احمدی کو گرفتار کر لیا گیا اور وہ قید خانے ہی میں ہلاک ہو گیا۔

بغاوت کا انسداد: سلطان نے طنبقا المعلم اور قروم جبشی کو بھی گرفتار کر لیا اسی سال ماہ صفر کے آخر میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ جب بکا ہلاک ہو گیا تھا تو اس کے ساتھی بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ افراد بھاگ گئے تھے۔ اس موقع پر غلاموں کی ایک جماعت نے ایبقا دوادار اور بذلار کی سرکردگی میں قلعہ دمشق پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور قید خانے کے اندر نقب لگا کر ناصری اور منطاش کے تقریباً ایک سو حامیوں کو نکال لیا۔

لہٰذا اس کے مقابلے کے لئے شاہی فوج بھیجی گئی اور انہوں نے قلعہ کا تین دن تک محاصرہ کیا۔ پھر قلعہ کے پھاٹک پر حملہ کر کے اسے جلا دیا اور شاہی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی اس نے ان (سب باغیوں) کو گرفتار کر کے انہیں مار ڈالا۔ مگر ایبقا دوادار اور بذلار پانچ افراد کو لے کر بھاگ نکلے یوں اس بغاوت کا قلع قمع ہو گیا۔

اسی سال ماہ شعبان کے آخر میں سودون طرنطائی کی وفات کی خبر آئی تو اس کے بجائے امیر مجلس کمشبغا اشرفی کو (دمشق کا) حاکم بنایا گیا اور کمشبغا کے عہدے پر امیر شیخ خاصکی کو مقرر کیا گیا۔

منطاش کی شکست: منطاش سالم رودکاری کے ساتھ سنجار بھاگ گیا تھا اور کئی دنوں تک اس کے ساتھ مقیم رہا۔ پھر اسے بھی چھوڑ کر نعیر کے پاس چلا گیا اور اس کے (عرب) قبائل کے ساتھ رہنے لگا۔ اس اثناء میں وہاں کے قبیلے کے ایک شخص نے اسے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا اور اس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا ....

....

....

.... پھر ۷۹۴ھ میں یکم رمضان کو وہاں سے روانہ ہوا اور دریائے فرات عبور کر کے حلب کے علاقے میں آ پہنچا۔ وہاں سرکاری فوجوں کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا۔ جس میں اسے شکست ہوئی اور اس کے حامیوں کی ایک جماعت گرفتار ہو گئی۔

اس اثناء میں نعیر بغاوت اور نافرمانی کے اثرات سے تنگ آ گیا اور اس کے قبائل بھی غلہ اور خوراک کی کمی کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ لہٰذا اس نے اپنے حاجب (دربان) کو پناہ حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے منطاش کو گرفتار کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ بشرطیکہ اسے چار شہر جاگیر میں دیئے جائیں جن میں معرہ کا شہر بھی شامل ہو۔

منطاش کی تلاش: ابو یزید دوادار نے سلطان کی طرف سے ان شرائط کو منظور کرنے کی تحریر لکھ بھیجی پھر ۷۹۵ھ میں محمد نامی ایک شخص نے یہ اطلاع دی کہ وہ سلمیہ میں اپنے قبائل کے ساتھ مقیم تھا اور اس کے ساتھ ترکمان بھی ہیں جو شیزر کے مقام پر مقیم ہیں۔

باغیوں کو شکست: لہٰذا سرکاری فوجیں وہاں پہنچیں اور انہوں نے باغیوں کو شکست دے دی۔ وہاں ایک شاہی سوار نے تلوار سے حملہ کر کے منطاش کو اوندھا گرا دیا تھا اور اسے زخمی کر دیا تھا۔ کیونکہ میدان جنگ میں وہ منطاش کو شناخت نہیں کر سکا کیونکہ تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے اس کی شکل خراب ہو گئی تھی لہٰذا ابن نعیر اسے اپنے گھوڑے کے پیچھے بٹھا کر اور بچا کر فرار ہو گیا مگر ان کے حامیوں کی ایک بڑی جماعت ماری گئی جن میں ابن بردعان اور ابن انیال بھی شامل تھے چنانچہ ان دونوں

کے سر (کاٹ کر) دمشق لائے گئے۔

اب سلطان نے تمام امرائے شام کو حکم دیا کہ وہ عام فوج کشی کر کے اسے اپنے علاقوں سے نکال دیں تا کہ یہ علاقے محفوظ رہیں اور عوام اپنے کھیتوں کے غلوں کو اٹھا سکیں۔

دشمنوں کا قتل عام: پھر یعبر اور منطاش نے اسی سال کے یکم جمادی الآخرہ کو سلمیہ کی طرف فوج کشی کی۔ حلب اور حماۃ کے نائب حکام نے ان کا مقابلہ کیا۔ مگر انہوں نے ان دونوں کو شکست دی اور حماۃ کے شہر کو لوٹ لیا۔ حلب کے حکم نے محاذ تبدیل کر کے یعبر کے قبائل کی بستیوں کا رخ کیا اور ان پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا اور ان کے مویشیوں کو ہنکا کر لے آئے اور باقی ماندہ حصہ کو نذر آتش کر دیا اس کے بعد سرکاری فوجیں ان کی واپسی تک گھات میں لگی رہیں اور (دشمن کے) واپس آنے کا انتظار کرتی رہیں جب شہر حماۃ میں۔ (دشمن کو) یہ اطلاع ملی تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنے قبائل کی طرف واپس آ گئے۔ اس وقت گھات میں لگی ہوئی پوشیدہ فوج نے ان پر حملہ کیا اور ان کا قتل عام کیا۔ یوں فریقین میں سے عرب امراء اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہوئی۔

ماہ شعبان المعظم میں (عرب قبائل کا ایک سردار) عامر بن طاہر بن جبار سلطان کے پاس آیا اور اس نے اطاعت قبول کی اور اپنے چچا (یعبر) کی مخالفت کا اعلان کیا۔ ذکوان میں یعبر بھی سلطان کا مطیع و فرمانبردار ہوا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگر ان سے مطالبہ کیا جائے تو وہ منطاش کو پکڑ سکتے ہیں۔

عرب قبائل کا فیصلہ: سلطان نے اس عرب سردار کا خیر مقدم کیا اور اسے احسانات اور توقعات سے زیر بار کیا اور اسے اپنی منظوری اور اختیارات دے کر بنو یعبر کے پاس بھیجا۔ چنانچہ جب ان کا چچا زاد بھائی عمر بن طاہر سلطان کی طرف سے یہ توقعات لے کر وہاں پہنچا تو انہوں نے آل مہنا کے تمام قبائل سے گفت و شنید کی اور انہیں سلطان کی طرف سے ملنے والی امداد کی طرف مائل کیا اور اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ مخالفت اور نافرمانی کے نتیجے میں وہ کس قدر پریشان اور تنگ دستی میں مبتلا ہیں۔ ان سب نے یعبر کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ دو باتوں میں سے ایک کو منظور کرے یا تو وہ منطاش کو اپنے پاس رکھے یا وہ انہیں اجازت دے کہ وہ سلطان کی اطاعت قبول کر لیں اور پھر وہ جہاں چاہے چلا جائے۔

منطاش کی گرفتاری: یعبر یہ باتیں سن کر بہت گھبرایا۔ وہ اپنے قبائل کی مخالفت نہیں کر سکا اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ منطاش کو گرفتار کر کے اسے سلطان کے حکام کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے گرفتار کر کے اسے حلب کے نائب حاکم کے حوالے کر دیا۔ ان فرزندوں نے سلطان کی طرف سے اپنے معاہدے اور اپنے باپ کے لیے نائب حاکم سے حلف نامہ حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے افسروں کو بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے منطاش کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ سوار اور پیادہ فوج بھیجی اور وہ اسے حلب لے آئے۔ یہاں لانے پر انہوں نے ایک بڑا جشن کا دن منایا اور اسے قلعہ میں مقید کر دیا۔ اس کے بعد سلطان نے قاہرہ سے ایک امیر کو بھیجا۔

منطاش کا قتل: اس نے (قید خانے میں) گھس کر اسے قتل کیا اور اس کا سر (کاٹ کر) شام کے علاقے میں اس کا گشت کرایا۔ اور بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک کو وہ سر قاہرہ لے کر آیا اور باب زویلہ کے اوپر (منطاش کے) سر کو لٹکا دیا۔ اس سے

پہلے اسے (شاہی) قلعہ پر لٹکایا گیا تھا اور اس کا قاہرہ اور مصر کے علاقوں میں گشت کرایا گیا تھا۔ بعد میں اسے باب زویلہ میں لٹکایا گیا۔ پھر اسے اس کے اہل و عیال کے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے اسے اسی سال کی رمضان المبارک کی آخری تاریخ میں دفن کر دیا۔

مکّہ معظّمہ کے واقعات

جب محمد بن احمد بن عجلان (حاکم مکہ) مارا گیا تو سلطان (مصر) نے عنان بن مقامس کو حج کے زمانے میں ۷۸۸ھ میں مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس وقت کبیش بن عجلان نے اس کی مخالفت کی تھی اور اس نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا تھا مگر ۷۸۹ھ میں میدانِ جنگ میں مارا گیا تھا۔ تاہم عنان انتظام حکومت سنبھال نہیں سکا اور وہ اپنے چچا، بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں پر غالب نہیں آ سکا۔ ان (مخالفوں) نے مکہ معظمہ کے مجاوروں (زائرین) کے مال و دولت پر دست درازی کی اور وہ غلہ بھی لوٹ لیا جو مصر سے سلطان، امراء اور تجار کے لیے کشتیوں میں جدہ لایا جا رہا تھا۔ انہوں نے مکہ کے تاجروں کو بھی لوٹ لیا۔ یوں مکہ معظمہ اور وہاں کے گرد و نواح کے حالات ابتر ہو گئے۔ لہٰذا وہاں کے عوام نے سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ بنو عجلان کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کر دے۔

علی کا تقرر: لہٰذا ۷۸۹ھ میں جب سلطان کے پاس مصر میں عجلان میں سے ایک نوعمر لڑکا علی آیا تو سلطان نے اس کو مکہ معظمہ کا امیر مقرر کیا اور اسے امیر الحاج کے ساتھ اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ وہ شرفاء مکہ (امراء) کے درمیان صلح کرائے۔

جب وہ امیر مکہ معظمہ پہنچا تو اس زمانے میں قرقماش وہاں موجود تھا۔ اشراف مکہ اس سے خوف زدہ ہوئے اور عنان بھی پریشان ہوا۔ تاہم وہ اس سے ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ اشراف مکہ بھی پیچھے پیچھے آئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ علی بن عجلان اور اس کے فوجی افسروں اور غلاموں کی جماعت کی مخالفت کی جائے۔

عنان کی گرفتاری: عنان بن مقامس ۷۹۰ھ کو سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان نے اسے گرفتار کر کے اسے قید کر لیا اور وہ اس وقت تک مقید رہا جب تک کہ وہ ماہ صفر ۷۹۲ھ میں قلعہ کی بغاوت کے موقع پر بکا کے ساتھ نہیں نکلا۔ اس وقت اسے اس کے بھائی ایتقا کے ساتھ بھیجا گیا تا کہ وہ سلطان کا حال معلوم کرے۔

دو عملی حکومت: بکا کی کوششوں سے سلطان نے دوبارہ حکومت حاصل کی۔ کیونکہ دونوں ہم صحبت رہے تھے۔ اس لیے سلطان نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ سلطان نے عنان کو علی بن عجلان کے ساتھ حکومت میں شریک کیا۔ لہٰذا یہ دونوں دو سال تک اسی طرح حکومت کرتے رہے مگر ان دونوں کا نظم و نسق خراب رہا کیونکہ اشراف مکہ عنان کے حامی تھے مگر وہ کمزور تھا کیونکہ علی بن عجلان فوجی افسروں کی حمایت میں تھا۔ اس قسم کے اختلافات کی وجہ سے اہل مکہ نہایت خوف اور پریشانی کی زندگی گزار رہے تھے۔

علی کی خود مختاری: ۷۹۴ھ میں سلطان مصر نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور اسی سال یکم شعبان کو وہ وہاں پہنچے۔ سلطان نے ان دونوں کی تعظیم و تکریم کی اور ان دونوں کا منصب بلند رکھا تاہم علی کی نشست باقی افراد سے بلند تر تھی۔ عید الفطر کے بعد

سلطان نے علی بن عجلان کو مستقل اور خود مختار حاکم مقرر کیا اور اسے انواع واقسام کے کپڑے گھوڑے غلام اور غلے انعام میں دیئے اور ان کے لئے بہت زادِ راہ اور چارہ بھی مہیا کیا۔ مگر ایک مہینہ کے بعد اس کا ارادہ تبدیل ہو گیا۔ اس وقت تمام سواریاں تیار تھیں تا کہ وہ مکہ معظمہ بھاگ جائے مگر اسے گرفتار کر کے قلعہ میں مقید کر دیا گیا۔

بدنظمی: پھر علی بن عجلان مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور اس نے اشراف مکہ کو گرفتار کر لیا تا کہ اس کی حکومت کا انتظام درست رہے مگر کچھ عرصے کے بعد ان کے فریب میں آ کر اس نے انہیں رہا کر دیا۔ پھر وہاں سے وہ بھاگ گئے اور پھر بھی اس کی اطاعت قبول نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا انتظام سلطنت خراب ہوتا گیا اور (علاقے میں) بدنظمی قائم رہی اور ابھی تک (ابن خلدون کے آخری زمانے تک) یہی حالت رہی۔

تاتاریوں کے حالات

تاتاریوں کا تعلق بھی ترک اقوام سے ہے یہ مشرقی ممالک پر چین کی سرحد سے لے کر ماوراء النہر کے ممالک تک مسلط ہو گئے تھے۔ انہوں نے خوارزم' خراسان کے دونوں حصے سجستان اور کرمان کے جنوبی علاقے تک قبضہ کر لیا تھا۔ شمال میں وہ قپچاق اور بلغار کے علاقوں تک پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے عراق' عجم' ایران' آذربائیجان' عراق عرب' الجزیرہ اور بلادِ روم پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور وہ دریائے فرات کی حدود تک پہنچ گئے تھے اور گاہے گاہے شام کے علاقوں پر بھی مسلط ہوتے رہے۔

سلطنت کی تقسیم: ان تاتاریوں میں سب سے پہلے ان کا بادشاہ چنگیز خاں (فتوحات کے لئے) نکلا اس کی فتوحات کا آغاز ۶۱۷ھ سے ہوا۔ پھر تاتاری (مذکورہ بالا) ممالک کے خود مختار حاکم ہو گئے (چنگیز خاں کی وفات کے بعد) تاتاریوں کی سلطنت اس کے فرزندوں میں تقسیم ہو گئی۔ چنانچہ دوشی خاں کے فرزندوں کے حصے میں قپچاق اور شمال کا پورا علاقہ آیا اور ہلاکو خاں بن تولی خان کے فرزندوں کے پاس خراسان' عراق' فارس' آذربائیجان' الجزیرہ اور روم کا علاقہ آیا اور چغتائی خاندان کو خوارزم اور اس سے متعلقہ علاقہ ملا۔

یہ تینوں تاتاری سلطنتیں ایک سو اسی سال تک برقرار رہیں۔ ان میں سے ہلاکو کے خاندان کی سلطنت کا ۷۴۰ھ میں خاتمہ ہو گیا۔ جب اس خاندان کا آخری بادشاہ ابوسعید فوت ہو گیا تو اس کا کوئی فرزند نہ تھا اس لئے اس کی سلطنت اس کے ارکان دولت کے درمیان تقسیم ہو گئی اور خراسان (اصفہان) فارس' عراق عرب' آذربائیجان' توریز اور بلاد روم کی (خود مختار اور جداگانہ) سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ چنانچہ خراسان پر شیخ ولی کی حکومت تھی۔ اصفہان' فارس اور سجستان پر مظفر ازدی اور اس کے فرزندوں کی حکومت رہی۔ خوارزم اور ترکستان کے علاقوں پر چغتائی خاندان کا تسلط ہو گیا اور بلادِ روم ارشنا کے فرزندوں کے قبضے میں چلا گیا جو مرداش بن جوبان کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔

بغداد' آذربائیجان اور الجزیرہ کے حاکم شیخ حسن بن حسین بن ایبغا بن ایکان اور اس کے فرزند رہے۔ ایکان ارغو بن ابغا بن ہلاکو کا نبیرہ تھا۔ یوں خاندان اور نسب کے لحاظ سے وہ مغلوں کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

سلطان تیمور کا ظہور: تاتاریوں کی یہ تقسیم شدہ سلطنتیں کچھ عرصے تک قائم رہیں آخر کار ان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ بغداد میں موجودہ عہد میں شیخ حسن کا پوتا احمد بن ادریس حکمران تھا کہ اتنے میں یہ خبر آئی کہ ماوراء النہر کے علاقہ ترکستان و بخارا میں (ایک زبردست اور طاقتور) حاکم نمودار ہوا ہے جس کا نام تمر (تیمور) تھا اس کے پاس مغل اور تاتاریوں کا ایک لشکر جرار تھا۔ یہ بادشاہ اور اس کی قوم چغتائی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا یہ لوگ چنگیز خان کے فرزند چغتائی کی نسل سے تھے یا یہ چغتائی کوئی اور شخص تھا جس کا مغلوں کی دوسری قوم سے تعلق تھا۔

چغتائی قوم کی تعداد: تاہم پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ چنگیز خان کے چغتائی خاندان کی سلطنت ماوراء النہر کے علاقے میں قائم تھی۔ اس سلسلے میں یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ تمر (تیمور) بادشاہ کے ہمراہ چغتائی خاندان کا کثیر لشکر جرار تھا اور اس مختصر مدت میں اس خاندان کی اس قدر کثیر تعداد نہیں ہو سکتی تھی۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) چغتائی کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کی مدت دو سو سال ہوتی ہے۔ کیونکہ چغتائی اپنے والد چنگیز خاں (کی فتوحات) کے زمانے میں چالیس سال کا تھا۔ لہٰذا اس مدت میں پانچ نسلیں تیار ہو سکتی ہیں کیونکہ ہر نسل چالیس سال کی ہوتی ہے اور چالیس سال کے عرصے میں ہر مرد کے دس فرزند کم از کم ہو سکتے ہیں۔ اس طرح پانچ مرتبہ ضرب دینے سے (دو سو سال کے عرصے میں) ایک لاکھ افراد ہو جاتے ہیں۔

(علاوہ ازیں) اگر فی کس ۹ فرزند فرض کریں تو پانچ نسلوں کے بعد یہ تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ (اوسط گھٹا کر) فی کس آٹھ کر دی جائے تو یہ تعداد بتیس ہزار تک پہنچتی ہے اور اگر (پھر گھٹا کر) فی کس سات کر دی جائے تو اس صورت میں بھی یہ تعداد سولہ ہزار ہوتی ہے۔ تاہم فی کس سات بچوں کی تعداد بدوانہ معاشرہ میں سب سے کم تعداد ہوتی ہے۔ بہر حال سولہ ہزار کی فوج بھی دوسری قوموں پر حکومت کرنے کے لئے بہت کافی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ فوجی تعداد آخری حد ہوتی ہے۔

سلطان تیمور کی فتوحات: بہر حال جب سلطان تمر (تیمور) ماوراء النہر کے علاقے میں نمودار ہوا تو وہ خراسان پہنچ گیا اور ۷۸۳ھ میں کئی جنگوں کے بعد اس کے حاکم شیخ ولی سے یہ علاقہ چھین لیا۔ شیخ ولی توریز کی طرف بھاگ گیا تھا لہٰذا سلطان تمر نے ۷۸۷ھ میں توریز پر فوج کشی کی اور توریز و آذربائیجان کو فتح کر کے انہیں ویران کر دیا۔ ان جنگوں میں شیخ ولی مارا گیا۔ اس کے بعد وہ شہر اصفہان کے پاس سے گزرا تو وہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کی۔

ترک فوجوں سے مقابلہ: توریز کی جنگ کے بعد وہ بغداد کے علاقے میں پہنچا تو وہ لوگ اس کے مقابلے سے گریز کرتے رہے۔ اس کے بعد آذربائیجان کے علاقے میں اس کی فوجوں کا الجزیرہ اور موصل کی ترک فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کے ساتھ اس کی جنگ برابر ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ اصفہان کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ اتنے میں اسے یہ خبر معلوم ہوئی کہ اس کی قوم کے ایک شخص نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے جو قمر الدین قطمش کے نام سے موسوم ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے دوشی خاں بن چنگیز خان کے شمالی علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور سرائے کے پایۂ تخت پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور اسے فوج اور مال و دولت کی امداد بھی دی گئی ہے۔

(یہ خبر سن کر) تیمور اپنے پائے تخت کی طرف لوٹ گیا۔ پھر ۷۹۵ھ تک اس کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ اس کے بعد یہ اطلاع آئی کہ وہ باغی قمر الدین پر غالب آ گیا ہے اور اس کے فتنہ و فساد کا انسداد کر دیا ہے۔ نیز سرائے کے پائے تخت کو بھی فتح کر لیا ہے۔

فتح ایران: اس کے بعد سلطان تمر (تیمور) نے اصفہان، عراق عجم، خراسان اور کرمان کا قصد کیا اور مظفر یزدی کے فرزندوں کے ساتھ کئی دفعہ جنگ کی۔ ان جنگوں میں ان کے سلاطین مارے گئے اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔ آخر کار یہ تمام علاقے اس کے زیر نگیں آ گئے۔

فتح بغداد: اس اثناء میں حاکم بغداد احمد بن اویس اس سے خط و کتابت کرتا رہا اور تحائف بھیج کر اس سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر نتیجہ کوئی نہیں نکلا۔ کیونکہ وہ خط و کتابت اور اظہار لطف و کرم کے ذریعے اسے فریب دیتا رہا۔ تا آنکہ احمد بن اویس ہمت ہار گیا۔ کیونکہ اس کی فوجیں منتشر ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد (تاتاری سلطان) تیز رفتاری کے ساتھ دریائے دجلہ تک پہنچ گیا جب احمد بن اویس کو اس خطرہ کی اطلاع ہوئی تو وہ راتوں رات حلہ کے مقام پر دریائے دجلہ کے پل تک پہنچا اور اسے توڑ دیا۔ مگر سلطان تیمور اور اس کی فوجیں ۲۱ شوال ۷۹۵ھ کو اس مقام پر پہنچ گئیں۔ اور انہوں نے دریائے دجلہ کو تیر کر عبور کیا اور پھر وہ بغداد میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئیں۔

حاکم بغداد کا فرار: (احمد بغداد سے بھاگ گیا تھا) لہٰذا (تاتاری) فوجیں احمد بن اویس کے تعاقب میں بھیجی گئیں۔ انہوں نے ٹوٹے ہوئے پل کے مقام پر دریا میں گھس کر اسے پار کیا۔ پھر انہوں نے احمد کو مزار حضرت علیؓ (نجف اشرف) پر جا پکڑا۔ اس نے بھی پلٹ کر اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور جو فوجی تاتاری افسر اس کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا وہ (اس جنگ میں) مارا گیا۔ احمد بچ نکلا اور وہ شام کی سرحد پر رحبہ کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔ تاہم تاتاری فوج نے اس کے تمام ساز و سامان سواری کے جانور اور مال و دولت پر قبضہ کر لیا اور انہیں لوٹ کر واپس آ گئے۔

بغداد کی دوبارہ تباہی: احمد بن اویس نے رحبہ کے مقام پر آرام کیا اور وہاں سلطان مصر کے نائب حاکم کو اپنے حالات سے مطلع کیا تو اس نے اپنے مخصوص افراد کے ذریعے اس کے لئے توشہ راہ اور ضروری ساز و سامان بھیجا۔ جنہیں لے کر وہ ماہ ذوالقعدہ کے آخر میں حلب پہنچا۔ وہاں آ کر وہ اس قدر بیمار ہوا کہ مصر نہیں جا سکا مگر اسے یہ اطلاعات موصول ہوتی رہیں کہ سلطان تیمور نے اس کے علاقے میں بہت لوٹ مار مچا رکھی ہے اور نہ صرف اس کے تمام ذخیروں پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ تمام اہل بغداد کے مال و دولت کو بھی ضبط کر لیا ہے اور کسی امیر و غریب کے پاس کوئی ساز و سامان نہیں چھوڑا ہے یہاں تک کہ وہ اب وہ سب محتاج ہو گئے ہیں اور فتنہ و فساد کی وجہ سے بغداد کے تمام محلے ویران ہو گئے ہیں۔

مصری فوجوں کی تیاری: ۷۹۶ھ میں ماہ ربیع الاول کو احمد بن اویس سلطان مصر کے پاس فریادی بن کر پہنچا اس نے اپنے ملک کو دوبارہ حاصل کرنے اور دشمن سے انتقام لینے کے لئے اس سے امداد طلب کی۔ لہٰذا سلطان (مصر) نے اس کی فریاد رسی کی اور اعلان کیا کہ اس کی فوجیں شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

تکریت کی تباہی: اس اثناء میں سلطان تیمور نے بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد تکریت کی طرف فوج کشی کی وہاں اس نے مخالفوں سے جنگ کی اور راستے بند کر کے چالیس دن تک شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر کار وہاں کے باشندے اس کے مطیع ہو گئے۔ اس نے جس کو چاہا قتل عام کیا اور باقی افراد کو گرفتار کر کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر اس کی فوجیں دیار بکر میں رہا تک پھیل گئیں اور انہوں نے چند گھڑیوں میں اس پر قبضہ کر لیا اور اس کی دولت لوٹ لی۔ چنانچہ یہاں کے باشندے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سلطان مصر کی فوج کشی: جب یہ خبریں سلطان مصر تک پہنچیں تو (اس نے لشکر تیار کیا) اور ایدانیہ کے مقام پر خیمہ زن ہوا جہاں اس نے اپنے لشکر کی تمام خامیوں کو دور کیا اور اپنے غلاموں کو بخشش سے مالا مال کیا اور ہر قسم کی فوجوں میں سے بھرتی مکمل کی۔ اس نے قاہرہ میں نائب السلطنت مودود کو اپنا جانشین بنایا اور صف بندی کر کے شام کی طرف کوچ کیا۔ اس کے ہمراہ (سابق) حاکم بغداد احمد بن اویس بھی تھا۔ سلطان نے اس کی ضروریات پوری کر دی تھیں اور وہ اس کی فوج کے تمام اخراجات کا کفیل تھا۔

دمشق میں آمد: سلطان ماہ جمادی الاولیٰ (۷۹۶ھ) کے آخر میں دمشق پہنچا اس نے حلب کے نائب حاکم حلبان کو ہدایت کی تھی کہ وہ دریائے فرات کی طرف فوج کشی کرے اور عرب وترکمان کی فوج کو وہاں رہنے کے لئے جمع کرے تا کہ وہ دشمن کی گھات میں رہیں۔

چنانچہ جب سلطان دمشق پہنچا تو حلبان (حاکم حلب) اس کے پاس آیا اور اس نے اسے اپنی تمام کارگزاری بتائی اور دشمن کے بارے میں تمام معلومات فراہم کیں۔ پھر اس کے احکام کی تعمیل کرنے کے لئے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے کمشیقا اتابک امیر سلاح تلکتمش اور احمد بن بیقا کی قیادت میں امدادی فوجیں بھیجیں۔

دشمن (سلطان تیمور) اس زمانے میں قلعہ ماردین کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ وہ وہاں چند مہینے رہا۔ پھر اس نے وہاں کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کی فوجوں نے وہاں تباہی برپا کی (اور وہ لوٹ مار کرتے رہے) مگر اس کے قلعہ کو فتح نہیں کر سکے۔ لہٰذا اس (تاتاری بادشاہ نے) وہاں سے کوچ کر کے بلادِ روم کا قصد کیا۔ وہ کردوں کے قلعوں (قلاع الاکراد) کے پاس سے بھی گزرا جہاں اس کی فوجوں نے لوٹ مار کی اور وہاں کے علاقوں کا صفایا کر دیا۔

آخری خبر: سلطان (برقوق) اب تک یعنی ماہ شعبان ۷۹۶ھ تک دمشق ہی میں مقیم تھا۔ وہ (دشمن کے حملہ کا) مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہوا تھا بشرطیکہ وہ اس سمت کا قصد کرے۔

ترکی سلطنت (ممالیک مصر) کا یہ آخری حال ہے جو تحریر کیا گیا۔[1]

---

[1] ابن خلدون نے ممالیک مصر میں سے بحری خاندانوں میں سے صرف سلطان برقوق کا حال ۷۹۶ھ تک تحریر کیا ہے اس کے بعد دنویں ہجری کے آغاز میں ۸۰۸ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (مترجم)

باب : ششم

یمن کی رسول شاہی سلطنت

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایوبی سلطنت نے یمن کو بھی فتح کر لیا تھا اور ان کی طرف سے یمن کے حکام مقرر ہو کر آتے تھے۔ مگر جب بنو مظفر میں سے شہنشاہ بن ایوب کا پوتا سلیمان بن سعد الدین شہنشاہ یمن کا حاکم مقرر ہوا تو وہ سلطان عادل کے عہد حکومت میں خود مختار ہو گیا اور بغاوت کا اعلان کیا۔ ایسے موقع پر سلطان عادل نے اپنے فرزند امیر کامل کو جو مصر کا حاکم تھا پیغام بھیجا کہ وہ اپنے فرزند یوسف مسعود کو یمن بھیجے وہ صالح کا بھائی تھا اور اس کا ترکی میں لقب اطس یا اقسنس تھا مسعود نے سلیمان پر فتح حاصل کی اور گرفتار کر کے اسے مصر بھیج دیا جہاں وہ فرنگیوں کے خلاف دمیاط کے جہاد میں شریک ہوا اور ۶۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔

مسعود کی حکومت: سلطان عادل ۶۱۵ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند کامل بادشاہ مقرر ہوا۔ اس نے بھی یوسف مسعود کو یمن کی حکومت پر بحال رکھا۔ مسعود نے ۶۱۹ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ حج کے زمانے میں مسعود نے خلیفہ کے جھنڈوں کو اپنے جھنڈوں سے پیچھے رکھا تھا (اس کے بارے میں حالات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں)

مسعود ۶۲۰ھ میں مکہ معظمہ اس وقت پہنچا جب کہ وہاں کا امیر (حاکم) حسن بن قتادہ تھا۔ جو خاندان بنو الحسن کی ایک شاخ مطاعن سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ مسعود کے ساتھ آمادۂ پیکار ہوا مگر مسعود نے اسے شکست دے کر مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے وہاں ایک حاکم مقرر کر کے یمن لوٹ آیا۔

۶۲۶ھ میں وہ بیمار ہوا تو وہ مکہ معظمہ چلا گیا اور یمن پر اپنے استاذ دار (وزیر مال) علی بن رسول ترکمانی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مسعود چودہ سال حکومت کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں فوت ہو گیا۔

اس کی وفات کی خبر اس کے والد کو اس وقت ملی جب کہ وہ دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھا (وفات کی خبر سنتے ہیں) ابن قتادہ (جو سابق حاکم تھا) مکہ معظمہ لوٹ آیا اور (اس نے اپنی حکومت حاصل کر لی)۔

موسیٰ اشرف کا عہد حکومت: علی بن رسول نے (اس کے فرزند) موسیٰ بن المسعود کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔ اس کا لقب اشرف مقرر ہوا۔ مسعود کا ایک اور فرزند بھی تھا جس کا نام یوسف تھا مگر وہ فوت ہو گیا تھا اور اس نے ایک فرزند چھوڑا تھا جس کا نام بھی موسیٰ تھا۔ جسے ترک (امراء) نے ایک کے بعد حاکم مقرر کیا تھا مگر پھر اسے الگ کر دیا تھا۔

رسول شاہی سلطنت کا آغاز: بہر حال علی بن رسول نے موسیٰ اشرف بن مسعود کو حاکم (برائے نام) مقرر کر کے خود مختاری حاصل کر لی تھی۔ پھر اسے برخواست کر کے خود حاکم بن گیا تھا۔ مگر وہ مصر کے حاکم سلطان کامل کا دادا باوا تھا اور

اطاعت کے ثبوت میں اپنے دونوں بھائیوں کو یرغمال بنا کر بھیج دیا تھا۔

وہ ۶۲۹ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا فرزند منصور عمر بن علی بن رسول (یمن کا) حاکم ہوا جب علی بن منصور ہلاک ہوا تو سلطان کامل نے اس کے فرزند عمر کو حاکم مقرر کیا۔ سلطان کامل نے ۶۳۵ھ میں وفات پائی اور ایوبی خاندان خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے تو یمن میں عمر بن علی کی سلطنت مستحکم ہو گئی اور اس نے منصور کا لقب اختیار کیا اور وہ خراج دینا بند کر دیا جو وہ مصر بھیجا کرتا تھا۔ لہٰذا حاکم مصر عادل بن الکامل نے اس کے چچاؤں کو رہا کر دیا' جنہیں اس کے والد نے اطاعت کے لئے یرغمال کے طور پر بھیجا تھا تاکہ وہ حکومت حاصل کرنے کے لئے اس کا مقابلہ کریں مگر وہ ان پر غالب آ گیا اور اس نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔

فرقہ زیدیہ کی قیادت: اس زمانے میں صعدہ میں فرقہ زیدیہ (شیعہ) کی قیادت بنو الرسی کے ہاتھوں سے نکل کر سلیمان بن داؤد کے فرزندوں میں منتقل ہو گئی تھی اور انہوں نے بنو الرسی کے خاندان کو صعدہ سے نکال دیا تھا۔ انہوں نے پہاڑی علاقے میں اپنا مرکز قائم کر لیا تھا۔ لہٰذا جب بنو الرسی کے خاندان میں احمد بن الحسین کے ہاتھ پر زیدیوں نے قلعہ ٔ ملا میں بیعت کی تو اس کا لقب الموطی رکھا گیا (ان کا یہ پیشوا) بنو الہادی یحییٰ بن الحسن ابن القاسم الرسی کے خاندان سے متعلق تھا۔ وہ ملا کے قلعہ میں پناہ گزین تھا اور فرقہ زیدیہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ ان کی قیادت پھر خاندان بنو الرسی میں لوٹ جائے گی۔

زیدیہ کے قائد سے جنگ: (فرقہ زیدیہ کا پیشوا) زیدیہ فقہ کا بہت بڑا عالم اور ادیب تھا وہ بہت عبادت گزار بھی تھا۔ اس کے ہاتھ پر ۶۴۵ھ میں بیعت کی گئی تھی (حاکم یمن) عمر بن رسول کو اس کے اقتدار سے بہت تشویش پیدا ہوئی۔ لہٰذا وہ اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور قلعہ ملا میں ایک عرصہ تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے یہ محاصرہ ختم کر دیا اور قریبی قلعوں سے اس کا محاصرہ کرنے کے لئے فوجیں تیار کیں۔

وہ ۶۴۸ھ تک حکومت کرتا رہا تا آنکہ اس کے بھتیجے حسن کی امداد سے اس کے غلاموں نے اس سال اسے مار ڈالا۔

مظفر کی حکومت: جب منصور علی بن رسول فوت ہو گیا تو اس کا فرزند مظفر شمس الدین یوسف حاکم ہوا۔ وہ نیک اور انصاف پسند حاکم تھا۔ جب ترک مصر کے خود مختار حاکم ہوئے تو انہوں نے اس پر خراج مقرر کر دیا۔ وہ ان کا وفادار رہا اور یہ رقم انہیں ادا کرتا رہا۔

اس کے آغاز حکومت میں دملوۃ کے اہل قلعہ نے اطاعت قبول نہیں کی تھی لہٰذا وہ ان کے محاصرہ میں مشغول رہا۔ اتنے میں خاندان بنو الرسی کے زیدی امام نے حصن ملا میں بغاوت کا اعلان کیا اور احمد الموطی نے فرقہ زیدیہ کے بیس قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے صعدہ پر فوج کشی کی اور اسے سلیمانی خاندان کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ لہٰذا ان کا امام احمد المتوکل اپنے عہدے سے دستبردار ہو گیا اور اس نے بھی اسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے پناہ حاصل کر لی۔ یوں ہر زمانے میں فرقہ زیدیہ کا ایک مستقل امام مقرر ہوتا رہا۔

اشرف کا عہد حکومت: مظفر یمن کا حاکم رہا یہاں تک کہ وہ اچانک ۶۹۴ھ میں فوت ہو گیا مظفر یوسف کے فوت ہونے

کے بعد اس کا فرزند اشرف مجد الدین عمر یمن کا حاکم ہوا۔ اس وقت اس کا بھائی داؤد شحر کا حاکم تھا لہٰذا اس نے خود حاکم بننے کا دعویٰ کیا اور اس کی مخالفت کی۔ لہٰذا اشرف نے اس کے خلاف فوج کشی کی۔ اس کی فوج نے جنگ میں اسے شکست دے کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے قید خانے میں بند کر دیا۔ اس اثناء میں اس کی ایک لونڈی نے اسے زہر دے کر ہلاک کر دیا اور وہ ۶۹۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے صرف بیس مہینے حکومت کی۔

داؤد المؤید: اشرف کے مرنے کے بعد امرائے یمن نے اس کے بھائی مؤید الدین داؤد کو قید خانے سے نکال کر اسے حاکم یمن مقرر کیا اور اس کا (شاہی) لقب المؤید رکھا۔ اس نے حاکم ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اس نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو قتل کر دیا جائے جس نے اس کے بھائی کو زہر دیا تھا۔

اس کے بعد داؤد ترک سلاطین مصر کو تحائف اور عمدہ اور نادر اشیاء بھیجتا رہا اور مقررہ خراج بھی ادا کرتا رہا۔ چنانچہ ۷۱۰ھ میں اس کے تحائف کی مقدار دو سو اونٹوں کے بوجھ پر مشتمل تھی جس میں (یمن کے بنے ہوئے) عمدہ کپڑے، یمن کی نادر سوغاتیں اور دیگر اشیاء شامل تھیں اس کے علاوہ دو سو اونٹ اور گھوڑے بھی بھیجے گئے تھے۔ اس نے ۷۱۵ھ میں بھی اسی قدر تحائف بھیجے۔ اس کے باوجود اس کے تعلقات سلاطین مصر سے بگڑتے گئے۔ تا آنکہ جب ۷۱۸ھ میں اس نے اس قسم کے تحائف بھیجے تو انہوں نے وہ تحائف واپس کر دیئے پھر وہ ۷۲۱ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے یمن پر پچیس سال حکومت کی۔

داؤد المؤید نہایت عالم و فاضل حاکم تھا۔ وہ شافعی مسلک کا تھا۔ اس نے تمام شہروں سے کتابیں منگوا کر جمع کر رکھی تھیں۔ چنانچہ اس کے کتب خانے میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ وہ علماء کو انعام و اکرام سے نوازتا تھا اور مصر کے بہت بڑے شافعی عالم ابن دقیق العید کو انعامات بھیجتا تھا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المجاہد سیف علی جو بارہ سال کا لڑکا تھا۔ یمن کے تخت پر بیٹھا۔

جلال الدین بن عمر الاشرف کی بغاوت: حاکم ہونے کے بعد المجاہد علی عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے مذہبی عہدیداروں کے ساتھ برا سلوک کیا اور انہیں ناحق معزول کرنے یا ان کا تبادلہ کرنے لگا۔ ارکان سلطنت نے اس کے اس رویہ کو ناپسند کیا۔ لہٰذا اس کے چچا عمر اشرف نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس کے خلاف فوج کشی کی چنانچہ فریقین کے درمیان کئی جنگیں ہوتی رہیں جن میں مجاہد کو فتح حاصل ہوئی اور وہ جلال الدین پر غالب آ گیا اور اس نے اسے قید کر دیا۔

دوبارہ بغاوت: جلال الدین کو قید کرنے کے بعد بھی مجاہد بدستور عیش و عشرت اور لذت کوشی میں مصروف رہا یہاں تک کہ اس کے ارکانِ سلطنت بھی اس سے تنگ آ گئے اور وہ اسے الگ کرنے میں جلال الدین کے ساتھ سازشیں کرنے لگے ۷۲۲ھ میں جب وہ سفر پر روانہ ہوا تو جلال الدین نے قید خانے سے نکل کر اس پر کسی باغ میں حملہ کیا اور اسے گرفتار کر کے اس کے چچا منصور ایوب بن المظفر کے ہاتھ پر حکومت کے لئے بیعت کی اور مجاہد کو چند افراد کے ساتھ نظر بند کر دیا گیا اس سے پہلے جلال الدین رہا ہو گیا تھا۔

مجاہد کی بحالی: جب مجاہد قلعہ تعز میں نظر بند ہو گیا اور منصور یمن کا بادشاہ بنا تو مجاہد کے حامی اکٹھے ہو کر منصور کے گھر میں تعز

کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور اسے مقید کر کے مجاہد کو نکال لائے اور اسے تخت سلطنت پر بحال کر دیا؛ اور اہل یمن اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔

عبداللہ بن منصور کی مخالفت: اس وقت اسد الدین عبداللہ بن منصور ایوب دملوۃ میں تھا۔ اس نے اس کی مخالفت کی اور اطاعت سے انکار کیا۔ مجاہد نے اسے تحریر کیا کہ (اگر اس نے مخالفت کی تو) وہ اس کے باپ (منصور ایوب) کو قتل کر دے گا۔ اس کے باوجود وہ مخالفت پر قائم رہا اور اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی گئی بلکہ فتنہ وفساد بڑھتا گیا اور (یمن کے) عرب (دو گروہوں میں) تقسیم ہو گئے اور حالات خراب ہوتے گئے۔

منصور ایوب نے قید خانے سے اپنے فرزند کے نام یہ ہدایت نامہ بھیجا کہ وہ دملوۃ (اس کے) حوالے کر دے اُسے اپنے قتل ہونے کا اندیشہ تھا۔ مگر عبداللہ نے اس کی (ہدایت) ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے باپ کو بھی سخت جواب تحریر کیا۔

زبید پر قبضہ: جب مجاہد (عبداللہ کے رویے) سے مایوس ہو گیا تو اس نے اس کے والد منصور ایوب کو اس کے قید خانے میں قتل کرا دیا۔ اس وقت دملوۃ کے باشندے اپنے سردار شریف ابن حمزہ کی قیادت میں جمع ہوئے اور انہوں نے اسد الدین عبداللہ بن منصور ایوب کے ہاتھ پر (حاکم کی حیثیت سے) بیعت کی۔ اس کے بعد اس نے شہاب صفوی کی سرکردگی میں زبید کے مقام کی طرف فوج بھیجی جس نے اس شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔

مجاہد کی ناکامی: اب مجاہد نے اپنے سپہ سالار علی بن دوادار کی نگرانی میں وہاں فوجیں بھیجیں جب وہ زبید کے قریب پہنچیں تو وہاں سیلاب آ گیا اور اہل زبید نے ان پر شب خوں مار کر (مجاہد کی) فوج کو نقصان پہنچایا اور ان کے امراء کو قید کر لیا۔

(جب مجاہد کو یہ خبر پہنچی تو) اس نے اپنے سپہ سالار علی بن دوادار پر یہ الزام لگایا کہ وہ اس کے دشمن کے ساتھ مل گیا ہے اس لئے اس نے اسے تحریر کیا کہ وہ امداد حاصل کرنے کے لئے عدن چلا جائے (اس کے ساتھ ساتھ) اس نے عدن کے حاکم کو تحریر کیا کہ وہ اسے گرفتار کر لے۔

عبداللہ ظاہر کی فتوحات: یہ تحریر ظاہر (بن منصور ایوب) کے ہاتھ لگی تو اس نے یہ خط دوادار کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ وہ عدن واپس آیا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور ۷۲۳ھ میں عدن کو فتح کر کے ظاہر کی حکومت کا خطبہ پڑھوایا۔ پھر اس نے صنعاء اور خوص کے حاکم کو اپنے ساتھ ملایا اور انہوں نے بھی ظاہر (ابن منصور) کو حاکم تسلیم کیا۔

مجاہد نے مذحج اور کردوں کے قبائل سے اس وقت امداد طلب کی جب کہ وہ قلعہ معدیہ میں تھا۔ مگر انہوں نے اسے کوئی امداد فراہم نہیں کی۔

امیر ظاہر نے مکہ معظمہ کے شرفاء اور وہاں کے قاضی نجم الدین طبری کو تحریر کیا کہ وہ یمن کا حاکم ہو گیا ہے۔

مصر کی امدادی فوج: جب ظاہر بن منصور ایوب یمن کے قلعوں پر قابض ہو گیا اور انہیں مجاہد کے قبضے سے نکال لیا اور قلعہ معدیہ میں اس کا محاصرہ کیا تو مجاہد نے مصر کے ترک سلطان محمد بن قلاؤن الناصر کو ۷۲۵ھ میں ایک فریاد نامہ بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان مصر نے بیبرس حاجب اور انیال کی قیادت میں جو اس کے امرائے سلطنت میں سے تھے فوج بھیجی۔ وہ لوگ (یمن) ۷۲۵ھ میں پہنچے لہٰذا ان کی ہمراہی میں مجاہد قلعہ معدیہ سے جو عدن کے گرد و نواح میں تھا نکلا

مقام پر پہنچا۔ جب وہاں کے باشندوں نے پناہ طلب کی تو اس نے انہیں پناہ دے دی۔ اس کے بعد انہوں نے ظاہر بن منصور ایوب سے مصالحت کے لئے خط و کتابت کی مگر وہ دملوۃ کو اپنے قبضے میں رکھنے پر اصرار کرتا رہا۔ آخر کار انہوں نے باہم حلف اٹھایا۔

شہاب صفوی کا قتل: ترک امراء نے (جو امداد کے لئے وہاں پہنچے ہوئے تھے) شہاب صفوی کو طلب کیا جس نے مجاہد اور ظاہر کے درمیان مخالفت اور فتنہ و فساد پیدا کر رکھا تھا مگر اس نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا لہٰذا بیبرس (مصری سردار) سوار ہو کر اس کے پاس پہنچا اور اس کے خیمے ہی میں اس پر حملہ کر کے سوق الخیل (گھوڑوں کے بازار) میں جو تعز کے مقام پر واقع تھا، اسے قتل کر دیا۔

پھر (ترک فوج نے) ہر سمت سے مجاہد کے مخالفوں کا قتل عام کیا تا آنکہ وہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ یوں اس کی حکومت مستحکم ہو گئی۔ اس کے بعد (ترکی) فوج ۷۲۶ھ میں مصر لوٹ گئی۔

ظاہر کا قتل: جب یمن میں مجاہد کی حکومت مستحکم ہو گئی اور دملوۃ کے علاقے پر ظاہر اس کا جانشین بنا تو مجاہد نے اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ جب وہ مطمئن ہو گیا تو مجاہد نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ وہ دملوۃ کی حکومت سے دستبردار ہو گیا۔ پھر مجاہد نے اسے اپنی طرف سے دملوۃ کا حاکم مقرر کیا۔ یوں وہ اس کے حامیوں میں شامل ہو گیا۔ پھر (اچانک) اسے نے اسے گرفتار کر کے تعز کے قلعہ میں مقید کر دیا اور ۷۴۲ھ میں قید خانے ہی میں اسے قتل کرا دیا۔

مجاہد کا حج: مجاہد نے ۷۵۱ھ میں حسن الناصر کے پہلے دورِ حکومت میں حج ادا کیا۔ یہ وہ سال تھا جب کہ مصر کی سلطنت کے نگران طاز نے بھی امیر حج کی حیثیت سے حج ادا کیا تھا۔ اس وقت سابق نگران سلطنت بیبقا اروس نے مقید ہو کر حج کیا تھا کیونکہ سلطان مصر نے طاز کو حکم دیا تھا کہ وہ راستے ہی میں اسے گرفتار کر لے۔ گرفتاری کے بعد بھی اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ فریضۂ حج ادا کرے۔ لہٰذا اس نے اجازت دی کہ مقید ہو کر وہ حج کرے۔

مصری فوج سے جنگ: اس اثناء میں شاہِ یمن مجاہد حج کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ اس کے متعلق یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ غلافِ کعبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بات پر امرائے مصر اور ان کی فوج اہل یمن سے ناراض ہو گئی اور ایک دن یمن کے قافلہ میں ہنگامہ برپا ہو گیا اور جنگ چھڑ گئی۔ اس میں مجاہد کو شکست ہو گئی اور اس کی اکثر فوج جاتی رہی۔ اس موقع پر بیبقا اروس کو جنگ کرنے کے لئے رہا کر دیا گیا تھا اور اس نے اس جنگ میں بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ اس کے بعد اسے دوبارہ مقید کر دیا گیا۔

گرفتاری اور رہائی: (اس جنگ کے بعد) مجاہد کو گرفتار کر لیا گیا تھا اور اسے مصر لے جا کر مقید کر دیا گیا تھا۔ سلطان الصالح کے عہد حکومت میں ۷۵۲ھ میں اسے رہا کر دیا گیا تھا اور اس کے ہمراہ قشتمر منصوری کو بھیجا گیا تھا تاکہ وہ اسے اس کے ملک چھوڑ آئے۔ مگر جب وہ ینبع کے مقام پر پہنچا تو قشتمر کو اندازہ ہوا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ کر رہا ہے لہٰذا وہ مجاہد کو لوٹا کر لے گیا اور کرک کے قلعہ میں اسے مقید کر دیا۔ اس کے بعد پھر اسے رہا کیا اور اس کو اس کے ملک پہنچا دیا گیا۔

مجاہد کی وفات: یمن آ کر اس نے بادشاہ مصر سے مصالحانہ تعلقات قائم رکھے اور وہاں تحائف پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ وہ ۷۶۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی مدت حکومت بیالیس سال تھی۔

افضل بن مجاہد کی حکومت: جب ۷۶۶ھ میں مجاہد کی وفات ہوئی تو اس کے بعد اس کا فرزند عباس حکمران ہوا (اس کا لقب افضل تھا۔ اس یمن پر) بارہ سال حکومت کی اور وہ ۷۷۸ھ میں فوت ہوا۔

دیگر حکام یمن: جب ۷۷۸ھ میں الافضل عباس بن المجاہد فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا فرزند محمد المنصور حاکم ہوا اس کی حکومت مستحکم رہی البتہ ۷۸۲ھ میں اس کے غلاموں کی ایک جماعت اس کے خلاف باغی ہوئی اور اس نے اس کو قتل کرنے کی سازش کی مگر جب اسے ان کی سازش کا علم ہو گیا تو وہ غلام وملوۃ کی طرف بھاگ گئے عربوں نے انہیں راستے میں پکڑ لیا اور انہیں (بادشاہ کے پاس) لے کر آ گئے۔ بادشاہ نے انہیں معاف کیا۔ اس کے بعد بھی وہ حکومت کرتا رہا تا آنکہ وہ فوت ہو گیا۔

محمد المنصور بن الافضل کی وفات کے بعد اس کا بھائی اشرف اسماعیل بن الافضل (یمن کا) حاکم ہوا۔ اس کی سلطنت بھی مستحکم رہی اور ابھی تک موجودہ زمانے میں یعنی ۷۹۶ھ تک وہی یمن کا حاکم ہے۔

باب: ہفتم

تاتاری سلاطین کے حالات

ہم پہلے تاتاریوں کے حالات میں یہ بتا چکے ہیں کہ تاتاریوں کا تعلق ترک اقوام سے ہے اور صحیح روایت کے مطابق تمام ترک قومیں کومر بن یافث کی اولاد سے ہیں جس کا ذکر تورات میں موجود ہے۔

ہم نے ترکوں کی مختلف اجناس واقوام کا تذکرہ بھی کیا ہے اور غز قوم کو بھی جن سے سلجوقیوں کا تعلق ہے انہی میں شمار کیا ہے نیز ہیاطلہ بھی انہیں میں سے ہیں اور انہی میں سے خلج قوم اور اہل بلاد صغد کا جو سمرقند کے قریب ہے انہی سے تعلق ہے اور وہ اس نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

ہم نے خطا اور طغرغز کو انہی میں شمار کیا ہے اور وہ بھی تاتاری ہیں۔

ان دونوں قوموں کا ٹھکانہ طمغاج کی سرزمین میں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ترکستان کاشغر اور اس سے متعلقہ ماوراء النہر (دریا پار) کا علاقہ ہے اور جب ان (تاتاریوں) کے سلاطین مسلمان ہو گئے تھے تو اس وقت بھی یہی ان کا علاقہ تھا۔

ہم نے خزلجیہ غوز خزر اور خفشاخ کو بھی انہی میں شمار کیا ہے۔ یہی قفجاق یمک علان کے قبائل بھی ہیں اور اب چرکس اور ارکش بھی انہی میں شامل ہیں۔

ترک اقوام: جغرافیہ کی کتاب روجر کے مؤلف (ادریسی) نے مندرجہ ذیل (قبائل) کو بھی انہی (تاتاریوں) میں شمار کیا ہے:

(۱) التعسہ (۲) تغزغزیہ (۳) خرخیریہ (۴) کیماکیہ (۵) خزلجیہ (۶) خزر (۷) خلخ (۸) بلغار (۹) یمناک (۱۰) برطاس (۱۱) سنجرت (۱۲) خرجان (۱۳) انکر۔ اس نے یہ بیان کیا ہے کہ انکر قوم کے ٹھکانے رومی علاقے ونیس میں ہیں۔

ترکوں کی یہ تمام قومیں دریا کے پار (ماوراء النہر) مشرق سے بحراوقیانوس تک اقلیم اول سے لے کر ساتویں اقلیم تک جنوب وشمال کے درمیان میں آباد ہیں اور چین ان کے ممالک کے وسط میں ہے۔

چین: چین کا ملک ابتداء میں بنو صینی کے ماتحت تھا جو یافث کی اولاد میں ان کے بھائی تھے۔ پھر یہ ملک بھی ان کے ماتحت ہو گیا اور انہوں نے چین کا اکثر علاقہ فتح کر لیا۔ البتہ سمندر کا کچھ ساحلی علاقہ چینیوں کے قبضہ میں ہے۔

تاتاری خانہ بدوش ہیں جیسا کہ ہم آغاز کتاب میں اور سلجوقیوں کے حالات میں بیان کر چکے ہیں ان کی اکثر آباد ان جنگلوں اور بیابانوں میں آباد ہے جو چین اور ترکستان کے درمیان ہیں اسلام سے پہلے بھی ان کی ایک سلطنت تھی جو ایرانیوں کے ساتھ جنگ کرتی رہتی تھی۔ اس زمانے میں ان کے حکام بنو فراسیان تھے۔

اسلام کا آغاز: تاتاریوں اور عربوں کے درمیان بھی (اسلامی) فتوحات کے آغاز میں جنگیں ہوتی رہیں۔ مسلمانوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے یہ دعوت قبول نہیں کی۔ مسلمانوں نے ان کا قتل عام کیا اور زد وان کے ممالک کے چاروں طرف غالب آ گئے۔ پھر ان کے سلاطین مسلمان ہو گئے اور ان کے علاقے ان کے قبضے میں باقی رہے یہ صورت حال پہلی صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئی۔ اس وقت کے اسلامی عہد میں بھی ترکستان اور کاشغر میں ان کی سلطنتیں تھیں مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ سلاطین کس نسل سے تھے۔

خاقان: کہا جاتا ہے کہ یہ تاتاری فراسیان کی اولاد سے ہیں مگر فراسیان کے نام کی کوئی قوم ان میں موجود نہیں ہے۔ البتہ ترکوں کے سلاطین کو خاقان کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے۔

بنو سامان: جب یہ ترک سلاطین کچھ عرصے کے بعد مسلمان ہو گئے تو وہ اپنی سلطنت و ملک پر بحال رکھے گئے۔ اور وہیں رہنے لگے۔ اس زمانے کے عہد عباسی میں ماوراء النہر میں بنو سامان کے سلاطین کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اس سلطنت کے ساتھ ان (ترک) سلاطین کی جنگیں بھی ہوتی تھیں، اور پھر مصالحت بھی ہو جاتی تھی۔ تا آنکہ ان ترک سلاطین اور بنو سامان دونوں کی سلطنتیں فنا ہو گئیں اور بنو سامان کے آزاد کردہ غلام محمود بن سبکتگین کی (وسیع) سلطنت ماوراء النہر اور خراسان میں قائم ہو گئی۔

عہد سلجوقی: اس زمانے میں سلجوقی امراء نمودار ہو گئے تھے اور وہ ترک سلاطین کے مقبوضہ علاقوں پر قابض ہو گئے تھے۔ یوں وہ ان کے ماتحت حکام بن گئے تھے اور غیر متمدن قوم مہذب قوم پر غالب آ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے سبکتگین کے فرزندوں سے مقابلہ کیا اور چوتھی صدی ہجری کے بعد ان کے ممالک کو فتح کر لیا۔ یوں سلجوقی سلاطین نے تمام اسلامی ممالک کو فتح کر لیا اور ہندوستان کے درمیانی علاقے سے لے کر انتہائی شمالی علاقے ان کے زیر نگین ہو گئے۔ مغرب میں چین کے درمیانی علاقے سے لے کر خلیج قسطنطنیہ کے علاقے ان کے ماتحت ہو گئے ان کا یمن، حجاز اور شام کے ممالک پر بھی قبضہ ہو گیا۔ انہوں نے بلاد روم کے اکثر علاقے بھی فتح کر لئے اور ان کی سلطنت اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ عربوں اور خلفاء کے بعد کوئی اور سلطنت اس قدر وسیع اور مستحکم نہیں ہوئی تھی پھر قانون فطرت کے مطابق دو سو سال کے بعد ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

خطا اور تاتار: جب سلجوقی سلاطین خراسان کی طرف چلے گئے تو ترکستان اور کاشغر کے علاقوں میں ترکی اقوام میں سے قوم خطا ان کی جانشین ہوئی اور ان کے پیچھے کے علاقہ ترکستان و حدود چین میں تاتاری قوم مسلط تھی۔ ترکستان کے ترک خوانین (سلاطین) ان کا مقابلہ نہیں کر سکے اور ان کے ساتھ (جنگ کرنے میں) عاجز رہے۔ چنانچہ ارسلان خان بن محمد بن سلیمان نے اپنی اور چین کی درمیانی سرحدوں کی چھاؤنیاں میں انہیں آباد کر رکھا تھا۔ اور وہ انہیں فتنہ و فساد پر آمادہ رکھتا تھا۔

کوخان کی سلطنت: ۵۲۲ھ میں ترکوں کے شہنشاہ کوخان نے چین کے علاقے سے فوج کشی کی۔ اس کے ساتھ خطا کی فوجیں بھی شامل تھیں ترکستان اور ماوراء النہر کے حاکم محمود بن محمد بن سلیمان نے جو سلاطین خانیہ سے تعلق رکھتا تھا اور سلطان سنجر سلجوقی کا بھانجا تھا۔ ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ لہٰذا اس نے اپنے ماموں سلطان سنجر سے فریاد کیا۔ اس نے خراسان کے سلاطین اور

مسلمان فوجوں کی امداد حاصل کی اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے دریائے جیحوں کو عبور کیا۔ لہٰذا تاتاری اور خطا کی قومیں سنجر سے جنگ کرنے کے لئے وہاں پہنچیں اور ۵۳۶ھ کے ماہ صفر میں فریقین میں جنگ ہوئی آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی اور اس کی بیوی گرفتار ہوئی جسے بعد میں ترکوں کے بادشاہ کوخان نے رہا کر دیا مگر ماوراء النہر کے علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا۔

سلطان کوخان ۵۳۵ھ میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کی بیٹی ملکہ بنی۔ پھر وہ بھی فوت ہو گئی ان کے بعد اس کی والدہ جو کوخان کی بیوی تھی اور اس کا فرزند محمد مشترکہ طور پر حکمران ہوا۔ اس کے بعد اس خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور قوم خطا ماوراء النہر کے علاقے پر مسلط ہو گئی۔

خوارزم شاہی سلطنت: اس کے بعد خوارزم کے علاقے کو علاء الدین محمد بن تکش نے فتح کر لیا۔ چنانچہ وہ اور اس کے والد خوارزم شاہ کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اس زمانے میں علاقہ ماوراء النہر میں خانیہ سلاطین کی حکومت تھی انہوں نے قوم خطا کے مقابلے کے لئے خوارزم شاہ سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے انہیں فوجی امداد دی اور خود دریا کو عبور کر کے ۶۰۶ھ میں وہاں پہنچا۔ اس زمانے میں وہاں کا بادشاہ عمر رسیدہ تھا اور فنون جنگ میں ماہر تھا۔ لہٰذا اس نے ان کا مقابلہ کیا مگر انہوں نے اسے شکست دی خوارزم شاہ نے ان کے بادشاہ طانیکوہ کو گرفتار کر کے خوارزم میں مقید رکھا۔ پھر اس نے خطا کے تمام علاقے اور کنداتک فتح کر لئے اور وہاں اپنے ماتحت حکام مقرر کیے اس نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح سمرقند کے حاکم سے کر دیا جو خانیہ سلاطین سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر وہاں مسلح فوج بھی رکھی جیسا کہ پہلے وہاں خطا کی فوج تھی اس کے بعد وہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

جب وہ واپس چلا گیا تو سمرقند کے خان (سلطان) نے ایک سال کے بعد اس کی مسلح فوج کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور انہیں قتل کر دیا۔ اس نے خوارزم شاہ کی بہن کو جو اس کی بیوی تھی قتل کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا مگر اس اثناء میں اس نے سمرقند کا محاصرہ کر لیا اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہو کر اسے (شاہ سمرقند) اور اس کے رشتہ داروں کو مار ڈالا اور ماوراء النہر میں سلاطین خانیہ کی حکومت کے نام ونشان مٹا ڈالے اور ان کے علاقوں کو فتح کر لیا اور ہر جگہ اپنے ماتحت حکام مقرر کر دیئے۔

کشلی خاں: قوم خطا کے پیچھے کے علاقوں میں تاتاری قوم آباد تھی۔ وہ چین اور ترکستان کے درمیان سرحدی علاقوں میں آباد تھی اور ان کے بادشاہ کا نام کشلی خاں تھا۔ پڑوسی قومیں ہونے کی وجہ سے ان کے اور قوم خطا کے درمیان جنگیں ہوتی تھیں۔ جب انہیں یہ علم ہوا کہ خوارزم شاہ نے انہیں شکست دی ہے تو انہوں نے ان سے انتقام لینے کا قصد کیا اور سلطان کشلی خان تاتاریوں کا لشکر جرار لے کر خطا کے علاقے میں پہنچا تاکہ موقع سے فائدہ اٹھائے۔ اس موقع پر اہل خطا نے خوارزم شاہ کو ایک پیغام بھیجا جس میں نرمی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دشمن کے مقابلے میں فوری امداد کی درخواست کی گئی تھی تاکہ دشمن اپنی طاقت مستحکم نہ کر سکے اور قبل از وقت اس کا قلع قمع ہو سکے۔

قوم خطا کا خاتمہ: سلطان کشلی خان (تاتاری بادشاہ) نے بھی خوارزم شاہ کے پاس اس قسم (کی امداد حاصل کرنے) کا پیغام بھیجا لہٰذا وہ جنگی تیاریاں کرتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ فریقین میں سے ہر ایک کو یہ تصور دلاتا رہا کہ وہ ان کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہے مگر وہ ان دونوں سے الگ تھلگ رہا یہاں تک کہ جنگ شروع ہو گئی اور قوم خطا کو شکست ہو گئی۔ اس وقت وہ

تاتاریوں کی حمایت میں خطا قوم کے برخلاف ہو گیا' یوں ہر طرف سے ان کا صفایا ہو گیا۔ چنانچہ ان کے معدودے چند افراد بچ سکے جو ترکستان کے پہاڑوں کے درمیان قلعہ بند ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایک قلیل تعداد خوارزم شاہ کے ساتھ مل گئی تھی اور اس کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

کشلی خان سے مخالفت: اب خوارزم شاہ نے کشلی خاں کو جو تاتاریوں کا بادشاہ تھا قوم خطا کی شکست پر مبارک باد دی اور یہ پیغام دیا کہ (یہ فتح) اس کی امداد کی بدولت میسر ہوئی۔ تاتاری بادشاہ نے (اس کی امداد کا) اعتراف کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ مگر (کچھ عرصہ کے بعد) علاقے کی ملکیت کے بارے میں اس سے جھگڑنے لگا۔ لہٰذا خوارزم شاہ نے اعلانِ جنگ کیا مگر اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ جنگ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہا۔ جب کشلی خاں اسے اس بارے میں ملامت کرتا تو وہ اسے مغالطہ دیتا رہا۔ اس اثناء میں کشلی خاں نے کاشغر' ترکستان اور ساغون کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔

شہروں کی تباہی: (اب خوارزم شاہ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا کہ وہ شاش' فرغانہ' اسپیجاب' قاشان اور ان کے چاروں طرف کے شہروں کو جو دنیا کے نہایت ہی صاف ستھرے اور خوب صورت شہر تھے وہاں کے باشندوں سے خالی کرائے۔ چنانچہ وہاں کے باشندوں کو دیگر اسلامی شہروں میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے ان تمام شہروں کو ویران اور تباہ کر دیا تا کہ وہ تاتاریوں کے قبضہ میں نہ چلے جائیں۔

چنگیز خاں کا ظہور: اس اثناء میں کشلی خاں کے مقابلے کے لئے مغل قوم نمودار ہوئی جن کا بادشاہ چنگیز خاں تھا۔ لہٰذا کشلی خاں خوارزم شاہ سے جنگ ترک کر کے مغلوں سے جنگ کرنے لگا۔ وہ دریا کو عبور کر کے خراسان پہنچا اور خوارزم شاہ کا وہ حشر ہوا جو آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

خوارزم شاہ کی فتوحات

جب سلطان (خوارزم شاہ) نے خراسان کی طرف کوچ کیا تو اس نے خراسان اور بغداد کے درمیان تمام ممالک فتح کر لئے' ان میں خراسان' مازندران' بامیان اور غزنی سے ہندوستان کی سرحد تک کے شہر شامل تھے' البتہ غوری خاندان کے سلاطین اپنے علاقوں پر قابض رہے اس کے بعد اس نے رے' اصفہان اور (ایران کے) کوہستانی تمام شہر فتح کر لیے اس کے بعد وہ عراق کی طرف روانہ ہوا اور (عباسی) خلیفہ کو پیغام بھجوایا کہ خطبہ میں اس کا نام اسی طرح شامل کیا جائے جس طرح سلجوقی سلاطین کا نام لیا جاتا تھا۔ مگر خلیفہ نے اس پر عمل نہیں کیا جیسا کہ ہم خلفاء کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

پھر وہ عراق سے ۶۱۴ھ میں لوٹ آیا اور اس نے نیشاپور میں قیام کیا۔ وہاں اس کے پاس چنگیز خاں کے ایلچی معدنی چاندی' نافہ مشک' سنگ یشم اور اونٹوں کی سفید اون سے بنے ہوئے ملک خطا کی پوشاکیں تحائف کے طور پر لے کر آئے۔ چنگیز خاں نے یہ پیغام بھجوایا کہ اس نے چین اور اس کے درمیان کے ترکستانی علاقے فتح کر لئے ہیں لہٰذا مصالحت کا خواہاں ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جانبین سے تاجروں کو اپنا سامانِ تجارت لانے اور لے جانے کی اجازت دی جائے۔

چنگیز خاں نے اپنے خط میں سلطان خوارزم شاہ کی بے حد تعریف کی تھی اور یہ تحریر کیا تھا کہ وہ اسے اپنی عزیز ترین اولاد کے برابر سمجھتا ہے۔

چنگیز خاں کا ایلچی: سلطان (خوارزم شاہ) کو اس کی یہ تحریر ناگوار معلوم ہوئی اور ناراض ہو کر اس نے عداوت رکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا تاہم اس نے چنگیز خاں کے ایک ایلچی محمود خوارزمی کو بلوا کر اس سے نرم رویہ اختیار کیا تا کہ وہ اس کے لئے اپنے بادشاہ کے خلاف جاسوسی کرے اور اس سے یہ تصدیق کرانی چاہی کہ آیا چنگیز خاں نے چین فتح کر کے شہر طوغاج پر قبضہ کر لیا ہے یا نہیں؟ محمود خوارزمی نے اس بات کی تصدیق کی۔ مگر جب اس نے اس کی فوجی طاقت کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کی فوج کی تعداد کم کر کے بتائی اور اس بارے میں اسے دھوکا دیا (اور غلط بیانی سے کام لیا)۔

سلطان کو یہ بات ناگوار گزری کہ چنگیز خاں نے اسے بیٹا کہہ کر خطاب کیا ہے۔ تاہم اس نے صلح کا پیغام منظور کر کے اور تاجروں کو (تجارت کی) اجازت دے کر ایلچیوں کو رخصت کیا۔

تاجروں کا قتل: اس کے بعد ان کے ملک کے کچھ سوداگر لحدار پہنچے جہاں سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی انیال خاں موجود تھا۔ اس نے اسے ان کے مال و دولت سے مطلع کیا اور سلطان کو یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ درحقیقت سوداگر نہیں ہیں بلکہ ملک میں جاسوسی کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا سلطان نے اسے احتیاطی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے ان کا مال چھین کر انہیں پوشیدہ طور پر قتل کرا دیا۔

احتجاجی خط: چنگیز خاں کو جب یہ خبر ملی تو اس نے سلطان کو احتجاجی خط بھیجا اور تحریر کیا کہ اگر یہ انیال خاں کا فعل ہے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔ اس نے اپنے خط میں سلطان کو سخت دھمکی دی جس سے برافروختہ ہو کر سلطان نے ایلچیوں کو قتل کرا دیا۔

چنگیز خاں سے مقابلہ: جب چنگیز خاں کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس کے ملک پر فوج کشی کی۔ ایسے موقع پر خوارزم شاہ نے اہل سمرقند سے دو سالوں کا خراج وصول کیا اور اس کے ذریعے شہر سمرقند کی فصیلوں کو مستحکم کر کے اسے قلعہ بند کر دیا۔ پھر اس نے مزید ایک سال کا خراج وصول کر کے اس کی حفاظت اور مدافعت کے لئے گھوڑ سواروں کا دستہ متعین کیا۔ اس کے بعد وہ چنگیز خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔

چنگیز خاں کے ساتھ اس کی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس میں فریقین کے بہت سے افراد مارے گئے۔ اس نے انہیں شکست دی جب کہ وہ ان سے غائب تھا۔

پھر خوارزم شاہ دریائے جیحون کی طرف لوٹ گیا اور وہاں مقیم ہو گیا۔ اس نے اپنی فوجوں کو ماوراء النہر کے تینوں صوبوں بخارا، سمرقند اور ترمذ میں منتشر کر دیا اور اپنے سب سے بڑے حاکم آینانج کو بخارا میں مقرر کیا اور انہیں اس کی زیر نگرانی رکھا۔

بخارا اور سمرقند کی تباہی: پھر چنگیز خاں اس کے مقابلہ کے لئے پہنچا تو وہ دریا کو عبور کر کے بھاگ گیا۔ اب چنگیز خاں نے اطرار کے علاقے کا قصد کیا اور اس کا محاصرہ کر کے بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے حاکم انیال خاں کو گرفتار کر لیا۔ جس نے اس کے تاجروں کو قتل کرایا تھا۔ چنگیز خاں نے اس کے کانوں اور آنکھوں میں چاندی پگھلوا کر ڈلوائی۔ پھر اس نے

بخارا کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے پناہ طلب کی چنانچہ انہیں پناہ دے کر اس نے شہر پر قبضہ کرلیا۔ پھر اہل بخارا قلعہ کی تسخیر میں اس کے ساتھ مل کر لڑے۔ یہاں تک کہ اس نے قلعہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مگر چنگیز خاں نے اہل بخارا کے خلاف عہد شکنی کر کے ان کا قتل کرایا اور انہیں مقید کرلیا۔ اس نے اہل سمرقند کے ساتھ بھی ۶۱۹ھ میں یہی سلوک کیا (کہ ان کا قتل عام کیا اور انہیں مقید کرلیا)

خطوط کا تبادلہ: پھر اس نے خوارزم شاہ کی والدہ کے رشتہ دار امرائے خوارزم شاہ کو خطوط لکھے جو ان خطوط کے جوابات تھے۔ اس نے خوارزم شاہ کی والدہ کی نافرمانی کرنے پر مذمت کی اور اپنے خطوط میں ان سے بہت توقعات وابستہ کیں اور خوارزم شاہ کی والدہ ترکمان خاں سے جو خوارزم میں تھی' خراسان میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ وہ اپنا شخص بھیجے جسے وہ جانشین مقرر کر سکے۔

پھر اس نے یہ خطوط سلطان کو بھی بھجوا دیے۔ جب اس نے یہ خطوط پڑھے تو وہ اپنی والدہ اور اس کے رشتہ داروں سے بدگمان ہو گیا۔ یوں جانبین میں نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا ہو گئے۔

خوارزم شاہ کا فرار: جب چنگیز خاں نے ماوراء النہر کا علاقہ فتح کرلیا تو بخارا کا نائب حاکم اپنی بچی کچھی شکست خوردہ فوج کو لے کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان نے بھی بھاگ کر دریائے جیحوں کو عبور کرلیا۔ اس کے ہمراہ قوم خطا کی جو فوجیں تھیں وہ اسے چھوڑ کر چلی گئیں۔ چنگیز خاں نے اس کے تعاقب میں بیس ہزار کا لشکر بھیجا' جو مغربی تاتاری فوج کے نام سے موسوم تھا۔ کیونکہ وہ خراسان کی سمت سے قبچاق کے علاقے تک فوج کشی کرتی رہی تھی۔ خوارزم شاہ نیشاپور پہنچا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مازندران کی طرف کوچ کر گیا۔ اس وقت بھی تاتاری فوج اس کے تعاقب میں تھی۔

تاتاری فوج کا تعاقب: جب خوارزم شاہ ہمدان پہنچا تو تاتاری فوجوں نے اسے شکست دے کر اس کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ لہٰذا خوارزم شاہ نے کوہستان طبرستان میں پناہ لی اور اپنی شکست خوردہ فوج کے ساتھ ساحل بحر کے ایک گاؤں میں مقیم ہو گیا مگر تاتاریوں نے اسے وہاں بھی شکست دی تو وہ بحری سفر سے بحیرہ طبرستان کے ایک جزیرہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ تاتاری فوج بھی تعاقب میں پانی میں گھس گئی۔ مگر پانی کے زور کی وجہ سے انہیں لوٹنا پڑا۔

خوارزم شاہ کی وفات: خوارزم شاہ اس جزیرہ میں مقیم رہا مگر بیمار ہو کر وہیں ۶۱۷ھ میں فوت ہو گیا۔ اس نے اپنا ولی عہد جلال الدین سکری کو مقرر کیا تھا۔

ترکمان خاتون کی گرفتاری: جب خوارزم شاہ کے فرار کی خبر اس کی والدہ ترکمان خاتون کو موصول ہوئی تو وہ بھی وہاں سے نکل کر مازندران کے قلعہ ایلاز میں پناہ گزین ہو گئی۔ جب تاتاری فوج خوارزم شاہ کے تعاقب سے واپس آئی تو انہوں نے مازندران کے قلعوں کو فتح کرلیا اور ان پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے قلعہ ایلاز کو مصالحت کے بعد فتح کیا اور وہاں انہوں نے خوارزم شاہ کی والدہ اور اس کی بیٹیوں کو گرفتار کرلیا۔ جن کے ساتھ تاتاریوں نے نکاح کرلیا۔ چنانچہ دوشی خاں بن چنگیز خاں نے بھی اس کی ایک بیٹی سے نکاح کیا اور ترکمان خاتون (اس کی والدہ) نہایت ذلت اور گمنامی کے ساتھ تاتاریوں کی قید میں رہی۔

مغربی تاتاریوں کی فتوحات

جب ۶۱۸ھ میں مغربی علاقے کے تاتاری خوارزم شاہ کا تعاقب کرنے کے بعد ہمدان کی طرف لوٹے تو اہل ہمدان نے ان کا مطالبہ پورا کر کے ان کے ساتھ صلح کر لی۔ اہل سنجار نے بھی ان کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کیا' مگر جب وہ قومس پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کا مقابلہ کیا تاتاریوں نے ان کا محاصرہ کر کے اس شہر پر غالب آ کر قبضہ کر لیا اور (ان کے) چالیس ہزار سے زائد افراد کا قتل عام کیا۔

اسلامی شہروں کی تباہی: پھر انہوں نے آذربائیجان کی طرف کوچ کیا تو تبریز کے حاکم نے ان کے ساتھ صلح کر لی لہٰذا وہ موقان کی طرف لوٹ گئے۔ جب وہ گرجستان کے علاقے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اسے لوٹ لیا۔ اور جب وہاں کے لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا تو وہ شکست کھا گئے اور تاتاریوں نے ان کا قتل عام کیا۔ یہ واقعہ ۶۱۸ھ کے آخر میں ہوا۔ پھر وہ (تاتاری فوج) مراغہ کی طرف لوٹی اور ماہ صفر ۶۱۸ھ میں اس پر قابض ہو گئی۔ انہوں نے اس شہر کا صفایا کر کے وہاں سے اربل کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کا حاکم مظفر الدین کوکبری تھا۔ اس نے حاکم موصل سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے امدادی فوج بھیج دی۔

پھر خلیفہ عباسی الناصر نے درخواست کی کہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر عراق کی مدافعت کے لئے دقوقا پہنچیں۔ اس نے ان کا سپہ سالار حاکم اربل مظفر الدین کو مقرر کر دیا مگر اس نے ان کا مقابلہ کرنے سے گریز کیا اور تاتاری بھی ان کا مقابلہ کرنے سے ہچکچاتے رہے۔

فتح ہمدان و آذربائیجان: پھر تاتاری ہمدان آئے۔ وہاں فوجی چوکی تھی جس نے اُن سے مصالحت کرنے سے انکار کیا اور جنگ کی لہٰذا وہ اُن پر بزور شمشیر غالب آئے اور ان کا صفایا کر کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد وہ آذربائیجان کی طرف لوٹ گئے۔ وہاں انہوں نے اردبیل کو فتح کر کے قتل عام کیا اور اسے تباہ و ویران کر دیا۔ پھر وہ تبریز کی طرف چلے گئے۔ اس وقت ازبک بھی بھلوان قفجوان کی طرف جا چکا تھا۔ لہٰذا وہاں کے باشندوں نے پناہ حاصل کر کے صلح کر لی۔

بیلقان کی تباہی: اب یہ تاتاری قوم بیلقان پہنچی اور اسے بزور شمشیر فتح کر لیا۔ انہوں نے وہاں خوب خونریزی کی اور تمام علاقے کو تباہ و برباد کر دیا پھر وہ وہاں سے اران کے مرکزی مقام گنجہ پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔ اس لئے اب وہ گرجستان پہنچے اور انہیں شکست دے کر وہاں کے لوگوں کو ان کے صدر مقام تفلیس میں محصور کر دیا' مگر چونکہ وہ دشوار گزار علاقہ تھا اس لئے وہ اس کے اندر نہیں گھس سکے اور واپس چلے گئے۔

دربند شروان کی طرف پیش قدمی: پھر انہوں نے دربند شروان کا قصد کیا اور شہر سماخی کا محاصرہ کیا' پھر بزور شمشیر اس میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا اور پھر اسے تباہ و برباد کر دیا۔ دربند (درہ) کی وجہ سے وہ آگے نہیں جا سکے۔ اس لئے انہوں نے شروان کو مصالحت کے لئے لکھا تو اس نے اپنے چند ساتھیوں کو ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان میں سے کچھ افراد کو قتل کر دیا اور جو باقی بچ رہے انہیں ذلیل کر کے قتل کر دیا۔

پھر وہ دربند سے انجمہ کی سرزمین کی طرف روانہ ہوئے' وہاں قفچاق' لاز' غز اور ترک مسلمانوں کے دیگر قبائل تھے اور کافر قومیں تو بے شمار تھیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے (یہ تاتاری قوم) ان پر غالب نہیں آسکی' اس لئے اس نے ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی' تا آنکہ (اس طریقے سے) وہ ان کے علاقے پر غالب آگئے پھر انہوں نے اس علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا' لوگوں کا قتل عام کیا اور جو بچ رہے انہیں قیدی بنالیا۔ ان کی اکثریت ان کے پیچھے کے ملک روس کی طرف بھاگ گئی اور جو باقی بچ رہے انہوں نے پہاڑوں اور دلدلی علاقوں میں پناہ لی۔

فتح سرداق: آخر یہ تاتاری قوم ان کے سب سے بڑے شہر سرداق پہنچی جو خلیج قسطنطنیہ کے قریب بحر نیطش کے کنارے واقع تھا' یہ ان کی بندرگاہ تھی اور یہیں سے ان کی تجارت ہوتی تھی' لہٰذا تاتاریوں نے اسے فتح کر لیا۔ یہاں کے باشندے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور کچھ لوگ بحری سفر سے بلادِ روم چلے گئے جو قلیچ ارسلان کے ماتحت تھا۔

روسی علاقے پر حملہ: تاتاری ۶۲۰ھ میں پھر قفچاق کے علاقے سے اس کے قریب روسی علاقوں میں گھس گئے۔ یہ بہت وسیع ملک ہے۔ اس کے باشندے عیسائی مذہب کے ہیں۔ وہ اپنے ہی سرحدوں میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے' ان کے ساتھ قفچاق کے لوگ بھی شامل تھے اہل روس چند دنوں تک مقابلہ کرتے رہے۔ پھر انہیں شکست ہوگئی تو تاتاریوں نے ان کا قتل عام کیا اور لوٹ مار کے بعد انہیں قیدی بنالیا۔ یہاں کے باشندے (قتل عام سے بچنے کے لئے) کشتیوں میں سوار ہو کر اسلامی ممالک میں پناہ گزین ہوئے اور اپنے شہر چھوڑ کر چلے گئے جنہیں تاتاریوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

پھر تاتاری وہاں سے لوٹ آئے اور سال کے آخر میں انہوں نے بلغار کے علاقے کی طرف کوچ کیا' وہاں کے باشندوں نے کچھ لوگوں کو کمین گاہوں میں چھپا کر ان کا مقابلہ کیا جب مقابلہ ہوا تو کمین گاہوں سے (پوشیدہ افراد) پیچھے سے نکلے مگر ان میں سے صرف ایک قلیل تعداد ہی زندہ بچ سکی۔

اس کے بعد تاتاری لوٹ آئے اور طالقان کی سرزمین میں چنگیز خاں کے پاس پہنچے۔ اس وقت قفچاق کے باشندے اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔

چنگیز خاں کی فتوحات

جب خوارزم شاہ دریائے جیحوں کو پار کر کے بھاگ گیا تھا تو مغربی علاقے کے تاتاری اس کے تعاقب میں گئے تھے اس وقت چنگیز خاں نے سمرقند فتح کر لیا تھا۔ اس وقت (تین علاقوں کی طرف فوجیں بھیجی تھیں) فوج کا ایک حصہ اس نے ترمذ کی طرف بھیجا تھا۔ دوسرا حصہ خوارزم کی طرف روانہ کیا تھا اور تیسری فوج اس نے خراسان کی طرف روانہ کی تھی۔ ان میں سے جو فوج خوارزم کی طرف روانہ کی گئی تھی وہ سب سے بڑی تھی۔ کیونکہ (خوارزم) ملک کا پایۂ تخت اور سب سے بڑی فوج چھاؤنی تھی۔ اس نے ان فوجوں کے ساتھ اپنے فرزند چغتائی اور ارکطائی کو بھی روانہ کیا تھا۔

تاتاریوں نے اس کا پانچ مہینے تک محاصرہ کیا مگر وہ فتح نہ کر سکے۔ لہٰذا چنگیز خاں نے مزید فوجی امداد بھیجی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ایک علاقہ فتح کر کے تمام ملک کو فتح کر لیا۔ پھر انہوں نے دریا کے اس بند کو توڑ دیا جو دریائے جیحوں کے

پانی کو شہر سے روکے ہوئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دریائے جیحوں کا پانی سیلاب کی شکل میں شہر میں آ گیا اور اسے غرق کر دیا اور وہاں کے باشندے عراق اور سندھ کے علاقوں میں منقسم ہو گئے۔

نسائی کا بیان: (ابن الاثیر کا بیان ہے) جلال الدین کے کاتب نسائی کا یہ بیان ہے کہ دوشی خاں نے انہیں پناہ دی اور جب وہ (پناہ کے وعدے کے مطابق) اس کے پاس نکل کر آئے تو اس نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۶۱۷ھ میں ہوا۔ اس کے بعد دوشی خاں اور اس کا لشکر چنگیز خاں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے اسے طالقان میں پایا۔

فتح ترمذ و فرغانہ: وہ فوج (تاتاری) جو ترمذ کی طرف روانہ کی گئی تھی۔ اس نے اسے فتح کر لیا۔ پھر آگے بڑھ کر دریائے جیحوں کے قریب قلعہ کلابہ کو فتح کر کے اسے تباہ کر دیا۔ فرغانہ کی طرف جو فوج گئی تھی اس نے بھی ایسا کیا۔

فتح بلخ: خوارزم کے لئے جو فوج روانہ ہوئی تھی وہ دریا عبور کر کے بلخ پہنچی اور ۶۱۷ھ میں وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر اسے فتح کر لیا اور وہاں مسلح چوکی قائم کی پھر یہ فوج زوزان اید حور اور مازندران پہنچی اور ان (شہروں) کو فتح کر کے وہاں حاکم مقرر کیا۔

قلعہ کی تسخیر: پھر یہ فوج طالقان کی طرف روانہ ہوئی۔ اس نے قلعہ صہبار کوہ کا محاصرہ کیا جو بہت مستحکم تھا۔ جب اس قلعہ کے محاصرہ کو چھ مہینے گزر گئے تو سلطان چنگیز خاں بنفس نفیس ان کی امداد کے لئے پہنچا اور مزید چار مہینے تک وہ محاصرہ کرتے رہے۔ پھر چنگیز خان نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور مٹی لا کر ایک ایسا اونچا ٹیلہ بنایا جائے جو شہر سے بھی اونچا ہو۔ لہٰذا جب اہل قلعہ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ ہلاک ہو جائیں گے تو انہوں نے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا اور نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں ان کے گھوڑ سوار تو بچ نکلے اور وہ مختلف شہروں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں منتشر ہو گئے مگر پیدل فوج ہلاک ہو گئی۔ چنانچہ تاتاری (فوج) نے قلعہ میں گھس کر ان کا صفایا کر دیا۔

قتل عام: چنگیز خاں نے اپنے ایک رشتہ دار قیجاق نون کے ہمراہ ایک لشکر سبا کی طرف روانہ کیا۔ وہ اس کے محاصرہ کے دوران مارا گیا اس کے بعد جب تاتاریوں نے اسے فتح کیا تو وہاں قتل عام کیا اور اس مقام کو ویران کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر ستر ہزار سے زائد افراد مارے گئے۔

سات لاکھ کا قتل عام: پھر چنگیز خان نے شہر مرو کی طرف فوجیں روانہ کیں جہاں مختلف جنگوں سے بچ نکلنے والے افراد پناہ گزین تھے۔ چنانچہ (مقابلہ کے لئے) شہر سے باہر دو لاکھ سے زائد (جنگجو سپاہی) اکٹھے ہو گئے تھے۔ جو اپنی فتح مندی کے بارے میں شک وشبہ نہیں رکھتے تھے۔ مگر جب تاتاریوں نے ان کے خلاف حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ دشمن نے ان کا قتل عام کیا۔ پھر تاتاری فوج پانچ مہینے تک شہر کا محاصرہ کرتی رہی۔ آخر کار اس کا حاکم پناہ طلب کرنے پر مجبور ہوا (مگر پناہ دینے کے باوجود) تاتاریوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ چنانچہ ان کے قتل عام کے موقع پر خود چنگیز خاں موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر سات لاکھ افراد مارے گئے۔

فتح نیشاپور: پھر تاتاری فوج نیشاپور پہنچی اور وہاں بزور شمشیر گھس کر قتل عام کیا اور علاقہ کو تباہ کر دیا (تباہ کاری کا) یہی

طریقہ انہوں نے طرابلس (؟) کے مقام پر اختیار کیا۔ پھر یہ لوگ ہرات کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو پناہ دے کر شہر فتح کر لیا۔ وہاں انہوں نے اپنی فوجی چوکی قائم کی۔ پھر وہ سلطان چنگیز خاں کے پاس طالقان کے مقام پر پہنچ گئے جہاں سے چنگیز خاں خراسان کے مختلف علاقوں کی طرف فوجی دستے روانہ کرتا تھا۔ آخر کار ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا گیا۔ یہ تمام فتوحات ۶۱۷ھ میں ہوئیں۔

جلال الدین خوارزم شاہ کے کارنامے

چنگیز خاں نے اس کے بعد جلال الدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں جلال الدین اپنے والد کی ہلاکت اور خوارزم سے ترکمان خاتون کے نکلنے کے بعد وہاں پہنچ گیا تھا اور وہاں کا حاکم ہو گیا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

اس اثناء میں جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ ترکمان خاتون (ملکہ) کے رشتہ دار جو بیاروتیہ کہلاتے تھے۔ اس کے بھائی بولغ شاہ کے جوان کا بھانجا تھا' طرف دار ہو گئے ہیں اور اب وہ جلال الدین پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جلال الدین بھاگ کر نیشاپور پہنچ گیا۔ اس کے بعد جب تاتاری فوجیں خوارزم کے شہر کی طرف پہنچیں تو بولغ شاہ اور اس کے دونوں بھائی بھاگ گئے تاکہ وہ بھی اس کے پاس نیشاپور پہنچ جائیں۔ تاتاریوں نے انہیں اس وقت پکڑا جب کہ وہ قندھار کا محاصرہ کر رہے تھے۔ اس نے ان کا صفایا کیا۔ پھر وہ غزنہ (غزنی) کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس شہر کو باغیوں کے قبضہ سے نکال لیا جو اس فتنہ وفساد کے زمانے میں اس پر قابض ہو گئے یہ واقعہ ۶۱۸ھ میں رونما ہوا۔

تاتاریوں کو شکست: اب اس کے پاس اس کے والد کے عہد کے وہ امراء بھی آ کر شامل ہو گئے جو اس خانہ جنگی کے زمانے میں خراسان کے مختلف علاقوں پر قابض ہو گئے تھے مگر تاتاریوں نے انہیں تنگ کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ جلال الدین خوارزم شاہ کے ساتھ قلعہ قندھار کی اس جنگ میں شریک ہوئے جس میں تاتاریوں کو شکست دی گئی تھی اور ان کی شکست خوردہ فوج بھاگ کر چنگیز خاں کے پاس پہنچ گئی۔

طولی خاں کا قتل: چنگیز خاں نے جلال الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے فرزند طولی خاں (تولی خاں) کو بھیجا مگر جلال الدین نے اسے شکست دے کر قتل کرا دیا۔ جب اس کی شکست خوردہ فوج چنگیز خاں کے پاس پہنچی تو وہ تاتاری فوجوں کو لے کر خود روانہ ہوا اور اس نے جلال الدین سے مقابلہ کیا مگر اسے شکست ہوئی اور بہت کم تاتاری فوج بچ سکی۔

سندھ کے علاقے میں پناہ: اب جلال الدین خوارزم شاہ لوٹ کر دریائے سندھ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے امراء کی ایک جماعت پہلی جنگ میں مال غنیمت کے جھگڑے کی وجہ سے اس سے الگ ہو گئی تھی اس لئے وہ انہیں منانے میں مشغول ہوا۔ اتنے میں چنگیز خاں بھی (فوج لے کر) وہاں جلد آ پہنچا اور تین دن تک اس سے جنگ کرتا رہا۔ پھر اس نے اسے شکست دے دی۔ راستے میں دریائے سندھ حائل تھا لہٰذا وہ دریا پار کر کے سندھ کے علاقے میں چلا گیا۔ یہ واقعہ ۶۱۸ھ میں ہوا۔

خوارزم شاہی سلطنت کی تقسیم

خوارزم شاہ نے اپنا ملک اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس نے عراق کا حاکم غورن شاہ کو مقرر کیا اور کرمان کا حاکم غیاث الدین تمر شاہ کو مقرر کیا۔ جب خوارزم شاہ بھاگ کر رے کے علاقے میں پہنچا تو اس کا فرزند غورن شاہ نے جو عراق کا حاکم تھا اس سے ملاقات کی پھر تاتاریوں سے جنگ ہوئی تو خوارزم شاہ جزیرہ طبرستان چلا گیا اور غورن شاہ کرمان آ گیا۔ ان کے بھائی غیاث الدین بھی کرمان میں تھا اور اس کا ملک اس کے اور اس کے اتابک (نائب) بقاطرابلسی کے درمیان (تقسیم شدہ) تھا اور وہ آذربائیجان کی طرف بھاگ گیا تھا۔

غورن شاہ اصفہان اور رے کے علاقے پر قابض ہو گیا تھا۔ مگر تاتاریوں نے اس کے خلاف حملہ کر کے اسے قلعہ اوند میں محصور کر دیا تھا اور پھر اسے قتل کر دیا تھا۔

غیاث الدین کی فتوحات: غیاث الدین نے عراق، مازندران اور خوزستان کو فتح کر لیا تھا۔ اس نے بقاطرابلسی کو ہمدان کا علاقہ دے دیا تھا۔ پھر غیاث الدین نے آذربائیجان کی طرف فوج کشی کی۔ مگر وہاں کے حاکم ازبک بھلوان نے اس سے مصالحت کر لی۔ غیاث الدین کے والد جو امراء خراسان کے علاقوں پر قابض ہو گئے تھے وہ سب اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

طوائف الملوکی: بخارا کا نائب حاکم ابنانج خاں اس جنگ کے بعد نساء، جرجان، شیروان اور خراسان کے تمام علاقوں پر قابض ہو گیا۔ تکین بھلوان مرو کے علاقے پر قابض تھا۔ لہٰذا اس نے ۶۲۱ھ میں دریائے جیحوں کو پار کر کے تاتاری فوج کو شکست دی۔ پھر انہوں نے اس کا شیروان تک تعاقب کیا اور جرجان کے مقام پر انہوں نے ابنانج خاں سے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ اس کی شکست خوردہ باقی ماندہ فوج غیاث الدین کے پاس چلی گئی جو عراق، رے اور جنوبی علاقہ لوکان اور آذربائیجان کا حاکم تھا۔ یوں سلطنت خوارزم مختلف گروہوں میں منقسم تھی اور ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی زبردستی کا حاکم بنا ہوا تھا۔ اس وقت تاتاری فوجیں عراق کے شہروں کو روند رہی تھیں، مگر ایسی حالت میں غیاث الدین عیش و عشرت میں مشغول تھا۔

جلال الدین خوارزم شاہ کی واپسی

جلال الدین خوارزم شاہ ۶۲۱ھ میں ہندوستان سے واپس آ گیا اور اپنے بھائی غیاث الدین کے جو مقبوضہ علاقے عراق اور کرمان کے تھے ان پر قابض ہو گیا۔ اس نے (عباسی) خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ اس کا نام خطبہ میں شامل کیا جائے۔ مگر اس نے (یہ مطالبہ) منظور نہیں کیا۔ لہٰذا وہ اس سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

ایرانی شہروں کی تباہی: رے کے شہر کو مغربی تاتاریوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تاہم (ان کے جانے کے بعد) وہاں کے کچھ باشندے واپس آ گئے تھے اور انہوں نے اسے آباد کر لیا تھا۔ مگر چنگیز خاں نے تاتاریوں کا لشکر بھیج کر اسے دوبارہ تباہ

دیر باد کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ سلوہ قم اور قاشان کو بھی تباہ و برباد کر دیا تھا۔ خوارزم شاہ کا لشکر ہمدان سے انہیں دیکھ کر بھاگ گیا تھا تو انہوں نے ہمدان کو بھی تباہ و برباد کر دیا اور ان کا تعاقب کر کے آذربائیجان کی سرحد میں انہیں شکست دی۔ شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ تبریز کی طرف بھاگ گیا تو تاتاریوں نے ان کا بھی تعاقب کیا مگر وہاں کے حاکم ازبک بن پھلوان نے تاتاریوں کے ساتھ مصالحت کر لی اور (شکست خوردہ فوج کی) ایک جماعت کو قتل کر کے باقی ماندہ افراد کو تاتاریوں کے پاس واپس بھیج دیا اور مقتولوں کے سر دں اور مال و دولت کو مصالحت کے طور پر ان کے پاس بھجوا دیا۔ لہٰذا تاتاری اس کے ملک سے واپس چلے گئے۔

جلال الدین کی فتوحات: اب جلال الدین خوارزم شاہ نے ۶۲۲ھ میں آذربائیجان پر فوج کشی کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اس سلسلے کے حالات ہم اس کے عہد حکومت کے واقعات میں بیان کر چکے ہیں۔ پھر جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں نے اپنے ملک سے دریا کے پیچھے سے عراق کی طرف فوج کشی کی ہے لہٰذا وہ ماہ رمضان ۶۲۵ھ میں تبریز سے ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا اور اصفہان کے مقام پر ان سے جنگ کی۔ اس موقع پر اس کا بھائی غیاث الدین اپنی فوج کو لے کر اس سے الگ ہو گیا۔

تاتاریوں کی شکست: تاہم تاتاریوں کے دائیں بازو (میسرہ) کو شکست ہوئی تو سلطان ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ وہ کمین گاہ میں چھپ گئے تھے۔ پھر انہوں نے محاصرہ کر کے اس کی ایک جماعت کو شہید کر دیا۔ آخر کار سلطان نے شدید حملہ کیا تو انہوں نے محاصرہ کھول دیا اور وہ اپنے راستہ پر چلا گیا اور فوجیں شکست کھا کر فارس و کرمان اور آذربائیجان تک پہنچ گئیں۔ تاتاریوں کے پیچھے آنے والی فوجیں جب قاشان سے لوٹیں تو انہیں معلوم ہوا کہ اسے شکست ہو گئی ہے لہٰذا وہ ادھر ادھر منتشر ہو گئیں۔

سلطان (جلال الدین) آٹھ دن کے بعد اصفہان پہنچا تو معلوم ہوا کہ تاتاری اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں لہٰذا سلطان اپنی فوجیں لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلا اور انہیں شکست دی۔ اس نے خوو ورے تک ان کا تعاقب کیا۔ پھر اس نے ان کے تعاقب کے لئے خراسان تک فوجیں بھیجیں اور خود آذربائیجان چلا آیا اور وہاں رہنے لگا۔ وہاں کے حالات اس کے دور حکومت کے حالات میں مذکور ہیں۔

جلال الدین خوارزم شاہ کا آخری دور

جب تاتاری ماوراء النہر (ترکستان) میں رہنے لگے تو انہوں نے وہاں کے شہروں کو آباد کیا اور خوارزم کے قریب ایک بڑا شہر آباد کیا جو اس کا قائم مقام تھا' مگر خراسان کا علاقہ ویران رہا اور وہاں کے امراء بادشاہوں کی طرح خودمختار ہو گئے۔ البتہ جب سلطان جلال الدین ہندوستان سے واپس آیا تو وہ اس کی اطاعت کا اظہار کرنے لگے تھے۔

سلطان جلال الدین عراق و فارس' کرمان' آذربائیجان اور اران کے علاقوں کا واحد حکمران تھا۔ تاہم خراسان تاتاری فوجوں کا میدان جنگ بنا رہا۔ چنانچہ ۶۲۵ھ میں وہاں سے ان کی ایک فوج اصفہان پہنچی اور اس نے سلطان جلال الدین سے جنگ کی تھی' جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

فتح خلاط: اس کے بعد جلال الدین نے خلاط کے علاقے پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا تھا۔ اس کے مقابلے کے لئے وہاں کے حاکم اشرف بن العادل نے شام سے اور علاء الدین کیقباد حاکم بلاد روم نے فوجیں بھیجی تھیں۔ یہ واقعہ ۶۲۷ھ میں ہوا تھا۔ اس جنگ کی وجہ سے جلال الدین کی فوجی طاقت کمزور ہو گئی تھی اور اس کے نظام سلطنت میں خلل آ گیا تھا۔

تاتاریوں کی فوج کشی: قلعہ الموت میں اسماعیلیوں کا سردار علاء الدین' جلال الدین کا دشمن تھا۔ کیونکہ جلال الدین نے اس کے علاقے میں قتل عام کیا تھا اور اس پر خراج مقرر کر دیا تھا۔ لہٰذا اس نے تاتاریوں کو اطلاع دی کہ اس شکست کی وجہ سے اس کی فوجی طاقت کمزور ہو گئی ہے لہٰذا وہ اس پر حملہ کر دیں چنانچہ تاتاری ۶۲۸ھ کے آغاز میں آذربائیجان کی طرف روانہ ہو گئے۔

جلال الدین کی شکست: جب سلطان (جلال الدین) کو ان کی فوج کشی کی اطلاع ملی تو وہ تبریز سے موقان کی طرف روانہ ہوا اور وہاں خراسان اور مازندران کی امدادی فوج کا انتظام کرتا رہا اور سیر و شکار میں مشغول ہو گیا کہ (اچانک تاتاریوں نے حملہ کر کے) اسے شکست دے دی اور اس کے خیموں کو لوٹ لیا۔ سلطان بچ کر اران کے دریائے راس کی طرف چلا گیا اور وہاں سے آذربائیجان کی طرف لوٹ گیا۔ پھر جب اسے اطلاع ملی کہ تاتاری وہاں بھی پہنچ رہے ہیں تو وہ اران کے مقام پر آ گیا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔

اہل تبریز کی بغاوت: اہل تبریز کو پہلی جنگ کی اطلاع ملی تو انہوں نے خوارزمی فوج کے خلاف بغاوت کر دی اور انہیں قتل کر دیا۔ ان کے حاکم طغریانی نے انہیں تاتاریوں کی اطاعت کرنے سے روکا مگر جب وہ ہلاک ہو گیا تو انہوں نے اپنا علاقہ تاتاریوں کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اہل کنجہ اور اہل سلماس نے یہی طریقہ اختیار کیا (اپنے علاقے تاتاریوں کے حوالے کر دیئے)۔

پھر سلطان نے گنجہ کے مقام کی طرف فوج کشی کی اور اسے دوبارہ فتح کرلیا۔ اور بغاوت کے سرغنوں کو قتل کرادیا۔

خلاط کی طرف پیش قدمی: اس کے بعد وہ خلاط کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت اشرف بن عادل نے حاکم شام سے فوجی امداد طلب کی مگر وہ اسے وعدوں کے ذریعے بہلاتا رہا۔ پھر وہ مصر کی طرف بھی روانہ ہوا مگر وہاں سے بھی امداد سے مایوس ہوگیا۔ پھر اس نے پڑوس کے حاکموں یعنی حاکم حلب اور حاکم آمد و ماردین سے بھی امداد طلب کی۔

اس نے فوجیں بلادِ روم کے علاقے خرت برت ملطیہ اور آذربائیجان کی طرف بھیجیں کیونکہ اس کے حاکم کیقباد اور اشرف کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ اس واقعہ سے تمام حکام پریشان ہوگئے اور انہوں نے اسے فوجی امداد نہیں بھیجی۔

جب جلال الدین خلاط میں تھا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ تاتاریوں نے اس کے برخلاف فوج کشی کی ہے۔ اس اطلاع سے وہ بہت پریشان ہوا۔ لہٰذا اس نے اپنے اتابک (نائب) کو خبررسانی کے لئے چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا۔ جب اس کا اتابک اوترخاں واپس آیا تو اس نے یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ تاتاری بلادِ کرد کی سرحدوں سے واپس چلے گئے ہیں لہٰذا اس کی قوم نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اصفہان واپس چلا جائے۔ مگر آمد کے حاکم نے اسے بلادِ روم پر فوج کشی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اسے یہ توقع دلائی تھی کہ وہ اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد قوم قپچاق سے رابطہ قائم کرسکے گا اور ان کے ذریعے تاتاریوں پر غالب آسکے گا۔ حاکم آمد نے بذاتِ خود بھی اس کی امداد کرنے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اس طرح وہ حاکم بلادِ روم سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ جس نے اس کے قلعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔

غلط مشورہ: سلطان جلال الدین نے حاکم آمد کی رائے پر عمل کیا اور اصفہان جانے کا ارادہ ملتوی کردیا اور آمد میں مقیم ہوگیا۔ ترکمان قوم نے اسے خطرہ سے آگاہ کیا اور یہ اطلاع دی کہ انہوں نے تاتاریوں کو (بستیوں میں) آگ لگاتے ہوئے دیکھا ہے مگر اس نے ان کی خبر کو غلط سمجھا۔

اچانک حملہ: آخرکار تاتاری فوج ماہِ شوال ۶۲۸ھ کی پندرھویں تاریخ کو اچانک آمد پہنچ گئی اور اس نے اس کے خیمے کا محاصرہ کرلیا تاہم اس کے اتابک اوترخاں نے ان پر حملہ کرکے انہیں اس کے خیمے سے دور بھگادیا۔

اس وقت سلطان سوار ہوکر چلا گیا اور اوترخاں نے فوجوں کو لوٹا دیا۔ اس وقت وہ ایک طرف چلا گیا تاکہ دشمن کی نظروں سے اوجھل ہوجائے۔ پھر اوترخاں اصفہان چلا گیا اور اس پر قابض ہوگیا۔ یہاں تک کہ تاتاریوں نے ۶۳۹ھ میں اس سے یہ شہر چھین لیا۔

سلطان جلال الدین کا قتل: سلطان جلال الدین اس وقت بھاگتا پھرا کیونکہ تمام راستے (دربند) اور درے مفسدوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جو لوٹ مار کررہے تھے اس لئے اوترخان نے اسے مشورہ دیا کہ وہ واپس آجائے چنانچہ سلطان میا فارقین کے ایک دیہات میں آکر مقیم ہوگیا۔ اس وقت اوترخاں اسے چھوڑ کر حلب کی طرف روانہ ہوگیا۔ پھر تاتاریوں نے سلطان کی قیام گاہ پر حملہ کرکے اس کے ساتھیوں کو قتل کردیا۔ سلطان بھاگ کر جبل الاکراد پر چڑھ گیا جہاں کے کردی افراد رہزنی کی تیاریاں کررہے تھے لہٰذا انہوں نے سلطان کا مال و متاع چھین لیا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتنے

میں کسی کو معلوم ہوا کہ یہ سلطان ہے لہٰذا وہ اسے اپنے گھر لے گیا تا کہ وہ اسے رہا کر کے کسی علاقہ کی طرف بھیج دے (چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا) مگر جب وہ گھر میں موجود نہیں تھا تو ان کا کوئی رذیل شخص اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ خوارزمیوں سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینا چاہتا تھا جو خلاط میں مارا گیا تھا۔ لہٰذا اس نے سلطان کو قتل کر دیا اور گھر کے لوگ اسے نہیں بچا سکے۔

تاتاریوں کی تباہ کاریاں: سلطان کے قتل کے واقعہ کے بعد تاتاری فوج آمد ارزن میافارقین اور دیار بکر کے تمام علاقوں میں پہنچ گئی انہوں نے ان علاقوں کا صفایا کر کے انہیں تباہ اور ویران کر دیا۔ نیز اسعرد کے شہر پر بزور شمشیر قبضہ کیا اور پانچ دن اس کا محاصرہ کرنے کے بعد اس کا صفایا کر دیا۔

وہ میافارقین کے علاقے سے بھی گزرے مگر وہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا پھر وہ نصیبین پہنچے اور اس کے تمام علاقے کا صفایا کر دیا پھر وہ سنجار اور اس کے کوہستانوں کی طرف پہنچے اور خابور بھی گئے پھر وہ ایدس پہنچے اور اسے نذر آتش کر دیا۔ پھر وہ خلاط کے علاقوں کی طرف پہنچے اور وہاں باکری اور ارجیش کا صفایا کر دیا۔

آذربائیجان سے تاتاریوں کا ایک دوسرا فوجی دستہ اربل کے علاقے کی طرف پہنچا۔ راستے میں وہ ترکمان ایوبیہ اور اکراد الجوزقان کے علاقوں میں سے گزرا تو وہاں انہوں نے لوٹ مار کی۔ جب اربل کا حاکم اور موصل کا لشکر وہاں کے باشندوں کی امداد کے لئے پہنچا تو تاتاری فوج آگے جا چکی تھی۔ اس لئے وہ لشکر لوٹ آیا۔ تاہم وہ علاقہ چٹیل میدان بنا رہا۔

چنگیز خان کے حالات

چنگیز خاں تاتاریوں اور مغلوں کا عظیم سلطان تھا۔ شہاب الدین بن فضل اللہ کی کتاب میں یوں مذکور ہے:

''چنگیز خان مغلوں کے سب سے مشہور اور عظیم قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ چنگیز میں زاے (معجمہ) کا تلفظ صاد اور زاء کی درمیانی آواز میں بولا جاتا ہے۔ اس کا اصلی نام تمرجین تھا بعد میں اسے چنگیز کہنے لگے۔ اس کے بعد میں خاں کے لفظ کا اضافہ کیا گیا۔ جو ان کے ہاں بادشاہ کے مفہوم میں ہے۔

چنگیز خان کا نسب نامہ گیارہ ناموں کے بعد مودنجہ تک پہنچتا ہے۔ شہاب الدین ابن فضل اللہ کی کتاب میں مشرق میں معقولات کے امام شمس الدین اصفہانی سے نصیر الدین طوسی کے حوالہ سے منقول ہے۔

'' مودنجہ ایک خاتون کا نام ہے جو باپ کے سلسلے سے الگ (ننھیال کے رشتہ میں) ان کی بزرگ تھیں''۔

مودنجہ کی کہانی: کہا جاتا ہے کہ مودنجہ شادی شدہ تھی۔ اس کے دو فرزند ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام بلکوت اور دوسرے کا نام بلکوت تھا اس کی ان اولاد کو بنو العطو کیہ کہا جاتا تھا۔ پھر اس کا شوہر فوت ہو گیا اور وہ بیوہ ہو گئی بیوگی کی حالت میں اسے حمل ہو گیا تو اس کے رشتہ داروں کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ مگر اس نے یہ بیان کیا: ''ایک نور اس کے اندر تین مرتبہ داخل ہوا۔ اس کے بعد اسے حمل ٹھہر گیا۔ لہٰذا اس کے پیٹ میں تین فرزند نرینہ ہیں لہٰذا وضع حمل کے موقع پر اگر اس کی بات سچ نہ نکلے تو جو وہ چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں''۔

وضع حمل کے موقع پر اس کے تین جڑواں لڑکے پیدا ہوئے۔ اس طرح اس کی بے گناہی ثابت ہوگئی۔ ان میں سے ایک لڑکے کا نام برقبہ تھا دوسرے کا نام قوناؤ اور تیسرے کا نام نجعو تھا جو چنگیز خان کے نسب نامہ میں اس کا جد اعلیٰ تھا۔ یہ لوگ نورانی بھی کہلاتے تھے کیونکہ مونجہ کے دعوے کے مطابق وہ نور کی اولاد میں سے تھے۔ اسی (روایت) کی بنا پر چنگیز خان کو آفتاب کا فرزند بھی کہا جاتا تھا۔

نسائی کا بیان: سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا سیکرٹری یحییٰ بن احمد بن علی النسائی اس کی سلطنت کی تاریخ میں یوں تحریر کرتا ہے:

''چین کی سلطنت بہت وسیع ہے اس کی آبادی تو مہینے کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے قدیم زمانے سے اس کے نو صوبے مقرر کئے گئے تھے اور ہر صوبہ ایک مہینے کی مسافت تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر صوبہ کا ایک بادشاہ ہے جسے ان کی زبان میں خان کہا جاتا ہے وہ خان اعظم کا نمائندہ اور نائب ہوتا ہے''۔

چین کا بادشاہ: مورخ مذکور مزید رقم طراز ہے: ''چین کا سب سے بڑا بادشاہ جو خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش کے زمانے میں تھا۔ اسے طرخان کہا جاتا تھا۔ اس نے یہ سلطنت اپنے آباء واجداد سے حاصل کی تھی۔ وہ طوغاج میں مقیم تھا جو چین کے وسط کا شہر ہے۔ چنگیز خان باقی چھ خوانین (بادشاہوں) میں سے تھا۔ وہ صحرا نشین قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جو بہت شریف اور بہادر ہوتے تھے۔ اس کا موسم سرما کا پایہ تخت چین کے ایک مقام فارعون تھا۔

چنگیز خان کی بادشاہت: وہاں کا ایک اور خان (بادشاہ) تھا جس کا نام دوشی خان تھا۔ اس نے چنگیز خان کی بیوی (؟) سے شادی کر رکھی تھی۔ اتفاق سے وہ فوت ہو گیا اور چنگیز خان اس کی وفات کے دن موجود تھا۔ لہٰذا اس کی بیوی نے اس کے بجائے چنگیز خان کو وہاں کا بادشاہ بنا دیا اور اپنی قوم کو آمادہ کیا کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔

شہنشاہ چین: جب خان اعظم طرخان کو یہ اطلاع پہنچی تو اسے یہ ناگوار معلوم ہوا اور وہ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ جنگ میں اسے شکست ہوئی اور چنگیز خان کا ان علاقوں پر بدستور قبضہ رہا اور وہ زبردستی حکومت کرتا رہا۔ پھر باقی ماندہ چھ خوانین (بادشاہ) بھی فوت ہو گئے۔ لہٰذا چنگیز خان (چین کا) واحد حکمران ہو گیا اور وہی ان کا شہنشاہ مقرر ہوا۔ وہ خوارزم شاہ سے برسر پیکار رہا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

علاء الدین عطاء کا بیان: شہاب الدین ابن فضل اللہ کی کتاب میں صاحب علاء الدین عطاء کی روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''تاتاریوں کے ایک عظیم قبیلہ کا ایک بادشاہ تھا جو ازبک خان کے نام سے موسوم تھا۔ اس کی قوم بہت فرمانبردار تھی۔ چنگیز خان نے اس سے ملاقات کی تو اس بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بارگاہ بنا لیا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے لوگوں نے بادشاہ سے اس کے خلاف چغل خوری کی اور اس قدر شکایتیں کیں کہ وہ چنگیز خان کے خلاف ہو گیا مگر اس نے مخالفت کو پوشیدہ رکھا اور موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ازبک خان کی شکست: ایک دفعہ ازبک خان اپنے دو غلاموں پر سخت ناراض ہوا تو ان دونوں نے چنگیز خان سے پناہ

طلب کی اس نے ان دونوں کو پناہ دے کر انہیں سلامتی کی ضمانت دی۔ اس کے بعد ان دونوں نے اسے بادشاہ کے (مخالفانہ) رویہ سے مطلع کیا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اسے بادشاہ (ازبک خان) کے سخت حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے وہ (اپنی فوج کو لے کر) بھاگ گیا۔ مگر ازبک خان نے اپنی فوج کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ جب بادشاہ اس کے پاس پہنچ گیا تو چنگیز خان نے پلٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دے کر اس کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا۔

فوجی طاقت میں اضافہ: (اس جنگ کے بعد) دونوں بادشاہوں کے درمیان عداوت قائم ہوگئی اور چنگیز خان ازبک خان سے الگ ہو گیا۔ اب اس نے اپنے لشکر کو محبت اور الفت سے نوازا اور اس پر انعام و احسان کی بارش برسا دی یوں اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہو گیا اور مغلوں کے دو بڑے قبیلے اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ ان کے نام یہ تھے (۱) اورات (۲) منقورات۔ ان کی وجہ سے ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔

چنگیز خان نے ان دونوں غلاموں پر بھی بہت احسانات کیے۔ جنہوں نے اسے سلطان ازبک خان کے خطرہ سے آگاہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کا منصب بلند کیا اور جیسا کہ وہ چاہتے تھے اس کے مطابق اس نے ان کے لئے یہ تحریر معاہدہ لکھا کہ ان کی نو پشت تک (نسل در نسل) ان کا منصب برقرار رہے۔

تاتاری شہنشاہ: اس کے بعد اس نے سلطان ازبک خان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے لشکر تیار کیا اور اس کی مدد سے اس نے اسے شکست دے کر اسے قتل کر دیا اور تاتاریوں کی پوری سلطنت پر قابض ہو گیا اور مکمل تسلط کے بعد وہ چنگیز خان کے لقب سے موسوم ہو گیا۔ ورنہ اس کا نام تمرجین تھا۔

چنگیزی مجموعہ قوانین: چنگیز خان نے اپنی قوم کے لئے اصول سیاست میں ایک کتاب تحریر کرائی جس کا نام سیاست کبیرہ ہے۔ اس میں انتظام سلطنت اور حکمرانی کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں شرعی احکام کی طرح عام احکام و قوانین بھی مذکور ہیں۔

چنگیز خان نے یہ بھی حکم دیا کہ یہ کتاب اس کے خزانہ میں محفوظ رکھی جائے اور وہ اس کے (مخصوص) رشتہ داروں کے پاس محفوظ رہے۔ یہ کتاب اس کی مجوسی قوم اور اس کے آباؤ اجداد کے دین و مذہب کے مطابق تھی۔

وسیع سلطنت: اب چنگیز خان اور اس کی اولاد روئے زمین کی مالک بن گئی تھی اور اب اس کی سلطنت عراق، شمالی علاقہ اور ماوراء النہر کے ممالک میں مستحکم ہوگئی تھی بعد ازاں ان سلاطین میں سے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی سلاطین مسلمان ہو گئے اور وہ اسلام کے زمرہ میں شامل ہو گئے تا آنکہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

چنگیز خان کے جانشین

چنگیز خان کی اولاد بہت تھی جیسا کہ اس کے بدوانہ معاشرہ کا تقاضا تھا۔ مگر ان میں سے مشہور یہ چار ہیں: (۱) دوشی خان، اسے جرجی بھی کہا جاتا ہے (۲) چغتائی اسے کدائی بھی کہا جاتا ہے (۳) اوکدای یہ اوکتائی کے نام سے بھی موسوم ہے (۴) تولی اسے طولی بھی کہا جاتا ہے۔

ان میں سے پہلے تین فرزند ایک ماں سے ہیں (سگے بھائی ہیں) ان کی والدہ کا نام اوبومی بنت تیکی ہے۔ اس کا والد مغلوں کے امرائے کبار میں سے تھا۔ شمس الدین اصفہانی نے ان چاروں فرزندوں کو اس طرح بیان کیا ہے۔

(۱) جرجی (۲) کدائی (۳) طولی (۴) اوکدائی۔

سلطان ابوسعید کے سیکرٹری نظام الدین یحییٰ ابن الحلیم نور الدین عبدالرحمٰن العبادی کی روایت سے شہاب الدین بن فضل اللہ نے یوں بیان کیا ہے:

''کدائی چغتائی ہے اور جرجی طوشی ہے''۔

<u>سلطنت کی تقسیم</u>: جب چنگیز خان نے یہ ممالک فتح کیے تو اس نے یہ ممالک (اپنے فرزندوں میں) تقسیم کر دیئے۔ اس کے فرزند طوشی کو فیلاق سے لے کر بلغار تک کا علاقہ دیا گیا جسے دشت قپچاق بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی مملکت میں اران' ہمدان' تبریز' مراغہ اور عمیرلان کے علاقوں کا اضافہ کیا گیا۔ کتائی (دوسرے فرزند) کو آمد اور قاباق (؟) کا علاقہ دیا گیا جس کی تشریح ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔ اس نے اپنے اس فرزند کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

چغتائی (ططائی) کو ایقور سے لے کر سمرقند و بخارا اور ماوراء النہر کے ممالک دیئے۔ تولی (طولی) کے لیے کوئی علاقہ متعین نہیں کیا گیا۔ اس کے بھائی اوکتین توئی کو اجنت کے علاقے دیئے گئے مگر مجھے اس کا مفہوم (حدود) نہیں معلوم ہو سکا۔

جب چنگیز خان کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہو گئی تو وہ تخت نشین ہوا اور اپنے قدیم وطن کی طرف جو خطا اور ایقور کے درمیان تھا منتقل ہو گیا۔ اس کا وطن ترکستان اور کاشغر تھا۔ یہاں قراقوم کا شہر ہے جو اس کا پائے تخت تھا۔ اس کا یہ صدر مقام اس کی اولاد کے ممالک کے درمیان ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک دائرہ کا مرکز ہوتا ہے۔

اس کا سب سے بڑا فرزند طوشی تھا جسے دوشی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ چنگیز خان کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے یہ فرزند چھوڑے تھے۔

(۱) ناخوا (۲) برکۃ (۳) دادروہ (۴) طوفل۔ یہ ابن الحکیم کا بیان ہے شمس الدین نے یہ تحریر کیا ہے کہ (اس کی اولاد میں سے) صرف ناخوا اور برکۃ تھے۔

(اس کا دوسرا فرزند) طولی بھی اس کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا۔ وہ غزنی کے گرد و نواح میں جلال الدین خوارزم شاہ سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا تھا۔ اس نے یہ فرزند چھوڑے تھے۔

(۱) منکو قبلائی (۲) ازبیک (۳) ہلاکو۔

پائے تخت قراقوم کے سلاطین

ابن فضل اللہ نے بیان کیا ہے: ''جب چنگیز خان ہلاک ہو گیا تو اس کا فرزند اوکدائی تخت نشین ہوا اور دشت قپچاق اور اس سے متعلقہ علاقہ پر قابض ہوا۔ وہ اس کا سب سے چھوٹا فرزند تھا وہ قراقوم کے علاقے کی طرف منتقل ہو گیا جو ان کا اصلی مرکز تھا۔ اس نے اپنا مقبوضہ علاقہ دفرایاق اپنے فرزند کفود کو عطا کیا مگر کدائی جسے چغتائی بھی کہتے ہیں ماوراء النہر کی

سلطنت حاصل نہیں کر سکا۔

اس نے ناظو بن دوشی خان سے اران ،ہمدان ،تبریز اور مراغہ کا مطالبہ کیا اور اپنی طرف سے ایک حاکم کو بھیجا تا کہ وہ ان علاقوں سے ٹیکس وصول کرے اور وہاں کے حکام کو گرفتار کرے (اس سے پیشتر) ناظو نے انہیں تحریر کیا تھا کہ وہ اس کے حاکم کو گرفتار کرلیں چنانچہ انہوں نے اسے گرفتار کر کے ناظو کے پاس بھیج دیا۔اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔

جب کفود کو اس بات کا علم ہوا تو وہ چھ لاکھ کی فوج لے کر روانہ ہوا۔مگر ابھی منزل مقصود کی طرف پہنچنے میں دس منزلیں باقی تھیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اب قوم نے ناظو سے یہ درخواست کی کہ وہ تخت وتاج کا وارث بنے مگر اس نے انکار کیا اور اس مقصد کے لئے اس نے منگو خان بن تولی کو نامزد کیا اور اس کے پاس اور اس کے دونوں بھائیوں کے پاس جو اس کے ساتھ تھے۔قبلائی اور ہلاکو کو بھیجا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی برکتہ کی قیادت میں ایک لاکھ فوج بھیجی تا کہ وہ اسے تخت نشین کرانے میں مدد دے سکے۔

قبول اسلام: جب وہ (برکتہ) بخارا سے لوٹا تو اس کی ملاقات صوفیائے کرام کے شیخ کبیر نجم الدین کے ایک ساتھی شیخ شمس الدین باخوری سے ہوئی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے ان کے دست مبارک پر بیعت کر کے اسلام قبول کر لیا اور ان کے ساتھ اس کے (عقیدت مندانہ) تعلقات قائم ہو گئے۔شیخ موصوف نے اسے خلیفہ کی اطاعت کرنے پر آمادہ کیا اور اسے ترغیب دی کہ وہ خط وکتابت کر کے خلافت کی بیعت کر لے اور خلیفہ کو تحائف بھجوائے۔

چنانچہ (مغل سردار برکتہ) اور خلیفہ کے درمیان سفیروں کا تبادلہ ہونے لگا اور دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

منگو خان کی تخت نشینی: اب منگو خان تخت نشین ہو گیا تھا اس نے اپنے چچا چغتائی کی اولاد کو ماوراء النہر کا حاکم مقرر کیا۔ تاکہ چنگیز خان کی اس وصیت پر عمل ہو سکے کہ چغتائی کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا جائے۔مگر چغتائی حاکم بننے سے پہلے فوت ہو گیا۔

پھر اس کے پاس قزوین اور بلاد جبل کے باشندوں کا ایک وفد پہنچا۔اس نے یہ شکایت کی کہ اسماعیلی فرقہ وہاں فتنہ وفساد برپا کر رہا ہے۔لہٰذا اس نے اپنے بھائی ہلاکو کو ان کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے قلعوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے بھیجا۔اس نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور اپنے بھائی منگو خان کی طرف سے خلیفہ کے علاقوں پر اچھی طرح قبضہ کر لیا اور اس کے بھائی (منگو خان) نے اسے قابض رہنے کی اجازت دے دی۔

جب برکتہ کو یہ خبر ملی تو وہ اپنے بھائی ناظو پر ناراض ہوا جس نے منگو خان کو بادشاہ مقرر کرایا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ برکتہ اور خلیفہ مستعصم کے درمیان شیخ باخوری کی ہدایت کے مطابق دوستانہ تعلقات قائم تھے لہٰذا ناظو نے اپنے بھائی ہلاکو کو ہدایت کی کہ وہ اس اقدام سے باز آئے اور پیش قدمی نہ کرے۔

ملحدوں کی سرکوبی: ہلاکو کے پاس ناظو کے ایلچی اس وقت پہنچے جب کہ وہ ماوراء النہر کے علاقے میں تھا اور لشکر لے کر روانہ نہیں ہوا تھا لہٰذا کئی سالوں تک اس نے لشکر کشی نہیں کی تا آنکہ ناظو فوت ہو گیا اور اس کے بجائے برکتہ حاکم ہوا۔اس

وقت ہلاکو نے منگو خان سے دوبارہ (حملہ کرنے کی) اجازت طلب کی اور اس مقصد کے لئے وہ ملحدوں کی سرکوبی کے لئے خلیفہ کے علاقوں میں گھس گیا۔ اس نے ان ملحدوں کو شکست دے کر ان کے قلعوں کو فتح کر لیا اور ان کا صفایا کر دیا۔ اس نے اہل ہمدان پر بھی حملہ کیا اور انہیں تباہ کیا کیونکہ وہ برکتہ اور اس کے بھائی ناظو کے حامی تھے۔

ہلاکو کی شکست: پھر ہلاکو نے دشت قبچاق کی طرف پیش قدمی کی تو برکتہ بے شمار فوج لے کر اس کے مقابلے کے لئے آیا۔ جب فریقین میں جنگ ہوئی تو ہلاکو کے بے شمار سپاہی مارے گئے اور اس نے شکست کھائی۔ بعدازاں دریائے کر بین فریقین کے درمیان حائل ہو گیا اور ہلاکو اپنی مملکت کی طرف واپس چلا گیا۔ مگر دونوں کے درمیان عداوت مستحکم ہو گئی۔

سقوط بغداد: اس کے بعد ہلاکو بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ آخر کار وہ مشہور حادثہ (بغداد کی تباہی کا) رونما ہوا جس کا تذکرہ اس کے عہد حکومت کے حالات میں بیان ہو گا۔

اصفہانی کی روایت: ابن فضل اللہ نے شمس الدین اصفہانی کی روایت سے اپنی کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ ''ہلاکو خود مختار (بادشاہ) نہیں تھا۔ وہ اپنے بھائی منگو خان کی طرف سے نائب حاکم تھا۔ نہ تو اس کے نام کا کوئی سکہ ڈھالا گیا تھا اور نہ کسی سکے پر اس کے فرزند ابغا کا نام تھا۔ البتہ جب ارغو خود مختار حاکم ہو گیا تو اس نے صاحب تخت و تاج (مغل بادشاہ) کے نام کے ساتھ اپنا نام بھی کندہ کرایا تھا''۔

وہ مزید رقم طراز ہے: ''مغل تخت نشین (بادشاہ) کا فوجی افسر (کوتوال) اس وقت سے بغداد میں رہنے لگا تھا مگر جب قازان بادشاہ ہوا تو اس نے اس کوتوال کو نکال دیا تھا اور سکہ میں صرف اپنا نام ہی باقی رکھا۔ اس کا قول تھا: ''میں نے ہی یہ ملک بزور شمشیر فتح کیا ہے''۔

باغی جماعت: چنگیز خان کے افراد خاندان کی یہ رائے ہے کہ ہلاکو کی اولاد باغی جماعت ہے کیونکہ چنگیز خان نے (ان کے جد امجد) طولی (تولی) کو کسی علاقہ کا حاکم مقرر نہیں کیا تھا۔ اس نے منگو خان کو بھی جو بعد میں حاکم مقرر ہوا نائب حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ بعد میں منگو خان کو ناظو ابن دوشی نے تخت نشین کرایا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

مجہول النسب: وہ مزید رقم طراز ہے: ''قابل اعتماد حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ ہلاکو نے کسی ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جو اس کے حسب و نسب کی تحقیق کر سکے۔ کیونکہ اس نے اپنی سلطنت کے تحفظ کے لئے ایسے افراد قتل کرا دیئے تھے اور جو زندہ بچ نکلے تو وہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس وجہ سے اس کے نسب کا حال پوشیدہ رہا''۔

مغل سلاطین کی ترتیب: شمس الدین اصفہانی نے مغلوں کے ایک بڑے امیر کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے: ''سب سے پہلے چنگیز خان تخت نشین ہوا۔ پھر اس کا فرزند اوکدائی تخت پر بیٹھا۔ پھر اس کا فرزند کفود بن اوکدائی تخت نشین ہوا۔ پھر منگو خان بن طولی بادشاہ ہوا' پھر اس کا بھائی اریکان تخت نشین ہوا' پھر ان دونوں کا بھائی قبلائی بادشاہ ہوا' پھر دمرقائی تخت نشین ہوا۔ اسے تمرقائی بھی کہتے ہیں۔ پھر توبی کیزی (مغلوں کا) بادشاہ ہوا۔ پھر کیز قان ہوا۔ (آخر میں) سندمر دقان طرنالا ابن جنکمر بن قبلائی بن طولی تخت نشین ہوا''۔ یہاں پر ابن فضل اللہ کی تحریر ختم ہوئی ہے۔

فتح بلادِ روم: دوسری روایت یہ ہے کہ ''جب منگو خان تخت نشین ہوا تو اس نے بلادِ روم پر حملہ کرنے کے لئے ایک مغل سردار بیکو کی قیادت میں تاتاری لشکر بھیجا اس نے قلیج ارسلان کی اولاد کے قبضہ سے بلادِ روم کو نکال لیا۔ جیسا کہ اس خاندان کے حالات میں مذکور ہے یوں یہ علاقہ مغلوں کے تسلط میں آ گیا تا آنکہ مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

منگو خان کی وفات: اس کے بعد منگو خان نے اپنے بھائی قبلائی خان کو خان کا عہدہ دے کر اس کی قیادت میں ایک لشکر مملکت خطا کی طرف بھیجا پھر خود بھی (لشکر لے کر) اس کے پیچھے روانہ ہوگیا اور قراقوم کے تخت پر اپنے دوسرے بھائی ازبک کو جانشین بنایا۔ مگر راستے ہی میں مملکت غور میں دریائے طائی کے قریب ۶۵۲ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد ازبک تخت نشین ہوا اور جب قبلائی خان مملکت خطا سے واپس آیا تو ازبک نے لشکر کشی کر کے شکست دے کر اسے بھگا دیا۔ اس کے بعد اس نے مال غنیمت پر خود قبضہ کر لیا اور اپنے بھائیوں اور قوم کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا۔ اس لئے وہ قبلائی خان کے حامی ہوگئے انہوں نے اس کو بلوایا تو اس نے آ کر اپنے بھائی ازبک سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اسے قید کر دیا۔ اس کے بعد غانیہ میں اس کی حکومت مستحکم ہوگئی۔

قبلائی خان کی حکومت: جب ہلاکو شام کو فتح کر چکا تو اسے یہ اطلاع ملی تو وہ وہاں سے لوٹ گیا کیونکہ اسے غانیہ کی حکومت کی توقع تھی جب وہ دریائے جیحون کے قریب پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ اس کا بھائی قبلائی خان غانیہ میں مستحکم حکومت قائم کر چکا ہے اور وہ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا اس نے مصالحت کر لی اور اپنے مقبوضہ علاقے پر قانع ہو کر عراق لوٹ آیا۔

قیدو کی فتح: قبلائی خان کے آخری عہد حکومت میں ۶۵۷ھ میں سابق بادشاہ اوکدائی کے کسی فرزند نے اس کے خلاف بغاوت کی وہ قیدو بن قاشی بن کفود بن اوکدائی تھا۔ اس کے ساتھ قبلائی خان کے کچھ سردار بھی شامل ہوگئے اور انہوں نے اسے اس مقصد کے لئے ورغلایا تو وہ لشکر لے کر روانہ ہوا۔ قبلائی خان نے اپنے فرزند تمغان کی قیادت میں فوج مقابلہ کے لئے بھیجی، مگر قیدو نے اسے شکست دے دی۔ تمغان بھاگ کر اپنے والد کے پاس پہنچا تو وہ اس پر سخت ناراض ہوا اور اسے نکال کر مملکت خطا کی طرف بھگا دیا جہاں وہ فوت ہوگیا۔

قبلائی خان کی وفات: اس کے بعد قبلائی قیدو پر غالب آ گیا۔ اس زمانے میں سلاطین ماوراء النہر چغتائی خاندان کے ایک فرزند براق بن سنقف نے چنگیز خان کی وصیت کے مطابق ماوراء النہر کے علاقے کو فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔

صاحب تخت و تاج قبلائی خان ۶۸۸ھ میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا فرزند سرتموق بادشاہ ہوا۔

چنگیز خان کی اولاد میں سے قراقوم کے تخت پر جو سلاطین جاگزین ہوگئے تھے ان کے بارے میں ہمیں اسی قدر حالات معلوم ہوتے ہیں۔

چغتائی خاندان کی سلطنت

ترکستان، کاشغر اور ماوراء النہر کا علاقہ اسلام سے پہلے کے عہد میں ترکوں کی پہلی سلطنت تھی جب ترکستان اور کاشغر کے ترک سلاطین مسلمان ہوئے تو وہ وہیں رہنے لگے تھے اور بنو سامان بخارا اور سمرقند کے خود مختار حاکم ہوگئے تھے۔

ان کے بعد سلجوقی اور تا تاری حکام بھی وہیں سے نمودار ہوئے۔

جب چنگیز خان نے ان علاقوں کو فتح کیا تو اس نے وصیت کی کہ یہ مملکت اس کے فرزند چغتائی کو دی جائے۔ مگر اس کی زندگی میں اس کی تکمیل نہیں ہوسکی اور چغتائی یہاں کا حاکم بننے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔

جب منکو خان بن طولی (تولی) تخت نشین ہوا تو چنگیز خان کی وصیت کی تکمیل کے لئے اس نے اپنے چچا چغتائی کی اولاد کو ماوراء النہر کا حاکم مقرر کیا اور منکو خان حاکم ہوا۔ جب منکو خان فوت ہوگیا تو اس کے بھائی ہلاکو نے اس کے فرزند مبارک شاہ کو حاکم مقرر کیا۔ پھر قیدو بن قاشی نے ان کے قبضے سے ماوراء النہر کی سلطنت کو چھین لیا۔ اس کا دادا کفوک (؟) صاحب تخت وتاج بادشاہ تھا۔ وہ اوکدائی بن چنگیز خان کا فرزند تھا اور منکو خان اس کے بعد بادشاہ ہوا تھا۔

قیدو کی حکومت: جب قیدو اس علاقہ کا حاکم ہوگیا تو اس نے صاحب تخت وتاج بادشاہ قبلائی کے خلاف جنگ کی۔ چنانچہ فریقین میں جنگ ہوتی رہی۔ اس اثناء میں قبلائی نے چغتائی کے فرزندوں کو اپنا ملک واپس لینے میں امداد دی اور اسی خاندان میں سے براق بن ستقف کو حاکم مقرر کر کے اسے فوجی اور مالی امداد دی۔ چنانچہ وہ قیدو بن قاشی پر غالب آ گیا اور اپنے آباؤ اجداد کی سلطنت کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔

چغتائی حکام: اس کے فوت ہونے کے بعد دوا یہاں کا بادشاہ مقرر ہوا۔ اس کی موت کے بعد اس کے چاروں فرزند یکے بعد دیگرے حاکم ہوئے۔ ان کے نام (بہ ترتیب حکومت) یہ ہیں (۱) کجک (۲) اسعاد (۳) کبک (۴) انجکدائی۔

ان چاروں کے بعد دواتمر بادشاہ ہوا۔ پھر ترماشیرین بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد قوزون بن ارماکان (ماوراء النہر کا) بادشاہ مقرر ہوا جو منکو خان بن چغطائی (چغتائی) کا پوتا تھا۔ اس اثناء میں کچھ افراد نے زبردستی سلطنت پر قبضہ کرلیا تھا مگر وہ حکومت برقرار نہیں رکھ سکے۔ ان میں سے ایک کا نام یسماور بن ارکتم بن بغاتمر بن براق تھا۔

بہر حال ترماشیرین کے بعد چغتائی خاندان کی سلطنت ڈانواں ڈول رہی تا آنکہ ان میں سے جنقصو بن دواتمر بن طوا بن براق بن ستقف بادشاہ مقرر ہوا۔

مجوسی خاندان: یہ سارا خاندان مجوسی مذہب کا پابند تھا اور آفتاب کی پرستش کرتا تھا۔ بالخصوص وہ چنگیز خان کے دین و مذہب پر عمل پیرا تھا جسے بخشیہ مذہب کہا جاتا تھا۔ چغتائی خاندان اس مسلک پر سختی سے عمل کرتا تھا اور اس کی سیاسی پالیسی وہی تھی جو صاحب تخت وتاج مغل بادشاہوں کی تھی۔

ترماشیرین کا قبول اسلام: چغتائی خاندان میں سے جب ترماشیرین بادشاہ ہوا تو وہ ۷۲۵ھ میں مسلمان ہوگیا۔ اس نے جہاد بھی کیا اور جو (مسلمان) سوداگر وہاں آمد ورفت رکھتے تھے وہ ان کی تعظیم کرتا تھا (اس سے پہلے) اس ملک میں مصری تاجروں کا داخلہ ممنوع تھا مگر جب انہیں یہ اطلاع ملی تو وہ اس کے ملک پہنچنے لگے (جب وہ واپس جاتے تھے تو) تو وہ وہاں اس کی تعریف کرتے تھے۔

امیر تیمور کا ظہور: جب تمام علاقوں میں چنگیز خان کی اولاد کی سلطنتیں ختم ہوگئیں تو اسی چغتائی خاندان میں سے سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقے میں ایک بادشاہ نمودار ہوا۔ جس کا نام تمر (تیمور) تھا۔ ہمیں نہیں معلوم ہے کہ اس کا سلسلۂ نسب وہاں

تک کیسے پہنچا ہے کیونکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ چغتائی خاندان سے نہیں تھا بلکہ اس نے ان کے سلاطین کی نسل میں سے ایک بچے پر قبضہ کر رکھا تھا جس کا نام طغتمش یا محمود تھا۔ اس کے والد کی موت کے بعد اس کا نام (سلطان کی فہرست میں) شامل کر لیا گیا تھا اور وہ اس پر غالب آ گیا تھا اور اس نے (اپنے آپ کو) ان کے امراء میں مشہور کر دیا تھا۔

نامعلوم نسب: مجھ سے ایک چینی باشندے نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کا باپ بھی خودمختار امیر اسی کی طرح تھا تاہم مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آیا وہ چغتائی خاندان کا خالص النسب فرد تھا یا وہ ان کے حامیوں اور حلیفوں میں سے تھا۔

تیمور کی فتوحات: فقیہ برہان الدین خوارزمی نے جو خوارزم کا بڑا عالم اور معزز سردار تھا مجھے یہ بتایا: ”جب ابتداء میں یہ بادشاہ (تیمور) نمودار ہوا تو بخارا میں ایک مغل سردار تھا جو حسن کے نام سے موسوم تھا اور خوارزم میں بھی سرائے کے صاحب تخت و تاج سلاطین میں سے ایک شخص تھا جو حاجی حسن صوفی کے نام سے مشہور تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے اس نے بخارا پر لشکرکشی کی اور حسن کو شکست دے کر بخارا کو فتح کر لیا۔ پھر وہ خوارزم پر حملہ آور ہوا اور حاجی حسن صوفی کے ساتھ اس کی طویل جنگیں ہوتی رہیں۔ اس نے کئی مرتبہ وہاں کا محاصرہ کیا۔

فتح خراسان: جنگ کے دوران حسن صوفی فوت ہو گیا اور اس کا بھائی یوسف اس کا جانشین ہوا تو تمر نے اسے شکست دے کر خوارزم فتح کر لیا اور طویل محاصرہ کر کے اسے تباہ و برباد اور ویران کر دیا۔ بعد ازاں اس نے تباہ شدہ حصہ کو تعمیر کر دیا۔ اس طرح ماوراء النہر کی مملکت اس کے زیر نگین ہو گئی تو اس نے بخارا کو پایۂ تخت مقرر کیا۔ پھر اس نے خراسان کی طرف لشکرکشی کی اور ہرات کے حاکم کو شکست دے کر اسے فتح کر لیا۔ ہمارے خیال میں ہرات کا حاکم غوری خاندان کی یادگار تھا۔

فتح مازندران و توریز: (تیمور) اس کے بعد مازندران کی طرف لشکر لے کر روانہ ہوا وہاں وہ اس کے حاکم شیخ ولی کے ساتھ طویل جنگیں لڑتا رہا آخر کار ۷۸۵ھ میں اس نے فتح حاصل کی اور شیخ ولی توریز کی طرف بھاگ گیا۔ تمر نے ۷۸۸ھ میں توریز بھی فتح کر لیا اور شیخ ولی یہاں کی جنگ میں مارا گیا۔

اس کے بعد اس نے شہر اصفہان پر حملہ کیا۔ اہل اصفہان نے مجبوراً (بادل نخواستہ) اطاعت کی تاہم اس کی قوم اور خاندان کے ایک بڑے سردار نے جس کا نام معز الدین تھا اس کی مخالفت کی اور سرائے کے تخت نشین طغتمش (مغل بادشاہ) نے اسے امداد فراہم کی اس لیے اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور اس کے ساتھ جنگ کرتا رہا تا آنکہ اس نے اسے شکست دے کر اس کے نام و نشان مٹا دیے اور طغتمش (تخت نشین بادشاہ) نے اس کے مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

فتح بغداد: تیمور نے ۷۹۵ھ میں بغداد پر حملہ کیا تو وہاں کا بادشاہ احمد بن اویس بن شیخ حسن جو خاندان ایلکانی کے بعد وہاں کا زبردستی بادشاہ بن گیا تھا۔ بغداد سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد احمد بن اویس شام ۷۹۶ھ میں پہنچ گیا۔ یوں تمر (تیمور) نے بغداد اور الجزیرہ کو دریائے فرات تک فتح کر لیا۔

تاتاری بادشاہ کو شکست: اب مصر کا بادشاہ اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا اور دریائے فرات کے قریب پہنچ گیا۔ مگر تیمور نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ پیچھے ہٹ کر وہ کردوں کے قلعوں اور بلاد روم کی طرف چلا گیا اور آذربائیجان اور الابواب

کے درمیان قراباغ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس اثنا میں تخت نشین بادشاہ طغتمش اپنے ملک کی طرف واپس چلا گیا۔ لہٰذا تیمور نے ۷۹۰ھ میں اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور اسے شکست دے کر اسے تمام ممالک سے نکال باہر کیا۔ اس سال کے آخر میں یہ اطلاع آئی کہ اس نے طغتمش کو مکمل شکست دے کر اسے قتل کر دیا ہے اور اس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اور موجودہ زمانے تک وہ اسی حال میں ہے۔

اہل نجم کی روایت ہے کہ تیمور کے ظہور کی تاریخ لفظ عذب سے نکلتی ہے یعنی جمل کے حساب سے اس لفظ سے ۷۷۲ھ تاریخ نکلتی ہے۔

خاندان دوشی خان کے سلاطین

چنگیز خان نے اپنے فرزند دوشی خان کو خوارزم اور دشت قبچاق کا حاکم مقرر کیا تھا یہ شمالی علاقے کی وسیع مملکت ہے جو خوارزم سے شروع ہو کر نار کند صغد اور صرائی سے گزرتی ہوئی شہر ماجری اران سرادق بلغار باشقرد اور جدلمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسی مملکت کے حدود میں شروان کے علاقے کا شہر بالو بھی ہے جہاں لوہے کا پھاٹک ہے جو دمرقفو کے نام سے موسوم ہے اس مملکت کا جنوبی علاقہ قسطنطنیہ کے حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں شہر بہت کم ہیں مگر آبادی اور عمارتیں بہت ہیں۔

دوشی اور ناطوخان: اس مملکت کا جو سب سے پہلا تاتاری بادشاہ مقرر ہوا وہ دوشی خان تھا۔ جب دوشی خان فوت ہوا تو اس کا جانشین اس کا فرزند ناطوخان ہوا۔ اسے صاہر خان بھی کہتے ہیں۔ اس کا مفہوم حملہ آور بادشاہ ہے۔ وہ اس مملکت کا ۶۵۰ھ تک بادشاہ رہا اور اسی سن میں وہ فوت ہو گیا۔

جب ناطوفوت ہوا تو اس کا بھائی طرطو بادشاہ ہوا۔ وہ صرف دو سال تک بادشاہ رہا اور ۶۵۲ھ میں فوت ہو گیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بھائی برکتہ بادشاہ مقرر ہوا۔ ابن فضل اللہ نے ابن الحکیم کی روایت کے مطابق ان کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

ابوالفداء کا بیان: حاکم حماۃ (ابوالفداء) المؤید نے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے: ''جب طرطو فوت ہوا تو اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ البتہ اس کے بھائی ناطوخان کے دو لڑکے تھے' ان میں سے ایک کا نام تدان اور دوسرے کا برکتہ تھا۔ تدان سلطنت کا امیدوار تھا مگر ارکان سلطنت نے اس کے بجائے برکتہ کو سلطان مقرر کیا۔ جب ہلاکو نے عراق فتح کیا تو تدان کی والدہ ہلاکو کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوئی تاکہ وہ اسے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ (ہلاکو) اس کی قوم کا بادشاہ بن جائے مگر راستے ہی میں اسے روک لیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ یوں برکتہ ہی اپنی مملکت کا سلطان برقرار رہا''۔

برکتہ کی حکومت: اس روایت میں المؤید (ابوالفداء) نے برکتہ کو ناطوخان بن دوشی خان کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن الحکیم نے جیسا کہ ابن فضل اللہ نے بیان کیا ہے اسے براہ راست دوشی خان کا فرزند بتایا ہے۔

اسلام لانے کا واقعہ: (ابوالفداء) المؤید نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ برکتہ شیخ نجم الدین کے ساتھی شیخ شمس الدین باخوری کے دست مبارک پر مسلمان ہوا۔ اس زمانے میں شیخ باخوری بخارا میں مقیم تھے۔ لہٰذا انہوں نے اسے دعوت اسلام

دی تو وہ مسلمان ہوا۔..........

پھر برکۃ نے شیخ ....

موصوف سے ملاقات کے لئے سفر کیا تو شیخ موصوف نے اسے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ جب ان کے ساتھیوں نے بہت اصرار کر کے اجازت حاصل کی تو وہ ملاقات کے لئے داخل ہوا اور اسلام کے لئے تجدید بیعت کی۔

مدارس و مساجد کی تعمیر: شیخ موصوف نے برکت سے یہ عہد لیا کہ وہ نہ صرف کھلم کھلا اظہار اسلام کرے گا بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام لانے کی ترغیب دے گا چنانچہ اس نے اپنی قوم کو بھی مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ اس لئے اپنی سلطنت کے تمام شہروں میں مساجد اور مدارس تعمیر کرائے اور علماء وفقہاء کو مقرب بارگاہ بنایا اور انہیں انعام واکرام سے نوازنے لگا۔

(ابوالفداء) المؤید کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برکۃ اپنی بادشاہت کے زمانے میں مسلمان ہوا۔ مگر ابن الحکیم کی اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے بھائی ناطو کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا تھا۔ چونکہ ہمیں مغلوں کی سلطنت کی کوئی (مستند) تاریخ نہیں ملی جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لئے یہ صرف ہماری رائے اور اجتہاد ہے۔

برکۃ کے دیگر حالات: بعد کے واقعات حاکم حماۃ المؤید (ابوالفداء) کی تاریخ سے ماخوذ ہیں جو مظفر بن شہنشاہ بن ایوب کی اولاد سے تھا۔ وہ رقم طراز ہے:

> ''پھر برکۃ نے اپنے عہد حکومت میں اپنے بھائی ناطو کو جہاد کے لئے مغربی علاقے کی طرف بھیجا اس نے الالمان (جرمنی؟) کے فرنگی بادشاہ سے جنگ کی جس میں اسے شکست ہوئی اور وہ لوٹ آیا۔ پھر وہ اسی رنج و افسوس میں مرگیا۔''

ہلاکو کی سازش: اس کے بعد برکۃ اور صاحب تخت وتاج قبلائی کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور برکۃ نے قبلائی کی عملداری میں سے خاقانیہ کا علاقہ چھین لیا اور اس کا حاکم اپنے بھائی ناطو کے بیٹے سرخاد کو مقرر کیا۔ وہ عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ ہلاکو نے اس کے ساتھ یہ سازش کی کہ وہ اپنے چچا برکۃ کے خلاف باغی ہو کر صاحب تخت قبلائی کی حمایت کرے۔ اس کے بدلے میں وہ خاقانیہ کے علاوہ جو علاقہ وہ چاہے گا اسے جاگیر میں مل جائے گا۔

برکۃ کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سرخاد اسے زہر دے کر قتل کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کے بجائے اپنے بھائی کو خاقانیہ کا حاکم مقرر کیا۔

ابغا کی شکست: ہلاکو نے سرخاد کا انتقام لینا چاہا۔ چنانچہ ۶۶۱ھ میں دریائے آمد کے قریب ہلاکو اور برکۃ کے درمیان جنگ ہوئی۔ پھر ہلاکو ۶۶۳ھ میں مرگیا اور اس کا فرزند ابغا (اباقا) اس کا جانشین ہوا تو وہ بھی برکۃ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ برکۃ نے ستتائی بن بایقان بن جغطائی اور نوغیۃ ابن تتر بن مغل بن دوشی خان کی قیادت میں (فوجیں) اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجیں۔ جب فریقین میں مقابلہ ہوا تو ستتائی پسپا ہوا اور شکست کھا کر واپس آیا مگر نوغیۃ نے ابغا کو شکست دی اور اس کی فوجوں کا صفایا کر دیا۔

یوں برکۃ پر نوغیۃ کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ ستتائی پر سخت ناراض ہوا اور اس کی قدر ومنزلت جاتی رہی۔ آخر کار برکۃ

۶۶۵ھ میں فوت ہو گیا۔

منگو تمر بن طغان بن ناطو خان

جب برکہ فوت ہوا تو اس کے بجائے شمالی سلطنت کے تخت پر منگو تمر بن طغان بیٹھا' اس کا عہد حکومت طویل رہا۔ اس نے قسطنطنیہ کے بادشاہ اشکر کے ساتھ کسی رنجش کی وجہ سے اس کے ملک پر ۶۷۰ھ میں لشکر کشی کی' مگر بادشاہ نے اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا اس لئے وہ واپس آ گیا۔

اس نے ۶۸۰ھ میں ابغا بن ہلاکو کو امداد دینے کے لئے شام پر فوج کشی کی۔ وہ خود بلادِ روم کے علاقہ البلستین اور قیساریہ کے درمیان مقیم ہوا۔ پھر وہ دربند سے گزر کر ابغا کے پاس پہنچا جو رحبہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ پھر اس نے اس کے بھائی منگو تمر بن ہلاکو کے ساتھ (شام کے علاقہ) حماۃ کی طرف پیش قدمی کی تو وہاں کے لوگوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ مصر و شام کا بادشاہ منصور قلاون بھی دمشق سے ان کے مقابلے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا اور حمص کے باہر نبرد آزما ہوا' اس کا نتیجہ تاتاری بادشاہوں کے برخلاف برآمد ہوا۔ ان کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور (جو باقی بچے وہ) گرفتار کر لئے گئے۔ ابغا رحبہ کے محاذ سے بھاگ نکلا اور تاتاری فوجیں شکست کھا کر اپنے وطن واپس چلی گئیں۔

تدان کی حکومت: اس جنگ کے بعد شمالی سلطنت کا بادشاہ منگو تمر فوت ہو گیا اور منگو تمر بن ہلاکو بھی ۶۸۱ھ میں فوت ہو گیا۔ منگو تمر کے بعد اس کا فرزند تدان بادشاہ ہوا اور وہ سرائے (صرای) کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے پانچ سال حکومت کی' پھر وہ راہب بن گیا اور تخت و سلطنت سے دست بردار ہو کر مشائخ اور درویشوں کی صحبت میں رہنے لگا۔

قلابغا کا عہد حکومت: جب تدان بن منگو تمر راہب بن گیا اور اپنے ملک سے نکل گیا تو اس کا بھائی قلابغا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے الکرک کے علاقے پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اس نے نوغیہ بن تتر سے بھی تعاون کی درخواست کی جو شمالی سلطنت کے ایک حصہ کا خود مختار حاکم تھا لہٰذا وہ بھی اپنی فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ یوں ایک لشکر جرار روانہ ہوا اور وہ سب الکرک کے علاقے میں گھس گئے انہوں نے حملہ کر کے فتنہ و فساد برپا کیا' مگر چونکہ موسم سرما آ گیا تھا اس لئے انہیں وہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ چونکہ تاتاری سلطان نے ایسے علاقے پر قبضہ کیا تھا جو جنگل و بیابان پر مشتمل تھا اس لئے وہاں اس کی فوجوں کا بہت بڑا حصہ تباہ و برباد ہو گیا جس کا باعث سخت سردی اور بھوک تھی اور وہ اپنے مویشی اور (سواری کے) جانور کھانے پر مجبور ہوئے۔

نوغیہ سے بدگمانی: چونکہ نوغیہ قریبی راستہ سے روانہ ہوا تھا اس لئے وہ اپنی عملداری میں صحیح و سالم اور بخیر و عافیت واپس آ گیا اور وہ ان مصائب کا شکار نہیں ہوا۔ اس پر سلطان نے اس کے معاملے میں سستی اور غفلت اختیار کرنے کا الزام لگایا۔ اس سے پہلے بھی وہ اس کے ظلم و استبداد کی وجہ سے ناراض تھا کیونکہ اس نے کنجک کی بیوی کو بھی قتل کر دیا تھا جو اس کے باپ اور بھائی کے عہد میں بھی صاحب اقتدار تھی۔ اس نے نوغیہ سے شکایت کی تو اس نے حکم دیا کہ اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا جائے نیز اس نے اس سردار کو بھی قتل کر دیا جو اس عورت کی خدمت پر مامور تھا' اس کا نام بیطرا تھا۔ ان واقعات کی وجہ

نے قلابغا اس کا مخالف ہو گیا اور اس نے عزم مصمم کر لیا کہ وہ اسے اچانک قتل کر دے گا۔

قلابغا کا قتل: چنانچہ جب اس نے یہ منصوبہ تیار کر لیا تو اس نے نوغیہ کو بلوایا۔ نوغیہ کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لئے اس نے سلطان کی خیر خواہی اور ہمدردی کا بے حد اظہار کیا۔ اس نے اس کی والدہ کو لکھا کہ وہ سلطان سے تنہائی میں خیر خواہی کی باتیں کہنا چاہتا ہے۔ ....

.... لہٰذا اس کی

....

والدہ نے سلطان کو اس منصوبہ سے باز رکھا اور اسے آمادہ کیا کہ وہ اسے بلوا کر نصیحت کی باتیں سنے۔

چنانچہ نوغیہ کو بلوایا گیا۔ اس نے سلطان قلابغا کے بھائیوں کو (اپنے ہمراہ چلنے کے لئے) جو اس کے حامی تھے ان میں طغطائی' بولک' صرائی اور تدان شامل تھے جو منگوتمر بن طغان کے فرزند تھے وہ اس کے ساتھ گئے مگر جب سلطان قلابغا اپنے فوجی دستے کے ساتھ نوغیہ سے ملاقات کرنے کے لئے اچانک پہنچا تو وہ (اس کے بھائی) دور ٹھہر گئے۔ نوغیہ نے اپنے سپاہیوں کو کمین گاہ میں چھپا دیا تھا۔ جب دونوں میں ملاقات ہوگئی تو وہ دونوں تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے اس کے بعد (نوغیہ کے) پوشیدہ سپاہی کمین گاہوں سے نکل آئے اور انہوں نے سلطان کو محاصرہ میں لے کر مار ڈالا۔ قتل کا یہ واقعہ ۶۹۰ھ میں ہوا۔

طغطائی کی حکومت: سلطان قلابغا کو قتل کرتے ہی اس کے بجائے طغطائی کو سلطان بنایا گیا اور نوغیہ اپنے علاقے کی طرف واپس چلا گیا۔ اس نے طغطائی کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ ان تمام امراء کو قتل کر دے جنہوں نے قلابغا کے ساتھ مل کر اس کے قتل کی سازش کی تھی۔ چنانچہ طغطائی نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ پھر وہ بھی نوغیہ سے بدگمان ہو گیا' کیونکہ وہ ظلم واستبداد کے طریقہ پر بدستور قائم رہا۔ اس لئے طغطائی اس سے متنفر ہو گیا اور ان دونوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی گئی۔

طغطائی کی شکست: جب ارکانِ سلطنت بھی نوغیہ کے پاس پہنچنے لگے تو وہ انہیں طغطائی کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ ان امراء میں سے طاز بن منجک کے ساتھ اس نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ آخر کار (سلطان طغطائی) اس سے (جنگ کرنے کے لئے) روانہ ہوا۔ جب نوغیہ سے اس کا مقابلہ ہوا تو اس نے سلطان کو شکست دی۔ راستے میں دریائے تل حائل تھا لہٰذا اس کے بہت سے سپاہی دریا میں غرق ہو گئے۔ نوغیہ ان کے تعاقب سے باز رہا اور شمالی علاقوں پر قابض ہونے کے لئے اس نے اپنے بیٹے قراجا ابن ططشتر کو ۶۷۲ھ میں قرم کے شہر کی حکومت دے دی تھی۔ چنانچہ وہ وہاں سے مالیانہ وصول کرنے کے لئے پہنچا تو لوگوں نے اس کی ضیافت کی' مگر رات کے وقت سازش کر کے اسے مار ڈالا۔ لہٰذا نوغیہ نے قرم کے علاقے کی طرف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ انہوں نے وہاں جا کر تباہی مچا دی اور اس علاقے کے آس پاس کے تمام گاؤں اور جاگیریں لوٹ لیں اور سارے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا۔

نوغیہ کا قتل: نوغیہ پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت ایثار اور رواداری سے کام لیتا تھا' مگر جب وہ خود مختار ہو گیا تو اس نے اپنے فرزند کا مرتبہ اپنے ساتھی امراء سے بڑھ کر مقرر کیا۔ اس کے ہمرکاب مغل شہزادوں میں سے ایاجی بن قرمش اور اس کا بھائی قراجا تھے۔ لہٰذا جب اس نے اپنے فرزند کو ان پر ترجیح دی تو وہ دونوں اپنی قوم کو لے کر طغطائی کے پاس چلے گئے۔

نوغیہ کے فرزند نے ان کا تعاقب کیا اور ان میں سے کچھ واپس آ گئے مگر باقی وہیں رہ گئے۔ لہٰذا نوغیہ کے فرزند نے ایاجی اور قراجا کے ان ساتھیوں کو قتل کرا دیا جو واپس آ گئے تھے اس پر وہ مغل امراء بہت ناراض ہوئے جو اس کے ساتھ تھے وہ بھی طغطائی کے پاس پہنچ گئے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ نوغیہ سے جنگ کرے۔ چنانچہ اس نے فوج اکٹھی کی اور ۶۹۹ھ میں فوج لے کر کوکان بک کے مقام پر پہنچ گیا۔ وہاں نوغیہ اور اس کے فرزند کے لشکر کو شکست ہوئی اور نوغیہ میدان جنگ میں مارا گیا۔

جب اس کا سر طغطائی کے پاس لایا گیا تو اس نے اس کے قاتل کو یہ کہہ کر قتل کر دیا "رعایا خود سلطان کو قتل نہیں کرتی"۔

اس کے بعد نوغیہ کا جنگی خیمہ لوٹا گیا اور ان کے جنگی اسیروں کو دنیا کے مختلف حصوں میں فروخت کر دیا گیا۔ چنانچہ مصر میں بھی ان غلاموں کی ایک جماعت فروخت کی گئی جو وہاں فوج میں بھرتی کی گئی۔

نوغیہ کے جانشین: جب نوغیہ ہلاک ہوا تو اس کا فرزند جکاء اس کا جانشین ہوا اس کے بھائی نے اس کی مخالفت کی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ لہٰذا اس کے ساتھی اس سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے اسے اچانک قتل کرنے کا عزم مصمم کیا۔ اس کام کے لئے اس کا نائب طنرلجای اور اس کا بہنوئی جو اس کی بہن بطاز بن منکک کا شوہر تھا، مقرر ہوا۔ جب اس کی اطلاع اسے موصول ہوئی تو اس وقت وہ لاز اور روس کے علاقے میں جہاد کرنے گیا ہوا تھا۔ وہ (یہ خبر سنتے ہی) نہایت تیزی کے ساتھ اپنے علاقے میں واپس آ گیا۔ پھر اس کی فوجیں بھی اس کے پاس پہنچ گئیں تو اس نے ان دونوں کے خلاف جنگ کر کے انہیں شکست دے دی۔

مستحکم سلطنت: پھر طغطائی نے جکاء بن نوغیہ کے برخلاف ان دونوں کو فوجی امداد بہم پہنچائی تو اسے شکست ہو گئی اور وہ اولاق کے شہروں کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے کوشش کی کہ بلاد اولاق کے کسی قلعہ میں محصور ہو جائے وہاں اس کا بہنوئی بھی تھا قلعہ کے حاکم نے اسے گرفتار کر کے طغطائی کے پاس بھیج دیا۔ اس نے ا۷۰ھ میں اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کا بھائی طرائی اور اس کا فرزند قراکسک بچ نکلے تھے اور وہ دونوں کہیں بھاگ گئے تھے لہٰذا اب طغطائی کے لئے میدان مخالفوں اور باغیوں سے خالی ہو چکا تھا اور اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی عملداری کو اپنے بھائی صرائی بغا اور اپنے دونوں فرزندوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس نے منکلی بغا کو باب الحدید کے قریب دریا لنا کے علاقے کا حاکم مقرر کیا۔

سازش کا انسداد: اس عرصے میں صرائی بن نوغیہ اپنے (پوشیدہ) مقام سے نکل کر طغطائی کے بھائی صرائی بغا کے پاس پہنچا اور اس سے پناہ طلب کی۔ چنانچہ اس نے اسے پناہ دے کر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب وہ بے تکلف ہوا تو اس نے اپنے دل کا راز کھولا اور اسے اپنے بھائی طغطائی کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا۔ اس زمانے میں ان دونوں کا بڑا بھائی ازبک زندہ تھا اور وہ طغطائی کے پاس رہتا تھا۔ لہٰذا صرائی بغا سوار ہو کر اس کے پاس گیا تا کہ وہ اس (بغاوت) کے معاملے میں اس سے گفت وشنید کرے۔ اس نے اس منصوبے کی مخالفت کی اور اپنے بھائی طغطائی کو اس سے مطلع کر دیا تو اس نے فوراً اپنے بھائی صرائی بغا اور صرائی بن نوغیہ دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کو قتل کرا دیا اور اپنے بھائی صرائی بغا کی حکومت بھی اپنے فرزند ایل بہادر کے سپرد کر دی۔

پھر اس نے قراکسک بن نوغیہ کی تلاش میں فوج بھیجی مگر وہ شمالی ممالک کی طرف دور دراز علاقے میں چلا گیا اور

وہاں کے کسی بادشاہ کے پاس پناہ گزین ہو گیا تھا۔

۷۰۹ھ میں اس کا بھائی بذالک اور اس کا فرزند ابل بہادر بھی فوت ہو گیا اور ۷۱۳ھ میں طغطای بھی فوت ہو گیا۔

ازبک بن طغرلجای بن منگوتمر

جب طغطای فوت ہو گیا تو اس کے نائب السلطنت قطلتمر نے ازبک کو جو اس کے بھائی طغرلجائی کا فرزند تھا۔ اس کے والد طغرلجائی کی بیگم خاتون تنوخالون کے مشورہ سے بادشاہ مقرر کیا۔ اس نے اسے اسلام لانے کی ترغیب دی' چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور نماز پڑھنے کے لئے اس نے مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اس کے ایک امیر نے اس کی مخالفت کی تو اس نے اسے قتل کرا دیا۔

سلطان مصر سے تعلقات: سلطان طغطای اور سلاطین مصر کے درمیان تعلقات قائم ہوئے تھے۔ چنانچہ جب طغطای فوت ہوا تو اس کے ایلچی ناصر محمد بن قلاون کے پاس گئے ہوئے تھے۔ جب وہ ازبک کے عہد حکومت میں وہاں واپس آئے تو ازبک نے ان کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا اور ازبک نے (سلطان مصر کے ساتھ) دوستانہ تعلقات کی تجدید کی۔ قطلتمر نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے خاندان کی کسی لڑکی کا اس سے رشتہ کر دے۔ اس نے اس مقصد کے لئے طغطای کے بھائی بذالک کی دختر کا نام تجویز کیا۔ لہٰذا اس تجویز کے مطابق سلطان مصر سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اس بات کا فیصلہ ہو گیا اور انہوں نے منگیتر لڑکی کو مصر بھیج دیا اور سلطان ناصر نے عقد نکاح کر کے اسے اپنی زوجیت میں لے لیا جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد سلطان ازبک اور سلطان ابو سعید کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی جو ہلاکو خان کے فرزندوں کی طرف سے عراق کا تاتاری بادشاہ تھا۔ لہٰذا ازبک نے اپنی فوجیں آذربائیجان کی طرف بھیج دیں۔

علاقہ پر جھگڑا: دوشی خان کے فرزند یہ دعویٰ کرتے تھے کہ توریز اور مراغہ کے علاقے ان کے ہیں۔ جب قان (بادشاہ) نے ہلاکو کو بلاد اسماعیلیہ اور بغداد کے علاقوں کو فتح کرنے کو بھیجا تھا تو اس نے فوج کی تعداد بڑھائی تھی اور اس کے ساتھ شمالی علاقے کی اس سلطنت کی فوجیں بھی روانہ ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان کے لئے توریز کا چارہ (ان کے گھوڑوں وغیرہ کے لئے) مقرر ہوا تھا۔

جب ہلاکو مر گیا تو برکہ نے اس کے فرزند ابغا سے درخواست کی کہ وہ اسے اس کی اجازت دے کہ وہ توریز میں ایک جامع مسجد اور ایک کپڑا بننے اور کاڑھنے کا کارخانہ تعمیر کرائے۔ چنانچہ جب اس نے اس بات کی اجازت دے دی تو سلطان برکہ نے یہ دونوں عمارتیں وہاں تعمیر کرائیں۔

موقان پر حملہ: جب ان میں مصالحت ہو گئی تو یہ علاقہ لوٹا یا گیا مگر دوشی خان کے سلاطین یہ دعویٰ کرتے رہے کہ توریز اور مراغہ ان کی عملداری میں ہے وہ برابر یہ دعویٰ کرتے رہے تا آنکہ جب سلطان ازبک اور سلطان ابو سعید کے درمیان خانہ جنگی ہوئی تو اس نے اپنی جنگ کا آغاز موقان پر حملہ کر کے کیا اور ۷۱۹ھ میں اس نے اپنی فوج وہاں روانہ کیں۔ ان فوجوں

نے وہاں کا صفایا کیا اور پھر وہ واپس آ گئیں۔

سیول کی فتح خراسان: اس عرصے میں جوبان (جو سلطان ابوسعید کا نائب تھا) اس کی سلطنت پر غالب آ گیا تھا اور وہ چنگیز خان کی اولاد پر بھی حکم چلاتا تھا وہ اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ براق بن سنجت جو چغتائی کا پرپوتا تھا خوارزم کا بادشاہ مقرر ہوا۔ اس لئے ازبک نے اس سے جنگ کی اور خراسان فتح کر لیا۔ اس نے فوج کی مدد کے لئے اپنے نائب قطلتمر کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا اور پھر سیول بھی اس مقصد کے لئے روانہ ہوا۔ لہٰذا سلطان ابوسعید نے ان دونوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے نائب جوبان کو بھیجا مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور سیول خراسان کے بہت سے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد جوبان نے اس کے ساتھ مصالحت کر لی۔

سیول ۷۲۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان ازبک نے اپنے نائب قطلتمر کو ۷۲۰ھ میں معزول کر دیا اور اس کے بجائے عیسیٰ کو نائب مقرر کیا مگر ۷۲۴ھ کو اس نے قطلتمر کو دوبارہ اس کے عہدہ نیابت پر بحال کر دیا۔

جانی بیگ کی حکومت: سلطان ازبک اور سلطان ابوسعید کے درمیان جنگ اس پورے عرصے میں جاری رہی یہاں تک کہ سلطان ابوسعید ۷۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اسی سال قان بھی فوت ہو گیا۔ جب سلطان ازبک بن طغرلجائی فوت ہوا اس کا فرزند جانی بک اس کا جانشین ہوا۔

جانی بیگ کی فتوحات: اس سے پیشتر سلطان ابوسعید فوت ہو گیا تھا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی چنانچہ عراق میں اس کا جانشین شیخ حسن ہوا جو ابغا بن ہلاکو کے بیٹوں میں سے تھا' باقی علاقوں میں طوائف الملوکی برپا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانی بک نے خراسان کی طرف فوجیں بھیج کر ۷۵۸ھ میں اسے فتح کر لیا پھر اس نے آذربائیجان اور توریز کی طرف لشکر کشی کی۔ ان علاقوں پر الشیخ الصغیر ابن دمرداش بن جوبان حکمران تھا اور اس کے بعد اس کا بھائی اشرف حاکم بنا تھا۔ لہٰذا جانی بک نے اس مطالبہ کے ساتھ آذربائیجان پر حملہ کیا جس مطالبہ کا اظہار اس کے بزرگانِ سلف کرتے تھے۔ آخرکار (وہاں کا حاکم) اشرف مارا گیا اور وہ توریز اور آذربائیجان پر قابض ہو گیا۔ اس نے توریز پر اپنے فرزند بردبیک کو مقرر کیا تھا' اس کے بعد خوزشان کی طرف لوٹا' مگر راستے میں جانی بک بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔

بردبیگ بن جانی کا دور: جب توریز سے خراسان کی طرف جاتے ہوئے جانی بک بیمار ہوا تھا تو ارکانِ دولت نے اس کے فرزند بردبیک کو یہ خبر سرعت کے ساتھ پہنچائی اس وقت وہ توریز کا حاکم تھا لہٰذا اس نے اپنی طرف سے وہاں ایک حاکم مقرر کیا پھر وہ برق رفتاری کے ساتھ اپنی قوم کے ساتھ خاندان کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ صرای (سرای) پہنچا تو اس کا باپ جانی فوت ہو چکا تھا۔ لہٰذا لوگوں نے اسے بادشاہ مقرر کیا اور وہ خود مختار بادشاہ بن گیا مگر وہ صرف تین سال حکومت کرنے پایا تھا کہ فوت ہو گیا۔

تاتاری حکام کی خانہ جنگی

جب بردبیگ فوت ہو گیا تو اس کا فرزند طغطمش نہایت نوعمر لڑکا تھا۔ اس کی ہمشیرہ جو بردبیک کی بیٹی تھی۔ ایک مغل

سرواد کے عقد میں تھی جس کا نام ماما ی تھی۔ وہ خود مختار حاکم تھا قرم کا شہر اس کی عملداری میں شامل تھا مگر وہ اس زمانے میں وہاں سے غائب تھا اور صرای (سرای) کے گرد ونواح کے علاقوں میں حکام منتشر اور پراگندہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک الگ ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار ہو گئے تھے۔ چنانچہ حاجی شرکس منج طرخان کے علاقے پر قابض ہو گیا اور ابل خان بھی اپنے علاقے کا خود مختار حاکم بن گیا۔ یہی طریقہ ایبک خان نے اختیار کیا اور یہ اپنے اپنے علاقے کے حکام کہلاتے تھے۔

ماما ی کا عہد حکومت: جب بردبیگ فوت ہو گیا اور اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تو مذکورہ بالا (حکام) اپنے علاقوں میں خود مختار ہو گئے تو ماما ی قرم کے شہر پہنچا اور اس نے ازبک القان کی اولاد میں سے ایک لڑکے کو بادشاہ مقرر کیا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اسے اپنے ہمراہ لے کر اس نے صرای کی طرف فوج کشی کی لہٰذا (وہاں کا نام نہاد حاکم) طغطمش بھاگ گیا اور وہ چغطائی بن چنگیز خان کی سلطنت سمرقند و ماوراء النہر کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہاں ایک مغل سردار جس کا نام تیمور تھا۔ اس سلطنت پر قابض تھا۔ اس نے بھی ایک بچے کو جس کا نام محمود اور طغطمش تھا (برائے نام) بادشاہ مقرر کر رکھا تھا۔ وہ اس کی والدہ سے نکاح کر کے اس پر غالب آ گیا تھا۔ چنانچہ (صرای کا بادشاہ) طغطمش وہاں مقیم ہو گیا۔

صرای پر قبضہ: اس کے بعد وہ حکام جو سلطنت صرای کے مختلف علاقوں پر قابض تھے آپس میں لڑنے لگے چنانچہ منج طرخان کے حاکم حاجی شرکس نے ماما ی کے خلاف فوج کشی کی اور اس کے قبضے سے سلطنت صرای کو چھین کر خود اس پر قابض ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماما ی شہر قرم کی طرف چلا گیا اور وہاں کا خود مختار حاکم ہو گیا۔

جب حاجی شرکس اپنی عملداری سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت خوارزم کے علاقے سے ارض خان نے (اس کے خلاف فوجیں بھیجیں) چنانچہ انہوں نے منج طرخان کا محاصرہ کر لیا حاجی شرکس نے اپنے ایک سردار کی قیادت میں فوجیں مقابلہ کے لئے بھیجیں۔ اس سردار نے ایسی تدابیر اختیار کی کہ (دشمن کی فوجیں) شکست کھا کر منج طرخان کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ اس نے ان فوجوں اور ان کے سردار پر اچانک حملہ کیا۔

ایبک خان کا حملہ: جب حاجی شرکس اس خانہ جنگی میں مشغول تھا کہ اچانک (دوسرے حاکم) ایبک خان نے صرای پر حملہ کر دیا اور اس کے قبضے سے صرای کو چھین لیا اور چند دنوں تک وہ وہاں کا خود مختار حاکم بنا رہا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا فرزند قاری خان بادشاہ مقرر ہوا۔

ارض خان کا اقتدار: اس زمانے میں خوارزم کے کوہستان سے ارض خان حملہ آور ہوا تو اس نے صرای کو فتح کر لیا اور وہاں سے قاری خان بن ایبک خان بھاگ گیا اور اپنی پہلی عملداری پر قابض رہا اور ارض خان صرای کا حاکم بن گیا۔ یہ واقعات ۷۶ھ میں رونما ہوئے۔ اس وقت ماما ی ارض خان کی اصل سلطنت اور صرای کی سلطنت کے درمیان قرم کے علاقے کا حاکم تھا (سابق شاہ صرای) طغطمش اس عرصے میں سلطان تیمور کے پاس ماوراء النہر کے علاقے میں مقیم تھا۔

طغطمش کی شکست: اس کے بعد طغطمش نے صرای کی اپنی آبائی سلطنت حاصل کرنے کا عزم مصمم کیا لہٰذا سلطان تیمور نے اس کے ہمراہ فوجیں روانہ کیں چنانچہ جب وہ فوج لے کر خوارزم کے کوہستان میں پہنچا تو ارض خان کی فوجوں نے اس کا مقابلہ کیا اور وہ شکست کھا کر تیمور کے پاس واپس آ گیا۔

طغطمش کی فتوحات: جب اسی سال کے درمیان عرصے میں ارض خان فوت ہو گیا تو سلطان تمر[1] فوجیں لے کر طغطمش کے ساتھ ارض خان عملداری کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد سلطان تمر واپس آ گیا مگر طغطمش نے (شکست دے کر) کوہستان خوارزم کے ان تمام علاقوں کو فتح کر لیا جو ارض خان کی عملداری میں تھے۔

اس کے بعد صرای کی طرف حملہ آور ہوا۔ وہاں ارض خان کے حکام موجود تھے اس نے انہیں شکست دے کر وہ علاقہ فتح کر لیا اور ماما ی جن علاقوں پر قابض تھا وہ سب اس نے واپس لے لئے نیز منج طرخان کے اس علاقے کو بھی فتح کر لیا جو حاجی شرکس کی عملداری میں تھا۔ یہاں تک کہ اس نے (خود سے ختہ) خود مختار حکام کے تمام علاقے چھین لئے اور ان کے اثر و اقتدار کا نام و نشان مٹا دیا۔

مامائی کی ہلاکت: اس کے بعد وہ قرم کی طرف روانہ ہوا جہاں ماما ی تھا۔ وہ اس کے مقابلے سے بھاگ گیا۔ پھر اس کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی بعد میں یہ خبر ملی کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ یوں صرای اور اس کے علاقوں پر طغطمش بن بردبیگ کی سلطنت پہلے کی طرح مستحکم ہو گئی۔

سلطان تیمور کی یلغار

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سلطان تیمور (تمر) چغتائی خاندان کی مملکت میں نمودار ہوا تھا۔ وہ ۷۷۳ھ میں بخارا اور سمرقند کو روندتا ہوا خراسان پہنچا تھا۔ اس کے بعد وہ ہرات پہنچا وہاں غوری خاندان کا ایک بادشاہ حکمران تھا۔ اس نے اسے شکست دے کر ہرات فتح کر لیا پھر اس نے مازندران کی طرف فوج کشی کی وہاں ہلاکو خان کی نسل کے بعد شیخ ولی حاکم بن بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ سلطان تیمور طویل عرصے تک جنگ کرتا رہا آخر کار اسے فتح حاصل ہوئی اور شیخ ولی اپنے شکست خوردہ ارکان سلطنت کے ساتھ توریز بھاگ گیا۔

فتح اصفہان: اس کے بعد سلطان تیمور کئی ممالک کو روندتا ہوا اصفہان پر حملہ آور ہوا (وہاں کا حاکم) ابن المظفر نے اطاعت قبول کی تو اس نے توریز پر ۷۸۷ھ میں حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اس سے پیشتر اس نے صرای کے دشت قبچاق پر حملہ کر کے طغطمش کو شکست دے دی تھی اور اسے وہاں سے نکال دیا تھا۔ طغطمش گرد و نواح کی طرف بھاگ گیا تھا چنانچہ جب سلطان تیمور اصفہان کی طرف روانہ ہوا تو طغطمش اپنے پایۂ تخت واپس آ گیا۔

قمر الدین کی سرکوبی: سلطان تیمور کی قوم کا ایک سردار تھا جو قمر الدین کے نام سے مشہور تھا۔ طغطمش نے اس سے خط و کتابت کر کے اسے تیمور کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا اور اس مقصد کے لئے اسے مالی اور فوجی امداد بھیجی۔ چنانچہ اس نے اس علاقے میں تباہی پھیلا دی۔ تیمور کو یہ اطلاع اس وقت ملی جب وہ اصفہان کو فتح کر کے واپس جا رہا تھا لہٰذا اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور قمر الدین کے ساتھ اس کی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ آخر کار تیمور اس پر غالب آ گیا اور اس کی سرکوبی کر کے

[1] سلطان تمر سے مراد مشہور سلطان تیمور لنگ ہے جو چنگیز خان کی طرح اکثر اسلامی ممالک پر فاتحانہ انداز سے حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے حالات آگے بیان کئے گئے ہیں۔ (مترجم)

اسے درست کر دیا۔

طغطمش کی جنگیں: اب اس نے طغطمش کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ طغطمش اپنے ایک عزیز اغلان بلاط کو لے کر تیمور کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ تیمور نے اس کے اور اس کے ساتھی امراء کے ساتھ ساز باز کی۔ طغطمش کو ان کے بارے میں شک و شبہ ہوا مگر اس وقت جنگ کا آغاز ہو گیا تھا لہٰذا اس نے تیمور کے ایک حصہ پر حملہ کیا اور جو مقابلہ پر آیا اسے بھگا دیا۔ اس وقت وہ امراء جنہوں نے تیمور کے ساتھ ساز باز کی تھی' بھاگ گئے اور سرحدوں کی طرف پہنچ کر ان پر قابض ہو گئے۔

(یہ حالت دیکھ کر) طغطمش صرای پہنچا اور اس پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اغلان بلاط (شہر) قرم کی طرف بھاگ گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ طغطمش وہاں بھی فوج لے کر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا (موقع غنیمت سمجھ کر) ارجن خان نے (اس کی غیر حاضری میں) صرای پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ (یہ خبر سن کر) طغطمش (فوج لے کر) صرای واپس آیا اور اسے اس کے قبضہ سے چھڑایا۔

اس کے بعد اس کی فوجیں قرم پہنچتی رہیں اور اس کا محاصرہ کرتی رہیں تا آنکہ اس کو فتح کر لیا اور اغلان بلاط کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

بنو المظفر کا خاتمہ: ادھر سلطان تیمور طغطمش سے جنگ کر کے اصفہان پہنچا اور اسے فتح کر کے خاندان بنو المظفر کے بادشاہوں کو گرفتار کر لیا اور ان کی گردن اڑا دی۔ یوں ان کے تمام علاقے اس کی سلطنت میں شامل ہو گئے۔

فتح بغداد: اس کے بعد تیمور نے بغداد پر حملہ کیا اور ۷۹۵ھ میں وہاں کے حاکم احمد بن ادیس کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا۔ احمد بن ادیس مصر کے بادشاہ سلطان ظاہر کے پاس فریاد لے کر پہنچا تو سلطان مصر فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ ہوا اور دریائے فرات تک پہنچ گیا۔

فتح ماردین: ادھر سلطان تیمور بغداد کو فتح کر کے ماردین کی طرف روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا البتہ اس کا قلعہ فتح نہیں ہو سکا تو اس نے وہاں سے حصون الاکراد (کردوں کے قلعوں) کا قصد کیا۔ اس کے بعد ارمینیہ سے گزرتا ہوا بلاد روم پہنچا۔

احمد کا قبضۂ بغداد: سلطان ظاہر نے احمد بن ادیس کی امداد کے لئے جو فوجیں بھیجی تھیں انہیں لے کر احمد بن ادیس بغداد روانہ ہوا۔ وہاں سلطان تیمور کی مختصر فوج تھی اس لئے احمد بن ادیس نے انہیں شکست دے کر بغداد پر قبضہ کر لیا لہٰذا سلطان ظاہر مصر واپس آ گیا۔

طغطمش کا قتل: اب موسم سرما شروع ہو گیا تھا اس لئے تیمور اپنے علاقے میں واپس آ گیا اور آذربائیجان اور ہمدان کے درمیان قراباق کے علاقے میں اقامت اختیار کی۔ اس کے بعد تیمور کو کچھ اطلاع ملی تو وہ طغطمش سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ۷۹۷ھ کے آخر میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ تیمور نے فتح حاصل کر کے طغطمش کو قتل کر دیا ہے اور اس

کے تمام علاقوں پر قابض ہو گیا ہے۔

غزنی اور بامیان کے سلاطین

غزنی اور بامیان کا علاقہ بھی دوشی خان کی اولاد کے قبضے میں تھا۔ یہ جنوبی حصے میں ماوراء النہر کا علاقہ ہے اس کی سرحدیں بحستان اور ہندوستان کے متصل ہیں۔ اس سے پہلے یہ علاقہ خوارزم شاہی سلاطین کی سلطنت میں شامل تھا مگر جب تاتاری قوم حملہ آور ہوئی تو ابتدائی زمانے ہی میں اس نے اسے فتح کر لیا تھا۔ چنگیز خان نے اسے اپنے فرزند دوشی خان کو عطا کیا تھا۔ پھر یہ اس کے فرزند اردنو کے پاس آ گیا۔ پھر یہ اس کے فرزند انجی بن اردنو کے قبضے میں آیا۔ وہ ساتویں صدی (ہجری) کے آغاز میں فوت ہو گیا۔ اس کے تین فرزند تھے (۱) بیان (۲) کبک (۳) منغطائی۔ لہٰذا یہ علاقہ ان تینوں کے درمیان تقسیم ہو گیا۔

بیان کی فتح: بیان جو بڑا فرزند تھا وہ غزنی میں تھا لہٰذا انجی کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند کبک بادشاہ بنا تو اس کے (بڑے) بھائی بیان نے اس کی مخالفت کی اور اس نے صرای کے بادشاہ طغطائی سے فوجی امداد طلب کی تو اس نے اپنے بھائی کو اس کی امداد کے لئے بھیجا۔ کبک نے قندو سے امداد طلب کی تو اس نے فوجی امداد ارسال کی مگر وہ مفید ثابت نہیں ہوئی اور اسے شکست ہو گئی وہ ۷۰۹ھ میں فوت ہو گیا۔ لہٰذا بیان تمام علاقے پر قابض ہو گیا مگر وہ غزنی میں مقیم رہا۔

قوشنائی کا دور: اس کے بعد کبک کا فرزند اور اس کا بھتیجا قوشنائی اس کے خلاف فوج لے کر حملہ آور ہوا اور اس نے بھی قندو سے کمک حاصل کی اس مرتبہ اس نے اپنے چچا (بیان) پر فتح حاصل کی اور غزنی کے تخت پر قابض ہو گیا اور وہ وہیں رہنے لگا۔ بیان بھاگ کر طغطای کے پاس پہنچ گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جس نے بیان پر فتح حاصل کی تھی وہ اس کا بھائی طغطائی تھا اس کے بعد کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

باب : ہشتم

خاندانِ ہلاکو کے سلاطین

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ چنگیز خان نے قراقوم میں اپنا پایہ تخت اپنے فرزند اوکدای کو عطا کیا تھا۔ اس کے بعد اس تخت وتاج کا کفوو بن اوکدای وارث ہوا۔ بعدازاں اس کے اور شمالی علاقے کے بادشاہ کے درمیان خانہ جنگی ہوئی۔ یہ بادشاہ ناطور بن دوشی خان تھا جو صرای کے تخت کا مالک تھا چنانچہ کفو دمغل اور تاتاریوں کی فوج لے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ مگر راستے ہی میں فوت ہو گیا۔

اس مغل فوج نے جو اس کے ساتھ تھی اس کا تخت وتاج ناطو کے حوالے کرنا چاہا' مگر اس نے اپنی ذات کے لئے یہ تخت قبول نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی منکو خان کو اس مقصد کے لئے بلا بھیجا۔ ان فوجوں کے ساتھ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں قبلائی اور ہلاکو کو بھی بھیجا۔ ان دونوں کے ہمراہ ایک اور بھائی برکہ بھی گیا تا کہ وہ اسے تخت نشین کرائے۔ چنانچہ وہ ۶۵۰ھ میں تخت نشین ہو گیا۔ جب برکہ وہاں سے واپس گیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا جس کا سبب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اب منکو خان مستقل طور پر تخت نشین ہو گیا تھا۔ اس نے چنگیز خان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے چغتائی بن چنگیز خان کی اولاد کو ماوراء النہر کے علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔ اور اپنے بھائی ہلاکو کو عراق عجم فتح کرنے اور فرقہ اسماعیلیہ کے قلعوں کو جو ملاحدہ بھی کہلاتے تھے' تباہ کرنے کے لئے بھیجا تا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کے علاقوں کو فتح کر لے۔

ہلاکو بن طولی کے حالات

جب منکو خان نے اپنے بھائی ہلاکو کو عراق کی طرف بھیجا تو وہ ۶۵۲ھ کو اس مقصد کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے فرقہ اسماعیلیہ کے بہت سے قلعوں کو فتح کر لیا۔ اور ان کا شدید محاصرہ کیا۔ اس اثناء میں اس کی برکہ بن ناطو کے ساتھ خانہ جنگی ہو گئی جو شمالی علاقے میں صرای کا بادشاہ تھا۔ جب برکہ نوغان بن ططر کے ہمراہ جنگ کے لئے روانہ ہوا تو فریقین کا نہر دل کے قریب مقابلہ ہوا۔ اس وقت سخت سردی کی وجہ سے اس نہر کا پانی منجمد ہو گیا تھا لہٰذا ہلاکو کو شکست ہوئی اور اس کی تمام فوج تباہ وبرباد ہو گئی۔ اس خانہ جنگی کے اسباب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ابن العلقمی کا خط: (اس شکست کے بعد) ہلاکو اسماعیلیوں کے علاقے کی طرف لوٹ گیا۔ اس نے قلعہ الموت کا قصد کیا تھا' وہاں کا حاکم علاء الدین تھا۔ راستے میں اسے خلیفہ مستعصم کے وزیر ابن العلقمی کا خط ملا جو اربل کے حاکم ابن الصلایا نے اسے پہنچایا تھا جس میں اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا تھا کہ وہ بغداد پر حملہ کرے۔ اس سلسلے میں وہ اسے سہولتیں فراہم

کرے گا۔

حملۂ بغداد کا سبب: (اس خط کے بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ) ابن العلقمی رافضی تھا۔ اس کے محلّہ کرخ کے باشندے بھی شیعہ تھے۔ اہل سنت والجماعت کے افراد ان کے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ خلیفہ اور دوادار ان کی حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اہل کرخ پر حملہ کر دیا تھا۔ ابن العلقمی اس پر بہت برافروختہ ہوا۔ اس نے پوشیدہ طور پر اربل کے حاکم ابن الصلایا کو یہ پیغام بھجوایا (کیونکہ وہ اس کا دوست تھا) کہ وہ تاتاریوں کو بغداد فتح کرنے پر آمادہ کرے۔ ادھر اس نے عام فوجیوں کو یہ فریب دیا کہ وہ تاتاریوں کو عطیات دے کر ان سے مصالحت کر رہا ہے۔

(اس کی سازش سے) ہلاکو اپنا تاتاری لشکر لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے بلادِ روم میں تاتاری سردار سے بھی امداد طلب کی تاکہ وہ اپنی فوجیں لے کر اس کی امداد کے لئے آئے۔ اس نے پہلے تو انکار کیا پھر وہ فوج لے کر روانہ ہو گیا۔

بغداد پر فوج کشی: جب ہلاکو اپنی فوج لے کر بغداد کے قریب پہنچا تو ایک دوادار مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر اس کے مقابلے کے لئے پہنچا اور انہوں نے تاتاری لشکر کو شکست دی۔ تاتاریوں نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کی فوجوں کو شکست دی جب یہ فوج بغداد واپس جا رہی تھی تو اس رات دریائے دجلہ میں مختلف مقامات پر شگاف پڑ گئے جو ان کی راہ میں حائل ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام فوج ماری گئی اور ایک دوادار (جو سپہ سالار تھا) ہلاک ہو گیا اور اس کے ساتھ جو فوجی افسر تھے وہ گرفتار ہو گئے۔

سقوطِ بغداد: اب ہلاکو کی فوجیں شہر بغداد کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے شہر کا ایک عرصہ تک محاصرہ کیا پھر ابن العلقمی نے خلیفہ مستعصم اور اپنی ذات کے لئے پناہ طلب کی اس کا خیال یہ تھا کہ ہلاکو اس کی جان بخشی کرے گا۔ لہٰذا وہ شہر کے معزز افراد کے وفد کو لے کر ماہ محرم ۶۵۶ھ میں ہلاکو کے پاس پہنچا (اور ہتھیار ڈال دیئے)

قتلِ عام: اب خلیفہ مستعصم کو گرفتار کر کے مار ڈالا گیا (پھر قتل عام کا حکم دے دیا گیا) کہا جاتا ہے کہ جب مقتولوں کا شمار کیا گیا تو وہ تیرہ لاکھ نفوس تھے اس کے علاوہ جن شاہی محلات اور ان کے خزانوں کو لوٹا گیا تھا ان کی مال و دولت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

کتب خانوں کی تباہی: وہ علمی کتب جو وہاں کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں انہیں دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا کیونکہ انہوں نے اپنے خیال میں مسلمانوں سے اس بات کا بدلہ لیا کہ مسلمانوں نے جب مدائن کو فتح کیا تھا تو انہوں نے ایرانیوں کی کتابوں کو تباہ کیا تھا۔

ابن العلقمی کا قتل: ہلاکو نے تمام گھروں کو نذرِ آتش کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کے ارکان سلطنت نے اس کی حمایت نہیں کی۔ ہلاکو نے ابن العلقمی کو وزارت کے اولی عہدے پر برقرار رکھا۔ کیونکہ سلطنت کے آمد و خرچ کا حساب کسی دوسرے شخص کے سپرد تھا جو ہلاکو کا زیادہ مقرب بارگاہ تھا ابن العلقمی کو صرف آمد و خرچ کے بارے میں ایک حد تک مشورہ دینے کا حق

حاصل تھا۔ اس عہدہ پر بھی وہ کچھ عرصہ تک برقرار رہا کیونکہ بعد میں ہلاکو نے اسے مروا ڈالا۔

میافارقین کی تباہی: ہلاکو نے بغداد کو فتح کرنے کے بعد اپنی فوجیں میافارقین کی طرف بھیجیں۔ وہاں کا حاکم الکامل محمد بن غازی ابن العادل تھا۔ انہوں نے کئی سالوں تک اس شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار شہر والے اس محاصرہ سے تنگ آ گئے تو تاتاری لشکر زبردستی شہر میں گھس گیا اور وہاں کی محافظ فوجوں کا صفایا کر دیا۔

حاکم موصل کی مصالحت: اس کے بعد موصل کے حاکم بدر الدین لولو نے اپنے فرزند رکن الدین اسماعیل کو تحائف دے کر ہلاکو کے پاس بھیجا اور اپنی اطاعت کا اقرار کیا۔ اس نے یہ تحفے قبول کر لئے اور اسے خان اعظم منکو خان کے پاس قراقوم بھیجا مگر جب لولو کو اس کی اطلاع ملنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے اپنے دوسرے دو بیٹوں شمس الدین اسحاق اور علاؤ الدین کو دوبارہ تحفے دے کر بھیجا چنانچہ جب وہ اس کے پاس واپس آئے تو انہوں نے اس کے پہلے فرزند کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ جلد واپس آ رہا ہے لہٰذا اب لولو (حاکم موصل) بہ نفس نفیس ہلاکو کے پاس پہنچا اور آذربائیجان میں اس سے ملاقات کی۔ وہ میافارقین کے محاصرہ میں بھی شریک رہا۔ اس کے بعد اس کا فرزند رکن الدین منکو خان کے پاس سے موصل اور اس کے علاقے کی حکومت کی تقرری کے احکام لے کر واپس آیا۔

(لولو) ۶۵۷ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند رکن الدین اسماعیل صالح کا لقب حاصل کر کے اس کا جانشین ہو گیا۔

اربل کا محاصرہ: ہلاکو نے اربل کی طرف بھی فوج بھیجی جس نے اس شہر کا چھ مہینے تک محاصرہ کیا مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی اس لئے فوج وہاں سے واپس آ گئی۔ ایسی صورت میں ابن الصلایا (حاکم اربل) نے موقع غنیمت سمجھا اور شرف الدین کردی کو اپنا جانشین بنا کر وہ ہلاکو کے پاس پہنچا مگر ہلاکو نے اسے قتل کرا دیا۔

حاکم شام کی مصالحت: اس زمانے میں شام کا حاکم ناصر بن العزیز محمد بن الظاہر غازی بن صلاح الدین تھا۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ہلاکو نے بغداد فتح کر لیا ہے تو اس نے اپنے فرزند کو تحائف بھیج کر مصالحت چاہی۔ اس نے یہ معذرت بھی پیش کی کہ شام کے ساحلوں پر فرنگی (حملہ آور) ہیں۔ اس لئے وہ بذات خود ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہو سکتا ہے ہلاکو نے اس کے تحائف اور معذرت نامہ قبول کیا۔ اس کا فرزند مختلف وعدے حاصل کر کے واپس آیا۔

فتح البیرہ: چنانچہ ہلاکو نے جزیرہ دیار بکر اور دیار ربیعہ کے علاقے بھی فتح کر لئے اور اس کی مقبوضہ سلطنت مصر و دریائے فرات تک ہی قائم رہی جو شام کی سرحد کے قریب تھی۔ ہلاکو نے ۶۵۸ھ میں دریائے فرات کو عبور کر کے البیرہ کو فتح کر لیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ناصر بن العزیز کا بھائی سعید نظر بند ہے۔ لہٰذا اس نے اس کو رہا کر کے اسے اس کی اپنی عملداری ضبینہ اور بانیاس کی حکومت پر بحال کر دیا۔

فتح حلب: اس کے بعد ہلاکو نے حلب کی طرف فوج کشی کی اور کچھ عرصہ تک اس کا محاصرہ کیا۔ پھر اس نے اسے فتح کر لیا مگر از روئے احسان یہ شہر (اس کے باشندوں کو) لوٹا دیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سلطان صالح ایوب کے بحریہ ممالیک

(غلام) نظر بند ہیں جنہیں سلطان ناصر مقید کر رکھا تھا' ان میں سنقر اشقر اور تنکز وغیرہ بھی شامل تھے لہٰذا ہلاکو نے ان سب کو رہا کر دیا۔ ان میں قبچاق کا ایک بڑا سردار بھی شامل تھا جو اس کے پاس چلا گیا اور اس کی خدمت کرنے لگا تھا۔ ہلاکو نے اسے ان کے ساتھ شامل کر لیا اور شام کے مفتوحہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا۔

دمشق کی طرف پیش قدمی: اس کے بعد اس نے دمشق کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ اس وقت سلطان ناصر مصر گیا ہوا تھا۔ لہٰذا حمص کا حاکم صالح بن اشرف اس سے الگ ہو کر ہلاکو کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ ہلاکو نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کر دیا اور وہاں اس کی نگرانی کے لئے اپنے جانشین بھی چھوڑ دیے۔

غلط مشورہ کا نتیجہ: اس کے بعد خلیفہ سلطان مصر قطز سے ناراض ہو گیا اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تھے لہٰذا ناصر ہلاکو کے پاس پہنچا' وہ اس پر عنایت کرنے لگا اور اس سے مشورہ کیا کہ آیا وہ شام میں اپنے فوجی دستے چھوڑ جائے یا نہیں؟ ناصر نے (مشورہ میں) مصری فوجوں کی اہمیت گھٹا کر بیان کی۔ چنانچہ ہلاکو نے اس کے مشورہ پر عمل کیا اور اپنے ایک تاتاری سردار کیتغا کو مختصر فوج کے ساتھ شام میں چھوڑ دیا۔

تاتاریوں کو زبردست شکست: کیتغا نے سلطان مصر کے پاس اپنے ایلچی بھیجے اس کے ایلچیوں نے سلطان مصر کے دربار میں اطاعت قبول کرانے میں بدتمیزی کا مظاہرہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے انہیں مروا ڈالا اور شام کی طرف فوجیں لے کر حملہ آور ہوا۔ عین جالوت کے مقام پر اس کا کیتغا کی فوجوں سے مقابلہ ہوا جس میں تاتاری فوجوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا سردار کیتغا بھی مارا گیا۔

ناصر کا بھائی اور ضبینہ کا حاکم سعید بھی تاتاریوں کی حمایت میں اس جنگ میں شریک تھا وہ بھی گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حلب کی جنگ: ہلاکو نے اس کے بعد اپنی فوجیں البیرہ کے مقام کی طرف بھیجیں اس وقت سعید بن لولو حلب کا حاکم تھا۔ اس کے پاس کافی فوج تھی۔ اس لئے اس نے کچھ فوجیں تاتاریوں کے مقابلے کے لئے بھیجیں مگر انہیں شکست ہو گئی لہٰذا حلب کے امراء اس وجہ سے سعید کے دشمن ہو گئے انہوں نے اسے قید کر کے حسام الدین جوکندار کو اپنا حاکم مقرر کیا۔ مگر جب تاتاریوں نے حلب پر حملہ کیا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا اور اپنے دوست منصور کے پاس حمص پہنچ گیا' وہاں سے انہوں نے تاتاریوں پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی۔ اب تاتاری فوج افامیہ کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ پیش قدمی سے ہچکچائی اور اپنے وطن کی طرف کوچ کر گئی۔

حاکم دمشق کا قتل: جب ہلاکو کو (شکست کی) یہ اطلاع ملی تو اس نے دمشق کے حاکم ناصر کو قتل کرا دیا۔ کیونکہ اس نے اس پر یہ الزام لگایا تھا کہ اس نے مصری فوجوں کو حقیر سمجھنے کے بارے میں مشورہ دیا تھا۔

ہلاکو کی واپسی: جب ۶۵۸ھ میں ہلاکو نے شام کو فتح کیا تھا تو اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ قاآن (خان) اعظم منگو خان جب خطا کے ممالک پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو وہ راستے میں فوت ہو گیا۔ لہٰذا وہ خان اعظم بننے کی توقع میں جلد واپس چلا گیا' مگر (جب وہ وہاں پہنچا تو) اس نے اس کے بھائی قبلائی (خان) کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی ازبک سے خانہ جنگی کرنے کے

بعد اس عہدہ پر متمکن ہو گیا ہے (یہ حالات ہم نے خانِ اعظم کے حالات میں بیان کر دیئے ہیں) لہٰذا اس طرح کی وجہ سے وہ شام کو فتح نہیں کر سکا۔

مفتوحہ ممالک: جب ہلاکو خانِ اعظم بننے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے موجودہ مفتوحہ ممالک پر قناعت اختیار کی اور وہ اپنے وطن لوٹ گیا۔ اس نے جو ممالک فتح کئے تھے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) خراسان: اس کا پایۂ تخت نیشاپور تھا اور اس کے بڑے شہر یہ تھے۔ طوس، ہرات، ترمذ، بلخ، ہمدان، نہاوند اور گنجہ۔

(۲) عراق عجم: اس کا پایۂ تخت اصفہان تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے: قزوین، قم، قاشان، شہرزور، بجستان، طبرستان، طلان، بلاد اسماعیلیہ۔

عراق عرب۔ اس کا پایۂ تخت بغداد تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے: دینور، کوفہ، بصرہ۔

(۴) آذر بائیجان۔ اس کا مرکز توریز تھا۔ اس کے بڑے شہر یہ تھے: حران، سلماس، قفچاق۔

(۵) خوزستان۔ اس کا مرکزی شہر ششتر تھا اور اہواز وغیرہ اس کے شہر تھے۔

(۶) فارس۔ اس کا مرکزی شہر شیراز تھا اور اس کے دیگر بڑے شہر یہ تھے۔ میافارقین، حصیبین، سنجار، اعرذ وجیس، حران، رہا اور جزیرہ ابن عمر۔

(۷) بلاد الروم۔ اس کا پایۂ تخت قونیہ تھا اور اس کے بڑے شہر یہ تھے: ملطیہ، اقصرا، اذنکار، سیواس، انطاطیہ، علایا۔

مصر میں خلافت کا احیاء: اس اثناء میں خلیفہ مستعصم کا چچا احمد الحاکم بغداد کی شکست کے بعد مصر پہنچ گیا۔ اس کے ہمراہ مصر کا حاکم صالح بن لولو بھی پہنچا تھا۔ کیونکہ تاتاری فوج نے اسے موصل سے بھگا دیا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر بیبرس نے احمد الحاکم کو ۶۵۹ھ میں خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور اسے بغداد کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے (فوج دے کر) بھیجا تھا اور اس کے ہمراہ صالح بن لولو کو بھی موصل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

خلیفہ کی فوج کو شکست: جب اس فوج نے دریائے فرات عبور کر لیا اور بغداد کے قریب پہنچی تو تاتاری لشکر نے ہیت اور عانہ کے درمیان خلیفہ کی فوج کو شکست دی، مگر صالح بن لولو اور اس کا بھائی موصل کی طرف بھاگ گئے۔ تاتاری لشکر نے موصل کا سات مہینے تک محاصرہ کیا اور آخرکار وہ بزورِ شمشیر شہر میں گھس گئے اور اس نے صالح بن لولو کو قتل کر ڈالا۔

ہلاکو اور برکہ کی جنگ: اب سلطان ظاہر بیبرس ہلاکو سے خوفزدہ ہو گیا تھا مگر اس اثناء میں شمالی سلطنت کے بادشاہ برکہ نے ۶۶۰ھ میں سلطان ظاہر بیبرس کو اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ سلطان ظاہر نے اس اطلاع کو اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور مدد حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور اسے آمادہ کیا کہ وہ ہلاکو کے ساتھ جنگ کرے۔ برکہ کے تعلقات پہلے ہی سے اس کے ساتھ کشیدہ تھے لہٰذا وہ اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور اسے شام کی طرف پیش قدمی سے روک دیا۔

مغل سردار کا فرار: اس کے بعد ہلاکو نے البیرہ کا محاصرہ کرنے کے لئے ایک بڑے مغل سردار ذربائی کی قیادت میں

تاتاری لشکر روانہ کیا اس کے پیچھے اپنے فرزند ابغا کو بھی (فوج دے کر) روانہ کیا۔ اُدھر سلطان ظاہر نے وہاں کے باشندوں کی امداد کے لئے فوجیں بھیجیں۔ جب وہ دربائی کے لشکر کے قریب پہنچیں تو دربائی انہیں دیکھ کر بھاگ گیا۔ اس نے اپنے خیمے اور تمام ساز و سامان بھی وہیں چھوڑ دیا اور بھاگ کر ابغا (فرزند ہلاکو) کے پاس پہنچ گیا۔ ابغا اس پر سخت ناراض ہوا اور اس نے اسے قید کر دیا۔

ہلاکو نے عراق پر دس برس حکومت کی تھی کہ وہ ۶۶۳ھ میں فوت ہو گیا۔

ابغا بن ہلاکو

جب ہلاکو فوت ہو گیا تو اس کا فرزند ابغا اس کا جانشین ہوا۔ اپنی حکومت کے آغاز میں وہ سب سے پہلے شمالی سلطنت کے بادشاہ برکتہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان برکتہ نے اپنے ایک عزیز نوغائی ططر بن مغل و دشی خان اور ستف بن منکو خان کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں ان میں سے ستف تو مقابلہ کرنے سے خوف زدہ ہوا اور شکست کھا کر واپس چلا گیا مگر نوغائی مقابلے پر ڈٹا رہا اور اس نے ابغا کو شکست دی اور اس کی فوجوں کا صفایا کر دیا۔ اس وجہ سے سلطان برکتہ کے دل میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

سلطان ابغا نے ۶۷۱ھ میں دربائی کی قیادت میں البیرہ کے محاصرہ کے لئے فوجیں بھیجیں لہٰذا سلطان الظاہر نے دریائے فرات کو عبور کر کے انہیں شکست دی اور دربائی کے ہمراہ دو سرداروں کو قتل کر دیا۔ دربائی نے شکست کھا کر ابغا کے پاس جا کر پناہ لی۔ سلطان ابغا اس پر بہت ناراض ہوا اور اسے معزول کر کے ابطائی کو افسر مقرر کیا۔

تکدار کی شکست: ۶۷۲ھ میں سلطان ابغا نے تکدار بن موجی بن جغطائی بن چنگیز خان کے علاقے پر فوج کشی کی تو اس نے اپنے چچا زاد بھائی براق بن ستف سے فوجی امداد طلب کی تو وہ بذاتِ خود امدادی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اُدھر سلطان ابغا نے روم کی فوجوں سے امداد طلب کی جن کے سردار طمغان اور برواناۃ تھے۔ آخر کار فریقین کا گرجستان میں مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں تکدار کو شکست ہوئی اور اس نے وہاں ایک پہاڑ پر پناہ لی۔ اس کے بعد اس نے سلطان ابغا سے جان بخشی کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے اسے پناہ دے کر یہ عہد لیا کہ وہ نہ تو عمدہ گھوڑے پر سوار ہوگا اور نہ تیر و کمان استعمال کرے گا۔

تاتاری فوج کو شکست: اس کے بعد سلطان ابغا کو یہ خبر ملی کہ سلطان ظاہر حاکم مصر (فوج لے کر) بلادِ روم کی طرف روانہ ہوا ہے لہٰذا اس نے بھی دو مغل جرنیلوں کی قیادت میں فوجیں بھیجیں ان دونوں جرنیلوں کے نام تدوان اور تقوا تھے۔ چنانچہ وہ دونوں فوجیں لے کر روانہ ہوئے اس اثناء میں سلطان ظاہر نے ان کے سرحدی شہر قیساریہ کو فتح کر لیا۔

جب سلطان ابغا کو یہ اطلاع ملی تو وہ بذاتِ خود شکست کے مقام پر پہنچا۔ وہاں اس نے صرف اپنی قوم کے سپاہیوں کی لاشیں دیکھیں اور (حاکم روم) برواناۃ کے کسی فوجی کی لاش کا وہاں نام و نشان نہ تھا لہٰذا اس نے (اس شکست کا) ذمہ دار اسے قرار دیا اور واپسی کے بعد اسے بلوا کر قتل کرا دیا۔

رحبہ کا محاصرہ: سلطان ابغا نے ۶۸۰ھ میں دریائے فرات کو عبور کر کے رحبہ کا محاصرہ کیا۔ اس نے ماردین کے حاکم کو بھی

بلوا بھیجا۔ چنانچہ وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوا۔ صرای کے بادشاہ بذلہ کا بھتیجا منکوتمر بھی مغل' کرجستانی اور رومی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ وہ قیساریہ اور ابلسین سے گزرتا ہوا اور بند کو عبور کرتا ہوا رحبہ پہنچا اور اس کا محاصرہ کیا۔ سلطان ابغا نے بھی اپنے بھائی منکوتمر بن ہلاکو کی قیادت میں اس کی امداد کے لیے فوجیں روانہ کیں اور وہ خود رحبہ کے قریب مقیم رہا۔

ابغا کی شکست: سلطان ظاہر مصر سے مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور حمص کے مقام پر اس کا تاتاری فوجوں سے مقابلہ ہوا جس میں تاتاری فوجوں کو بری طرح شکست ہوئی اور ان کا پورا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ (یہ حالت دیکھ کر) سلطان ابغا رحبہ کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کا بھائی اس شکست کے بعد واپس آتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جزیرہ میں جس کا نام ہوموا خاتھا' ایک سردار کے پاس ٹھہرا جو اس کے کسی فعل کی وجہ سے اس سے کینہ رکھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ وہاں سے گزر رہا تھا تو اس نے زہر ملا کر پلایا (جس سے وہ مر گیا) پھر وہ سردار مصر بھاگ گیا اور خود تو گرفتار نہ ہو سکا البتہ اس کے اہل و عیال قتل کر دیے گئے۔

سلطان ابغا بھی ۶۸۱ھ میں ہلاک ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے وزیر الصاحب شمس الدین جوتی نے جو اس کا مشیر خاص اور اس کی سلطنت کا بزرگ شخص تھا اس سے خوف کھا کر اسے زہر دے دیا تھا۔

احمد بن تکدار بن ہلاکو

جب ابغا بن ہلاکو فوت ہوا تو اس وقت اس کا فرزند ارغو (پایۂ تخت میں) موجود نہ تھا اور خراسان گیا ہوا تھا۔ لہٰذا مغل سرداروں نے اس کے بھائی تکدار کو بادشاہ مقرر کیا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور اس کا نام احمد رکھا گیا۔ اسی نام سے اس کے زمانے کے سلاطین اسے مخاطب کرتے تھے۔

قنقر طائی کا قتل: اس نے مصر کی طرف اپنے ایلچی بھیجے اور امداد طلب کی۔ یہ پیغام لے کر نیو اس کے قاضی قطب الدین شیرازی' بلادِ روم کے اتابک اور ماردین کے ابن الصاحب لے کر گئے۔ اس کا بھائی قنقر طائی صمعان کوتوال کے ہمراہ مقیم تھا لہٰذا تکدار نے پیغام بھیجا کہ اس کے بھائی کو (روانہ کیا جائے) مگر اس نے تعمیل حکم سے انکار کیا تو بلادالروم کے حاکم غیاث الدین کیخسرو نے اسے پناہ دی۔ تکدار نے اسے ڈرایا تو وہ قنقر طائی کو لے کر تکدار کے پاس پہنچا۔ تکدار نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور غیاث الدین کیخسرو کو قید کر کے اس کے بجائے اس کے بھائی عزالدین کو (بلادروم) کا حاکم مقرر کیا اور صمعان کو کوتوال کے بجائے ایک مغل سردار اولاطو کو مقرر کیا۔

تکدار کا قتل: اس کے بعد اس نے اپنے بھتیجے ارغو سے جنگ کرنے کے لئے فوجی مہم بھیجی ارغو بھی بذاتِ خود مقابلہ کے لئے پہنچا۔ اس نے انہیں شکست دے کر اس فوج کا صفایا کر دیا۔ لہٰذا تکدار بنفس نفیس فوج لے کر وہاں پہنچا۔ اس نے ارغو کو شکست دے کر اسے گرفتار کر لیا اور اس کے لشکر کا صفایا کیا اور بارہ مغل سرداروں کو قتل کرایا۔ اس فعل سے اس کی فوج مشتعل ہو گئی۔ اس سے پیشتر وہ اس کے مسلمان ہونے سے ناراض تھی لہٰذا وہ باغی ہو گئی اور انہوں نے اس کے نائب کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ۶۶۲ھ میں تکدار کو بھی قتل کر دیا اور ارغو کو اپنی اطاعت کا پیغام بھیجا۔

ارغو بن ابغا

جب فوج نے ارغو کے پاس اپنی اطاعت کا پیغام بھیجا تو وہ ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اسے بادشاہ مقرر کیا۔ جب وہ تخت شاہی پر بیٹھا تو اس نے بلاد الروم کے (سابق) بادشاہ غیاث الدین کیخسرو کو قید خانے ہی کے اندر قتل کرا دیا کیونکہ اس نے اسے اس کے چچا قنقر طائی کے قتل کا ملزم گردانا تھا۔ اس نے بادشاہ بنتے ہی وزیر شمس الدین جوینی کو بھی گرفتار کر لیا۔ کیونکہ اس پر اس کے والد اور چچا کے قتل کرانے کا الزام تھا اس لئے اس نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بجائے سعد یہودی موصلی کو وزیر مقرر کیا اور اس کا لقب سعد الدولہ رکھا۔ وہ حکمت اور فلسفہ کا ماہر تھا۔

اس نے اپنے دونوں فرزندوں قازان اور خربندا کو خراسان کی حکومت دی تاکہ وہ اس کے اتابک نیروز کی نگرانی کریں۔

<u>اسلام کا منکر</u>: ارغو دین اسلام کا منکر تھا' وہ برہمنوں کے مذہب (ہندومت) کو پسند کرتا تھا' بتوں کی پرستش کرتا تھا اور سحر و ساحری کے اعمال میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے پاس ہندوستان کا ایک جادوگر آیا تھا۔ اس نے اس کی صحت ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لئے ایک دوا تیار کی تھی جس سے اسے مرگی کا مرض لاحق ہو گیا اور وہ <u>۶۹۰ھ</u> میں مر گیا۔

کیختاتو بن ابغا

جب ارغو بن ابغا فوت ہوا تو اس کے دونوں فرزند قازان اور خربندا خراسان میں موجود تھے۔ لہٰذا سرداروں نے جمع ہو کر اس کے بھائی کیختاتو کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے بادشاہ تسلیم کیا اس کے بعد اس کا چال چلن خراب ہو گیا اور وہ گناہوں اور بری باتوں میں مشغول ہو گیا۔ وہ مغل لڑکوں سے چھیڑ خانی بھی کرتا تھا۔

(ان برائیوں کی وجہ سے) مغل سردار اس کی فوج کے ایک سردار بیدو بن عمر طرغائی بن ہلاکو کو (بادشاہ بنانے کی طرف) مائل ہو گئے اور انہوں نے پوشیدہ طور پر اسے بادشاہ تسلیم کر لیا۔

جب کیختاتو کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کرمان کی طرف بھاگ گیا۔ سرداروں نے اس کا تعاقب کیا اور غانہ کی عملداری میں اسے پکڑ لیا اور <u>۶۹۳ھ</u> میں اسے قتل کر دیا۔ اس نے صرف تین سال اور چند مہینے تک حکومت کی تھی۔

بیدو بن طرغائی بن ہلاکو

جب مغل امراء نے کیختاتو کو قتل کر کے اس کے چچا زاد بھائی بیدو کو بادشاہ تسلیم کیا تو اس وقت قازان بن ارغو خراسان میں تھا۔ وہ اتابک نیروز کو لے کر بیدو سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا' دونوں معرکہ آرائی کرنے والے ہی تھے کہ لوگ ان دونوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے پہنچ گئے اور یہ شرط مقرر ہوئی کہ نیروز اتابک بیدو ہی کے پاس مقیم ہوگا۔ آخر کار فریقین میں صلح ہونے کے بعد قازان واپس چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد نیروز نے قازان کو تحریر کیا کہ وہ جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو جائے لہٰذا وہ (فوج لے کر) خراسان سے روانہ ہو گیا۔ جب بیدو کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے نیروز اتابک سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ نیروز نے جواب دیا: ''میں اس مہم کے لئے کافی ہوں''۔ (اور اس کا ذمہ دار ہوں)۔ (اس پیغام کے بعد) بیدو نے توقف کیا۔ جب نیروز آ گیا تو اس نے اسے قازان کے پاس روانہ کیا۔

بیدو کا قتل: جب نیروز قازان کے پاس پہنچا تو اس سے بیدو کے امراء کے بارے میں یہ معلومات پہنچائیں کہ وہ اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اس پر حملہ کر دے۔ بیدو اس خبر سے بہت پریشان ہوا' تاہم وہ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا تو نیروز کی سازش کی بدولت بیدو کے امراء اس کے برخلاف ہو گئے اور اسے شکست ہو گئی۔ بیدو ہمدان کے علاقے کی طرف بھاگ گیا' مگر وہاں اسے گرفتار کر لیا گیا اور اسے ۶۹۵ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس نے صرف اٹھارہ ماہ حکومت کی۔

قازان بن ارغو

بیدو کے قتل کے بعد قازان بن ارغو مغلوں کا بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے بھائی خربندا کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اور نیروز اتابک کو اپنی سلطنت کا منتظم مقرر کیا اس نے اقتدار سنبھالتے ہی طرغائی کے ان مغل امراء کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی جو بیدو کے ساتھ کیختاتو کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھے۔ اس اطلاع سے طرخائی کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا جو بغداد اور موصل کے درمیان مقیم تھا' لہٰذا اس نے شاہ مصر کتبغا عادل کو ایک پیغام بھیج کر اس کے پاس آنے کی درخواست کی۔

طرخائی مصر میں: اس کے بعد قازان نے اپنے ایک حامی کو دیار بکر کا حاکم بنا کر بھیجا جس کا نام مولان تھا۔ اس نے اسے شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کا صفایا کر دیا اور خود جان بچا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان کتبغا نے اس کو لانے کے لئے (اپنا خاص) آدمی بھیجا جو اسے مصر لے آیا۔

جب وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو مسلمان ہونے سے پیشتر ہی بادشاہ نے اس کا مرتبہ بلند کیا اور وہ اور اس کی قوم اور براتیہ مصر میں رہنے لگی۔ سلطان نے انہیں جاگیریں بھی عطا کیں چنانچہ اس کا یہ (طرز عمل) دونوں سلطنتوں میں اختلاف کا ذریعہ ثابت ہوا۔

نیروز کا قتل: (مغل) سلطان قازان نے اس کے بعد اتابک نیروز کو قتل کرا دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ قازان سے ناراض ہو گیا تھا اور کتبغا کے بعد مصر و شام کے سلطان لاشین سے خط و کتابت کرنے لگا تھا۔ جب نیروز کو اس (غلط فہمی کا) احساس ہوا تو حاکم ہرات سے پناہ طلب کرتے ہوئے ہرات بھاگ گیا۔ ہرات کا حاکم فخر الدین شمس الدین کرت تھا جو جستان کا حاکم بھی تھا۔ فخر الدین نے اسے گرفتار کر کے قطلو شاہ کے سپرد کر دیا اس نے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد قازان نے اپنے دونوں بھائیوں' حاجی اور لکزی کو بھی قتل کرا دیا جو بغداد میں تھے۔

مغل سرداروں کا فرار: اس کے بعد مصر سے سفیر خط لے کر آیا۔ اس کے بعد شلامش بن ایال مصر بھاگ گیا۔ اس کے

بعد منجو جو بلاد روم میں ایک طومار (ایک لاکھ) فوج کا سپہ سالار تھا مصر بھاگ گیا کیونکہ قازان اس سے بدگمان ہو گیا تھا اور (جب اسے اس کے فرار ہونے کی اطلاع ملی تو) اس نے (اسے گرفتار کرنے کے لئے) فوجیں بھیجیں۔ انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اس جنگ میں اس کے اکثر ساتھی اس سے الگ ہو گئے اس لئے وہ خود (اکیلا) مصر کی طرف بھاگ گیا اور اپنے اہل وعیال کو وہیں چھوڑ دیا تھا۔

منجو کا قتل: جب شاہ مصر نے اس کے اہل وعیال کو واپس لانے کے لئے اس کے ہمراہ فوجیں بھیجیں اور وہ سیس کے مقام سے گزریں تو تاتاری فوجوں نے انہیں روکا اور انہیں شکست دے کر اس مصری جرنیل کو بھی قتل کر دیا جو اس کے ساتھ تھا۔ منجو نے کسی قلعے میں پہنچ کر پناہ لی مگر تاتاری فوج نے وہاں سے بھی اسے نکال کر اسے قازان کے پاس بھیج دیا۔ قازان نے اسے قتل کر دیا۔

منجو کا بھائی قطقطو اپنی پوری فوج کے ساتھ مصر میں رہنے لگا۔ یہ واقعہ بھی قازان اور اہل مصر کے درمیان اختلاف کا سبب بنا۔

شام پر حملہ: تاہم چند امرائے شام بھی اس کے پاس پہنچ گئے ان میں نائب حاکم دمشق' بکتمر حاکم حلب الکی ظاہری' اعزاز الصالحی شامل تھے' یہ لوگ اپنے سلطان ناصر محمد بن قلاون کے خلاف ہو گئے تھے' اس لئے وہ اس (قازان) کے پاس چلے گئے تھے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ شام پر حملہ کر دے۔ چنانچہ وہ ۶۹۹ھ میں مغل اور ارمن فوجوں اور اپنے نائب قطلو شاہ اور مولی کے ساتھ (شام پر حملہ کرنے کے لئے) روانہ ہوا۔

سلطان ناصر کو شکست: سلطان ناصر بھی مصر سے مسلمانوں کی فوجوں کو لے کر (مقابلہ کے لئے) روانہ ہوا۔ جب وہ غزہ کے مقام پر پہنچا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ کتبغا کے بعض ساتھی اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں اور وہ مغل امراء جو مصر ہجرت کر گئے تھے اس میں شریک ہیں لہٰذا وہ سب سے آگے روانہ ہوا اور تاتاری فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے حمص پہنچا پھر وہاں سے آگے چل کر صبح کے وقت مرج المروج پہنچا وہاں فریقین کے درمیان جنگ ہوئی' جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کی کافی تعداد شہید ہوئی۔ سلطان جان بچا کر مصر چلا گیا۔

قازان کی فتوحات: مگر قازان صف بندی کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس نے حمص کا تمام شاہی علاقہ فتح کر لیا۔ پھر اس نے دمشق کی طرف پیش قدمی کی اور شہر فتح کر لیا۔ اس نے قبچاق کی طرف پیش قدمی کی تاکہ وہاں کا محصول وصول کرے اور دمشق کے قلعہ کا محاصرہ کرے جہاں کا قلعہ دار علاؤ الدین سنجر منصوری تھا۔ مگر وہ قلعہ تسخیر نہیں ہو سکا اس لئے اس نے اس کی چاروں طرف کی آبادی تباہ وبرباد کر دی۔ جس میں دار السعادہ بھی شامل تھا جو شاہی محل تھا۔

مفتوحہ علاقوں کے حکام: اب قازان حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے شہر کو فتح کر لیا مگر قلعہ فتح نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد اس کی تاتاری فوجیں شہروں میں لوٹ مار کرتی رہیں اور وہ قتل وغارت کرتی ہوئی غزہ تک پہنچ گئی تھیں مگر چونکہ وہاں کے قلعے مسخر نہیں ہو سکے تھے اس لئے قازان نے اپنے وطن کی طرف کوچ کیا۔ اس نے قطلو شاہ کو شہر کی حفاظتی فوج کا نائب بنایا اور قلعہ کے محاصرہ کا کام اس کے سپرد کیا۔ یحییٰ بن جلال کے سپرد محصولات وصول کرنے کے کام کیا اور قبچاق کو دمشق کا نائب

حاکم مقرر کیا اور بکتمر کو حلب، حمص اور حماۃ کا نائب حاکم بنایا۔

ناصر کا شام پر دوبارہ قبضہ: سلطان ناصر نے فوجیں اکٹھی کر کے دوبارہ حملہ کیا۔ اس سے پیشتر اس نے فوجوں کو داد و دہش سے نوازا اور ان کی تمام خامیوں کو دور کیا تھا۔ اس کے ہراول دستوں کی قیادت سرحر جاشنگیر اور سلار کر رہے تھے یہ دونوں سلطنت کے نگران تھے۔ چنانچہ یہ فوجیں شام کی سرحد کی طرف بڑھیں اور خود سلطان مصر صالحیہ کے مقام پر مقیم رہا۔ قبچاق اور بکتمر جو دمشق اور حلب کے سابق نائب حاکم تھے پناہ کے طالب ہوئے اور ان دونوں نے دوبارہ سلطان کی اطاعت قبول کی آخر کار سرحر اور سلار دونوں نے شام کے علاقے کو فتح کر لیا اور قطلوشاہ (تاتاری حاکم) عراق کی طرف لوٹ گیا۔

مغلوں کی دوبارہ فوج کشی: قازان نے دوبارہ شام کی طرف فوج کشی کی اور دریائے فرات کو عبور کر کے وہ رحبہ کے مقام پر مقیم ہوا۔ اس نے اہل شام کو فریب دینے کے لئے ان سے خط و کتابت کی۔ قطلوشاہ نے بیت المقدس پر حملہ کیا وہاں ترکمانوں کے قبائل مقیم تھے انہوں نے اس سے جنگ کر کے اسے نقصان پہنچایا اور وہیں مقیم ہو گئے۔

مغل فوج کا قتل عام: اب سلطان ناصر نے ماہ شعبان کی تیسری تاریخ کو فوجوں کے ساتھ مصر سے پیش قدمی کی۔ مرج الصفر کے مقام پر اس کا قطلوشاہ سے مقابلہ ہوا۔ سلطان نے گھمسان کی جنگ کے بعد اسے شکست دی اور رات تک ان کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ راستے میں ایک پہاڑ پر چڑھ کر پناہ گزین ہوئے۔ مسلمان فوجیں رات بھر ان کا محاصرہ کرتی رہیں پھر پوشیدہ طور پر وہاں پہنچ گئیں اور ان کا قتل عام کیا۔ دمشق کے دریا کے بند میں شگاف ہونے سے ان کے آگے کے راستے میں دلدل اور کیچڑ ہو گیا تھا اس لئے (وہاں جو موجود تھے) ان میں سے کوئی جان نہیں بچا سکا۔

شکست خوردہ فوج کا حصہ قازان کے پاس گیلان کے مقام پر پہنچا۔ وہ وہاں بیمار ہو گیا تھا اور اسی سال ماہ ذوالحجہ کو (بھاری شکست کے بعد) افسوس میں فوت ہو گیا۔

خربندا ابن ارغو

قازان کے بعد اس کا بھائی خرابندا اس کا جانشین ہوا۔ وہ بادشاہ کے ابتدائی زمانے میں مسلمان ہو گیا تھا جس کا نام محمد اور لقب غیاث الدین رکھا گیا۔ اس نے قطلوشاہ کو اپنا نائب برقرار رکھا۔ پھر اس نے اسے گیلان کے کوہستان میں کردوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بھیجا مگر اس جنگ میں کردوں نے اسے شکست دے کر مار ڈالا۔

شیعی اثرات: خربندا نے اس کا جانشین جوبان بن تدوان کو مقرر کیا۔ خربندا ابتدائی زمانے میں بہت دیندار رہا۔ وہ خلفاء کی تعظیم کرتا تھا اور اپنے سکے پر ان کے اسمائے گرامی تحریر کرا دیئے تھے مگر رافضیوں (شیعوں) کی صحبت میں رہ کر وہ بدعقیدہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے خطبہ میں سے شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کا تذکرہ حذف کر دیا اور اپنے سکوں پر بارہ اماموں کے نام کندہ کرائے۔

بہشتی محل کی تعمیر: اس نے قزوین اور ہمدان کے درمیان ایک شہر تعمیر کرایا اور اس کا نام سلطانیہ رکھا اور اسے اپنا پائے تخت

مقرر کیا۔ اس نے وہاں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے ایک عمدہ گھر تعمیر کرایا اور اس کے سامنے ایک باغ لگوایا جس کے درخت سونے کے تھے اور اس کے پھل موتیوں اور نگینوں کے تھے۔ اس نے دودھ اور شہد کی نہریں جاری کرائیں اور وہاں حور و غلمان کو آباد کیا تا کہ یہ علاقہ بہشت کے مشابہ ہو جائے۔

وہ اپنی قوم کے عزت و ناموس پر بہت حملہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ ۷۱۳ھ میں شام کی طرف فوج لے کر گیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے وہ رحبہ کے مقام پر مقیم رہا اور پھر وہاں سے لوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی قوم کے کسی سردار نے زہر دے کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔

سلطان ابو سعید بن خر بندا کا عہد حکومت

جب سلطان خر بندا فوت ہوا تو اس وقت اس کا فرزند ابو سعید تیرہ سال کا نو عمر لڑکا تھا اس لئے جوبان نے اسے بہت کم عمر خیال کرتے ہوئے صرای میں شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک کو پیغام بھیجا کہ وہ دونوں عراق (عراق عجم و عرب) کی سلطنت سنبھال لے۔ مگر اس کے نائب قطلقتمر نے اسے باز رکھا۔ لہٰذا جوبان نے نو عمری کے باوجود ابو سعید کو سلطان تسلیم کیا۔

سلطان ابو سعید نے (حکومت سنبھالتے ہی) پہلا کام یہ کیا کہ اس نے ابو الطیب رشید الدولہ فضل اللہ بن یحییٰ ہمدانی کو قتل کرایا۔ اس پر اس کے والد کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ وہ مختلف علوم و فنون کا ماہر تھا۔ اس نے ایک تاریخ لکھی تھی جس میں اس نے تاتاریوں کے حالات اور ان کے نسب نامے تحریر کیے تھے۔ اس نے ہماری کتاب کی طرح ان کے شجرۂ نسب بھی بیان کیے تھے۔

امراء کی سازش: اس زمانے میں جوبان خراسان کی مہم پر گیا ہوا تھا اور وہاں سیول بن براق حاکم خوارزم سے جنگ کر رہا تھا۔ جسے شمالی سلطنت کے حاکم ازبک نے بھڑکا کر اور امدادی فوج دے کر خراسان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا اس وقت جوبان بھی اس کا حامی تھا۔

جب سلطان خر بندا ہلاک ہوا تو سیول نے تمام خراسان پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور (اس مقصد کے لئے) اس نے سلطان ابو سعید کی سلطنت کے مغل امراء سے خط و کتابت کی تو انہوں نے اس کی حمایت کرنے کی توقع دلائی۔ اس وقت جوبان اپنے محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

سازش کا انسداد: جب سلطان ابو سعید کو یہ اطلاع ملی کہ امراء اس کے خلاف سازش کر رہے ہیں تو اس نے ان میں سے چالیس افراد کو قتل کرا دیا اور جوبان بھی ۷۱۸ھ میں خراسان کی طرف واپس آیا۔ اس وقت سیول خراسان پر اور عراق عجم کے کچھ حصے پر قابض ہو چکا تھا۔ ازبک شاہ شمال نے اپنے نائب قطلقتمر کو امدادی فوج دے کر بھیجا جس کا جوبان کی فوج نے مقابلہ کیا۔ ان کے درمیان متعدد جنگیں ہوتی رہیں آخر کار جوبان نے سیول کے مقبوضہ خراسانی علاقے چھین لئے اور باقی علاقوں کے لئے مصالحت کر کے واپس چلا آیا۔

اس کے بعد شمالی سلطنت کا بادشاہ ازبک (فوج لے کر) مراغہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں حملہ کر کے اس نے مال

غنیمت حاصل کیا اور واپس چلا گیا۔ جوبان فوج لے کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوا مگر اسے پکڑ نہیں سکا۔

جب سیول ۲۰ے ھ میں فوت ہو گیا تو سلطان ابوسعید نے اس کے مقبوضہ باقی حصہ خراسان پر بھی قبضہ کر لیا۔

ازبک سے اختلافات: اس وقت شمالی سلطنت کا بادشاہ ازبک سلطان ابوسعید سے اس بات پر ناراض تھا کہ اس نے جوبان کو خود مختار اور اپنے اوپر حاوی کر رکھا ہے اور وہ چنگیز خان کی اولاد پر بھی حکومت کر رہا ہے اس نے قریبی ممالک کے لوگوں کو بھی جوبان کے خطروں سے آگاہ کیا اور وہاں کے سلاطین کو جوبان اور اس کے سلطان ابوسعید کے خلاف متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے شاہ مصر کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے مگر سلطان ابوسعید کے ساتھ اس کی مصالحت نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ازبک نے ۲۰ے ھ میں جوبان سے جنگ کرنے کے لئے فوج بھیجی مگر دریائے کوزل کے قریب جوان کی حدود میں واقع ہے الدنی نے ان کا محاصرہ کر لیا اس لئے اس کی فوج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد ازبک نے ایک دوسری فوج اپنے نائب قطلقتمر کی قیادت میں روانہ کی۔

سیس پر حملہ: سلطان ابوسعید کے نائب جوبان نے بلاد روم پر اپنے فرزند دمرداش کو حاکم بنایا تھا لہٰذا اس نے ۲۱ے ھ میں سیس کے علاقے پر فوجی حملہ کیا اور اس کے تین قلعے فتح کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا پھر اس نے ارمنی قوم کے خلاف جہاد کرنے کے لئے جو سیس کے مقام پر تھی' مصر کے شاہ ناصر سے فوجی امداد طلب کی تو سلطان مصر نے ۲۲ے ھ میں اپنی فوجیں بھیجیں' جن میں رضا کار (مجاہدوں) کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے سیس کا محاصرہ کر لیا۔

پھر ۲۳ے ھ میں شاہ ناصر اور سلطان ابوسعید کے درمیان مصالحت ہو گئی اور اس کے بعد تمام حالات درست ہو گئے۔

سلطان ابوسعید شاہ عراق و عجم کے رشتہ دار بزرگ مغل امراء نے اس کے بعد فریضہ حج ادا کیا اور دونوں سلطنتوں کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوا۔

فتح خراسان: ۲۵ے ھ میں سلطان ابوسعید کے نائب جوبان نے خراسان کی طرف فوج کشی کی' کیونکہ کبک بن سیول نے وہاں فوجی حملہ کر دیا تھا۔ فریقین میں متعدد جنگیں ہوتی رہیں۔ آخر کار جوبان کو شکست ہوئی اور کبک بن سیول خراسان پر قابض ہو گیا۔ مگر دوبارہ جوبان نے حملہ کر کے اسے شکست دی اور اس کی فوجوں کا قتل عام کیا اور خراسان کو فتح کر کے اسے سلطان ابوسعید کی سلطنت میں شامل کر دیا۔

جوبان کا قتل: جب جوبان خراسان میں مشغول تھا تو اسے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ سلطان ابوسعید نے اس کے فرزند کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے علم بغاوت بلند کر دیا' لہٰذا ابوسعید نے اس کے خلاف فوج کشی کی اور اس کے بعد اس کے ساتھی اس سے الگ ہو گئے' اور وہ خود ہرات بھاگ گیا جہاں وہ ۲۶ے ھ میں مارا گیا اس وقت سلطان ابوسعید نے اس کے فرزند کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اس کی لاش کو اس مقبرہ کی طرف منتقل کر سکتا ہے جو اس نے مدینہ منورہ میں تعمیر کرایا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی لاش کو وہاں لے گئے مگر اسے فوراً دفن نہیں کر سکے۔ کیونکہ حاکم مدینہ سلطان مصر کی اجازت کا انتظار کر رہا تھا

آخرکار اسے بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

دمرداش مصر میں: جب جوبان (کے قتل) کی خبر اس کے فرزند دمرداش کو ملی جو بلاد روم کا حاکم تھا تو وہ اس سے بہت پریشان ہوا۔ آخرکار وہ اپنے امراء فوج اور ساتھیوں کو لے کر مصر پہنچ گیا۔

(مصر کے) سلطان ناصر نے اس وقت اُن کا زبردست استقبال کیا اور ان کی تعظیم وتکریم کی۔ اس کے بعد سلطان ابوسعید کے قاصد اس کا یہ پیغام لے کر آئے کہ اس کے بارے میں اللہ کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ یہ لوگ فتنہ و فساد کی کوشش کرتے آئے تھے۔

دمرداش کا قتل: سلطان نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا مگر یہی طریقہ وہ شام کے امیر قراسنقر کے ساتھ بھی اختیار کرے گا جو وہاں سے بھاگ کر اس کے پاس آیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی گئی (ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔)

دوستانہ تعلقات: اس کے بعد ان دونوں سلطنتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ ان دونوں کے درمیان ازدواجی رشتے بھی قائم ہوئے اور تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (عرب میں امن وامان قائم ہوا اور) ان کے نقصانات کا ازالہ ہوا اور دونوں سلطنتوں کے درمیان فتنہ وفساد کا خاتمہ ہوا۔

سلطان ابوسعید ۳۶ کے ہجری میں فوت ہو گیا اس کی اولاد نہ تھی اسے سلطانیہ کے مقام پر دفن کیا گیا۔

ہلاکو سلطنت کا خاتمہ: اس کے بعد اس کے ارکانِ سلطنت میں اختلاف پیدا ہو گئے یوں ہلاکو خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے۔ چنانچہ خراسان، عراق عجم، فارس، آذربائیجان، عراق عرب اور بلادِ روم میں جداگانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

باب : نہم

خاندان شیخ حسن کی حکومت

جب سلطان ابوسعید بن خربندا جو بغداد کا بادشاہ تھا ۷۳۶ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا کوئی فرزند نہ تھا۔ اس لئے مغل امراء نے وزیر غیاث الدین کا تقرر کیا اور خاں کو معزول کر دیا (شاہی خاندان کے) نواسوں میں سے موسیٰ خان کو بادشاہ مقرر کیا گیا اور سلطنت کا انتظام شیخ حسن بن حسین بن ایبقا بن املکان نے سنبھالا جو سلطان ابوسعید کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔ اسے سلطان ابوسعید نے بلاد الروم کے قلعہ کانخ میں نظر بند کر دیا تھا جہاں اس کی نگرانی کی جاتی تھی۔

جب سلطان ابوسعید فوت ہوا تو اسے معافی دے کر رہا کر دیا گیا تھا۔ جب بغداد کے ارکان سلطنت کا حال معلوم ہوا تو وہ وہاں چلا گیا۔ بغداد پہنچ کر اس نے وہاں کے نگران حاکم علی باسا کو قتل کر دیا اور (نامزد) بادشاہ موسیٰ خان کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے محمد بن عنبر جی کو (بادشاہ) مقرر کیا۔ تخت کے بادشاہوں میں اس کی صحیح نسبت ہلاکو خان کے ساتھ بیان کی جاتی تھی۔

اس کے بعد شیخ حسن بغداد اور توریز کا (خودمختار) حاکم بن گیا۔ اس کے بعد دمرداش کا فرزند حسن اپنے والد کے بلاد الروم کے مرکزی مقام سے (فوج لے کر) اس کے خلاف روانہ ہوا اور (جنگ میں) غالب آ کر توریز پر قابض ہو گیا۔ اس نے وہاں کے بادشاہ محمد بن عنبر جی کو قتل کر دیا شیخ حسن بھاگ کر بغداد آ گیا اور حسن بن دمرداش توریز پر حکومت کرنے لگا۔

یہاں آ کر اس نے سلطان ابوسعید کی ہمشیرہ صاطبیک کو ملکہ مقرر کیا اور ہلاکو کے نبیرگان میں سے سلیمان خان سے اس کا نکاح کر دیا۔ توریز کی حکومت (حسن بن دمرداش) کے پاس تھی جو حسن صغیر کے نام سے موسوم تھا' کیونکہ شیخ حسن حاکم بغداد اس سے بڑا تھا' اس لئے وہ حسن کبیر کے نام سے مشہور تھا اور یہ حسن صغیر کے نام سے مشہور ہوا اور وہ مستقل (خودمختار) حاکم رہا۔ شیخ حسن کبیر اس پر غالب نہیں آ سکا۔

ترکمانوں کا تسلط: ادھر موصل کے گرد و نواح میں ترکمان اقوام چھا گئی تھیں وہ الجزیرہ کے شہروں تک پہنچ گئی تھیں (شیخ حسن کبیر ان سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ) اس نے شاہ مصر کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ بغداد پر قابض ہو جائے کیونکہ وہ خود اس کے پاس رہنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ (شاہ مصر) وہاں فوجیں بھیج دے۔ اس مقصد کے لئے وہ اس بات کے لئے تیار ہے کہ وہ اپنے فرزند کو یرغمال کے طور پر رکھوا دے۔ مگر یہ مطالبہ (ناگزیر) حالات کی وجہ سے پورا نہیں ہو سکا۔

طوائف الملوکی: آخر کار خاندان ہلاکو کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ کیونکہ شیخ حسن کبیر بغداد کا حاکم تھا اور حسن صغیر توریز

کا حاکم تھا۔ عراق عجم اور فارس میں ابن المظفر حاکم تھا اور شاہ حسین خراسان کا حاکم تھا مگر اس کے اکثر علاقوں پر شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک کا قبضہ تھا جو صرای کے تخت کا مالک تھا اور دوشی خاں بن چنگیز خان کی نسل سے تھا۔

امراء کی وفات: کچھ عرصہ کے بعد شیخ حسن کبیر اپنے بادشاہ سلیمان خان سے بیزار ہوگیا اور اس نے اسے قتل کر کے خودمختاری حاصل کرلی۔ اس کے بعد شیخ حسن صغیر بن دمرداش ۷۴۴ھ میں فوت ہوگیا اور اس کے بجائے اس کا بھائی اشرف حاکم ہوا۔ بعدازاں شیخ حسن کبیر بھی ۷۵۷ھ میں بغداد میں فوت ہوگیا۔

اویس بن شیخ حسن کبیر

جب شیخ حسن کبیر بغداد میں فوت ہوگیا تو اس کے بجائے اس کا فرزند وہاں کا حاکم مقرر ہوا۔ توریز میں اشرف بن دمرداش حکومت کرتا تھا' لہٰذا شمالی سلطنت کے بادشاہ نے جانی بیگ بن ازبک کو فوج دے کر توریز ۷۵۸ھ میں حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور توریز پر قبضہ کرلیا۔ اس نے وہاں اپنے فرزند کو حاکم بنا کر خراسان کی طرف کوچ کیا۔ وہ راستے میں گرفتار ہوگیا۔ اس لئے ارکانِ سلطنت نے اس کے فرزند بردبیگ کو لکھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کرلے۔ لہٰذا وہ تیز رفتاری کے ساتھ ادھر روانہ ہوگیا اور توریز کا حاکم اخجوخ کو مقرر کیا (موقع کو غنیمت جان کر) حاکم بغداد اویس فوج لے کر (توریز کی طرف) روانہ ہوا اور اسے شکست دے کر توریز پر قبضہ کرلیا۔ مگر (وہاں کے حاکم) اخجوخ نے (دوبارہ حملہ کر کے) یہ علاقہ اس سے چھین لیا اور وہاں رہنے لگا۔ اب حاکم اصفہان ابن المظفر نے حملہ کر کے توریز اس سے چھین لیا اور اسے قتل کردیا۔ یوں اس کی سلطنت میں عراق عجم' توریز' تستر اور خوزستان کے علاقے شامل ہوگئے۔

اویس کی اولاد: بعدازاں اویس نے فوج کشی کر کے توریز کو ابن المظفر کے قبضے سے چھین لیا اور اسے اپنی عملداری میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد وہ بغداد آ کر تخت نشین ہوا اور اس کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ آخرکار اویس بن حسن ۷۷۶ھ میں فوت ہوگیا۔ اس نے مندرجہ ذیل پانچ فرزند چھوڑے۔

(۱) شیخ حسن (۲) حسین (۳) شیخ علی (۴) ابویزید (۵) احمد۔

اس کا وزیر زکریا تھا اور اس کی سلطنت کا سب سے بڑا امیر عادل تھا۔ وہ حسین کا نگران تھا اور وہ سلطانیہ کا علاقہ اس کی جاگیر میں شامل تھا۔

حسین بن اویس

آخرکار ارکانِ سلطنت نے جمع ہو کر توریز کے مقام پر حسین بن اویس کو حاکم تسلیم کیا اور (اس کے بھائی) شیخ حسن کو قتل کردیا۔ انہوں نے یہ مشہور کیا کہ ان کے والد نے اسے قتل کر دینے کی وصیت کی تھی۔

(دوسرا بھائی) شیخ علی بغداد میں تھا۔ اس نے بھی اپنے بھائی حسین کی اطاعت قبول کرلی۔ ان کا ایک امیر قنبر علی بادک تستر اور خوزستان میں اس کا نائب تھا۔ اس نے بھی حسین کی اطاعت قبول کر کے اس کی اطلاع اسے بھیج دی تھی۔ توریز

کے علاقے پر اس کا والد کا وزیر زکریا حاکم تھا۔ اس کا ایک فرزند اسماعیل شیخ اویس کے عہد حکومت میں بھاگ کر شام چلا گیا تھا۔ وہ اب اپنے والد زکریا کے پاس واپس آ گیا تھا۔ لہٰذا اس نے اسے بغداد بھیج دیا تا کہ وہ شیخ علی کی (جو وہاں کا حاکم تھا) خدمات بجالائے۔ چنانچہ وہ اس کی خدمت کے لئے وقف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس پر حاوی ہو گیا۔

ادھر جب حسین بن اویس توریز کا خود مختار حاکم مقرر ہوا تو بنو المظفر (جو فارس و اصفہان کے حکام تھے) اس پر قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے وہ اس سے پیشتر بھی (اس کے والد کے زمانے میں) اس پر قابض ہو گئے تھے مگر اویس نے اس علاقے کو ان سے چھین لیا تھا۔ تاہم جب اس کی وفات ہوئی تو شجاع الدین بن المظفر فوج لے کر وہاں حملہ آور ہوا۔ تو حسین بن اویس (مقابلہ کی تاب نہ لا کر) جب وہاں سے بھاگ کر بغداد پہنچا تو شجاع بن المظفر نے توریز کو دوبارہ فتح کر لیا۔

حسین بن اویس نے بغداد پہنچ کر اپنے بھائی شیخ علی اور اس کے وزیر اسماعیل سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے ہمراہ فوج بھیجی اور وہ الٹے پاؤں فوج لے کر توریز پہنچا (مقابلے میں شکست کھا کر) شجاع وہاں سے بھاگ کر خوزستان پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو کر رہنے لگا۔

اسماعیل کا قتل: شیخ علی پر اسماعیل بہت حاوی تھا' اس لئے ارکان سلطنت کی ایک جماعت نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے چچا کو بھی ۷۸۱ھ کے وسط میں قتل کر دیا۔ اس جماعت میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔ مبارک شاہ' قرا محمد' قنبر۔

انہوں نے قنبر علی باوک کو تستر سے بلا کر اسماعیل کے عہدہ پر مقرر کیا۔ وہ بھی بغداد کے حاکم شیخ علی پر غالب آ گیا۔

(اس کے بھائی) حسین نے (جو توریز میں تھا) ان باتوں کو ناپسند کیا۔ اس لئے وہ توریز سے فوجیں لے کر بغداد پہنچا۔ (اسے دیکھ کر) شیخ علی اور قنبر علی باوک تستر بھاگ گئے اور حسین بغداد پر قابض ہو گیا۔

دوبارہ حکومت: اب شیخ علی تستر سے واسط پہنچا' اس نے عبادان اور الجزیرہ کے عربوں کو (اپنی حمایت کے لئے) جمع کیا۔ اس وسط احمد واسط سے بغداد کی طرف بھاگ گیا۔ شیخ علی نے اس کا تعاقب کیا تو حسین بھی توریز کی طرف بھاگ گیا اس کے بعد بغداد پر شیخ علی کی حکومت قائم ہو گئی اور ہر ایک اپنی مملکت میں رہنے لگا۔

حسین کا قتل: جب حسین بغداد سے توریز کی طرف واپس آیا تو وہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا' اس کا بھائی احمد اس سے ناراض ہو کر اردبیل چلا گیا۔ جہاں شیخ صدر الدین تھا' وہاں اس نے تین ہزار سے زائد فوج اکٹھی کر لی انہیں لے کر وہ توریز کی طرف روانہ ہوا اور (اہل توریز کی) بے خبری میں حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ حسین چند دنوں تک وہاں چھپا رہا۔ پھر احمد نے گرفتار کر کے اسے قتل کر دیا۔

احمد سے جنگ: اس زمانے میں امیر عادل' سلطانیہ کا حاکم تھا جو ان کی جاگیر میں شامل تھا جب اسے حسین کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا' اس کے پاس (اس کا دوسرا بھائی) ابو یزید بن اویس موجود تھا۔ لہٰذا وہ دونوں حاکم فارس شجاع بن المظفر یزدی کے پاس پہنچے تا کہ وہ امیر احمد بن اویس کے خلاف فوجی امداد حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اس نے ان کی

فریاد پر ان کے ساتھ فوجیں بھیجیں (جب وہ وہاں پہنچے تو) امیر احمد ان کا مقابلہ کے لئے صف آراء ہوا۔ پھر فریقین قریب آ گئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ابو یزید سلطانیہ کا حاکم رہے اور امیر عادل وہاں سے نکل کر امیر شجاع کے پاس فارس چلا جائے۔ ان شرائط کے ساتھ ان میں مصالحت ہو گئی اور ابو یزید سلطانیہ واپس آ گیا اور وہاں رہنے لگا۔

مگر احمد کے امراء اور خاص افراد نے رعایا کو بہت تنگ کیا اس لئے وہ احمد کے پاس فریاد لے کر گئے۔ چنانچہ احمد فوج لے کر وہاں پہنچا اور سلطانیہ پر قبضہ کر لیا اور ابو یزید کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ جہاں اس نے بغداد میں وفات پائی۔

علی کا قتل: جب احمد نے اپنے بھائی حسین کو قتل کیا تھا تو شیخ علی نے فوجیں اکٹھی کرنی شروع کر دیں۔ اس نے الجزیرہ میں ترکمان قوم کے امیر قرا محمد سے امداد طلب کی۔ پھر وہ بغداد سے (فوج لے کر) توریز (پر حملہ کرنے) کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں احمد اس کے مقابلہ کے لئے نکلا اس کے بعد وہ شکست کی حالت ظاہر کر کے پسپا ہوا۔ اس کا تعاقب کیا گیا مگر جب فوجیں پوشیدہ ہو گئیں تو اس نے جاں نثاری اور (بہادری کے ساتھ) پلٹ کر حملہ کیا۔ اس حملہ میں شیخ علی کو ایک تیر لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد قرا محمد (امیر ترکمان) کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں احمد توریز واپس آ گیا جہاں اس کی حکومت مستحکم ہو گئی۔

ابو یزید کی حمایت: اس اثناء میں عادل بن سلطان ابو سعید نے موقع غنیمت جان کر حملہ کر دیا مگر اسے شکست حاصل ہوئی۔ پھر احمد نے بغداد کی طرف فوج کشی کی۔ کیونکہ شیخ علی کی ہلاکت کے بعد ایک شخص خواجہ عبدالملک خود مختار ہو گیا تھا جو احمد کا حامی تھا۔ مگر جب امیر عادل نے سلطانیہ میں امیر ابو یزید (دوسرے بھائی) کی حمایت کا اعلان کیا اور بغداد کی طرف ایک فوجی افسر بھیجا جس کا نام برسق تھا تا کہ وہ بغداد میں ابو یزید کی حمایت حاصل کرنے تو خواجہ عبدالملک نے اسے بغداد میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اس کی حمایت کی۔

بغداد پر قبضہ: برسق نے بغداد میں آنے کے دوسرے دن عبدالملک کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد شہر میں ایک مہینے تک بدامنی اور بد نظمی کی حالت رہی۔ لہٰذا احمد توریز سے (فوج لے کر) بغداد پہنچا۔ برسق بھی (فوج لے کر) اپنی مدافعت کے لئے نکلا مگر اس نے شکست کھائی اور اسے گرفتار کر کے امیر احمد کے سامنے لایا گیا تو اس نے اسے (کچھ عرصہ کے لئے) قید میں رکھا پھر اسے قتل کرا دیا۔ اس کے بعد امیر عادل بھی مارا گیا اور احمد اس کی شرارتوں سے محفوظ ہو گیا۔

حملۂ تیمور: اب احمد کی سلطنت میں توریز، بغداد، تستر اور سلطانیہ کے علاقے شامل ہو گئے تھے اور اس کی حکومت مستحکم ہو گئی تھی مگر ۷۸۶ھ میں اس کے ارکان سلطنت نے بغاوت کی۔ اس زمانے میں چغتائی خاندان کے سلطان تیمور نے اپنی ماوراء النہر کی سلطنت سے نکل کر خراسان پر قبضہ کر لیا تھا لہٰذا اس کا ایک رکن سلطنت تیمور کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ تیمور نے اس کی فریاد رسی کی اور اس کے ہمراہ توریز کی طرف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ احمد (ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر) بغداد کی طرف بھاگ گیا اور وہ باغی رکن وہاں کا خود مختار حاکم بن گیا اور تیمور اپنی سابقہ مملکت کی طرف لوٹ گیا۔

بعد ازاں دوشی خان کی شمالی سلطنت کا بادشاہ طغطمش توریز پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے وہاں فوج لے کر پہنچا اور توریز کا علاقہ اس باغی حکمران سے چھین لیا۔

اس زمانے میں امیر تیمور (تمرلنگ) اپنی فوجیں لے کر اصفہان پہنچا ہوا تھا تاہم اس نے اپنی فوجیں توریز کی طرف بھی روانہ کیں اور وہاں لوٹ مار اور قتل عام کر کے اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد تبریز اور سلطانیہ کے علاقے بھی تیمور کی عملداری میں آ گئے۔ اب امیر احمد بن اویس کے پاس صرف بغداد کا علاقہ رہ گیا تھا۔

بغداد پر تیمور کی یلغار

جب سلطان تیمور نے توریز فتح کر لیا تو مغلوں کے ایک سردار قمر الدین نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ اسے یہ بھی اطلاع ملی کہ شمالی سلطنت میں صرای کے صاحب تخت و تاج نے اسے مالی اور فوجی امداد فراہم کی ہے۔ لہٰذا وہ اصفہان سے اپنے ملک کی طرف واپس چلا گیا۔ پھر ۷۹۵ھ تک اس کے بارے میں انہیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

اس کے بعد کے حالات میں یہ معلوم ہوا کہ اس نے اپنے باغی امیر قمر الدین کو شکست دے دی اور نہ صرف اس کے فتنہ و فساد کی سرکوبی کی ہے بلکہ اس نے صرای کے تخت و تاج پر بھی قبضہ کر کے وہاں کے علاقوں کو فتح کر لیا ہے۔ اس کے بعد اس نے پیش قدمی کر کے اصفہان، عراق، عجم، رے اور فارس و کرمان کے علاقوں کو فتح کر کے بنو المظفر یزدی کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا ہے ان جنگوں میں اس خاندان کے سلاطین مارے گئے تھے اور ان کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔

بغداد پر فوج کشی: احمد بن اویس (حاکم بغداد) نے (یہ حالات دیکھ کر) کمر ہمت باندھ لی اور فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ پھر اس نے یہ ارادہ کیا کہ تحائف بھیج کر اس کے ساتھ صلح کی جائے مگر یہ طریقہ بے سود رہا کیونکہ سلطان تیمور اس کے جواب میں خط و کتابت کے ذریعے اسے فریب دیتا رہا۔ اور جب اس کی ہمت پست ہو گئی اور اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں تو وہ تیز رفتاری کے ساتھ اور بے خبری کی حالت میں فوج لے کر روانہ ہو کر دریائے دجلہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت کسی نے احمد کو ان خطروں سے آگاہ کیا۔

اس وقت احمد بن اویس نے سواریوں پر اپنے مال و دولت اور قیمتی ذخیروں کو لدوا کر دریائے دجلہ کی کشتیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور خود نہر حلہ کو عبور کر کے صبح سویرے حضرت علیؓ کے مزار مبارک (نجف اشرف) میں پناہ گزین ہوا۔

فتح بغداد: سلطان تیمور اور اس کا لشکر گیارہ شوال ۷۹۵ھ کو دریائے دجلہ پر پہنچا اور وہاں (دریا عبور کرنے کے لئے) کشتیاں نہیں تھیں، اس لئے وہ اپنی فوجوں کو لے کر دریا میں گھس گیا اور بغداد میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا۔ اس نے احمد کے تعاقب میں فوجیں بھیجیں تو وہ حلہ کے مقام کی طرف روانہ ہو گئیں۔ وہاں کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ لہٰذا وہاں بھی فوجیں دریا میں گھس گئے۔ پھر انہوں نے احمد بن اویس کو حضرت علیؓ کے مزار مبارک (نجف اشرف) کے مقام پر جا پکڑا اور اس کے ساز و سامان اور سواریوں پر قبضہ کر لیا۔

احمد کا مقابلہ اور فرار: احمد بن اویس نے پلٹ کر اپنی فوجوں کے ساتھ مغلوں کی فوجوں پر حملہ کیا اور نہایت بہادری اور فداکاری کے ساتھ مقابلہ کر کے مغلوں کے سرداروں کو قتل کر دیا جو اس کے تعاقب میں فوج لے کر آیا، باقی تاتاری فوج واپس چلی گئی۔

احمد بھاگ کر شام کے سرحدی مقام رحبہ کی طرف چلا گیا اور وہاں آرام کرنے لگا۔ اس نے وہاں کے سلطان کے نائب حاکم کو اطلاع کرائی تو اس نے اپنے مخصوص افراد کے ہاتھ زادِ راہ اور دیگر اخراجات کی رقم بھجوائی' پھر اسے حلب بھیج دیا گیا جہاں اس نے آرام کیا۔ پھر اسے ایسا مرض لاحق ہوا کہ وہ مصر نہیں جا سکا۔

بغداد کی دوبارہ تباہی: اس اثناء میں اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان تیمور نے اس کے علاقے میں فتنہ وفساد برپا کیا اور اس کے تمام ذخیروں پر قبضہ کر لیا بلکہ بغداد کے تمام امیر وغریب کے سامان اور موجودہ تمام مال ودولت کو ضبط کر لیا ہے یہاں تک کہ وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے ہیں اور بغداد کے تمام علاقے لوٹ مار کی وجہ سے ویران ہو گئے ہیں۔

مصری فوجوں کی تیاری: بعد ازاں احمد بن اولیس فریاد لے کر ماہ ربیع الاول ۷۹۶ھ میں سلطان مصر کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی کہ اس کا ملک اسے واپس دلایا جائے اور اس کے دشمن سے انتقام لیا جائے۔ سلطان مصر نے اس کی فریاد رسی کی اور اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ وہ شام کی طرف جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔

فتح تکریت ودیارِ بکر: اس اثناء میں جب سلطان تیمور نے بغداد کو فتح کر لیا تو وہ اپنا لشکر لے کر تکریت کی طرف روانہ ہوا جو اس کے مخالفوں کا اڈہ بنا ہوا تھا اور وہ راہ گیروں کی گھات میں حملہ کرنے کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ سلطان نے اس مقام کا چالیس دن تک محاصرہ کیا' آخر کار شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت ان کا قتل عام ہوا۔ اس کے بعد اسے تباہ وبرباد کر کے اسے ویران کر دیا گیا۔

اس کے بعد تیمور کی فوجیں دیار بکر میں رہا کے مقام تک پھیل گئیں اور دن کے چند گھنٹوں میں یہ علاقے مفتوح ہو گئے اور انہیں بھی تباہ وویران کر دیا گیا۔

مصری لشکر دمشق میں: جب سلطانِ مصر کو (ان تباہ کاریوں کی) اطلاع ملی تو وہ فوج لے کر چند دنوں تک زیدانیہ کے مقام پر خیمہ زن رہا۔ اس عرصے میں اس نے اپنی فوج کی خامیوں کو دور کیا اور اپنے غلاموں کو بخشش سے مالا مال کیا۔ اس نے ہر قسم کی فوج کو اکٹھا کیا اور قاہرہ میں اپنے نائب سودون کو جانشین بنایا۔ پھر احمد بن اولیس کو ساتھ لے کر صف بندی کے بعد شام کی طرف کوچ کیا۔ اس نے احمد بن اولیس کی فوجوں کو بھی بخشش سے نوازا اور انہیں ہر طرح سے مسلح کیا بعد ازاں سلطان ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں دمشق پہنچ گیا۔

فوجوں کی روانگی: سلطان مصر نے حاکم حلب جلبان کو ہدایت کی تھی کہ وہ دریائے فرات کی طرف جائے اور عرب اور ترکمان قوم کو اکٹھا کر کے انہیں وہاں دشمن کی گھات میں لگے رہنے پر آمادہ کرے۔ چنانچہ جب سلطان دمشق پہنچا تو جلبان اس کے پاس آیا اور اسے اپنی کارگزاری سے آگاہ کیا اور دیگر حالات بھی بتائے اس کے بعد سلطان کے احکام کے مطابق تعمیل حکم کے لئے واپس چلا گیا۔ سلطان نے اس کی امداد کے لئے کمشبغا اتابک' تنکتمش امیر سلاح اور احمد بن بیبغا کی قیادت میں فوجیں بھیجیں۔

تیمور بلاد الروم میں: اس اثناء میں ان کا دشمن سلطان تیمور ماردین کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ چنانچہ چند مہینے کے محاصرہ

کے بعد اس نے اسے فتح کر لیا۔ پھر اس کی فوجوں نے وہاں لوٹ مار کر کے اس علاقے کا صفایا کر دیا مگر اس کا قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ لہٰذا وہاں سے کوچ کر کے وہ بلاد الروم کی طرف پہنچ گیا۔ جب تیمور کردوں کے قلعوں کے پاس سے گزرا تو اس کی فوجوں نے وہاں بھی لوٹ مار کر کے اس علاقے کا صفایا کر دیا۔

<u>آخری خبر</u>: (ان آخری حالات کے تحریر کرنے تک ابن خلدون کے زمانے میں) سلطان مصر ماہ شعبان ۸۰۹ھ تک دمشق میں مقیم تھا (وہ انتظار میں تھا کہ) جب تیمور اس طرف آئے تو وہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ (تیمور کا حال یہیں تک بیان کیا گیا ہے)

باب: دہم

ایران میں بنو مظفر یزدی کی حکومت

احمد المظفر یزد کا باشندہ تھا' وہ بہت بہادر تھا۔ چنانچہ جب وہ سلطان ابو سعید کے عہد میں سرکاری ملازم ہوا تو اسے فارس کے راستوں کی حفاظت کے کام پر مقرر کیا گیا اور یہیں سے اس کے (عروج) کا آغاز ہوا۔

جب سلطان ابو سعید فوت ہوا تو اس وقت ۷۳۶ھ کی تاریخ تھی اس کی اولاد نہ تھی۔ اس لئے ملک انتشار کا شکار ہو گیا اور مختلف حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ چنانچہ شمالی سلطنت کے بادشاہ ازبک نے خراسان کے ایک حصہ کو فتح کر لیا۔ ہرات میں ملک حسین اور ثان محمود خود مختار حاکم ہو گئے۔

ایسی صورت میں سلطان ابو سعید کے ارکان سلطنت نے احمد المظفر کو اصفہان اور فارس کا حاکم بنا کر بھیجا تو وہ اپنے علاقے کا خود مختار حاکم بن گیا اور اس نے اپنا پایہ تخت شیراز قرار دیا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کا فرزند ابو اسحاق امیر شیخ اس کا جانشین ہوا۔ وہ بھی خود مختار حاکم رہا' اس نے عمدہ یادگاریں چھوڑی ہیں (مشہور عالم) شیخ عضد الدین نے کتاب المواقف اسی کے لئے لکھی تھی۔ نیز شیخ عماد الدین کاشی نے کتاب المفتاح کی شرح اسی کے نام پر معنون کی ہے۔

<u>فتح فارس و اصفہان</u>: محمد بن المظفر نے کرمان اور اس کے علاقے کو بھی فتح کر لیا تھا اور اس پر اپنا تسلط جما لیا تھا۔ وہ فارس کے علاقے پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ (اس کا ذریعہ ایک واقعہ بن گیا جو یوں رونما ہوا کہ) ابو اسحاق امیر شیخ نے شیراز کے ایک معزز شریف انسان کو قتل کر دیا تھا' لہٰذا اس نے اعلان کیا کہ وہ اس کا انتقام لے گا۔ دراصل اس کا مقصد اس کے قبضے سے یہ علاقہ چھیننا تھا۔ اس لئے وہ اپنی فوج لے کر شیراز پہنچ گیا۔ چونکہ اہل شہر امیر شیخ کی بدکرداریوں کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی حمایت کی اور شہر اس کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ وہ اس کے پائے تخت پر قابض ہو گیا۔ امیر شیخ اصفہان کی طرف بھاگ گیا۔ جب اس کا تعاقب کیا گیا تو وہ اصفہان سے بھی بھاگ گیا اور (محمد بن المظفر نے) اصفہان کو بھی فتح کر لیا۔ پھر اس نے چاروں طرف اس کے تعاقب اور گرفتاری کے لئے فوج بھیجی۔ آخر کار وہ گرفتار ہو کر شریف انسان کے قصاص میں مارا گیا جسے امیر شیخ نے شیراز میں قتل کیا تھا۔

<u>سلطنت کی تقسیم</u>: محمد بن المظفر کے چار فرزند تھے (۱) شاہ ولی (۲) محمود (۳) شجاع (۴) احمد۔ شاہ ولی اپنے والد کی حیات ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اس نے دو فرزند منصور اور یحییٰ چھوڑے تھے۔ اس نے اپنے دوسرے فرزند محمود کو اصفہان کا حاکم اور (تیسرے) فرزند شجاع کو شیراز اور کرمان کا حاکم بنا دیا تھا۔ لہٰذا محمود اور شجاع دونوں (اس کی زندگی ہی میں) خود مختار حاکم ہو گئے تھے اور انہوں نے اسے دست بردار کر دیا تھا یہ واقعہ ۷۶۰ھ میں ہوا تھا۔

شجاع کی شکست و فتح: شجاع نے مخالفت کی تو محمود نے اویس بن حسن الکبیر سے فوجی امداد طلب کر کے اصفہان کے علاقے سے فوج کشی کی اور اویس کی فوجی امداد حاصل کر کے ۷۶۵ھ میں شیراز فتح کر لیا اور شجاع اپنے دوسرے علاقے یعنی کرمان کی طرف بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا۔ وہاں تھوڑے عرصے کے لئے اس کے ماتحت حکام اس کے مخالف رہے۔ آخر کار وہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ پھر تین سال کے بعد فوج اکٹھی کر کے اس نے شیراز پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور شیراز لوٹ آیا اور اس کا بھائی محمود اصفہان چلا گیا اور وہیں رہنے لگا تا آنکہ وہ ۷۷۶ھ میں فوت ہو گیا۔

(اس کے مرنے کے بعد) شجاع نے اس کا علاقہ بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیا اور اسے اپنے فرزند زین العابدین کے حوالے کر دیا اور اس کا نکاح اویس بن حسن (حاکم بغداد) کی لڑکی سے کر دیا جو پہلے محمود کی (منکوحہ) تھی۔ اس کے بعد شجاع ۷۸۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کا فرزند زین العابدین اصفہان کا مستقل حاکم تھا اور شیراز اور فارس میں اس کا بھتیجا منصور ابن شاہ ولی اس کا جانشین ہوا۔

خانہ جنگی: اس کے بعد منصور اور زین العابدین کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور منصور کو شکست ہوئی (لہٰذا) منصور بن شاہ ولی زین العابدین کے خوف سے بھاگ کر بنو اویس کے بڑے امیر عادل کے پاس (پناہ لینے کے لئے) سلطانیہ پہنچا مگر اسے قید کر دیا گیا۔ پھر وہ قید خانے سے بھاگ کر احمد بن اویس کے پاس فریاد لے کر پہنچا تو اس نے اس کی فریاد رسی کی اور اسے اپنے علاقے تستر میں پناہ دی۔ وہاں سے (وہ فوج لے کر) شیراز کی طرف روانہ ہوا تو زین العابدین اصفہان چلا گیا اور اس کا اپنا سگا بھائی یحییٰ یزد چلا گیا۔ ان دونوں کا چچا احمد بن محمد المظفر کرمان میں تھا۔

تیمور کی اطاعت: جب چغتائی بن چنگیز خان کے خاندان کے سلطان تیمور نے ۷۸۹ھ میں فوج کشی کی اور توریز کے علاقے کو فتح کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا تو حاکم یزد یحییٰ نے اس کی اطاعت قبول کی اور حاکم کرمان احمد نے بھی اس کی اطاعت قبول کی۔

تیمور کی فوج کشی: مگر زین العابدین اصفہان سے بھاگ گیا اور سلطان تیمور نے اس کے علاقے کو فتح کر لیا۔ زین العابدین شیراز چلا گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان تیمور اپنے ماوراء النہر کے ملک کی طرف واپس چلا گیا تھا اور ۷۹۵ھ تک ان کے حالات صیغہ راز میں رہے۔ اس کے بعد اس نے بلاد فارس کی طرف فوج کشی کی تو منصور بن شاہ ولی نے فوجیں اکٹھی کیں تا کہ وہ اس کے ساتھ جنگ کرے مگر سلطان تیمور نے فریب دے کر اسے ان کی حکومت پر برقرار رکھا اور ہرات کی طرف لوٹ گیا۔ اس اثناء میں منصور کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔

منصور کی شکست: جب سلطان تیمور کے جاسوسوں نے اسے فوجوں کے منتشر ہونے کی اطلاع دی تو سلطان تیمور تیز رفتاری کے ساتھ شیراز پہنچا اور شہر سے باہر منصور کی باقی ماندہ فوجوں کو جن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہ تھی شکست دی (اس ناگہانی جنگ سے خوف زدہ ہو کر) منصور کی فوج کے اکثر افراد تیمور کی فوج میں شامل ہو گئے اور منصور اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ جاں نثاری کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ معرکہ جنگ میں گم ہو گیا اور اس (کی زندگی) کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

بنوالمظفر کا خاتمہ: اب سلطان تیمور نے شیراز کو فتح کر کے اسے اصفہان کی عملداری میں شامل کر لیا اور اپنی طرف سے ان علاقوں کا حاکم مقرر کیا اس نے کرمان کے حاکم احمد بن محمد اور اس کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا اور کرمان کے علاقے پر بھی اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ اس نے یزد کے حاکم یحیٰ بن شاہ ولی اور اس کے دونوں فرزندوں کو بھی قتل کرایا اور وہاں بھی اپنا حاکم مقرر کیا۔ یوں اس نے بنوالمظفر (کے شاہی خاندان) کا خاتمہ کر دیا۔ البتہ زین العابدین بن شجاع بن محمود کو اپنے لئے زندہ رکھا مگر اس کا فرزند بھاگ کر اپنے ماموں احمد بن اویس کے پاس پہنچ گیا اور وہ ابھی تک (تا عہد تحریر کتاب تاریخ ابن خلدون) اس کے ساتھ مصر میں مقیم ہے۔

احوالِ بلادِ روم اور بنوارتنا کی حکومت

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بلاد روم کا ملک سلاطین سلجوقیہ کی (ایک شاخ) بنو قلیج ارسلان کے ماتحت تھا جنہوں نے یہاں دعوت اسلام کا آغاز کیا اور اس علاقے کو بازنطینی سلاطین کے تسلط سے جن کا مرکز قسطنطنیہ تھا آزاد کرایا۔ انہوں نے اس ملک میں دیار بکر اور دیگر علاقوں کا اضافہ بھی کیا۔ یوں ان کی عملداری وسیع ہو گئی تھی اور ان کی عظیم مملکت ہو گئی تھی۔

بلاد الروم کے علاقے: ان سلاطین کا پایۂ تخت قونیہ میں تھا اور ان کے ملک میں مندرجہ ذیل شہر اور علاقے شامل تھے۔

(۱) اقصر (۲) انطاکیہ (۳) علایا (۴) طغرل (۵) دمرلو (۶) قراحصار۔ ان کے ماتحت آذربائیجان کا ملک بھی تھا اور اس میں مندرجہ ذیل علاقے بھی شامل تھے۔

(۱) اقشہر (۲) کارخ (۳) قلعہ کعونیہ۔

قیساریہ بھی ان کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس کے ماتحت مندرجہ ذیل شہر تھے۔

(۱) انکرہ (انقرہ) (۲) عداقلیہ (۳) منال۔

سیواس کا صوبہ بھی ان کی سلطنت میں شامل تھا جسے انہوں نے دانشمند کے قبضے سے چھینا تھا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ان کی عملداری میں یہ علاقے بھی شامل تھے۔ (۱) نکسار (۲) قاسایہ (۳) توقات (۴) کنکرہ کوریہ (۵) قمنات (۶) سامسون (۷) صفوی (۸) کسحونیہ طرخلوا (۹) بربوا۔

انہوں نے ارمن قوم کے علاقے (ارمینیہ) میں سے خلاط، ارمینیا الکبریٰ (والی سلطان) اور ارجیش کے علاقے بھی اپنی مملکت میں شامل کئے۔

وسیع سلطنت: دیار بکر میں سے خرت برت ملطیہ اور سمیاط وسارہ کے علاقے ان کی سلطنت میں شامل تھے۔ ان کی یہ سلطنت شمالی سمت سے شہر بورصہ سے لے کر خلیج قسطنطنیہ تک وسیع ہو گئی تھی یوں وہ ایک وسیع اور اہم ممالک پر قابض تھے۔ آخر کار اور سلطنتوں کی طرح یہ سلطنت بھی کمزور ہوتی چلی گئی۔

تاتاریوں کی فتوحات: جب تاتاریوں نے اسلامی ممالک کو فتح کر لیا تو مرکزی سلطنت کے تخت پر منگو خان جو ہلاکو کا

بھائی تھا بیٹھا۔ اس وقت تاتاری چھوٹی بڑی اسلامی سلطنتوں کے وارث تھے۔ انہوں نے بلاد روم کی طرف ۶۵۴ھ میں اپنے ایک بڑے سردار بیکو کی قیادت میں مغل فوجیں بھیجیں۔ اس وقت بلاد روم کا بادشاہ غیاث الدین کیخسرو بن علاء الدین کیقباد تھا جو قطلمش کے خاندان کا بارہواں بادشاہ تھا۔ یہ مغل فوجیں ارزن الروم (ارض روم) پہنچیں وہاں کا حاکم شاہ علاء الدین کا آزاد کردہ غلام سنان الدین یاقوت تھا۔ مغل فوجوں نے دو مہینے کے محاصرہ کے بعد اسے فتح کر لیا اور اسے تباہ کر کے آگے بڑھ گئے۔ اقشہر اور زنجان کے مقامات کے قریب شاہ غیاث الدین کیخسرو نے صحرا میں ان کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد وہ اپنے ذخیرہ اور اہل وعیال کو لے کر قونیہ پہنچ گیا۔ بیکو (مغل سردار) اس کے (چھوڑے ہوئے) علاقہ پر قابض ہو گیا۔

پھر وہ قیساریہ پہنچا۔ مغل فوجوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد شاہ غیاث الدین فوت ہو گیا تو اس کا فرزند علاء الدین کیقباد بادشاہ مقرر ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت کے کاموں میں اپنے دونوں بھائیوں کو بھی شریک کر لیا جن کے نام عزالدین کیکاؤس اور رکن الدین قلیج ارسلان تھے۔

خانہ جنگی: جب تاتاری ان کے شہروں کو تباہ کرنے لگے تو علاء الدین کیقباد صاحب تخت وتاج مغل بادشاہ منگو خان کی طرف (فریاد لے کر) روانہ ہوا۔ اس کی غیر حاضری میں اس کے دونوں بھائی جھگڑنے لگے۔ اس (خانہ جنگی) میں عزالدین کیکاؤس غالب آ گیا اور اس نے اپنے بھائی رکن الدین کو قونیہ میں نظر بند کر دیا۔ عزالدین نے اپنے بھائی علاء الدین کے پیچھے پیچھے ایسے شخص کو بھیجا جو منگو خان کو اس کے برخلاف کر دے مگر اس مہم کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ علاء الدین راستے ہی میں فوت ہو گیا تھا۔

سلطنت کی تقسیم: آخر کار منگو خان نے یہ تحریری حکم دیا کہ بلاد الروم کے ملک میں عزالدین اور رکن الدین دونوں شریک ہیں اور اس ملک کی ان دونوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگی کہ عزالدین کے پاس سیواس سے لے کر قسطنطنیہ کی سرحد تک کا علاقہ رہے گا اور رکن الدین سیواس سے ارزن الروم (ارض روم) تک اس مشرقی علاقے کا حاکم رہے گا جو تاتاری علاقے کے قریب ہے۔

(اس فیصلے کے بعد) عزالدین نے رکن الدین کو رہا کر دیا اور اس نے تاتاری حکومت کی اطاعت قبول کی۔

بیکو کی فتح: ابھی عزالدین واپس نہیں آیا کہ بیکو نے بلاد الروم پر حملہ کر دیا لہٰذا عزالدین کے ایک سردار ارسلان دغمش نے اس کا مقابلہ کیا۔ بیکو نے شکست دے کر اسے قونیہ کی طرف بھگا دیا۔ عزالدین وہاں سے بھاگ کر علایا کے مقام پر پہنچ گیا۔ بیکو نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار وہاں کے خطیب نے یہ شہر بیکو کے حوالے کر دیا اور وہ اس پر قابض ہو گیا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کی بیوی اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئی اس موقع پر یہ شرط رکھی گئی کہ تاتاری (شہر میں) ایک ایک کر کے داخل ہوں اور وہ (کسی) باشندہ کو نہ چھیڑیں۔

اب عزالدین اور رکن الدین نے تاتاریوں کی اطاعت قبول کر لی۔ ان کی حکومت اور بادشاہت برائے نام رہ گئی تھی۔ اصل حکومت مغل سردار بیکو کے ہاتھ میں تھی۔

سقوط بغداد میں شرکت: جب ہلاکو نے ۶۵۶ھ میں بغداد کی طرف فوج کشی کی تو اس نے بیکو اور اس کی فوجوں کو امداد کے لئے طلب کیا۔ مگر اس نے یہ معذرت کی کہ اس کے راستے میں فراسیلیہ اور باروقیہ کی کرد قومیں حائل ہیں ان کی وجہ سے وہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ہلاکو نے (اس کا راستہ صاف کرنے کے لئے) اپنی طرف سے فوجیں بھیجیں جب وہ آذربائیجان کے علاقے سے گزریں تو وہاں سے کرد قوم کے افراد بھاگ گئے اور انہوں نے اس علاقے کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد وہ بیکو (اور اس کی فوج کو) لے کر ہلاکو کے پاس پہنچ گئے وہ فتح بغداد اور اس کے بعد کے واقعات میں اس کے ساتھ شریک تھے۔

ہلاکو کی امداد: جب ہلاکو حلب پہنچا تو اس نے عزالدین اور رکن الدین کو اپنے پاس بلایا' چنانچہ وہ (وہاں پہنچ گئے اور) وہ دونوں فتح حلب کے موقع پر اس کے ہمراہ تھے۔ ان دونوں کے ساتھ ان کا وزیر معین الدین سلیمان بروناۃ بھی وہاں موجود تھا۔ ہلاکو نے اسے بہت پسند کیا اور رکن الدین کو ہدایت کی کہ اسے اپنی طرف سے اس کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

جب بلاد الروم میں مغل سردار بیکو فوت ہوگیا تو اس کا جانشین ایک دوسرا مغل سردار صمتار کو مقرر کیا گیا۔

عزالدین کی شکست: ۶۵۹ھ میں دونوں بھائیوں عزالدین اور رکن الدین کے درمیان خانہ جنگی ہوئی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عزالدین رکن الدین کے علاقے پر غالب آ گیا اور رکن الدین بروناۃ کو ہمراہ لے کر ہلاکو کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ ہلاکو نے اسے فوجی امداد دے کر بھیجا۔ جب مقابلہ ہوا تو عزالدین نے ان سب کو شکست دی۔ رکن الدین نے دوبارہ امداد طلب کی تو ہلاکو نے دوبارہ امدادی فوج بھیجی۔ اس مرتبہ عزالدین کو شکست ہوئی اور وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا جہاں وہ وہاں کے حاکم لشکری کے ساتھ رہنے لگا۔

ترکمانوں کی خودمختاری: اب رکن الدین قلیج ارسلان بلاد الروم کا (تنہا) حاکم ہوگیا۔ مگر وہاں کی سرحدوں اور ساحلوں پر جو ترکمان قوم رہتی تھی اس نے اس کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے ہلاکو سے درخواست کی کہ وہ ان پر اپنی طرف سے حاکم مقرر کرے چنانچہ اس نے ان کے لئے ایک حاکم مقرر کر کے بھیجا۔

آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ان کو سلطنت عطا کی۔ چنانچہ آج کل وہاں ان کے (عثمانی) سلاطین حکومت کر رہے ہیں جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

عزالدین کی وفات: عزالدین قسطنطنیہ ہی میں مقیم رہا۔ اس نے وہاں کے حاکم لشکری پر حملہ کرنا چاہا تھا مگر اس کے رومی ماموؤں نے اس کی چغلی خوری کی اس لئے لشکری نے اسے اپنے کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا جہاں وہ ہلاک ہوگیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صرای کے صاحب تخت شمالی سلطنت کے بادشاہ اور قسطنطنیہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور تاتاری بادشاہ نے حملہ کر کے قسطنطنیہ کے علاقے کو تباہ کیا تھا اور جب وہ اس قلعہ کے پاس سے گزرا جہاں عزالدین نظر بند تھا تو وہ اسے (رہا کر کے) اپنے ساتھ صرای کی طرف لے گیا تھا اور عزالدین وہاں فوت ہوا تھا۔

اس کے بعد اس کا فرزند مسعود ہلاکو کے فرزند ابغا کے پاس پہنچا۔ اس نے اس کا بہت عزت و احترام کیا اور بلاد الروم کے کسی قلعہ کا حاکم بنا دیا۔

غیاث الدین کیخسرو کی حکومت: اس کے بعد معین الدین سلیمان برداناہ رکن الدین سے بدگمان ہوگیا اور اس نے رکن الدین کو ٦٦٢ھ میں اچانک اور پوشیدہ طور پر قتل کرا دیا اور اس کے فرزند کیخسرو کو غیاث الدین کا لقب دے کر تخت نشین کر دیا اور خود اس پر حاوی ہوگیا (اس کے نام سے خود مختار حاکم ہوگیا) اس کے باوجود وہ تاتاری سلطنت کا مطیع و فرمانبردار رہا مگر وہ ان (کی حرکتوں) سے بہت پریشان رہتا تھا۔ اس لئے وہ مصر کے سلطان سے خط و کتابت کر کے اس کے حلقۂ اطاعت میں آنا چاہتا تھا۔ جب ابغا بن ہلاکو (مغل بادشاہ) کو سلطان ظاہر بیبرس سے اس کی خط و کتابت کا علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوا۔

مغل فوجوں کو شکست: جب صمغار (مغلوں کا نگران حاکم (کوتوال) فوت ہوا تو ابغا نے اس کے بجائے دو مغل سردار بھیجے جن کے نام تدوان اور توقر تھے وہ دونوں ٦٧٥ھ میں شام پہنچے اور ابلستین کے مقام پر فروکش ہوئے۔ ان دونوں کے ساتھ غیاث الدین کیخسرو بھی تھا اور اس کا سرپرست برداناہ بھی لشکر میں موجود تھا۔ اسی زمانے میں سلطان ظاہر بیبرس دمشق سے فوجیں لے کر ابلستین پہنچ گیا اور تاتاری فوجوں سے جنگ کی۔ برداناہ جنگ میں شریک نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے پیشتر ازیں سلطان ظاہر سے اسی قسم کا وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا سلطان ظاہر نے ان دونوں (تاتاری سرداروں کی فوجوں کو) شکست دی اور تاتاری فوجوں کے علاوہ اس نے دونوں امیر تدوان اور توقر کو قتل کروا دیا مگر برداناہ اور اس کا (زیر نگران) سلطان بچ گیا بلکہ ان کی فوج میں سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس کے بعد سلطان مصر بلاد الروم کے پایۂ تخت قیساریہ کو فتح کر کے مصر لوٹ گیا۔

سازش کا انکشاف: جب (تاتاری سلطان) ابغا موقع پر پہنچا اور اس نے میدان جنگ کا مشاہدہ کیا تو وہاں اس نے اپنی تاتاری قوم کے افراد کی لاشیں دیکھیں۔ یوں اس کی بدگمانی کی تصدیق ہوگئی کہ یہ برداناہ اور اس کے ساتھیوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اس نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا اور لوٹ گیا۔

مغلوں کا تسلط: پھر اس نے اپنے محاذ جنگ میں برداناہ کو بلوا کر اسے قتل کر دیا اور اس کے بجائے غیاث الدین کیخسرو کا قائم مقام اس کے بھائی عزالدین محمد کو مقرر کیا۔ اس کے بعد غیاث الدین کیخسرو اس حالت میں بلاد الروم پر حکومت کرتا رہا کہ مغل فوجوں کا ایک سردار (کوتوال کی حیثیت سے) اس ملک کی نگرانی کرتا تھا۔

مغل حکام کا تقرر: جب تکرار بن ہلاکو بادشاہ مقرر ہوا تو اس وقت اس کا بھائی قنقرطائی بلاد الروم میں مقیم تھا۔ وہ (مغل سرداروں) صمغار کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ سلطان نے اسے بلا بھیجا مگر اس نے آنے سے انکار کیا۔ اس نے غیاث الدین کو حکم دیا تو اس نے اس کو ارزنکان کے مقام پر نظر بند کر دیا اور بلاد الروم پر مغلوں کا نمائندہ نگران افسر (شحنہ) ایک مغل سردار الاکو کو ٦٨١ھ میں مقرر کیا گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صمغار کے بعد ازعو بن ابغا نے الاکو کو بلاد الروم میں نگران افسر (شحنہ) مقرر کیا تھا۔ جب سلطان ابغا نے (دو مغل سرداروں) تدوان اور توقر کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو سلطان مصر الظاہر سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان دونوں کو نگران افسر (شحنہ) کی حیثیت سے نہیں بھیجا گیا تھا۔

امیر علی کی حکومت: بعد ازاں مسعود بن عز الدین کیکاؤس بلاد الروم کا (برائے نام) بادشاہ مقرر ہوا اور اصل حکومت تاتاری فوجی افسر (شحنہ) کی تھی۔ اس کی حکومت برائے نام تھی اور اس کا اقتدار ختم ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے برعکس مغل سردار بلاد الروم میں نگران افسر (شحنہ) کی حیثیت سے پے در پے آتے رہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی کے شروع میں امیر علی مقرر ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے ارمن قوم کے بادشاہ اور میس کے حاکم ہتیوس بن لیعون کو قتل کیا تھا۔ جب اس کا بھائی سلطان خربندا کے پاس فریاد لے کر پہنچا تو اس نے فریاد رسی کر کے اسے قتل کر دیا تھا۔ جیسا کہ ترکی سلطنت کے حالات میں ارمن قوم کے تذکرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ارمنوں کے خلاف جہاد: ۷۲۰ھ میں یہاں امیر ایغا بھی (نگران بن کر) آیا۔ پھر سلطان ابو سعید نے بلاد الروم کی طرف (نگران بنا کر) دمرداش بن جوبان کو ۷۲۳ھ میں روانہ کیا وہاں اس کا اقتدار قائم ہو گیا اور اس نے میس میں ارمنوں کے ساتھ جہاد کیا اور اس مقصد کے لئے سلطان مصر محمد بن قلاوون سے بھی فوجی امداد طلب کی تھی۔ چنانچہ اس کے لئے امدادی فوج بھیجی گئی اور ان دونوں فوجیوں نے (مل کر) ایاس کے مقام کو بزور شمشیر فتح کیا۔ پھر یہ لوگ واپس چلے گئے۔

دمرداش کا قتل: جب سلطان ابو سعید نے اپنے نائب جوبان بن بردان کو قتل کیا تو اس کی اطلاع اس کے فرزند دمرداش کے پاس بلاد الروم بھی پہنچی۔ وہ یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا۔ آخر کار وہ اپنی فوجوں اور سرداروں کو لے کر مصر پہنچ گیا۔ سلطان مصر نے اس کا استقبال کیا اور اسے بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اس کے پیچھے سلطان ابو سعید کے ایلچی بھی آ پہنچے۔ وہ (سلطان ابو سعید کا) یہ مطالبہ لے کر آئے تھے چونکہ وہ فتنہ و فساد برپا کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس لئے اس کے ساتھ خدائی فیصلہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ سلطان مصر نے اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی کہ وہ اس شامی سردار قراسنقر کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کرے گا جو مصر آیا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے بھی قتل کیا گیا اور ان دونوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی گئی۔

ارتنا کی حکومت

جب دمرداش بلاد الروم سے بھاگ کر مصر گیا تھا تو وہاں وہ اپنے ایک سردار کو چھوڑ گیا تھا جسے ارتنا کہا جاتا ہے مگر شہزادوں کے ناموں کی طرح اس کا نام نویر تھا اس نے سلطان ابو سعید کو اطلاع دی کہ وہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہے لہذا سلطان نے اسے اس علاقہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس نے سیواس میں مقیم ہو کر اسے اپنا پایہ تخت بنایا۔

دشمن کی شکست: جب حسن بن دمرداش توریز میں خود مختار بادشاہ ہو گیا تو ارتنا نے اس کی اطاعت قبول کی۔ پھر اس سے باغی ہو کر اس نے سلطان ناصر حاکم مصر سے خط و کتابت کر کے اس کی اطاعت قبول کی۔ سلطان مصر نے اسے حکومت کا پروانہ اور خلعت بھیجا (جب حسن بن دمرداش کو اطلاع ملی تو) اس نے فوج جمع کر کے سیواس کا رخ کیا۔ ارتنا بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کینوک کے صحرا میں پہنچا اور اسے شکست دی اس نے اس کے فوجی افسروں کی ایک جماعت کو بھی گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۷۴۴ھ میں ہوا۔

مستحکم حکومت: اب ارتنا کی حکومت مستحکم ہو گئی اور جوبان و حسن بن دمرداش اس کا مقابلہ نہیں کر سکے اور وہ ۷۵۳ھ تک

حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد کے حالات کا صحیح علم نہیں ہو سکا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے فرزند کس ترتیب کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ البتہ ترک حکومت کے حالات کے ضمن میں اتنا پتہ چلا ہے کہ ۷۶۱ھ میں سلطان مصر نے اپنے نائب حاکم کو یہ ہدایت کی کہ وہ فوج لے کر محمد بیگ بن ارتنا کی امداد کے لئے جائے۔ چنانچہ وہ فوج لے کر گیا اور کامیابی حاصل کی۔

بنو ذلقادر ارمینیہ میں: ارتنا اور اس کے فرزند بلاد الروم پر حکومت کرتے رہے مگر ترکمان قوم نے ان سے ارمینیہ میں سیس اور اس کا متعلقہ علاقہ چھین لیا تھا۔ وہاں بنو ذلقادر کی مخالفانہ سلطنت قائم ہو گئی تھی اور وہ فوجی حملے کرتے رہتے تھے۔ اور یہ علاقہ ابھی تک (تا آخر عہد ابن خلدون) ان کے قبضے میں ہے۔

جب ایک ترکی امیر سعاروں نے ۷۹۲ھ میں بغاوت اختیار کی تھی تو قراجا بن ذلقادر نے اس کی حمایت کی تھی۔ اس وقت سلطان مصر نے فوجیں حملہ کرنے کے لئے ارسال کیں تو اس کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ شاہی فوج نے تعاقب کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا تھا۔

۷۹۴ھ میں سلطان مصر نے قراجا کو گرفتار کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ جب وہ بلستین پہنچیں تو وہاں کا نائب حاکم وہاں سے بھاگ گیا۔ شاہی فوجوں نے اس کے قبائل کو لوٹ لیا اور وہ خود (قراجا) ابن ارتنا کے پاس سیواس بھاگ گیا۔ ابن ارتنا نے اسے گرفتار کر کے سلطان کے پاس مصر بھیج دیا جہاں وہ مارا گیا۔

عثمانی سلطنت: ترکمان قوم نے شمالی سمت سے بلاد الروم کا علاقہ قسطنطنیہ تک اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور وہاں کی عیسائی قوموں کا صفایا کر کے قسطنطنیہ کے پیچھے کے بہت بڑے علاقے پر تسلط جما لیا تھا۔ ان کا حاکم آج کل بڑے سلاطین میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کی سلطنت نئی ہے مگر روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔

قاضی کی نگرانی: ۷۸۰ھ میں سیواس میں ارتنا کی نسل میں سے ایک لڑکا تھا (جس کا نام غالباً ابراہیم بن محمد بیگ بن ارتنا تھا) باپ کی وصیت کے مطابق اس کا نگران شہر کا قاضی مقرر ہوا اور وہی خود مختار حاکم بن گیا تھا۔ پھر اس قاضی نے ۷۹۲ھ میں اس لڑکے کو قتل کر کے حکومت مکمل طور پر سنبھال لی تھی۔ اس علاقے میں تاتاری قبائل کی تقریباً تین ہزار فوج رہتی تھی۔ ان کا حاکم دمرداش بن جوبان تھا۔ اس سے پہلے بھی مغل افسر مقرر ہو کر آتے تھے۔ یہ فوج بنو ارتنا کی طرف دار اور محافظ تھی اور یہی وہ فوج تھی جس سے قاضی شہر نے فوجی امداد کی درخواست کی تھی۔ جب مصری فوج اپنے اس باغی منطاش کی تلاش میں وہاں پہنچی تھیں جو بھاگ کر وہاں پناہ گزین تھا۔ لہٰذا مصری فوجیں ۷۹۰ھ میں اسے گرفتار کرنے کے لئے سیواس پہنچی تھیں مگر قاضی شہر کی درخواست پر تاتاری فوجوں نے اس کی امداد کی اور اس کے نتیجہ میں مصری فوجیں وہاں سے چلی گئیں جیسا کہ ترکی حکومت کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بنو ارتنا کی حکومت ابھی تک (تا آخر عہد مورخ ابن خلدون ۷۹۲ھ) قائم ہے۔

سلطنتِ بنو عثمان ترکی میں

یہ ترکمان قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے توغرما بن کومر بن یافث کی نسل سے ہیں جیسا کہ تورات میں مذکور ہے۔ بنو اسرائیل کے ماہر انساب قومی نے بیان کیا ہے کہ توغرما کی اولاد ترکمان ہیں جو ترکوں کے بھائی ہیں۔ ان کا اصلی وطن جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے۔ بحر طبرستان سے لے کر جسے بحر خزر کہا جا سکتا ہے۔ قسطنطنیہ کے دونوں درمیانی حصوں تک ہے۔ مشرق میں ان کا علاقہ دیار بکر تک ہے۔

جب عربوں اور ارمنوں کی حکومت کا زوال ہوا تو انہوں نے دریائے فرات کے نواحی علاقے کی ابتداء سے لے کر اس کے دہانے تک وہاں تک قبضہ کر لیا جہاں وہ دریائے دجلہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ متفرق اور مختلف قبائل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

بلاد روم میں ان کا بہت بڑا گروہ تھا۔ چنانچہ اس کثرت تعداد کی بدولت ان کے احکام دشمن کے ساتھ جنگوں میں غالب آ جاتے تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں ان کا بہت بڑا سردار جق تھا۔ اس وقت بھی ان کے بہت قبیلے تھے اور ان کی تعداد بہت تھی۔

عثمانی قوم کا آغاز: جب سلیمان ابن قطلمش نے اپنے والد کی وفات کے بعد قونیہ کی سلطنت پر حکومت کی اور انطاکیہ کو رومیوں کے قبضے سے چھڑا کر اسے فتح کر لیا تھا تو مسلم بن قریش نے اس سے اس جزیہ کا مطالبہ کیا جو وہ رومیوں سے وصول کرتا تھا۔ سلیمان نے اس سے انکار کیا تو دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس وقت مسلم بن قریش نے عربوں اور ترکمانوں کو (اس کے مقابلہ کے لئے) اکٹھا کر لیا تھا۔ ترکمانوں کا سردار جق اس کے ساتھ تھا اور وہ انطاکیہ کے مقام پر سلیمان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے پہنچا تھا۔ جب فریقین میں جنگ کا آغاز ہوا تو ترکمان ترکی نسل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سلیمان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مسلم بن قریش کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔

جداگانہ سلطنت کا قیام: بنو قطلمش کے عہد حکومت میں یہ ترکمانی قوم بلاد الروم کے پہاڑوں اور ساحلی مقامات پر مقیم رہی۔ جب تاتاری قوم نے بلاد الروم کو فتح کیا تو انہوں نے بنو قطلمش کی حکومت کو برقرار رکھا۔ پہلے عز الدین کیکاؤس اپنے بھائی رکن الدولہ قلیج ارسلان پر غالب آ گیا تھا (مگر پھر مغلوب ہو گیا) آخر کار رکن الدولہ حاکم ہوا اور عز الدین قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اس زمانے میں (تذکرہ ہلاکو) ترکمانوں کے سردار محمد بک تھے ان کا بھائی الیاس بک اور ان کا ہمسر علی بک اور ان کا رشتہ دار سونج تھے۔ بظاہر وہ جق کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے رکن الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ پھر انہوں نے ہلاکو کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے جداگانہ نگران افسر بھیجا جائے اور (ان کی آزادی تسلیم کر کے) ان کے لئے (جداگانہ) علم بھیجا جائے۔ چنانچہ ہلاکو نے ان کی بات مان لی اور ان کی آزادی تسلیم کر لی۔

علی بیگ کا تقرر: بعد ازاں ہلاکو نے (ترکمانوں کے سردار) محمد بیگ کو بلوایا۔ مگر اس نے معذرت پیش کر کے حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا ہلاکو نے بلاد روم کے نگران افسر اور سلطان قلیج ارسلان کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ جنگ کریں

چنانچہ وہ (فوج لے کر) وہاں پہنچے اور ان کے ساتھ جنگ کی۔ (اس جنگ سے) اس کا سمدھی علی بیگ الگ ہو کر بلاکو کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے اس کے سمدھی محمد بیگ کے بجائے وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔

محمد بیگ نے جنگ میں مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر دور دراز علاقے کی طرف بھاگ گیا پھر وہ قلیج ارسلان کے پاس پناہ لینے کے لئے حاضر ہوا۔ اس نے اس کو پناہ دے دی اور پناہ دے کر اسے قونیہ لے گیا' وہاں ان نے محمد بیگ کا کام تمام کر دیا اور اس کے سمدھی علی بیگ کو ترکمان قوم کا امیر مقرر کیا۔

اس اثناء میں تاتاری فوجوں نے بلاد الروم کے علاقوں کو استنبول تک فتح کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے بنو عثمان سلاطین علی بیگ یا اس کے رشتہ داروں میں سے تھے کیونکہ پوری صدی تک اسی خاندان میں حکومت رہی تھی۔

پہلا عثمانی بادشاہ: جب تاتاریوں کا نام ونشان بلاد الروم سے مٹ گیا اور بنو ارتنا سیواس اور اس کے علاقوں پر مسلط ہو گئے تو یہ ترکمان قوم بھی اس کے دوروں کے پیچھے کے علاقوں پر خلیج قسطنطنیہ تک قابض ہو گئی اور ان کے بادشاہ نے ان علاقوں کے لئے بورصہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ اس کا نام اورخان بن عثمان جق تھا۔ اس نے وہاں محلات نہیں تعمیر کرائے بلکہ وہ وہاں کے میدانوں میں خیمے گاڑ کر رہتا تھا۔

سلطان مراد کی فتوحات: اس کے بعد مراد جو اس کا فرزند تھا' بادشاہ مقرر ہوا۔ وہ فوج لے کر خلیج کے پیچھے عیسائیوں کے شہروں کے اندر گھس گیا تھا۔ اس نے وینس کی خلیج اور جنوا کے پہاڑوں تک مسیحی شہروں کو فتح کر لیا تھا۔ ان میں سے اکثر اس کے ذمی رعایا بن گئے تھے۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ: اس نے صقالیہ کے شہروں کو بھی روند ڈالا تھا' جس کی اس سے پہلے نظیر نہیں ملتی ہے۔ اس نے قسطنطنیہ کے شہر کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا بادشاہ' جو لشکری (سابق بادشاہ) کی نسل سے تھا نظر بندوں کی طرح ہو گیا تھا اور وہ اسے جزیہ دے کر اپنی حفاظت کی ذمہ داری کا مطالبہ کرتا رہا۔

بایزید کی حکومت: سلطان مراد بے اسی طرح نصرانی قوموں کے ساتھ جہاد کرتا رہا تا آنکہ صقالیہ قوم کے ساتھ ایک جنگ میں وہ شہید ہو گیا۔ یہ واقعہ ۷۹۱ھ میں رونما ہوا۔ اس کے بعد اس کا فرزند سلطان ابو یزید حکمران ہوا اور آج کل (تا آخر عہد ابن خلدون) وہی اس قوم کا بادشاہ ہے۔

وسیع سلطنت: بنو عثمان کی سلطنت بہت وسیع اور مستحکم ہو گئی ہے وہ بلاد روم کے ایک بڑے حصے پر حکومت کرتے ہیں جو سیواس اور انطاکیہ وعلایا کے درمیان سمندر کے بالمقابل قونیہ تک ہے۔ جہاں ترکمان قوم کا ایک دوسرا خاندان بنو قرمان حکمران ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ارمینیہ کی حدود میں مقیم تھے ان کے جد امجد نے ارمنی قوم کے سیس بادشاہ پیشوش بن لیمون کو ۷۰۲ھ میں شکست دی تھی۔ پھر بنو عثمان جق اور بنو قرمان کے درمیان باہمی ازدواج سے رشتہ داری اور سمدھیانہ قائم ہو گیا۔ چنانچہ موجودہ دور میں ابن قرمان سلطان مراد بے کا بہنوئی ہے یوں سلطان مراد بے اس کے مقبوضہ علاقوں پر قابض ہو گیا ہے نیز علایا کا حاکم ابن قرمون بلکہ تمام ترکمان قوم اس کی مطیع اور فرمانبردار ہو گئی ہے۔ سلطان مراد بے نے تمام (ترکی) شہروں کو فتح کر لیا تھا اور سیواس کے علاوہ جو خاندان بنو ارتنا کا مرکزی مقام ہے (بلاد الروم کا) کوئی مقام (اس کی سلطنت سے

باہر) نہیں رہا ہے۔ سیواس کا شہر ایک خودمختار قاضی کے ماتحت ہے۔ تاہم یہ نہیں معلوم ہے کہ خاندان چغتائی کے مغل حکمران سلطان تیمور کی فتوحات کے بعد کیا صورتِ حال پیش آئے گی؟

یورپ کو خطرہ: بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ (بلاد الروم) کے شمالی علاقے میں بنو عثمان کی سلطنت بہت وسیع اور مستحکم ہے۔ وہاں (یورپ) کی نصرانی قومیں اس سے بہت خائف ہیں۔

خاتمۃ الکتاب: یہاں تک عربوں اوران کی ماتحت سلطنتوں کے طبقہ سوم کے تاریخی حالات ختم ہو گئے ہیں۔ اس میں ان ماتحت عجمی سلطنتوں کے حالات بھی شامل ہیں جو مشرق و مغرب میں قائم ہوئیں۔

اب ہم عربوں کے طبقہ چہارم کی سلطنتوں کا حال بیان کریں گے جو عربی زبان کے زوال و انحطاط کے بعد قائم ہوئیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد ہم کتاب کے تیسرے حصہ میں بربری اقوام اوران کی سلطنتوں کا حال بیان کر کے فارغ ہو جائیں گے۔

تمت

تکملہ وضمیمہ

جلد دہم

تاریخ ابنِ خلدون

[ازمترجم]

ممالیک سلاطینِ مصر کی علمی اور تعلیمی خدمات

(از: حافظ رشید احمد ارشد ایم اے۔ سابق صدر شعبہ عربی۔ کراچی یونیورسٹی)

چونکہ ممالیک مصر سلاطین کو یہ راز معلوم ہو گیا تھا کہ علم سلطنت کی بنیاد اور اس کا مستحکم ستون ہے۔ اس لئے انہوں نے علوم وفنون کی نشر واشاعت کی حوصلہ افزائی کی اور علمائے کرام کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کے لئے بیش بہا وظائف مقرر کئے۔

اس زمانے میں جدید سلطنت کی نشو ونما ہو رہی تھی۔ اس لئے ان سلاطین نے اپنی بقاء وزیست کا راز اسی میں سمجھا کہ وہ علوم وفنون کے مراکز قائم کریں اور عالم اسلام میں خلافت کے احیاء کے بعد وہ مذہب اسلام کے حامی اور محافظ کی حیثیت سے نمودار ہوں۔

چونکہ وہ تاتاریوں اور صلیب پرستوں پر غالب آ کر اپنا موقف بلند کر چکے تھے اس لئے جلد انہوں نے عالم اسلام کی ہمدردی حاصل کر لی اور ان کے مخالفین کو ان کے خلاف نکتہ چینی یا ریشہ دوانیاں کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

بغداد کی تباہی کے بعد اسلامی ممالک میں علوم وفنون کا خاتمہ ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی کتابیں اور ان کے کتب خانے ناپید ہو گئے تھے اور اس تباہی کی قربان گاہ پر مسلمانوں کی کتابیں اور ان کے علماء اور فضلاء بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ اس لئے نہایت سرگرمی کے ساتھ علمی احیاء کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ممالیک سلاطین مصر نے علمی ترقی کے لئے تمام ضروری اسباب فراہم کئے۔ انہوں نے ملک میں کتب خانے قائم کئے اور تعلیمی اداروں کی بنیاد ڈالی جہاں تعلیم وتدریس کی خدمات پر مشہور علماء کرام کو مقرر کیا گیا جو تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ علمی تحقیقات اور تصنیف وتالیف کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

مساجد کی اہمیت: تعلیمی ادارے مساجد مدارس اور خانقاہوں میں قائم تھے ممالیک سلاطین مصر کے عہد میں بھی انہی

مقامات پر تعلیم و تدریس ہوتی تھی اور مشہور علماء انہی مراکز میں تعلیم دیتے تھے' یہ قدیم طریقہ ابھی تک جاری ہے چنانچہ آج کل بھی جب کہ مصر میں مغربی طریقے کے مطابق کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہوگئی ہیں بعض مساجد ایسی ہیں جو تعلیم کا مرکز بنی ہوئی ہیں آج کل بھی اگر آپ جامع ازہر یا طنطا کی جامع احمدی کا قصد کریں تو وہاں موجودہ دور میں بھی درس و تدریس کے حلقے آباد ہوں گے۔

مساجد میں تعلیم: ممالیک سلاطین کے عہد میں وہ اہم مساجد جو تعلیمی مراکز بنی ہوئی تھیں چار تھیں جہاں اسلامی دنیا کے دور دراز علاقوں سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے۔ اب ہم ہر ایک کا تعلیمی حال تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

جامع عمرو بن العاص: یہ سب سے پہلی مسجد تھی جو حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں حضرت عمرو بن العاص نے فتح مصر کے بعد اپنے شہر فسطاط میں تعمیر کی تھی۔ اس کے بعد ۵۳ھ میں سب سے پہلے حضرت مسلم بن مخلد الانصاری نے اس کی توسیع کی' جو اس زمانے میں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے۔ ۶۸۷ھ میں قاضی القضاۃ تقی الدین ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبدالوہاب ابن بنت الاعز نے سلطان منصور قلاوون سے جامع عمرو بن العاص اور جامع ازہر کی ابتر حالت کا تذکرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ان دونوں جامع مسجدوں کا چھینا ہوا وقف واپس کیا جائے مگر اس نے ان کا یہ مطالبہ منظور نہیں کیا۔

بعد ازاں جب امیر سلار مصر کا نائب السلطنت ہوا تو اس نے جامع عمرو بن العاص کی تعمیر و مرمت کے فرائض انجام دیئے اور اس میں باقاعدہ تعلیم و تدریس ہونے لگی۔

اس جامع مسجد کے بہت سے گوشوں (زوایا) میں فقہ کا درس دیا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک امام شافعیؒ کا زاویہ (گوشہ) کہلایا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہاں امام شافعیؒ نے اپنے قیام مصر کے زمانے میں درس دیا تھا۔ اس لئے وہ گوشہ ان کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس کے بعد اسی گوشے میں بہت سے مشہور علماء اور فقہاء طویل عرصے تک تعلیم دیتے رہے۔

یہاں کا ایک گوشہ الزاویہ المجدیہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ وزیر مجدالدین کی طرف منسوب ہے جو الملک الاشرف موسیٰ بن العادل بن ایوب کے حران میں وزیر تھے۔ انہوں نے خاص اس زاویہ کے مدرسوں کے اخراجات کے لئے کئی اوقاف بھی مقرر کئے تھے۔ اسی وجہ سے اس مقام پر تعلیم دینا ایک اعلیٰ منصب سمجھا جاتا تھا۔ وزیر موصوف نے یہاں تعلیم دینے کے لئے اپنے ایک رشتہ دار قاضی القضاۃ الہیتی کو مقرر کیا تھا۔

یہاں کا الزاویہ الصاحبیہ بھی مشہور تھا۔ یہ الصاحب تاج الدین محمد بن فخر الدین محمد ابن حنا کی طرف منسوب ہے[1] انہوں نے اس تعلیمی حلقہ کے لئے دو مدرس مقرر کئے تھے' ایک مالکی ہوتا تھا اور دوسرا شافعی ہوتا تھا انہوں نے اس کے لئے اوقاف بھی مقرر کئے تھے۔

اس کے علاوہ مصر کے امراء نے جامع عمرو بن العاص کے مختلف گوشوں سے اپنے مقرر کردہ اوقاف کی مدد سے ہر قسم کی تعلیم کا انتظام کیا اور ہر گوشہ اس امیر سے منسوب ہوتا تھا جو اس کے تعلیمی اخراجات کے لئے وقف کا انتظام کرتا تھا۔ یوں یہ جامع مسجد اس زمانے میں ایک یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر چکی تھی۔

---

[1] ابن حنا وہی شخص ہے جس نے مصر کی رباط الآثار تعمیر کرائی۔ اس کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو الخطط التوفیقیہ ۶/۵۲۔

جامع عمرو بن العاص مصر کی سب سے قدیم تعلیمی درس گاہ ہے جہاں جامع ازہر سے بہت پہلے تعلیم و تدریس جاری تھی۔ اور اس کے قائم ہونے کے بعد بھی یہاں تعلیم جاری رہی اور ممالیک سلاطین مصر کے دور میں بھی یہاں کے تعلیمی حلقوں میں اضافہ ہوا۔

اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن الصائغ الحنفی نے ۷۴۹ھ میں مصر کی وبا سے پہلے جامع عمرو بن العاص میں چالیس سے زیادہ علمی حلقے دیکھے تھے جہاں ہر وقت علم کا چرچا رہتا تھا۔[1]

خود فاطمی دور میں بھی جامع ازہر کی تعمیر کے بعد یہاں حکومت کی طرف سے فاطمی مسلک کے مطابق تعلیم ہوتی تھی۔[2]

جامع ابن طولون: امیر ابوالعباس احمد بن طولون نے القطائع کی تعمیر کے بعد جامع ابن طولون کی تعمیر کرائی۔ اس جامع مسجد کی تکمیل کے بعد عوام یہاں جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ربیع بن سلیمان کی مجلس میں آ کر مختلف علوم و فنون کے مسائل تحریر کرتے تھے۔

۶۹۶ھ میں منصور حسام الدین لاجین (لاشین) سلطان مصر نے اس جامع مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی اور اس کی تمام خامیوں اور خرابیوں کو دور کیا۔ نیز اس کا پختہ فرش تعمیر کرایا اور اس میں سفیدی کرائی۔

اس کے بعد اس نے جامع مسجد میں چاروں فقہیہ مذاہب کے مطابق درس فقہ کا انتظام کیا فقہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن کریم' حدیث اور طب کی تعلیم کا انتظام بھی کیا۔ اس نے خطیب اور امام کے لئے باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں اور اس جامع مسجد کے لئے متعدد مؤذن' فراش اور ملازمین مقرر کئے۔ اس جامع مسجد کے ایک پہلو میں مسلمان یتیم بچوں کے لئے ایک مکتب بھی قائم کیا۔ جہاں انہیں قرآن کریم پڑھایا جاتا تھا۔

سلطان لاشین نے اس جامع مسجد ابن طولون کے لئے اس قدر اہتمام و انتظام کیا تھا کہ جب اشرف نے خلیل کو قتل کرنا چاہا تو سلطان مذکور اس جامع مسجد کے منارہ میں پوشیدہ ہو گیا تھا۔ اس وقت سلطان نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ رکھا تو وہ اس مسجد کو ضرور آباد کرے گا۔ چنانچہ جب وہ بچ نکلا تو اس نے اپنی نذر درست پوری کی۔

۷۶۶ھ میں الیلغا العمری خاصگی نے جامع ابن طولون میں از سر نو تعلیم و تدریس کا انتظام کیا۔ جس میں حنفی مسلک کے سات مدرس تھے۔ امیر موصوف نے ہر ہوشیار طالب علم کے لئے ماہانہ چالیس درہم نقد وظیفہ اور ایک اردب گیہوں کا غلہ مقرر کیا (اس وظیفہ کو حاصل کرنے کے لئے) شافعی مسلک کی ایک جماعت حنفی مسلک کی پیرو ہو گئی۔[3]

جامع ازہر اور اس کے تعلیمی حالات: فاطمی سلطان کے سپہ سالار جوہر نے جامع ازہر کی تعمیر ۳۵۹ھ میں شروع کی۔ اس کی تکمیل ۳۶۱ھ میں ہوئی۔ ۳۷۸ھ میں وزیر ابوالفرج یعقوب بن یوسف بن کلس نے فاطمی سلطان عزیز باللہ سے درخواست کی کہ وہ فقہاء کی ایک جماعت کے لئے عطیات مقرر کرے۔ لہٰذا اس نے انہیں کافی عطیات دیئے اور جامع ازہر کے قریب ان کے لئے ایک عمارت تعمیر کرائی۔ چنانچہ یہ فقہاء یہاں جمعہ کے دن نماز پڑھنے کے لئے آتے تھے اور نماز سے

---

[1] الخطط از مقریزی ج ۴ ص ۱۴۲، ۱۵، ۲۰۔

[2] الخطط التوفیقیہ ۱/۱۱۱ از علی پاشا مبارک

[3] کتاب الخطط از مقریزی ج ۴ ص ۳۶، ۱۴۲، ۲۲۔

فارغ ہونے کے بعد وہ تعلیم و تدریس کے لئے نماز عصر تک بیٹھا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جامع ازہر فاطمی سلاطین کے عہد میں بھی ایک درس گاہ تھی اس کے بعد ایوبی اور ممالیک سلاطین کے عہد میں بھی یہ نہایت اہم درس گاہ رہی۔ کیونکہ تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امیر بیلبک خازندار نے جامع ازہر میں ایک بہت بڑا کمرہ تعمیر کرایا تھا۔ جہاں فقہا کی ایک جماعت امام شافعی کے فقہی مسلک کے مطابق فقہ کی تعلیم دیتی تھی۔ اسی طرح حدیث کی تعلیم کے لئے محدثین اور قرآن کریم کی قراءت کے لئے قاری مقرر تھے جن کے ذریعے معاش کے لئے اوقاف مقرر تھے۔

۷۶۱ھ میں امیر سعید الدین بشیر نے جامع ازہر کو از سرنو آباد کیا اور وہاں قرآن کریم کے نسخے رکھے اور ایک قاری مقرر کیا۔ اس نے مسلمان یتیم بچوں کو قرآن کریم پڑھوانے کے لئے ایک مکتب بھی قائم کیا۔ وہاں رہنے والے غریبوں کے لئے کھانے کا بندوبست بھی کیا۔ چنانچہ روزانہ ان غریبوں کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے کئی اوقاف مخصوص کر رکھے تھے۔

اس زمانے کے مشہور مؤرخ مقریزی رقمطراز ہیں:

"جامع ازہر کی تعمیر کے وقت سے یہاں ہمیشہ غریبوں کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی۔ ان دنوں (۸۱۸ھ) میں ان کی تعداد ۷۵۰ افراد تک پہنچ گئی تھی۔[1] یہاں ہر ملک کے لئے عمارت کا ایک حصہ مقرر ہے جو اس ملک کے نام سے مشہور ہے"۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ممالیک سلاطین مصر کے عہد میں بھی قرآن کریم کی تلاوت، تفسیر، حدیث، فقہ اور مختلف علوم و فنون کی تدریس سے جامع ازہر آباد رہی۔ یہاں وعظ کی محفلیں بھی ہوتی تھیں اور ذکر اور اذکار کے حلقے بھی قائم ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب کوئی اس جامع مسجد میں داخل ہوتا تھا تو اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی تھی اور اسے ایسا دلی سکون و اطمینان ملتا تھا جو اسے کسی دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔

حکومت کے علاوہ اس زمانے کے دولت مند حضرات بھی یہاں کے طلباء کی مالی امداد کرتے تھے تاکہ وہ تحصیل علم اور خدا کی عبادت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر سکیں۔[2]

جامع حاکم: اس جامع مسجد کی تعمیر کا آغاز فاطمی سلطان العزیز باللہ بن المعز الدین اللہ نے کیا۔ مگر اس کی تکمیل اس کے فرزند الحاکم بامر اللہ نے ۳۹۳ھ میں کی۔ اس لئے جامع مسجد اس کے نام سے منسوب ہوئی۔

[illegible]ھ میں امیر بیبرس نے اس کی اصلاح کی۔ اور یہاں چاروں فقہی مسلک کی فقہ کی تعلیم کا انتظام کیا۔ یہاں حدیث نبوی کا درس بھی دیا جاتا تھا اور ہر درس کے لئے الگ الگ مدرسین مقرر تھے۔ یہاں بہت سے طلباء شریک درس ہوتے تھے۔ کیونکہ یہاں مشہور علماء و فضلاء درس دیتے تھے چنانچہ فقہ شافعی کا درس قاضی القضاۃ بدر الدین محمد بن ابن جماعہ دیتے تھے۔ فقہ حنفی کا درس قاضی القضاۃ شمس الدین احمد سروجی حنفی دیا کرتے تھے۔ فقہ مالکی کے مدرس قاضی القضاۃ زین

۱۔ الخطط التوفیقیہ ج۴۔

۲۔ الخطط المقریزیہ ج۴ ص۴۹، ۵۲، ۵۴۔

الدین علی بن مخلوف تھے۔ فقہ حنبلی کے مدرس قاضی القضاۃ شرف الدین الجوانی تھے۔ علم حدیث کی تعلیم شیخ سعد الدین مسعود حارثی دیتے تھے۔ اس طرح نحو اور قراءت سبعہ کے لئے مشہور بھی مدرسین تھے۔ تلاوت قرآن کریم کے لئے جداگانہ قاری مقرر تھے جو باری باری ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔[1]

باقاعدہ تعلیمی مدارس: جامع مسجدوں کی مشہور مذکورہ بالا درس گاہوں کے علاوہ مسلمانوں کے سلاطین اور امراء نے باقاعدہ تعلیمی مدارس بھی تعمیر کرائے تھے ان میں سے بعض ایوبی سلاطین کے تعمیر کردہ تھے مگر ممالیک سلاطین مصر نے بھی ان کے تعلیمی نظام کو ترقی دے کر ان میں توسیع کی تھی۔ اس قسم کے چند مشہور مدارس کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

۱) مدرسہ صلاحیہ ناصریہ۔ اس مدرسہ کی بنیاد سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۷۲ھ میں قائم کی تھی۔ یہاں کے مشہور مدرسین میں سے مندرجہ ذیل مشہور علماء بھی تھے:

(۱) قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز (۲) قاضی القضاۃ تقی الدین بن رزین (۳) قاضی القضاۃ تقی الدین ابن بنت الاعز (۴) قاضی القضاۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابن دقیق العید۔[2]

۲) المدرسہ الکاملیہ: یہ مدرسہ دارالحدیث (حدیث کی درس گاہ) تھا اور ۶۲۱ھ میں مکمل ہوا اسلامی ممالک میں یہ دوسرا مخصوص دارالحدیث تھا۔ پہلے دارالحدیث کو سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے دمشق میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ دوسرا دارالحدیث الملک الکامل کی طرف منسوب ہے ان کے مہتمم اور منتظم شیخ الاسلام ابن دقیق العید اور علامہ بدرالدین ابن جماعہ[3] تھے۔

الملک الکامل نے اس دارالحدیث کو طلبائے حدیث نبویؐ اور ان کے بعد طالبان فقہ شافعی کے لئے وقف کیا تھا اور اس کے آس پاس کی جائداد کی آمدنی اس دارالحدیث کے لئے وقف کی تھی یہ دارالحدیث شارع النحاسین پر واقع تھا جو بیت القاضی کی طرف جاتی تھی۔ ۸۰۶ھ تک اس دارالحدیث کا انتظام مشہور علماء اور فقہاء کرتے رہے۔ بعد میں یہ نیست و نابود ہو گیا۔ جیسا کہ الخطط التوفقیہ کے مؤلف یوں تحریر کرتے ہیں:

''یہ مدرسہ اب منہدم ہو گیا ہے اور اس کا اکثر حصہ شارع النحاسین میں شامل ہو گیا ہے''۔[4]

الملک الکامل کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ علماء کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا اور فقہ اور نحو کے عجیب و غریب مسائل پوچھ کر ان کا امتحان لیا کرتا تھا۔ جو کوئی ان کے صحیح جواب دیتا تھا وہ اس کی بڑی قدردانی کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے گھر میں جو قلعہ الجبل پر تھا بہت سے علماء شب باشی کر کے اس سے گفتگو کرتے تھے۔ وہ آنے والوں کو نہایت عمدہ عطیات دیتا تھا۔

۳) المدرسۃ الظاہریہ۔ یہ تعلیمی درس گاہ سلطان ظاہر بیبرس بندقداری کی طرف منسوب ہے۔ اس کی تعمیر ۶۶۰ھ میں شروع ہوئی اور تکمیل ۶۶۲ھ میں ہوئی۔ جب اس کی تکمیل ہوئی تو ہر علم کے مشہور ماہرین علماء کو اس کی تکمیل کے جلسہ میں شرکت کے لئے دعوت دی گئی ہر گروہ کے لئے مخصوص ایوان مقرر کئے گئے تھے۔ چنانچہ شافعی مسلک کے فقہاء قبلہ رو ایوان میں بیٹھے ان کے مدرس اعلیٰ شیخ تقی الدین محمد بن الحسین بن رزین الحموی تھے۔ حنفی مسلک کے فقہاء ایوان بحری کی نشستوں

[1] الخطط المقریزیہ للمقریزی ج ۴ ص ۵۷۔
[2] حسن المحاضرہ از سیوطی ج ۲ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱۔
[3] حسن المحاضرہ از سیوطی ج ۲ صفحہ ۱۴۲۔
[4] الخطط الجدیدۃ التوفیقیہ۔

میں بیٹھے۔ ان کے مدرس اعلیٰ الصدر مجد الدین عبد الرحمٰن بن الصاحب کمال الدین عمر ابن العدیم الحلبی تھے۔ علوم حدیث کے طلبہ ایوان مشرقی میں بیٹھے۔ ان کے مدرس اعلیٰ شیخ شرف الدین عبد المومن ابن خلف الدمیاطی تھے۔ قراءت سبعہ کے قاری مغربی ایوان میں بیٹھے ان کے شیخ فقیہہ کمال الدین المحلی تھے۔ سب کے لئے تعلیمی نصاب اور اسباق مقرر کیے گئے۔ اس کے بعد باقاعدہ تعلیم وتدریس شروع ہوگئی۔

اس درسگاہ کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا جس میں تمام علوم وفنون کی بنیادی اور ضروری کتب جمع کی گئی تھیں۔ اس کے ایک پہلو میں مسلمان یتیم بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے ایک مکتب بھی قائم تھا۔ مکتب کے یتیم بچوں کے لئے وظائف اور پوشاک کا بندوبست بھی کیا گیا تھا[1]۔

۴) المدرسۃ المنصوریہ۔ یہ درس گاہ سلطان منصور قلاوون کی طرف منسوب ہے اسے امیر علم الدین سنجر الشجاعی نے تعمیر کرایا تھا۔ یہاں چاروں فقہی مسلک کی الگ الگ تعلیم دی جاتی تھی۔ نیز طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ یہاں تعلیم و تدریس کے لئے نہایت قابل اور شہرہ آفاق اساتذہ کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ شارع النحاسین پر المدرسہ الکاملیہ کے سامنے تھا اور جامع المارستان کے نام سے مشہور تھا۔

۵) القبۃ المنصوریہ۔ یہاں بھی تعلیمی درس گاہ تھی اور یہ بھی سلطان منصور قلاوون کی طرف منسوب ہے۔ یہاں بھی چاروں فقہی مسلک کے مطابق جداگانہ تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں کے اساتذہ قاضی القضاۃ کے عہدے سے کم نہیں ہوتے تھے۔ اس درس گاہ کے اخراجات کا انتظام ان اوقاف کے ذریعے کیا جاتا تھا جو الملک الصالح عماد الدین اسماعیل بن محمد بن قلاوون نے قائم کئے تھے۔

اس قبہ میں تلاوت قرآن کریم کے لئے قاری بھی مقرر تھے جو سڑک کے قریب کھڑکیوں کے پاس بیٹھ کر باری باری دن رات تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔ یہاں ایک کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر قسم کی کتابیں محفوظ تھیں[2]۔

۶) المدرسۃ الناصریہ۔ ابتداء میں اس درس گاہ کو قائم کرنے کا حکم السلطان العادل زین الدین کتبغا نے دیا تھا مگر جب وہ معزول ہوگیا تو سلطان الملک الناصر محمد بن قلاوون نے جو دوبارہ ۶۹۸ھ میں مصر کا بادشاہ ہوا۔ اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ اس لئے یہ مدرسہ سلطان ناصر کے نام سے منسوب ہوگیا اور ۷۰۳ھ میں مکمل ہوا۔

یہاں سب سے پہلے قاضی القضاۃ زین الدین علی بن مخلوف مالکی نے تعلیم وتدریس کا آغاز کیا۔ وہ ایوان کبیر میں مالکی فقہ پڑھاتے تھے۔

قاضی القضاۃ شرف الدین عبد الغنی الحرانی ایوان غربی میں حنبلی فقہ کا درس دیتے تھے اور قاضی القضاۃ احمد بن السروجی الحنفی ایوان شرقی میں فقہ حنفی کا درس دیتے تھے۔ شیخ صدر الدین المرحل الشافعی ایوان بحری میں فقہ شافعی کا درس دیتے تھے۔ ہر مدرس کے پاس طلبہ کی مخصوص تعداد ہوتی تھی۔ حکومت کی طرف سے طلبہ کی نہایت فیاضی کے ساتھ مالی امداد کی جاتی تھی۔ نیز انہیں ماہانہ شکر کی ضروری مقدار دی جاتی تھی اور ہر سال قربانی کا گوشت بھی طلبہ کو تقسیم کیا جاتا تھا۔

---

[1] الخطط المقریزیہ ج ۴ صفحہ ۲۱۶۔ ۲۱۸۔ مطبعۃ النیل والخطط التوفیقیہ ۹/۶ مطبوعہ مصر۔

[2] الخطط التوفیقیہ ۹۹/۵۔

المدرسۃ الناصریۃ قبہ منصوریہ کے قریب مشرقی سمت میں اس مقام پر واقع تھا جہاں حمام ہے۔ یہ اب شارع النحاسین پر ہے اور جامع الناصریہ کے نام سے مشہور ہے۔[1]

شام کے تعلیمی مدارس

مذکورہ بالا مشہور مدارس وہ تھے جو ممالیک سلاطین کے عہد میں مصر میں قائم تھے اب ان مشہور ترین مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے جو ممالیک سلاطین کے عہد میں شام میں قائم تھے۔ ان مدارس نے اس زمانے میں شام میں تعلیم و ثقافت کی شمع روشن کی۔

۱) المدرسۃ الظاہریۃ۔ یہ درس گاہ الملک الظاہر بیبرس نے ۶۷۰ھ میں قائم کی یہاں صرف حنفی اور شافعی علماء درس دیتے تھے سب سے پہلے جس نے یہاں تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا وہ حنفی عالم شیخ صدرالدین سلیمان تھے۔ وہ مشرق و مغرب میں حنفیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور عرصہ دراز تک دمشق میں تدریس و افتاء کا کام کرتے رہے پھر وہ مصر منتقل ہو گئے۔ وہ بہت دلیر اور حق پرست عالم تھے اور حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ کسی بادشاہ نے چاہا کہ وہ اس کی مرضی کے فتوئی دیں مگر انہوں نے صاف انکار کیا اور فرمایا: ''یہ جائدادیں حق دار کے قبضے میں ہیں ان لئے کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان پر قبضہ کرلیں۔

یہ کہہ کر وہ بادشاہ کی مجلس سے اٹھ گئے اور چلے گئے۔ اس بات سے بادشاہ بہت غضب ناک ہوا مگر جلد ہی اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بادشاہ ان کی صداقت اور حق گوئی سے بہت متاثر ہوا وہ (لوگوں کے سامنے) ان کی تعریف کرتے ہوئے اکثر کہا کرتا تھا:

''تمہیں علم انہی کے پاس سے ملے گا''۔[2]

۲) المدرسۃ العادلیۃ الکبریٰ۔ یہ تعلیمی درس گاہ باب الظاہریہ کے سامنے دمشق کے اندر ہے۔ دونوں کے درمیان ایک راستہ گزرتا ہے۔ سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے اس مدرسہ کے قائم کرنے کا حکم دیا تھا مگر اس مدرسہ کی تکمیل سے پیشتر اس کی وفات ہوگئی لہٰذا بعد میں اس کا باقی ماندہ حصہ الملک العادل سیف الدین نے تعمیر کرایا۔ اس لئے یہ درس گاہ انہی کے نام سے منسوب ہوگئی لیکن ابھی بالکل مکمل نہیں ہوئی تھی کہ الملک العادل بھی فوت ہو گیا۔ اب اس کے فرزند الملک المعظم نے اسے مکمل کرایا اور اس درس گاہ کے اخراجات کے لئے بہت سے اوقاف مخصوص کئے۔

مشہور معلمین: ۶۱۹ھ میں ا[illegible] المعظم کے روبرو سب سے پہلے قاضی جمال الدین مصری نے درس دیا۔ پھر قاضی القضاۃ شمس الدین احمد بن خلیل الخوئی المتوفی ۶۳۳ھ میں مسند درس پر سرفراز ہوئے۔

ان کے بعد قاضی کمال الدین عمر بن ابوحفص بن بندار بن عمر التفلیسی نے مسند درس کو سنبھالا۔ ۶۹۳ھ میں قاضی بدرالدین بن جماعہ شام آئے اور مدرسہ عادلیہ میں مقیم ہوئے اور یہاں درس دیتے رہے۔ وہ کبھی کبھی یہاں اپنی عدالت بھی

[1] الخطط التوفیقیہ ۴/۲۲۱۔

[2] الدارس فی تاریخ المدارس ج ۱ ص ۳۵۹ مطبوع الترقی دمشق۔

قائم کرتے تھے۔

اس مشہور درس گاہ کے معلموں میں شیخ الاسلام قاضی القضاۃ تقی الدین السبکی کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ ان کے بعد ان کے فرزند قاضی القضاۃ ابو حامد احمد نے بھی یہاں درس دیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی قاضی القضاۃ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بھی اس تعلیمی درس گاہ کے مدرس رہے۔ نیز قاضی القضاۃ بہاء الدین ابوالبقاء السبکی اور قاضی القضاۃ سراج الدین الحمی بھی یہاں کی مسند درس پر سرفراز رہے۔

یوں اس مشہور درس گاہ المدرسۃ العادلیۃ الکبریٰ کے تمام مدرسین قاضی القضاۃ تھے اور اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مشہور درس گاہ کے شام کے علم وثقافت پر کس قدر عمیق اثرات تھے[1]۔ یہاں آج کل مجمع اللغۃ العربیہ کا دفتر قائم ہے۔ نعیمی نے اپنی کتاب الدارس فی تاریخ المدارس میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کی الگ الگ درس گاہوں نیز قرآن و حدیث کی مشترکہ درسگاہوں کا حال بیان کیا ہے۔ اسی طرح شافعی' مالکی' اور حنبلی کے مخصوص مدارس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے مدارس' طب اور خانقاہوں کا حال بھی بیان کیا ہے۔

خانقاہیں

تصوف کی وجہ سے اسلامی ممالک کے مشرقی اور مغربی حصوں میں خانقاہیں بھی قائم ہوگئی تھیں جہاں طالبانِ حقیقت کو روحانی تعلیم دی جاتی تھی اور وہاں کے رہنے والے ذریعہ معاش سے بے فکر ہو کر رات دن خدا کے ذکر و اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ اس لئے مسلم سلاطین اور بالخصوص ممالیک سلاطین مصر نے ان خانقاہ نشینوں کی سرپرستی کی اور انہیں فکر معاش سے فارغ کر کے خدا کی عبادت اور اس کے ذکر وفکر میں مشغول رکھا جہاں تعلیم و تدریس کا انتظام بھی تھا۔

مصر میں اس قسم کی بعض خانقاہیں عہد ممالیک سے پیشتر بھی قائم تھیں جنہیں ممالیک مصر نے قائم رکھا اور ان کی سرپرستی کی۔ ممالیک سلاطین مصر کے عہد کی مشہور خانقاہیں مندرجہ ذیل تھیں جنہیں مصر میں زاویہ کہا جاتا تھا۔

۱) خانقاہ سعید السعداء: یہ خانقاہ پہلے ایک شخص کا محل تھا جس کا نام سعید تھا۔ بعد میں یہاں فاطمی وزراء رہتے لگے تھے۔ جب سلطان صلاح الدین مصر کا خود مختار بادشاہ ہوا تو اس نے اس عمارت کو ان غریب صوفی درویشوں کے لئے وقف کر دیا جو دور دراز کے شہروں سے آتے تھے یہ کام ۵۶۹ھ میں تکمیل پذیر ہوا۔ یہاں ان درویشوں کے لئے روزمرہ کھانے اور گوشت روٹی کا مفت بندوبست ہوتا تھا۔ ان کے لئے ایک حمام بھی تعمیر کرایا گیا۔ یوں مصر میں یہ پہلی خانقاہ قائم ہوئی۔ یہ دویرۃ الصوفیہ کے نام سے مشہور تھی۔ طبقات الصوفیہ میں یہاں کے شیخ کو شیخ الشیوخ کہا جاتا تھا جو بالعموم اکابر علماء میں سے ہوتے تھے اور اس خانقاہ کے رہنے والے بھی اہل علم اور خدا رسیدہ صوفی حضرات ہوتے تھے۔ یہاں کے شیوخ میں قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز اور قاضی القضاۃ بدر الدین ابن جماعہ بھی تھے[2]۔

۲) خانقاہ رکن الدین بیبرس: یہ خانقاہ خطۂ جمالیہ میں مکتب الجمالیہ کے قریب ہے اسے سلطان رکن الدین بیبرس

---

[1] الدارس فی تاریخ المدارس' النعیمی ج ا ص ۳۵۹' ۳۶۲' ۳۶۶ تا ۳۶۷۔

[2] حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ ج ۲ ص ۱۴۱' الخطط المقریزیہ ج ۴ صفحہ ۲۷۳۔

جاشنگیر نے ۷۰۶ھ میں تعمیر کرانا شروع کیا اور اس کے قریب ایک بہت بڑی سرائے بھی تعمیر کرائی۔ بعد میں اس کے اندر اس کا مقبرہ تعمیر کیا گیا۔

جب اس خانقاہ کی ۷۰۹ھ میں تکمیل ہوئی تو سلطان موصوف نے خانقاہ میں چار سو درویشوں کے رہنے کا بندوبست کیا اور سرائے میں ایک سو سپاہی اور بہت سے غرباء کے ٹھہرنے کا انتظام کیا۔ سرائے میں ایک لنگر خانہ بھی تھا جہاں روزانہ گوشت روٹی اور حلوا تقسیم کیا جاتا تھا۔

یہاں کے قبہ میں حدیث نبوی کا درس ہوتا تھا اور بڑی کھڑکی کے قریب قاری بیٹھا کرتے تھے۔

جب سلطان ناصر محمد بن قلاؤن تخت نشین ہوا اور رکن الدین بیبرس کو معزول کیا گیا تو اس وقت اس خانقاہ کو بند کر دیا گیا تھا۔ پھر ۷۲۶ھ میں اسے کھول دیا گیا۔

یہ خانقاہ آخری زمانے تک آباد رہی اور جامع بیبرس جاشنگیر کے نام سے مشہور رہی جیسا کہ مرحوم علی مبارک نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔[۱]

۳) خانقاہ شیخو۔ اس خانقاہ کو امیر سیف الدین عمری نے ۷۵۶ھ میں قائم کیا تھا یہ محلہ صلیبین قاہرہ میں جامع شیخو کے بالمقابل ہے۔ پہلے خانقاہ اور جامع مسجد دونوں کو جامع شیخو کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا مگر بعد میں مقریزی نے دونوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے ایک نماز کی جامع مسجد ہے اور دوسری صوفیوں کی خانقاہ ہے۔

اس خانقاہ میں مختلف علوم وفنون کی تعلیم و تدریس کا انتظام بھی تھا۔ یہاں چاروں مذاہب کے فقہاء کا جداگانہ درس ہوتا تھا نیز حدیث نبوی اور قراءت سبعہ کے مطابق قرآن کریم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی ہر طالب علم کو روزانہ کھانا اور گوشت روٹی دی جاتی تھی اور ہر ماہ حلوا' تیل اور صابن بھی دیا جاتا تھا۔ یہاں سے بہت سے علماء فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ یوں یہ خانقاہ بھی ایک قسم کی تعلیمی درس گاہ تھی۔

خانقاہ شیخو اب بھی مسجد زینب سے قلعہ جاتے ہوئے دائیں سمت واقع ہے اور جامع شیخو مسجد سے قلعہ جاتے ہوئے بائیں سمت ہے۔[۲]

رباط: رباط صوفیائے کرام کے گھر کو کہتے ہیں۔ یہ مخصوص روحانی مراکز ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مراکز میں صرف یہ دو مصر میں مشہور تھے جو ممالیک سلاطین مصر کے عہد میں تعمیر ہوئے تھے۔

۱) رباط البغدادیہ۔ یہ درویش خانہ (رباط) سلطان ظاہر بیبرس کی بیٹی نے مشہور بزرگ خاتون الشیخۃ الصالحہ زینب بنت ابوالبرکات کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ سلطان مذکور کی طرف سے مردوا عظ اور علماء کے علاوہ خواتین میں سے کسی نہ کسی واعظہ اور شیخانی کی سرپرستی کی جاتی تھی تاکہ وہ مصری خواتین کو وعظ ونصیحت کرے اور انہیں اخلاقی اور مذہبی تعلیم دے۔ ایسی بزرگ خاتون ام زینب بنت عباس بغدادیہ تھیں جن کا ماہ ذوالحجہ ۷۱۴ھ میں وصال ہوا۔ یہ بہت بڑی عالمہ اور زاہدہ تھیں۔

رباط البغدادیہ یہ خانقاہ بیبرس کے قریب جمالیہ کے سامنے تھی۔ ۸۰۶ھ کے بعد اس کے تمام انتظامات ختم ہو گئے

۱؎ الخطط التوفیقیہ ج ۶ ص ۵۰۔ الخطط ج ۴ ص ۲۷۶۔

۲؎ الخطط ج ۴ ص ۲۹۳۔ الخطط جدیدہ از علی مبارک ج ۵ ص ۳۴۔

تھے اور اب اس کا نام ونشان مٹ گیا ہے اور اس کے بجائے نہایت وسیع دوکانیں تعمیر ہوگئی ہیں۔[1]

۲) رباط الآثار۔ رباط الآثار کی تعمیر تاج الدین بن الصاحب فخر الدین بن الصاحب بہاء الدین حسانے کی تھی۔ یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ میں سے لکڑی اور لوہے کے ٹکڑے وغیرہ محفوظ کئے گئے تھے جو الصاحب نے ینبع کے خاندان بنوابراہیم سے خریدے تھے۔

الملک الاشرف شعبان بن حسین محمد بن قلاوون کے عہد حکومت میں یہاں فقہ شافعی کی تعلیم بھی ہونے لگی اور اس مقصد کے لئے ایک قابل مدرس مقرر کیا گیا تھا اور کچھ طلباء بھی وہاں پڑھنے کے لئے آ گئے تھے۔

یہ رباط الآثار مصر سے باہر برکۃ الحبش کے قریب دریائے نیل کے کنارے پر واقع تھا۔ یہاں ایک کتب خانہ بھی تھا۔[2]

دورِ ممالیک کی علمی تصانیف

ممالیک سلاطین کے عہد میں سقوط بغداد کے بعد علوم وفنون کا احیاء ہوا۔ تمام اسلامی ممالک کے ماہرین مصر وشام میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور انہوں نے عربی زبان میں ہر علم وفن پر بہترین کتب تحریر کیں خود مصر وشام میں اس دور کے بہترین علماء اور فضلاء اور محققین پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنے علمی شاہکار سے عربی زبان کو مالا مال کیا اور اہل سنت کے چاروں فقہی مذاہب پر نہایت عمدہ کتب تحریر کی گئیں کیونکہ مجتہدین اور محققین فقہاء کی کمی نہ تھی۔

علم حدیث تفسیر میں اس دور کی تصانیف حرفِ آخر ثابت ہوئیں اور بعد کے ہر دور میں علماء اور طالبان علم ان سے مستفید ہوتے رہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی شرح بخاری جو فتح الباری کے نام سے موسوم ہے نیز اصول حدیث اور اسماء الرجال میں ان کی تصانیف علم حدیث کا بہترین سرمایہ ہیں اسی دور میں حدیث وتاریخ اور اسماء الرجال پر علامہ ذہبی نے اپنی تصانیف تحریر کیں۔ علامہ عینی کی شرح بخاری اور دیگر ضخیم کتب اسلامی علوم پر اسی دور میں تحریر کی گئیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن القیم کی تصانیف بھی اسی دور میں لکھی گئیں جو اپنے دور کے زبردست فضلاء اور مجددین میں سے تھے۔ اسی دور میں علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر اور تاریخ کی زبردست تصنیف البدایہ والنہایہ تحریر کی۔

اس دور میں بہت سے مشاہیر علم وفضل پیدا ہوئے جنہوں نے تمام مروجہ علوم میں کتب تحریر کی تھیں تاہم اس دور کے مصر وشام میں خصوصیت کے ساتھ اسلامی علوم کا بہت چرچا رہا۔ چنانچہ اسلامی علوم کے مراکز حجاز وعراق اور ایران وخراسان سے منتقل ہو کر مصر وشام میں آ گئے تھے کیونکہ یہیں علماء کی قدردانی عوام اور حکومت دونوں کی طرف سے ہوتی تھی اور ان کی حق گوئی اور صداقت ضرب المثل ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ حکومت کی مداخلت اور عوام کے دباؤ کے بغیر نہایت آزادی اور جرأت کے ساتھ اپنی علمی تحقیقات پیش کرتے تھے اور اس معاملہ میں حکومت اور عوام کے خوف کے بغیر وہ صحیح بات پیش کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ اپنے خیالات اور اجتہادات کی پاداش میں قید وبند کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔ نیز

[1] الخطط ج ۲ ص ۲۹۳۔۲۹۴ الخطط التوفیقیہ ۵۴/۶۔

[2] حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۱۴۷۔ الخطط ج ۲ ص ۲۹۶۔ الخطط التوفیقیہ ۵۲/۶۔

دیگر علماء کی حق گوئی اور صداقت کی مثالیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

نحو و بلاغت: اسلامی علوم کے علاوہ عربی صرف ونحو' بلاغت اور معاجم (لغت) پر بھی بہترین کتب تحریر کی گئیں۔ چنانچہ جمال الدین ابن مالک کی نحو میں منظوم کتاب الفیہ بہت مشہور ہوئی اور بعد کے ہر دور میں نصابی کتب میں شامل رہی۔ نیز جمال الدین ابن ہشام مصری کی کتاب مغنی اللبیب بھی صرف ونحو میں بہت مقبول ہوئی۔

علم بلاغت میں جرجانی نے اسرار البلاغۃ اور دلائل الاعجاز دو کتابیں تحریر کیں اور سکاکی نے مفتاح العلوم تحریر کی تھی۔ ممالیک سلاطین کے دور میں جلال الدین قزوینی نے شام میں تلخیص المفتاح لکھی جو متن کی حیثیت سے مدارس میں بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہ اور اس کی شروح مختصر المعانی اور مطول تمام اسلامی ممالک میں داخل نصاب رہیں۔

کتاب معاجم (لغت۔ڈکشنری) میں ابن منظور افریقی کی کتاب لسان العرب نہایت ضخیم اور مستند لغت ہے جو عربی زبان کی بہترین ڈکشنری سمجھی جاتی ہے۔ اس کے مؤلف کی وفات ۷۱۱ھ میں ہوئی۔

کتب تاریخ: اس دور کی ایک علمی خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں موسوعات یعنی انسائیکلوپیڈیا طرز کی کتابیں کافی لکھی گئیں جن میں ہر قسم کی معلومات اور مشاہیر اسلام کے حالات ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں مشہور مؤرخین بھی اسی دور میں گزرے ہیں چنانچہ ہمارا مؤرخ ابن خلدون بھی اسی دور کی پیداوار ہے کیونکہ اس کا آخر زمانہ یہیں گزرا اور یہیں اس نے اپنی مشہور تاریخ مکمل کی اور قاہرہ میں فوت ہوا اور وہیں مدفون ہوا۔

دوسرا مشہور مؤرخ ابوالفداء جو حاکم وقت بھی تھا اسی دور میں گزرا ہے۔ چنانچہ سلطان ناصر محمد بن قلادون نے اس کی قدردانی کی۔ علامہ ابن کثیر کی مشہور اور غیر جانبدارانہ تاریخ البدایہ والنہایہ بھی اسی دور میں لکھی گئی۔

تذکرے: اس دور میں مشاہیر کی سوانح عمریوں اور ہر علم وفن کے علماء کے تاریخی تذکرے لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ چنانچہ ماہرین لغت' نحویوں' شعراء' ادباء' اطباء اور حکماء کے جداگانہ تذکرے لکھے جانے لگے۔ بعد کے تذکرہ نویس اپنے دور تک کے علماء کے حالات لکھتے تھے چنانچہ صدی کے علماء کے حالات تکملہ کے طور پر لکھے جاتے تھے بعض تذکروں میں ہر قسم کے علماء اور مشاہیر کو مجموعی حیثیت سے شامل کیا جاتا تھا۔ ان میں کسی خاص صنف کی پابندی نہیں ہوتی تھی۔

تاریخ ابن خلکان: اس قسم کے مجموعی قسم کے تاریخی تذکروں میں ابن خلکان کا تذکرہ وفیات الاعیان بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ابن خلکان ۶۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۸۱ھ میں فوت ہوئے انہوں نے ان مشاہیر اسلام کے حالات تحریر کئے ہیں جن کی وفات ۹۵ھ سے لے کر ۶۱۱ھ تک کے زمانے میں ہوئی ہو وہ اپنی تالیف سے ۶۷۲ھ تک فارغ ہو گئے تھے۔[1]

فوات الوفیات: ابن خلکان نے جن مشاہیر افراد کا حال چھوڑ دیا تھا یا جو ان کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے تھے ان سب کا حال فوات الوفیات میں بیان کیا گیا ہے جو محمد بن شاکر الکتبی نے تحریر کی تھی۔ ابن شاکر الکتبی نے حلب اور دمشق میں تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد وہ کتب فروش ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے الکتبی کہا جاتا تھا۔ اس کی وفات ۷۶۴ھ میں ہوئی۔ اس لئے

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ از جرجی زیدان ۳/ ۱۵۸۔

اس میں ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے مشاہیر افراد کے حالات بھی مذکور ہیں۔

الوافی بالوفیات: اس قسم کی سوانح عمریوں کی ایک ضخیم کتاب ''الوافی بالوفیات'' ہے جو ابوالصفاء خلیل بن ایبک نے تالیف کی تھی یہ علامہ صفدی ۶۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور دمشق میں ۷۶۴ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی کتاب الوافی بالوفیات پچاس جلدوں میں ہے۔ اس میں مشہور صحابہ اولیائے کرام نحویوں ادباء دشعراء اطباء دحکماء اور ہر علم وفن کے مشاہیر کے حالات مندرج ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی تھی مگر تبرکاً سب سے پہلے ان لوگوں کے حالات سے کتاب کا آغاز کیا ہے جو محمد کے اسم گرامی سے موسوم ہیں۔ پھر اسی مناسبت سے ان لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جن کے اسمائے گرامی حرف میم سے شروع ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے حالات بیان کرنے کے بعد باقاعدہ حروف تہجی کے مطابق حرف الف سے مشاہیر کے حالات کی ابتداء کی گئی ہے۔ پھر یہ سلسلہ حروف تہجی کے مطابق جاری رکھا گیا۔[1]

الدررو الکامنہ: اسی دور میں اکابر ومشاہیر کے حالات میں ایک اور کتاب لکھی گئی جس کا نام الدرر الکامنة فی اعیان المئة الثامنة ہے جو حیدر آباد دکن سے چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے یہ کتاب مشہور محدث اور عالم ابوالفضل احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی نے تالیف کی تھی جو اپنے زمانے کے جامع کمالات اور مایہ ناز عالم تھے۔ وہ پرانے مصر میں ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی یہ کتاب آٹھویں صدی کے مشاہیر کے حالات میں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی دور میں بے شمار کتب مختلف علوم وفنون میں تحریر کیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں:۔

۱) فتح الباری فی شرح صحیح البخاری۔ یہ کتاب صحیح بخاری کی مستند اور مشہور شرح ہے۔ اس کی چودہ جلدیں ہیں۔

۲) الاصابة فی تمییز الصحابہ۔ یہ کتاب صحابہ کرام کے حالات میں ہے اور اس کی آٹھ جلدیں ہیں۔

۳) شرح نخبة الفکر۔ یہ اصول حدیث میں مختصر نصابی کتاب ہے۔

تواریخ مصر: مصر وقاہرہ اس وسیع سلطنت کے مرکز رہے تھے اس لئے مصر اور قاہرہ کی تاریخ اور وہاں کے سلاطین کے حالات کی طرف باقاعدہ توجہ دی گئی ہے تاریخ مصر کے مشہور مؤرخین مندرجہ ذیل تھے۔

۱) ابن دقماق المصری' ان کا پورا نام ونسب یہ ہے صارم الدین ابراہیم بن محمد بن ایدمر العلائی۔ ان کی وفات ۸۰۹ھ میں ہوئی۔ انہوں نے مصر کی تاریخ میں تین کتابیں تحریر کی ہیں جن میں سے ایک کتاب بارہ جلدوں میں ہے۔[2]

۲) الحافظ القطب الحلبی' ابوعلی عبدالکریم بن عبدالنور الحنفی۔ ان کی وفات ۷۳۵ھ میں ہوئی۔ انہوں نے بھی دس سے زیادہ جلدوں میں مصر کی تاریخ لکھی تھی۔

۳) بیبرس المنصوری رکن الدین دوادار۔ یہ ممالیک امرائے مصر سے تھا۔ اس کی وفات بھی ۷۲۵ھ میں ہوئی۔

---

[1] تاریخ آداب اللغة العربیہ از جرجی زیدان ۱۹۱/۳۔

[2] تاریخ آداب اللغة العربیہ از جرجی زیدان ۱۶۵/۳ تا ۱۷۴۔

[3] تاریخ آداب اللغة العربیہ از جرجی زیدان ۱۸۷/۳ تا ۱۹۲۔

اس نے تاریخ مصر کے ترک ممالیک سلاطین پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام التحفۃ الملوکیۃ فی الدولۃ الترکیۃ ہے۔

ابوالفداء: اگر اس دور میں مختلف علوم وفنون پر مشہور کتب کا تذکرہ ہی کیا جائے تو اس کی فہرست بہت طویل ہوگی۔ ہم نے عالم اسلامی تواریخ میں ابن خلدون۔ ابن کثیر اور ابوالفداء کی مشہور تواریخ کا ذکر کیا ہے۔ ابوالفداء شام کے مشہور علاقہ حماۃ کا حاکم تھا۔ وہ ایوبی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ سلطان ناصر محمد بن قلاوون نے اسے حماۃ کا حاکم بنایا تھا اس کی وفات ۷۳۲ھ میں ہوئی۔

تاریخ ابوالفداء کا اصل نام المختصر فی اخبار البشر ہے۔ اس میں دور جاہلیت سے لے کر ۷۲۹ھ تک کے تاریخی حالات مذکور ہیں اس کی یہ تاریخ چار جلدوں میں ہے۔ ابوالفداء کی تاریخ کا تتمہ اور تکملہ عمر بن الوردی نے لکھا ہے جس میں ابوالفداء کی تاریخ عام پر ۷۴۹ھ کے حالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔

ابوالفداء نے جغرافیہ میں بھی تقویم البلدان کے نام سے ایک کتاب تحریر کی تھی جو یورپ میں بہت مقبول ہوئی[1]۔

اس دور میں سائنس کے علوم مثلاً ہندسہ، طب نیز سیاست اور علم الاجتماع میں بھی کتابیں لکھی گئیں۔ چنانچہ مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں علم الاجتماع اور عمرانیات کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ دیگر علوم وفنون کی کتب کا تذکرہ ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔

محدثین ومجتہدین

اس دور کی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد میں جلیل القدر حفاظ محدثین پیدا ہوئے۔ جنہیں ہزاروں احادیث زبانی یاد تھیں۔ انہوں نے اس دور میں علومِ حدیث کو زندہ رکھا اور اس کی تدریس وتعلیم میں اپنی عمر صرف کر دیں۔ ان میں سے چند مشہور محدثین مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) **الدمیاطی:** آپ کا پورا نام ونسب یہ ہے: شرف الدین ابو محمد عبدالمومن ابن خلف الدمیاطی الشافعی ہے۔ آپ ۶۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۰۵ھ میں وفات پائی۔ آپ فقیہ اور علم الانساب کے ماہر بھی تھے۔ عربی زبان وادب سے بھی بخوبی واقف تھے اور علم لغت کے ماہر بھی تھے[2]۔

۲) **ابن شامہ:** آپ کا پورا نام ونسب یہ ہے: شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن شامہ حنبلی آپ ۶۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۰۸ھ میں وفات پائی۔ آپ بھی حافظ حدیث فقیہ اور ماہر علم الانساب تھے۔

۳) **ابن دقیق العید۔** آپ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مجتہد بھی تھے۔ آپ ۶۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور قوص میں نشوونما پائی اور تعلیم حاصل کی۔ ان کے بعد آپ نے مصر وشام کا سفر مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے کیا اور شیخ الاسلام

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ از جرجی زیدان ۳/۷ ۱۸۔۱۹۲۔

[2] حسن المحاضرہ للسیوطی ج ص ۲۸۱۔

عز الدین بن عبدالسلام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ پھر آپ خود تعلیم و تدریس میں مشغول ہوئے اور چاروں طرف سے طلبہ تحصیل علم کے لیے آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ کے معاصر علماء آپ کو بہت بڑا عالم تسلیم کرتے تھے اور مجتہد مطلق کا درجہ دیتے تھے۔

۴) السبکی: آپ کا پورا نام ونسب یہ ہے تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی الانصاری آپ علاقہ منوفیہ میں سبک کے مقام پر ۶۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ جامع الکمالات تھے یعنی محدث وفقیہ بھی تھے اور مفسر و مجتہد بھی تھے اور عابد و زاہد بھی تھے۔ اہل علم آپ کو امام غزالیؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے مشابہ قرار دیتے تھے اور عظیم مجتہد بھی سمجھتے تھے آپ کی وفات ۷۵۶ھ میں ہوئی۔

۵) ابن حجر عسقلانیؒ: آپ کا پورا نام ونسب شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد ہے اور ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا اور آپ کی مشہور تصانیف کا ذکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذکورہ بالا محدثین کے علاوہ جو مجتہدین بھی تھے مندرجہ ذیل مجتہدین کرام اس دور کے ممتاز مجتہدین میں سے تھے۔

۶) شیخ عزالدین بن عبدالسلام: آپ شیخ الاسلام اور سلطان العلماء تھے ۵۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد فقہ، اصول فقہ اور عربی زبان کے زبردست ماہر ہوئے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''آپ کو اپنے زمانے کی مذہبی قیادت حاصل تھی۔ اطراف عالم سے لوگ آپ کے پاس فتویٰ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ آپ اس قدر بڑے عالم تھے کہ آپ اپنے اجتہاد کے مطابق فتویٰ دیتے تھے''۔

جمال الدین بن حاجب فرماتے ہیں: ''ابن عبدالسلام امام غزالیؒ سے زیادہ فقیہ ہیں''۔ آپ اس قدر دیانت دار تھے کہ اگر فتویٰ دینے میں غلطی ہو جائے تو اس کا کھلم کھلا اعتراف کرتے تھے اور اس کے بارے میں اعلان کرا دیتے تھے۔ آپ نے ۶۶۰ھ میں وفات پائی۔[۲]

۷) ابن منیر الاسکندری: آپ ۶۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔ ان کے بارے میں خود شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں ''دیار مصر کو اپنی دو شخصیتوں پر ناز ہے جو مصر کے دو کناروں کے باشندے ہیں۔ ان میں ایک دقیق العید ہیں جو قوص کے رہنے والے ہیں اور دوسرے ابن المنیر ہیں جو اسکندریہ کے باشندے ہیں۔[۳]

ابو المحاسن یوسف بن تغری بردی

مصر اور عام تاریخ کے مورخین میں ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی کا نام بہت نمایاں ہے جو گزشتہ صفحات میں ہم سے چھوٹ گیا تھا تاہم اس کی تاریخ النجوم الزاہرہ فی اخبار ملوک مصر و القاہرہ مما لیک سلاطین مصر کے حالات میں بہت

---

۱ حسن المحاضرہ للسیوطی ج ۱ ص ۱۲۸۔

۲ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۲۷۔

۳ ابو المحاضرہ ج ۱ ص ۱۲۷۔

مستند اور مشہور ہے اور اس میں اس دور کے اہل علم کے حالات بھی بہت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اور چشم دید حالات ہیں۔ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی ۸۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا باپ تغری بردی مصر کے بڑے امراء میں سے تھا اور اپنے سلاطین مصر کا زبردست مشیر تھا۔ جب وہ دمشق کا حاکم تھا تو ۸۱۵ھ میں وہ فوت ہو گیا۔ اس وقت اس کا فرزند ابوالمحاسن یوسف بہت چھوٹا تھا لہٰذا اس کے بہنوئی قاضی القضاۃ ناصر الدین محمد بن العدیم نے اس کی پرورش کی جو بہت بڑے عالم اور مؤرخ تھے مگر چار سال کے بعد ۸۱۹ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا اب اس کی ہمشیرہ نے شیخ الاسلام قاضی القضاۃ جلال الدین عبدالرحمٰن البلقینی الشافعی سے دوسرا نکاح کیا یوں ابن تغری بردی اس عظیم شخصیت کے زیر تربیت رہے۔

ابن تغری بردی نے اپنے دونوں بہنوئیوں کے علاوہ مشہور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی جن میں حنفی علماء کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے قاضی القضاۃ بدرالدین محمود عینی حنفی سے بھی تعلیم حاصل کی اور شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی اور شیخ تقی الدین بن مقریزی کی روایت کردہ احادیث تحریر کیں۔

ان کی کتاب النجوم الزاہرہ میں ۲۰ھ میں فتح مصر سے لے کر ۸۷۲ھ تک کے حالات مذکور ہیں ان کی دوسری مشہور کتاب المنہل الصافی میں ۶۵۰ھ سے لے کر اپنے آخر زمانے تک کے مشاہیر کے حالات مذکور ہیں جو تین بڑی جلدوں میں ہیں۔ ان کی وفات ۴ ذی الحجہ ۸۷۴ھ مطابق ۱۴۷۰ء میں سلطان قائتبائی کے زمانے میں ہوئی (مترجم)

ممالیک سلاطین مصر کے عہد میں فنِ تعمیر کی ترقی

(از: رشید احمد ارشد ایم اے۔ سابق صدر شعبہ عربی۔ کراچی یونیورسٹی)

ممالیک مصر سلاطین کا عہد مصر کے فن تعمیر کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔ اس دور میں قاہرہ میں نہایت خوش نما اور عمدہ عمارتیں کثیر تعداد میں تعمیر کی گئیں۔ ان عمارتوں میں جامع مساجد' مدارس' مقابر' حمام اور مکاتیب وغیرہ سبھی قسم کی عمارتیں شامل ہیں۔ بالخصوص سلاطین ممالیک مصر کے مقبرے نہایت شان دار طریقے سے تعمیر کیے گئے تھے۔ ان میں قابل ذکر سلطان برقوق کا مقبرہ اور خانقاہ سلطان فرج بن برقوق کا مقبرہ۔ سلطان باریباس اور سلطان قائتبائی کے مزارات صحراء الممالیک میں قابل ذکر ہیں۔

اس عہد کی عمارتوں میں سب سے خوبصورت عمارتیں وہ ہیں جن کا تعلق سلطان منصور قلاوون کے عہد سے ہے اور جو نحاسین کے علاقے میں واقع ہیں۔ ان عمارتوں میں مدرسہ' مقبرہ' بیمارستان (ہسپتال) کی عمارتیں شامل ہیں جو مصر میں اسلامی دور کی نہایت ہی خوبصورت عمارتیں ہیں۔ ان میں عجیب و غریب اور قابل دید مقبرہ منصور قلاوون کا وہ مثمن برج ہے جو آٹھ مختلف ستونوں پر قائم ہے۔ اس مقبرہ کی عمارت اور اس کے گنبد پر نہایت ہی خوبصورت کام کیا گیا ہے جو اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ اس کی تجدید سلطان ناصر محمد بن قلاوون نے سنہ ۷۳۰ھ میں کی تھی۔

سلطان حسن کا مقبرہ اور مدرسہ بھی مصر میں اسلامی فن تعمیر کا زبردست شاہکار ہے جب دنیا کے مشہور ماہر فن تعمیر

فرانک لوئیڈ رائٹ نے اسے دیکھا تھا تو اس نے یہ کہا تھا:

"یہ مصر میں اسلامی فن تعمیر کی سب سے خوبصورت یادگار ہے۔"[1]

ممالیک چراکسہ کے دور کی عمارتیں: ممالیک مصر کے دوسرے خاندان چراکسہ (برجیہ) کے دور میں بھی بے شمار خوبصورت عمارتیں تعمیر ہوئیں' ان میں سلطان برقوق الظاہر اور سلطان مرج بن برقوق کے مقبرے بھی شامل ہیں جو ممالیک کے قبرستان میں ایک ہی عمارت میں واقع ہیں ان میں کتب' خانقاہ اور مساجد بھی تعمیر کی گئی تھیں۔ مساجد کے منارے دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں ایک طرف صوفی درویشوں کے رہنے کے مکانات بھی تعمیر کیے گئے تھے۔

سلطان قایتبان نے بھی بہت سی عمارات تعمیر کرائی تھیں جن میں مساجد' مدارس' سرکاری عمارتیں اور پل وغیرہ شامل ہیں۔ اس نے جنگی عمارتیں اور قلعے بھی تعمیر کرائے تھے۔ چنانچہ اس نے قلعہ اسکندریہ تعمیر کرایا تھا اور دوسرا قلعہ رشید میں تعمیر کرایا تھا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سلطان قایتبان نے ستر سے زائد عمارتوں کو یا تو خود تعمیر کرایا یا ان میں تجدید و ترمیم کرائی۔ اس طرح سلطان قایتبان کے عہد کی یہ عمارتیں فن تعمیر کا خوبصورت اور یادگار نمونہ ہیں۔

مصر کا سلطان غوری بھی چرکسی نسل سے تھا وہ ۱۴۴۶ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے قلعہ الجبل اور اسکندریہ کے برجوں کی مرمت کرائی نیز قلعہ تک آب رسانی کا نظام درست کرایا۔ اس نے مصر کے مشہور بازار خان الخلیلی کو بھی درست کرایا اور وہاں پتھروں کے پھاٹک لگوائے جو ابھی تک باقی ہیں۔

سلطان غوری کا مقبرہ اور مدرسہ بھی شارع الغوریہ میں اس کی خوبصورت یادگار ہیں۔ سلطان غوری نے سرکاری اور رہائشی عمارات فن تعمیر کے جن اصولوں کے مطابق تعمیر کرائی تھی اسی نظام کے مطابق موجودہ دور میں عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں۔

---

[1] مجلہ الثقافۃ العربیہ طرابلس لیبیا شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء مضمون "مصر میں اسلامی فن تعمیر" از ڈاکٹر کمال الدین سامح۔